زمانہ

مرتبہ دیا نراین نگم بی۔ اے

جلد ۳۶	جنوری سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر ۱ ۲

فہرست مضامین

تصاویر۔ بہادر مہاراجہ صاحب فانی (رنگین) شاہزادہ ڈیوک کناٹ بہادر۔ لارڈ چیمسفورڈ کا بگور دربار۔ مسٹر بجپیوراگھو آچاریہ صدر کانگریس ناگپور۔ سیٹھ جمنالال بجاز صدر کمیٹی استقبالیہ کانگریس۔ آنریبل مسٹر پرانجپے وزیر تعلیم دستکاری وصنعت و حرفت۔ دکارٹون واقعات حاضرہ۔

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

رسالہ زمانہ کا نیا سال شروع ہوا ہے ... خریداری شروع کر ...

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

رسالہ زمانہ کو جاری ہوئے سترہ سال ہو گئے اور اس سال کے آغاز سے اسکا اٹھارہواں سال شروع ہوتا ہے۔ اس سال سے اسکی ترقی کا نیا دور شروع کیا گیا۔ جیسا کہ پرچہ ہذا کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔ براہ کرم آپ اس نمبر پر اپنے معزز اخبار میں مفصل ریویو فرما کر کارکنان زمانہ کی حوصلہ افزائی فرمائیے۔ زمانہ کی ترقی قائم رکھنے کے لیے ضرورت ہے کہ اردو دان اصحاب اسکی قدردانی فرمائیں۔ مجھے آپ کی عنایت اور علم دوستی سے امید ہے کہ آپ اس رسالہ کو پسند فرمائیں گے اور اپنے معزز ناظرین کو اسکی خریداری پر توجہ دلائیں گے۔ آپ کی امداد و سرپرستی کے بغیر اس رسالہ کی ترقی ناممکن ہے۔

خادم منیجر زمانہ کانپور

ہمالیہ ڈپو مراد آباد کے مشہور گرم کپڑے

گلوبند

یہ گلوبند بازاری گلوبندوں کی مانند نہیں ہے بلکہ کپڑے کی بناوٹ کا خالص پشمینہ سے بنا ہوا ہے اسکے دونوں سروں پر پانچ پانچ چھ چھ گرہ ریشم سے منقش ہے اور لمبائی میں دونوں کناروں پر ریشم سے کڑھا ہوا ہے بیحد ملائم اور چکنا ہے اور گرم بھی بہت ہے اسکو دولتمند اشخاص سردی کے وقت سر سے یا گلے سے لپیٹ لیتے ہیں جس سے سردی پاس نہیں آتی یہ ایک انمول چیز ہے سردی سے بچنے کے واسطے بہت مفید ہے۔ قیمت فی عدد [illegible]

خالص اونی ٹوپہ

یہ ٹوپہ ایک عجیب و غریب آرام دہ چیز ہے اسکو سر پر اوڑھنے سے کانوں کو سردی بالکل نہیں لگتی۔ موسم سرما میں جب سخت تیز اور ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو اس سے بچنے کیواسطے اسکو اوڑھتے ہیں اور صبح و شام سردی کے وقت استعمال کرتے ہیں اکثر آدمی جنکو نزلہ کا مرض ہے اور ٹھنڈ کی وجہ سے بار بار زکام ہو جاتا ہے وہ اسکو رات کے وقت اوڑھکر سوتے ہیں جس سے انکو بہت فائدہ پہونچتا ہے اور زکام نہیں ہوتا اگر آپ بھی اس موذی مرض سے جسکی وجہ سے تمام کھانا پینا سونا اٹھنا بیٹھنا برا معلوم ہوتا ہے بچنا چاہتے ہیں تو اسکو ضرور منگائیے قیمت فی ٹوپہ [illegible]

خالص اونی سودیشی پٹو

کوٹ، ویسکوٹ، اوورکوٹ، چسٹر، نیٹ، پائجامہ، سوٹ، وغیرہ بنانے کیلئے بہت مناسب اور موضوع خالص اونی پٹو کئی رنگ مثل خودرنگ، سبزرنگ، سفید، خاکی، کتھئی، چارخانہ، سادہ، دھاریدار اور بہت قسم کا ہمالیہ ڈپو کے اسٹاک میں ہر وقت بڑی تعداد کے اندر برائے فروخت رہتا ہے۔ اگر جناب کو اس دفعہ کوئی اوورکوٹ، کوٹ، سوٹ وغیرہ بنانا منظور ہے تو اسکو ضرور خریدئیے بیحد مضبوط گرم، ورجاڑوں کے واسطے بہت مشہور اونی کپڑا ہے اسکا ایک کپڑا پہننے سے دوسرے کپڑے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

قیمت فی پٹو [illegible]

کمبل چارخانہ و سفید زمین

یہ صوفیانی وضع کا کمبل ہے اسمیں بادامی زمین اور سفید چارخانہ ہے جو بہت خوبصورت اور پیارا معلوم ہوتا ہے دوشالہ

ملنے کا پتہ ۔ ہمالیہ ڈپو مراد آباد

کی جگہ اسکو اوڑھئے مسند کی جگہ بچھایئے بہت دبیز اور گرم ہے اس سے سادگی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے امید کہ آپ بہت پسند فرمائینگے
اور ضرور منگائینگے قیمت مقابلہ بہت ارزان ہے جو بالترتیب حسب ذیل ہے ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ؏

کمبل چارخانہ کئی رنگ

اس کمبل مین سفید زمین پر کالا بادامی اور کئی رنگ کے چارخانے ایک ہی کمبل مین اس طرح سے دکھلائے گئے ہین کہ چارخانہ
اندر چارخانہ ہے جو دیکھنے مین عجیب لفریب معلوم ہوتے ہین بہت ہی خوش وضع خوش قطع کمبل ہے امرا اور سردار کے
برتنے کے لائق ہے ۔ مکان کی زینت بستر کی رونق ۔ آرائش کا اسباب ہے عام طور پر اسکو بہت پسند کیا گیا ہے اور اسکی فرمائشین
بہت کثرت سے آرہی ہین آپ بھی اسکے منگانے مین تاخیر نہ فرمائیں اور جلد سے جلد آرڈر دین ۔ فرمائش دیتے وقت قیمت کمبل ضرور
درج کرین ۔ قیمت کمبل جو بلحاظ خوبی و مضبوطی بہت کم ہے ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ؏

کمبل چارخانہ دار سفید زمین

اس کمبل مین سفید زمین پر بادامی چارخانہ ہے جو بلحاظ نوعیت وضع ایک عمدہ اور نفیس شے ہے خالص اون سے بنا ہوا ہے
بہت دبیز اور گرم ہے ۔ سردی کے زمانہ مین بہت کارآمد شے ہے ۔ اس سے بہتر سردی کا کوئی علاج نہین ہے اسکے اوڑھتے ہی تمام جسم مین
گرمی آجاتی ہے اور سردی دور ہو جاتی ہے آپ اسکو ضرور منگا کر فایدہ اٹھائین قیمت فی کمبل ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ؏

کمبل موٹی بناوٹ

یہ کمبل نہایت موٹا اور دبیز بنا ہوا ہے بناوٹ مین تبت یا بھوٹان کے کمبل کے مانند ہوتا ہے اسمین چارخانہ دوشالہ نما سفید اور
بہت سیل کا ہے یہ کمبل جتنا بڑھیا خریدینگے اتنا ہی عمدہ اور پاکیزہ اور ملائم ہوگا اور زیادہ چلنے والا ۔ قیمت حسب خوبی بالترتیب
ہے ؏ ؏ ؏ ؏

کمبل حاشیہ و بیلدار

ہر ایک چارخانہ دار ۔ دوشالہ نما کشمیری ۔ بادامی ۔ خاکی غرضکہ ہر ایک رنگدار کمبل مین موضوع اور نہایت خوبصورت
حاشیہ بنا ہوا ہے ۔ یعنی چارخانہ مین سفید حاشیہ اور سفید مین بادامی حاشیہ اس طرح جو رنگ چارخانہ مین دیا گیا ہے اسکے خلاف
رنگ کا حاشیہ مگر بہت موضوع ایسا ہی بنا ہوا حاشیہ دیا گیا ہے ۔ جو خوبصورتی مین اپنا آپ ہی مثل ہے ان تمام خوبیون کے
ہوتے ہوئے بہت گرم دبیز خالص اون سے بنا ہوا ہے قیمت بالترتیب حسب ذیل ہے ۔ جو مال کے مقابلہ مین بہت
ارزان ہے قیمت فی کمبل ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ؏

علیدہ چادر

ہمین یہ بات دیکھکر سخت افسوس ہوتا ہی کہ ہمارے ہندوستانی بھائیون نے سودیشی اشیاء کی طرف سے مطلق توجہ ہٹادی ہی یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی صنعت و حرفت شل ہو گئی اور عنقا کے ہندوستان سے معدوم ہو گئی اور اگر ابھی خال خال کہین دستکاری موجود بھی ہے تو ایک ناگفتہ بہ حالت مین ہے، اس عالیدہ کی چادر ہی کو لیجئے زمانہ سابق مین جبکہ اسکی قدر کیجاتی تھی تو ہمیں بڑے بڑے جو ہر اور دستکاریان دکھلائی جاتین تھین اب بھی ہمارے ہندی بھائی اسکو عزت کی نگاہ سے دیکھین اور حوصلہ افزائی فرمائین تو کچھ نہین گیا ہی یہ ایک عجیب غریب خوشنما پشمینے کی اون کی بنی ہوئی ہے بیحد ملائم اور چکنی ہی اسپر ہاتھ پھیرنے سے روح خوش ہوتی ہی جسطرح کہ آپ اپنی پیاری بلی کو پیار کرتے وقت اسپر ہاتھ پھیرتے ہین اور آپکا ہاتھ اسکے جسم سے اسکے ملائم اور چکنے بال کیوجہ سے پھسل جاتا ہی اور یہ فعل آپکو بہت پیارا معلوم ہوتا ہی جسکی وجہ سے آپ اسپر بار بار ہاتھ پھیرتے ہین اسیطرح جب آپ اس چادر پر جو بلی کے بالون سے بدرجہا ملائم اور چکنی ہی ہاتھ پھیرینگے تو اسپر سے آپکا ہاتھ پھسل جائیگا اور اسکی ملائمت اور چکناہٹ بہت اچھی معلوم ہوگی اگر اس چادر کو آپ اپنا ہاتھ پھیلا کر رکھنا چاہین تو آپکے ہاتھ پر بھی نہ رکیگی اور اپنی چکناہٹ کے سبب پھسلکر نیچے گر جائیگی گرم اتنی ہی کہ اگر آپ صرف اس چادر کو ہی بر حالی ملکو نہین اوڑھین تو یقیناً آپ کو پسینہ آجائیگا بناوت نہایت پاکیزہ اور خوبصورت ہی بہت ہی مرغوب شے ہی، ہندوستانی لیڈیان ایام سرما مین بجائے دوپٹہ کے کام مین لاتی ہین۔ یہ اسقدر ہے کہ جتنی بڑھیا چادر خریدینگے اتنی ہی اسکے اندر خوبیان بڑھی ہوئی ہونگی، ان تمام خوبیون کے ہوتے ہوئے قیمت بہت ارزان ہی۔

قیمت فی چادر [illegible]

الوان

یہ الوان پشمینہ کے بنے ہوئے نہایت ملائم کنارے دار اور بے کنارہ کے رنگ دار اور سفید ہمالیہ ڈپو کے اسٹاک مین موجود ہین، طبقہ امرا مین انکی بہت قدر ہے، دوہرا اوڑھا جاتا ہے یہ الوان بہت باریک اون کا بنا ہوا ہے اور بہت سبک اور نازک ہی اسپر حاشیہ لگانے سے دوشالہ ہوجاتا ہے، سودیشی ہی اسکی چوڑائی ڈیڑھ سے لیکے دو گز تک اور لمبائی چھ گز ہے

قیمت بالترتیب [illegible]

ساڑی پشمینہ

یہ ساڑیان ہر رنگ کی مثل سرخ و سبز سفید عنابی، گلابی، پیلی، نیلی، کتھئی رنگ کی کنارہ دار اور بلا کنارہ کی ہمالیہ ڈپو کے اسٹاک مین نہایت ملائم، باریک نازک اور گرم موجود ہین اسمین بڑی خوبصورتی اور نزاکت ٹپکتی ہی بڑے بڑے عالی خاندانون مین اسکو استعمال کرتے ہین، عموماً خواتین اسکو بہت مرغوب رکھتی ہین موسم سرما کا سنگار ہی آپ بھی ضرور منگائیے چوڑائی ڈیڑھ گز لمبائی چھ گز ہی، قیمت فی ساڑی [illegible] اور گرمن (سوتی اونی) ساڑی کی قیمت [illegible]

لوئی یک رنگ سفید

آپ سمجھ گئے ہونگے کہ یہ کیا چیز ہے، خیال فرمائیے یہ بہت کارآمد شے ہی اسکو اوڑھکر بازار و دنگی سیر کیجئے عبادت پوجا پاٹ کیجئے

بہت عمدہ بنک اور نگوہ ہے پرانا اور نئی روشنی کے لوگ اسکو یکسان عزیز رکھتے ہیں اہل ہنود صاحبان ہیں جو اصحاب کپڑہ دیکھکر کھانا نہیں کھاتے ہیں وہ اسکو اوڑھکر جاڑوں میں کھانا کھاتے ہیں یہ بہت پاکیزہ اور صاف خالص اون کی بنی ہوئی ہے، دوہری اوڑھی جاتی ہے اسکی لمبائی میں دونوں کناروں پر قریب نصف انچ کے بطور حاشیہ ایک سبز دھاری ہے اور چوڑائی میں دونوں پلو پر دو دھاریاں سرخ و سبز کی پڑی ہیں اور اسی قسم کی بالکنارے کی لوئیاں اسٹاک میں موجود ہیں جو اپنی وضع میں بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں چوڑائی ڈیڑھ سے پونے دو گز تک اور لمبائی ۳ گز سے ۴ گز تک ہے قیمت بالترتیب [illegible]

اسمین کی لوئی رنگدار بھی موجود ہیں قیمت رنگدار پر ایک روپیہ زیادہ چارج ہوگا۔

دھسہ اونی

جتنے گرم کپڑوں کا اب تک ہمنے ذکر کیا ہے یہ دھسہ سب سے زیادہ گرم اور ملائم ہے اسکی بہت سی خوبیاں ہیں مگر بوجہ طوالت ہم نہیں لکھتے روئی کے گالے کے مانند ملائم ہے اور مکھن کی طرح چکنا ہے گرم اتنا ہے کہ اگر آپ اسکو سخت بیماری میں اوڑھکر بیٹھ جائیں تو آپکو یقیناً پسینہ آجائیگا اور گھبرا کر اسکو اتار کر پھینک دینگے خوبصورتی میں لاجواب ہے گرمی پہونچانے میں بے مثال ہے جاڑوں کے سفر میں صرف یہ دھسہ آپکی کا برابری کر جائیگا اسمیں دو رنگ ہیں ایک کالا اور ایک خود رنگ قیمت بالترتیب [illegible]

دھسہ نمبر ۲ جو مثل دھسہ نمبر ۱ کے بالا کے اونی ہے مگر ہلکا ہے قیمت [illegible] گردی سوتی اعلیٰ بہر رنگ [illegible]

سوتی دھسہ اس دھسہ کی بناوٹ مثل دھسہ اونی کے ہے قیمت [illegible]

دوشالہ پشمینہ

یہ دوشالہ پشمینہ کا نہایت عمدہ اور پاکیزہ رنگ کا مثل چالیس ہزار کے لٹھے کے باریک ہے اسکے ہر چہار طرف حاشیہ پر ریشم کا باریک بہت خوشنما اور دلپذیر کام [illegible] ہے اور اسکے بعد نہایت نفیس کناری سے مزین ہے چاہ بان چاروں کونوں پر ریشم کے کڑھے ہوئے ہیں جن سے اسکی خوبصورتی میں اور بھی چار چاند لگ گئے ہیں۔ اسکی نفاست کو دیکھکر ہر شخص کی طبیعت اسپر مائل ہو جاتی ہے اسکو ہمیشہ ساہوکاران شادی وغیرہ میں اپنے کاندھوں پر ڈالتے ہیں اور اپنی پیاری عروس نو دلہن کو بیش بہا جوڑوں کے ساتھ چڑھاتے ہیں ایک عجیب و غریب عزت کی چیز ہے اور عام طور پر اسکو بہت پسند کیا گیا ہے، آپ بھی ایک شال منگا کر خط اوڑھائیں ہمالیہ ڈپو میں ہر رنگ کی شال جیسی آپ پسند فرمائیں موجود ہے لمبائی ۳ گز اور چوڑائی ڈیڑھ سے پونے دو گز تک ہے قیمت بلحاظ مال بالترتیب [illegible]

سوتی دوشالہ بناوٹ خوبی پائداری اور کامدانی میں مثل دوشالہ پشمینہ کے ہے قیمت فی عدد [illegible]

اونی پٹیاں

اکثر اصحاب کو یہ مرض ہے کہ موسم سرما میں ٹھنڈی ہوا لگنے سے یا تھوڑا سا چلنے پھرنے سے پنڈلیوں میں درد ہونے لگتا ہے جسکی وجہ سے بیچینی ہوتی ہے ایسے صاحبان کو پٹیوں سے زیادہ کوئی چیز فائدہ بخش نہیں ہو سکتی ایسے صاحبان کے واسطے ہمنے اونی پٹیوں کا انتظام کیا ہے جو بیحد گرم اور پائدار خالص اون کی بنی ہوئی ہیں سفر میں انکو پنڈلیوں پر باندھ لینے سے بالکل تکان نہیں معلوم ہوتی اور نیز مسافر حالت سفر میں بالکل تندرست اور توانا رہتا ہے یہ معمولی پٹیوں کے مانند نہیں بلکہ بہت مضبوط اور خوبصورت و گرم پٹیاں ہیں قیمت فی جوڑہ [illegible]

غالیچہ

غالیچہ بہت آرام دہ اور عزت کی چیز ہے اسکی بابت زیادہ تعریف کی ضرورت نہیں اسکو ہر فرد بشر واقف ہے ہمارے غالیچے بہت خوبصورت اور رنگ برنگی بیل بوٹوں سے مزین ہیں قیمت [illegible]

آسن

امیر لوگ اسکو اپنی نشست یا نشستگاہ دیکھاتے ہیں اہل ہنود اسپر بیٹھکر بھوجن کرتے اور پوجا پاٹ کرتے ہیں ہمارا آسن ہمالیہ ڈپو کے لئے آکر موجود ہیں جتنا زیادہ قیمتی آسن ہوگا اتنا ہی اچھا ہوگا اور بڑھیا ہوگا ہر قسم کے آسن مثل سرخ و سبز و سیاہ، سفید اور رنگ برنگی بیل بوٹیوں سے منقش ہیں بہت خوبصورت اور ہوتا مثل غالیچہ کے ہے قیمت ۱۲ [illegible]

سودیشی سوتی مال

گاڑھا ۔ یہ گاڑھا نہایت نفیس دیسی ہاتھ کا بنا ہوا ہے یہ کپڑا نہایت مضبوط اور پائدار ہوتا ہے کہ اسکے مقابل میں دوسرا کپڑا ایسا ہوتا ہے جیسے ڈبل ہیں وغیرہ سے ہر بات میں کوئی پایا کپڑا کا نہیں کہتا۔ اسکے بڑھیا تھان دھلنے پر مثل سلک کے ہوجاتے ہیں اسکے چادرے کوٹ، پتلون، قمیص، پاجامہ، سوٹ وغیرہ بنائے جاتے ہیں جو بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اس کپڑے میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ موسم گرما میں اسکا استعمال جسم کو ٹھنڈا اور سرد رکھتا ہے اور موسم سرما میں جسم کو گرمائی پہونچاتا ہے اسی وجہ سے اسکا استر بنانے اور اوڑھنے کے کپڑے میں کام میں اسکا تھان (ایک ٹکڑا) بارہ سے چودہ گز تک لانبا ہوتا ہے ۔ تھان ۲۰ انچ چوڑا گیارہ گز لانبا قیمت [illegible]

۲۲ انچ چوڑا ۱۲ گز لانبا قیمت [illegible] ۲۶ انچ چوڑا اور ۱۲ گز لانبا قیمت [illegible] ۲۸ انچ چوڑا ۱۴ گز لانبا قیمت [illegible] اور ایک گز چوڑا ۱۴ گز لانبا قیمت [illegible]

نوٹ ۔ بڑھیا تھان لمبے چوڑے نہیں ہوتے بلکہ جو تھان باریک اور گف ہوگا وہ کم عرض و طول کا تھان ہوگا۔

گبرون ۔ یہ کپڑا بھی کوٹ پتلون سوٹ قمیص کرتا اور چادر وغیرہ کے بننے میں کام آتا ہے ہر قسم کے گبرون رنگین دھاریدار چارخانہ دار ہمالیہ ڈپو کے اسٹاک میں موجود ہیں قیمت فی تھان [illegible] تک ہے۔

دریاں ۔ پلنگ پر بچھانے کی بہت مضبوط اور خوبصورت ہر قسم کی بڑھیا اور گھٹیا ہیں قیمت [illegible]

قالین ۔ یہ نہایت ملایم اور مضبوط چیز ہے یہ آٹھ آٹھ دس دس برس کے روزمرہ کے استعمال پر بھی ویسا ہی نیا رہتا ہے یہ قالین ہمارے پاس ہر طرح کے رنگین، بیلدار، بڑھیا اور معمولی بھی ہیں قیمت [illegible] تک ہے

نواڑ ۔ ہمارے یہاں سے ہر قسم کی اور ہر نواڑ نہایت عمدہ بیچے جاتے ہیں بہت کم قیمت پر بھیجی جاتی ہے قیمت فی سیر [illegible] اور [illegible] تک ہے۔ گھٹیا نواڑ سے بڑھیا نواڑ بنائی میں کم لگتی ہے

زری کے کام کے دوشالہ

ان دوشالوں کے چاروں طرف نہایت اعلیٰ درجہ کا زری کے کام کا بیل لگا ہوا ہے اور کپڑے کے چاروں طرف کنارا

عمدہ نہایت شاندار اور عمدہ پاکیزہ زری کا کام بنا ہوا ہے ساتھ ہی چاروں کناروں پر ترنج بھی اسی کام کے بنے ہوئے ہیں اور یہی خصوصیت ہے کہ ہر رنگ کا زری کا دوشالہ دستیاب ہو سکتا ہے ۔ قیمت فی جوڑہ عہ ، سہ ، عمہ ، ما ، ماعہ ، ماعہ ، اور مالر سے لیکر صما ، تک کا ہے ۔

ہمالیہ ڈپو مرادآباد کی مجرب ادویات

آتشک گرمی کی دوا

اس بیش قیمت دوا کے کھاتے ہی کھاتے زخم ایسے ہی خشک ہو جاتے ہیں ، جو مریض بالکل مایوس ہو جاتا ہے جسکا بدن بالکل پھوٹ نکلتا ہے بدبو آنے لگتی ہے لیکن ہی دو تین چار روز کی کپڑے خراب ہو جاتے ہیں اور جنہیں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہتی اسکے استعمال سے بالکل تندرست جوان ہو جاتے ہیں ۔ پھر دوبارہ یہ مرض نہیں ہوتا اور نہ ہونے کی امید پائی جاتی ہے بلکہ بالکل جڑ ٹوٹ جاتی ہے اور پرہیز بھی کسی قسم کا نہیں کرنا پڑتا ہے غرضکہ اس بیش قیمت دوا کی کہاں تک تعریف کی جائے ۔ یہ دوا بڑے دلی دوست کی طرح ہے قیمت فی شیشی لحہ محصول ڈاک ۴ر

کانتی پرکاش

(مہاسہ وغیرہ دور کرنیکی دوا)

دو نہایت اکسیر ہے آئینہ میں چہرہ دیکھکر دوا لگا لیے اور دس منٹ بعد چہرہ پر دونی رنگت دیکھ لیجیے اور لگاتے لگاتے چہرہ کا میل یہ پسینہ نکلکر چہرہ پر چکناہٹ گورا پن اور سرخی آجاتی ہے ساتھ ہی خوشبو سے دماغ معطر اور طبیعت خوش ہو جاتی ہے آٹھ دن برابر لگانے سے چہرہ اور بدن کی رنگت دونی ہو جاتی ہے ساتھ ہی جھائیں ، مہاسہ وغیرہ اور دوسری قسم کے داغ جاتے رہتے ہیں ۔
قیمت فی شیشی عہ ، اور محصول ڈاک ۴ر

بس ناسک دوا

سانپ ، بر ، باؤلے کتے ، ہر ایک قسم کے زہریلے جانوروں کے زہر ، درد کمر ، گٹھیہ ، بائی ، جلندر ، زہرباد ، طاعون کی گلٹی ، گٹھ ، ہاتھ ، پیر ، اور گلا پھولنا آرام کرنے کے لیے اکسیر دوا ہے قیمت فی شیشی ۸ ، محصولڈاک ۴ر

سوزاک کی مجرب دوا

کیسا ہی نیا یا پرانا سوزاک ہو اس دوا کو سات دن استعمال کرنے سے جڑ سے جاتا رہتا ہے دو خوراک دوا کھاتے ہی اکثر پیشاب کی جلن کرک اور قطرہ کی پیلی رنگت جاتی رہتی ہے اور دھار کے ساتھ پیشاب ہونے لگتا ہے دو دن کھانے سے مواد خون نکلنا بند ہو جاتا ہے اور تین دن میں قریب اچھا ہو جاتا ہے مگر سات دن استعمال کرنے والے کو سوزاک پھر اونہیں ہوتا ۔ قیمت صرف دو روپیہ لحہ محصول ڈاک ۴ر

زمانہ

جلد ۳۶ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء نمبر ۲۱۴

آزادِ امریکہ

(از منشی اننت پرشاد نگم بی۔ اے ایل ایل۔ بی۔)

آزادی کی خواہش انسان کی ان اعلیٰ ترین جذبات مین سے ہے جسکے لئے وہ سخت سے سخت مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور جب تک وہ غلامی کے پنجے مین پھنسا رہتا ہے اسکے دل مین رہائی کی امنگ آگ کے شعلے کی مانند بھڑکتی رہتی ہے۔ اسی کی بدولت انسان اپنی ناتوانی اور بے سروسامانی کے باوجود اپنے سے ہزار گنی طاقت کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرسکتا ہے۔ دُنیا مین جتنی قومین آزاد ہوئی ہین انکی کامیابی کے پردے مین اخلاقی قوّت کا راز نہان ہے۔ جب اہل ملک کے دلون مین عام طور پر یہ جذبہ آگ کے مانند بھڑکنے لگتا ہے تو وہ باوجود دشوار گزار گھاٹیون اور ناہموار رستون کے آزادی کی منزل طے کر لیتے ہین۔

امریکہ کی آزادی کی داستان اس بیان کے صداقت کی ایک بیّن دلیل ہے۔ اٹھاروین صدی کے وسط مین ان نوآبادیون مین یورپین اقوام اور زیادہ تر انگریزون ہی کی اولاد آباد تھی۔ اسلئے ان سے اپنے یوروپین بھائی بندون سے منحرف ہونے کا بہت کم خوف ہو سکتا تھا۔ لیکن جب ساری قوم نے یہ امر محسوس کرنا شروع کردیا کہ قدرتی اصول کے مطابق رعایا پر حکومت کرنے کا اختیار صرف رعایا کے نمایندون کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اسوقت آزادی کی منزل پر اسنے پہلا قدم رکھا۔ اور قریب بیس سال کی جدوجہد کے بعد وہ کام جو ۱۷۶۰ء مین کسی کے وہم و قیاس مین بھی نہ آتا تھا کر کے دکھلا دیا۔

امریکن نوآبادیون کی تاریخ مین سنہ۱۷۶۰ء وسنہ۱۷۷۵ء کے درمیان کا زمانہ جدوجہد کا ابتدائی زمانہ ہے۔ برٹش پارلیمنٹ کو نوآبادیون کے لئے قانون سازی کے استحقاق پر اصرار تھا۔ اُدھر نوآبادیون کے باشندون کو پارلیمنٹ کے اختیارات قانون سازی مین کلام تھا۔ مساچوسٹس کے مشہور بیرسٹر جیمس اوٹس کا مقولہ تھا کہ پارلیمنٹ کے کہنے سے دو اور دو پانچ نہین ہوسکتے"۔ "اگر پارلیمنٹ کے احکامات اُصولِ قدرت کے خلاف ہین تو وہ سچائی اور انصاف کے خلاف ہونے کے باعث قابلِ تعمیل نہین ہین"۔ "تمام بنی نوع انسان کے حقوق برابر ہین"۔ "ہر ایک انسانی جماعت کو اختیار ہے کہ اپنے لئے جیسی حکومت مناسب سمجھے قائم کرے"۔ پیٹرک ہنری کا جو ورجنیا کا ایک نوجوان وکیل تھا خیال تھا کہ گورنمنٹ دراصل رعایا اور اہلِ حکومت کے درمیان محض ایک شرطیہ معاہدہ ہوتا ہے جسکی بنا پر اہلِ حکومت کا فرض رعایا کی حفاظت کرنا۔ اور رعایا کا فرض اہلِ حکومت کی تعمیلِ حکم کرنا ہے۔ اگر ایک فریق اپنے فرض ادا کرنے سے قاصر رہے تو دوسرا فریق بھی اپنے فرض کی ادائگی پر مجبور نہین ہوسکتا"۔

سنہ۱۷۶۴ء مین سرکار کی طرف سے یہ خواہش ظاہر کی گئی کہ جو افواج نوآبادیون کی حفاظت کیلئے مقرر ہین اُنکے اخراجات وہان کی رعایا کو برداشت کرنا چاہئے اور اسلئے نوآبادیون سے یہ دریافت کیا گیا کہ وہ محاصل مین اضافہ کرنے کا کونسا طریقہ تجویز کرتے ہین۔ مگر مشورہ کے بجاے مخالفت کی آواز بلند ہوئی۔ تاہم پارلیمنٹ انگلستان نے سنہ۱۷۶۵ء مین نوآبادیون کے لئے ایکٹ اسٹامپ پاس کر دیا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس ایکٹ کے ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی وہ انگلینڈ مین نہین بلکہ امریکہ ہی مین صرف کیجاتی۔ مگر اس قانون کا تاریک پہلو یہ تھا کہ جو مقدمات اس قانون کی مد مین پیدا ہوتے اُنکا فیصلہ بغیر جیوری کے کیا جاتا۔ پیٹرک ہنری اس زمانہ مین ورجنیا کی مجلس قانون سازی مین پہلے مرتبہ ممبر ہوا تھا اور ایک پُراثر مقرر ہونے کی حیثیت سے ممبران کی کثیر جماعت کے دلون پر قابو رکھتا تھا۔ ہنری نے کونسل مین چند تجاویز پاس کرا دین جنکا منشا یہ تھا کہ سواے ورجنیا کونسل کے کسی اور قانونی جماعت کو ورجنیا پر ٹیکس لگانے کا اختیار نہین ہے۔

اِن تجاویز کے پاس ہوتے ہی تمام نوآبادیون مین ایک سنسنی سی پھیل گئی اور لوگون کے دلون پر آنے والی دقتون کا خوف چھا گیا۔ اور لوگ اسٹامپ ایکٹ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے جس روز یہ ایکٹ جاری ہونے والا تھا ایک بھی اسٹامپ فروخت نہ ہوسکا۔ اور اسٹامپ فروخت کرنیوالون

کی ہر بار ذلت کی گئی - آئینی جدوجہد نے بھی اپنی رفتار تیز کی - اور مارٹش کی تجویز کے مطابق ایک اسٹامپ ایکٹ کانگریس منعقد کی گئی جسمین بجز ورجنیا کے تمام دیگر نوآبادیون کے نمایندے شریک تھے - اِدھر نوآبادیون کے باشندے پارلیمنٹ سے ناراضی ظاہر کرتے جاتے تھے - اُدھر پارلیمنٹ کا خطرہ بڑھتا جاتا تھا - پارلیمنٹ کے شاہی اڈریس مین اس بات کی خواہش ظاہر کی گئی کہ جو لوگ نوآبادیون مین بغاوت کے الزام مین ماخوذ ہون اُنکے مقدمات انگلستان مین فیصل کئے جایا کرین - برٹش اہل حکومت کا شبہہ ایک خلاف امید واقعہ نے اور بھی بڑھا دیا - مساچوسٹس کی کونسل نے ایک گشتی چٹھی تمام نوآبادیون کی کونسلون کے نام بھیجی جسمین متفقہ کوشش کے لیے سب سے مدد مانگی گئی - اور خودمختاری کے سوال کو خارج از بحث بتلایا گیا - وزراے انگلستان اس آخری جملہ پر متعجب ہوئے - کیونکہ خودمختاری کے سوال کا ذکر ہی ایک تعجب انگیز اور انوکھی بات تھی - بہر نوع احکامات جاری کئے گئے کہ کونسل گشتی چٹھی کو منسوخ کرے - ورنہ کونسل خود موقوف کردی جائیگی - دوسری کونسلون کو اسکے منشا کی تکمیل کرنے سے ممانعت کی گئی - مگر تمام کونسلون نے ان احکامات کو ردّی کی ٹوکری مین ڈال دیا -

سنہ ۱۷۶۹ء مین ورجنیا کونسل نے چند تجاویز جو امریکہ کی تواریخ مین یادگار رہین گی پاس کین جنکا منشا یہ تھا کہ نوآبادیون کو اپنے حدود کے اندر قانون سازی کے پورے پورے اختیارات ہین - ایسی تجاویز دیگر نوآبادیون کی کونسلون نے بھی پاس کردین - ان تجاویز کی خبر پاتے ہی گورنر نے ورجنیا کونسل کو موقوف کردیا - مگر ممبران نے ایک علیحدہ جلسہ کرکے ایک عہدنامہ پر دستخط کئے کہ ایسی چیز کو استعمال نکرینگے جسپر پارلیمنٹ کا نافذ کیا ہوا ٹیکس لگا ہو - یہ تحریک بہت جلد عام ہوگئی اور تمام نوآبادیون نے اسکی تائید کی - بالآخر ۱۷۷۰ء مین بجز چاء کے بقیہ تمام چیزون پر محصول معاف کردیا گیا - لیکن رضاے الٰہی یہ نہ تھی کہ ایک بڑی قوم اس حقیر فتح پر قناعت کرکے ہمیشہ کے لئے اہم معاملات مین انگلستان کی دست نگر رہے - وہ زمانہ آگیا تھا جبکہ باشندگان امریکہ اپنے پیرون آپ چلنے کی ہمت کرین اور دنیا کو دکھلادین کہ ایک آزاد قوم تمام عالم کی بھلائی مین کیا بیش بہا حصہ لے سکتی ہے - چنانچہ قبل اسکے کہ پارلیمنٹ سے ٹیکس کے موقوفی کا قانون پاس ہو - بوسٹن شہر کے ایک مقامی جھگڑے مین فوجی سپاہیون اور مزدورون مین ایک عظیم خونریزی واقع ہوگئی - اس واقعہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگون کو انگریزی سپاہ سے یکقلم نفرت ہوگئی اور رعایا نے اس بات کا مطالبہ کرنا شروع کردیا کہ انگریزی فوج نوآبادیون سے

ایکدم ہٹا لیجائے۔ مگر گورنر نے اپنی پالیسی پر قایم رہنے کی کوشش کی۔

خود مختاری کا سوال ابھی تک عملی سیاست کا سوال نہ بنا تھا لیکن گورنر کی تنگ خیالی اور کوتاہ نظری نے اس مسئلہ کو قابل غور بنا دیا۔ سیموئیل ایڈمس نے مختلف مقامات پر کمیٹیان قایم کردین کہ اہم ملکی مسائل پر بحث و مباحثہ ہوا کرے اور رعایا اپنا طرزِ عمل ان مباحثون مین طے کرے۔ چنانچہ بارہ نوآبادیان اس مسئلہ مین متفق ہوگئین۔ اور اس طرح نوآبادیون کی آنے والی خود مختار سلطنت کی جڑ قایم ہو گئی۔ گورنمنٹ اور رعایا کے درمیان سخت جد و جہد ہونے لگی۔ جتنی کوشش رعایا کو دبانے کی کیجاتی تھی اُسیقدر زیادہ خودسری اہلِ ملک کے دلون مین پیدا ہوتی جاتی تھی۔ اور گورنمنٹ کا رعب داب ماند پڑتا جاتا تھا بالآخر یہان تک نوبت پہونچی کہ جنگ و جدل کے بغیر معاملہ طے ہونا ناممکن ہوگیا۔ اور نوآبادیون کی رعایا نے اپنے انگریزی بھائی بندون کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی

ٹامس جفرسن اور واشنگٹن اس جد و جہد کے رہبر و رہنما تھے۔ انکے علاوہ اور بھی بہت سے لیڈر تھے جنکے انتہائی ایثار نفس کے بغیر مہم سر نہین ہوسکتی تھی۔ غرض قوم کی اخلاقی طاقت و متحدہ کوشش نے وہ عظیم الشان فتح حاصل کی جو بڑی سی بڑی فوج کے قیاس مین نہ آسکتی تھی۔ اس اخلاقی قوت کا کسیقدر اندازہ اُس اعلان خود مختاری سے ہو سکتا ہے جو کانگریس نے ۴ جولائی ۱۷۷۶ء کو شایع کیا تھا۔

اس اعلان کا تمہیدی حصہ صرف امریکہ ہی نہین بلکہ تمام دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔

"تمام بنی نوع انسان کے حقوق مساوی ہین۔ پروردگار عالم نے ہر انسان کو چند ایسے حقوق عطا فرمائے ہین جو اس سے چھینے نہین جا سکتے۔ زندگی۔ آزادی اور خوشحالی کی کوشش اِنہین حقوق مین ہے۔ گورنمنٹ ان حقوق کے حصول کے لئے محض ایک وسیلہ ہے اور اسکو اپنی قوت محض رعایا کی رضامندی سے حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی گورنمنٹ ان حقوق کے حصول مین رعایا کو امداد دینے سے قاصر ہوتی ہے تو رعایا کا فرض ہے کہ وہ اسکو ترمیم کرے خواہ اسکو موقوف کرکے ایسی گورنمنٹ قایم کرے جو انکی رائے مین انکی حفاظت اور خوشحالی کے لئے زیادہ مفید ہو۔ بلاشبہ دانشمندی اسمین ہے کہ قدیم گورنمنٹ محض چھوٹی چھوٹی باتون کے لئے تبدیل نہ کیجائے ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن جب متواتر دیدہ و دانستہ ایسے افعال سرزد ہون جنسے رعایا کو غلامی کے شکنجہ مین جکڑے رکھنے کی خواہش ٹپکتی ہو تو رعایا کا حق اور انکا فرض ہے کہ ایسی گورنمنٹ کا خاتمہ

کرکے نیا انتظام کرے ۔"

حاکم و محکوم کے تعلقات کی تشریح جن سنہرے الفاظ مین اِس اعلان خود مختاری مین کی گئی ہے وہ ہمیشہ مثل آفتاب چمکتے رہین گے ۔ آزادی کے جوش نے تمام قوم کو گرویدہ بنا لیا ۔ اور چند اعتدال پسندون کی ہمت شکن پالیسی کے باوجود انتہا پسندون کی تعداد کثیر میدانِ مقابلہ سے پیچھے نہین ہٹی ۔ حتیٰ کہ انگلستان ایسے مستقل مزاج ملک کے اہلِ حکومت نے سنہ ۱۷۸۳ء مین امریکہ کی خود مختاری منظور کی اور اس محکوم قوم کو اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا فخر حاصل ہوگیا ۔

ترتیبِ نظامِ آئینی | گورنمنٹ برطانیہ کا سایہ اُٹھنے کے بعد تمام ریاستین مطلق العنان ہوگئین اور ہر ایک ریاست اپنے آپ کو خود مختار سمجھنے لگی ۔ کوئی مستقل رشتۂ اتحاد اُنکے درمیان باقی نہ رہا ۔ چنانچہ کانگرس نے سنہ ۱۷۷۷ء مین کچھ قواعد مرتب کئے تھے جو آرٹیکلز آف کنفڈریشن لہ کے نام سے موسوم ہوئے اور جنکے ذریعہ سے کانگریس کو ایک قومی گورنمنٹ کی حیثیت حاصل ہوئی ۔ مگر اُسکو کوئی ایسی قوت نہ تھی کہ کسی ریاست کو کسی کام کے کرنے پر مجبور کرسکے ۔ ان قواعد کی منظوری مختلف ریاستون نے بعد مین دی لیکن انکا نفاذ سنہ ۱۷۸۱ء تک نہوا ۔ بیشک اگر اسکے پہلے نفاذ ہوگیا ہوتا تو شاید امریکن رعایا کامیابی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کے خلاف نہ لڑسکتی کیونکہ کانگریس کے اختیارات محدود کرنے سے اسکی قوت مین بھی کمی ہونا لازمی امر تھا ۔ اِن قواعد کے مرتب ہونے سے جملہ نوآبادیون کی ایک مرکزی حکومت قائم ہوگئی اور بکھرے ہوئے ذرّات یکجا ہونا شروع ہوگئے ۔

اِن قواعد کی رو سے کانگریس مختلف ریاستون کے ڈیلیگیٹون کا مجموعہ تھی جسمین سے کم سے کم ۹ ڈیلیگیٹون کی موجودگی کانگریس کی کارروائی کے لئے لازمی کردی گئی ۔ ہر ایک ریاست کو صرف ایک ڈیلیگیٹ منتخب کرنے کا اختیار تھا ۔ اور کانگریس کے اختیارات ریاستون کے درمیانی اختلافات کو طے کرنے تک محدود تھے ۔ اس جماعت کو نہ قانون سازی کے اختیارات حاصل تھے اور نہ ٹیکس لگانے کے ۔ اعلان جنگ و صلح وغیرہ کے اختیارات کانگریس کو حاصل تھے ۔ مگر ایک بڑا نقص یہ تھا کہ کانگریس کے پاس اپنے احکامات کے اجرا کرنے کی کوئی مشین نہ تھی ۔ اگر کوئی شخص ان احکامات کی

لہ ARTICLES OF DONFEDFRATION

خلاف ورزی کرتا تو کانگریس اس ریاست کے ذریعہ سے اُسکو سزا دلوا سکتی تھی - مگر اس ریاست کو سزا دینے پر مجبور نہ کر سکتی تھی - اور نہ اسکے پاس کوئی ایسی قوت تھی جسکے ذریعہ وہ مختلف ریاستون کو مشترکہ ملکی مصارف مین حصہ لینے کے لئے مجبور کر سکتی ۱۷۸۳ء مین امریکہ کے اوپر قریب چار کروڑ ڈالر کے قرضہ ہوگیا تھا جسمین سے قریب اسّی لاکھ فرانس اور دیگر ممالک کا تھا - کانگریس نے اسکی ادائگی کے لئے مختلف ریاستون سے خواہش کی - لیکن ۱۷۸۶ء کے آخر تک صرف ۱۰ لاکھ وصول ہو سکا - کانگریس کو یہ قوت حاصل ہی نہ تھی کہ ریاستون سے یہ روپیہ جبراً وصول کر سکے - ۱۷۸۱ء کے بعد کئی مرتبہ اس امر کی کوشش کی گئی کہ کانگریس کو مذکورۂ بالا اختیارات حاصل ہوجائین - مگر سب بیکار ہوئین - غیر ممالک بھی ایسی کمزور گورنمنٹ کو جسکا اثر اپنی رعایا پر نہ ہو حقارت کی نظرون سے دیکھتے تھے اور تجارتی معاملات مین امریکہ کی کمزوری سے بیجا فائدہ اُٹھانے لگے تھے - آخرکار یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ مختلف ریاستون مین جب تک کوئی مضبوط رشتۂ اتحاد قائم نہ ہوگا اور ان نقائص کا جنکا اوپر ذکر ہوچکا ہے مستقل اور دیرپا علاج نہ تجویز کیا جائیگا اُسوقت تک برابر خانہ جنگی قائم رہیگی - کیونکہ ہر ایک ریاست کو صرف اپنے نفع نقصان کا تو لحاظ رہتا تھا لیکن بحیثیت مجموعی امریکہ کے نفع نقصان کا کوئی خیال نہ تھا -

بالآخر ایک فڈرل کنونشن قایم ہوگئی اور اسنے روزمرہ جلسے کرکے ۱۷۸۷ء مین تمام ریاستون کے لئے ایک آئینی نظام مرتب کر لیا - یہ کونسل اُن قابل اور تجربہ کار اشخاص کا مجموعہ تھی جنکی دلی کوشش تھی کہ امریکہ کے لئے ایک ایسا نظام آئینی مرتب ہوجاے جو ہمیشہ کام دے سکے اور چھوٹی چھوٹی دفعون پر اسکے ترمیم کرنے کی ضرورت نہو -

واشنگٹن اور فرینکلن جیمیس میڈیسن اور جارج میسن وغیرہ نامور بزرگوار اسکے روح روان تھے - انکا خیال تھا کہ وہ آنے والی ہزارہا نسلون کے لئے قانون بنا رہے ہین - لہذا ایسا جامع قانون مرتب ہونا چاہئے جو ہر حالت مین کام مین لایا جاسکے - انھون نے مستقل آئین مین ترمیم کی اجازت دی تاکہ انقلاب کی گنجایش نہ رہے مگر ساتھ ہی ترمیم کی منظوری ایسی دقّت طلب بنا دی کہ ترمیم قریب قریب ناممکن ہوجائے -

گورنمنٹ کے دو بڑے شعبے اس طرح تقسیم کئے گئے کہ انتظامی امور کا افسر اعلیٰ امریکہ کا پریسیڈنٹ رہے اور تمام اختیارات قانون سازی کانگریس کے سپرد ہون - برطانیہ کی طرح ایک شعبہ کی ذمہ داری

دوسرے کے سامنے نہین ہے - اور نہ ایک دوسرے کو موقوف کرسکتا ہے - اسوجہ سے اکثر کہا جاتا ہے کہ امریکہ مین انتظامی اور قانونی اختیارات ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہین - مگر یہ الزام کسی حد تک بیجا ہے کیونکہ پریسیڈنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر تبہ کانگریس کے پاس کئے ہوئے مسودۂ قانون کو نامنظور کردے ہان اگر وہی مسودۂ قانون کانگریس کی ۲/۳ دوثلث کثرت راے سے دوبارہ پاس ہوجائے تو پریسیڈنٹ کے اختلاف کے باوجود وہ قانون قابل نفاذ ہوجائیگا - پریسیڈنٹ کو انتظامی شعبہ کا بھی پورا پورا اختیار نہین ہے کیونکہ کانگریس کے دو ایوان مین سے ایک یعنی سینٹ کو اکثر اہم معاملات مین دخل دینے کا حق حاصل ہے - مثلاً اکثر اعلیٰ عہدون کی تقرری بغیر سینٹ کی منظوری کے نہین ہوسکتی - کوئی صلحنامہ سینٹ کے ۲/۳ ممبران کی متفقہ راے کے بغیر منظور نہین کیا جاسکتا -

عام طور پر پریسیڈنٹ امریکہ کا عہدہ ایک بہت بڑا بااختیار عہدہ ہے - تمام اہم معاملات مین پریسیڈنٹ اپنی ذمہ داری پر کام کرتا ہے - محکمہ جات کے افسرون سے صلاح ومشورہ لے سکتا ہے - لیکن یہ ضروری نہین کہ انکی صلاح پر عمل بھی کرے - پریسیڈنٹ امریکہ کی تمام فوج کا سپہ سالار ہوتا ہے - وہ مجرمون کو معافی بھی دے سکتا ہے - اور نازک موقعون پر تو پریسیڈنٹ کو بہت بڑے اختیارات حاصل ہین - برطانیہ کے وزیراعظم کی طرح امریکہ کا پریسیڈنٹ ایوان قانون سازی کی مخالفت پر اپنے عہدہ سے مستعفی ہونے کے لئے مجبور نہین ہے - انتخاب پریسیڈنٹ اِس طرح ہوتا ہے کہ کانگریس مین جسقدر نمایندے کسی ریاست کی طرف سے جاسکتے ہین اسی تعداد مین ہر ایک ریاست کی جانب سے ووٹ دہندگان بھی منتخب ہوتے ہین اور اُن ووٹ دہندگان کی کثرت راے سے پریسیڈنٹ کا انتخاب عمل مین آتا ہے - ہر ایک پریسیڈنٹ کا عہد حکومت چار برس کے لئے رہتا ہے اور پہلے عہد حکومت ختم ہونے کے بعد وہ دوبارہ بھی منتخب کیا جاسکتا ہے -

برطانیہ کی طرح امریکہ مین بھی کیبنٹ یعنی مجلس وزارت قایم ہے - مگر یہان وزرا کی تعداد نو تک محدود ہے - وزرا کی تقرری کے لئے بھی سینٹ کی منظوری ضروری ہے - وزراے سلطنت کانگریس کے ممبر نہین ہوسکتے ہین - برٹش اور امریکن طرز حکومت مین اس بارہ مین ایک خاص اصولی اختلاف ہے - برٹش نظام سلطنت ذمہ دار حکومت کی اعلیٰ ترین مثال ہے - مگر امریکہ نے غیر ذمہ دار حکومت کے ہوتے ہوئے بھی ایک بےنظیر کامیابی حاصل کی ہے - برطانیہ مین وزرات براہ راست پارلیمنٹ

کے جوابدہ ہے ہاؤس آف کامنس کو وزرات کے ہر ایک فعل کے بازپرس کرنے کا اختیار ہے ممبران دار العوام اپنے کثرت رائے سے اس آمدنی کو روک سکتے ہین جسکے بغیر گورنمنٹ کا کام ہی نہین چل سکتا ہے اس طرح پر وزرا بوقت مستعفی ہونے پر مجبور کیے جا سکتے ہین۔ مگر وزرا کے ہاتھ مین بھی ایک علاج ہے اگر وہ یہ خیال کرین کہ اُنکی پالیسی بمقابلہ ہاؤس آف کامنس کی پالیسی کے اہل ملک کی نظرون مین قابل پسند ہوگی تو وہ موجودہ پارلیمنٹ کو موقوف کر کے اہل ملک سے اپیل کر سکتے ہین کہ جدید انتخاب کے ذریعہ وہ نئی پارلیمنٹ قائم کرین۔ جدید پارلیمنٹ اگر وزرا سے متفق ہے تو وزارت کی فتح متصور ہوتی ہے ورنہ وزارت خاموشی سے مستعفی ہو کر اپنے عہدے اپنے مخالفین کیلیے خالی کر دیتی ہے۔ اور پھر پارلیمنٹ کی کثیر التعداد جماعت اور گورنمنٹ آپس مین متفق ہو کر مستعدی سے کاروبار سلطنت انجام دیتے ہین۔ مگر جہان اختلاف رائے کی بیماری کا علاج برٹش آئین مین موجود ہے وہان وہ علاج بھی بذات خود ایک مرض سے کم نہین ہے۔! اسلیے انقلابات کے موقعون پر جدید پالیسی اور جدید انتظام کا عمل مین آنا اور دوران انقلاب مین انتظامی افسرون کا ڈانواڈول طرز عمل برٹش طرز حکومت کو دنیا کے سامنے ایک کمزور اور بوسیدہ حکومت کی شکل مین پیش کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ آخرکار برٹش نظام حکومت بھی اپنی انتہائی خوبیون کے باوجود انسانی قابلیت کا نمونہ ہے جو مکمل ہونے کا دعویٰ نہین کر سکتی۔

امریکہ مین گو پریسیڈنٹ بھی رعایا کیطرف سے منتخب ہوتا ہے اور کانگریس بھی لیکن عام طور پر ان بالطبع مختلف الرائے ہوتے ہین اور اکثر اوقات پریسیڈنٹ اور کانگریس مین اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے مگر یہان اس وقت کا کوئی علاج نہین۔ نہ پریسیڈنٹ اپنے عہدے سے مستعفی ہونے پر مجبور ہے اور نہ جدید کانگریس کے انتخاب کا فرمان جاری کر سکتا ہے۔ اگر کسی اہم انتظامی مسئلہ مین اختلاف ہے تو سینٹ پریسیڈنٹ کو کسی کام کرنے سے روک سکتی ہے مگر اپنی تجویز کے موافق عمل کرنے پر پریسیڈنٹ کو مجبور نہین کر سکتی۔ اگر کسی مسودہ قانون پر اختلاف ہو تو پریسیڈنٹ گو اوّل مرتبہ نامنظور کر کے دوبارہ غور کرنے پر کانگریس کو مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن اسی مسودہ قانون کے دوبارہ بہ کثرت رائے سے پاس ہونے پر وہ باوجود پریسیڈنٹ کے اختلاف کے قابل نفاذ ہو جاتا ہے اور پریسیڈنٹ کو اپنی مرضی کے خلاف اس قانون کو نافذ کرنا پڑتا ہے۔ اہل ملک کیلیے بھی کوئی ذریعہ پریسیڈنٹ کے افعال سے ناپسندیدگی ظاہر کرنیکا نہین ہے۔ علاوہ اسکے کہ اگر اسی دوران مین جدید انتخاب کا وقت آگیا ہے

تو پریسیڈنٹ کے خلاف دوسرا ہاؤس منتخب کردیا جائے۔ اگر جدید انتخاب کیلیے کچھ زیادہ زمانہ باقی ہے تو اخبارات مین شور و غل مچانے کے سوائے رعایا کے پاس اور کوئی دوسرا چارہ نہین ہے اس طرح امریکہ مین چھوٹے چھوٹے معاملات مین انقلاب حکومت کا کوئی اندیشہ نہین رہتا اور امریکن طرز حکومت پر یہی سختی کا الزام عاید ہوسکتا ہے۔ لیکن اسمین یہی خاص وصف ہے۔ وہ جلد بازی کے مضر نتایج سے پاک ہے وہ اُن لوگون کا نام ہے جو تیز رفتاری کی دُھن مین مہینون کی منزلین ہفتون مین طے کرنیکے خیال مین اکثر خندقون مین گر پڑتے ہین۔

کانگریس کے دو ایوان مین سے بڑی جماعت کا نام سینٹ ہے۔ امریکہ کی مختلف اڑتالیس ریاستون مین سے ہر ایک کو سینٹ مین دو نمایندے بھیجنے کا حق ہے جو چھ برس کیلیے منتخب ہوتے ہین۔ ممبران کیلیے لازمی ہے کہ انکی عمر کم از کم تیس برس کی ہو اور وہ کم از کم نو برس سے امریکہ مین رہتے ہون سرکاری ملازم نہون۔ امریکن سینٹ فڈرل طرز حکومت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اسکا مقابلہ جرمن بندیسرت سے اسطرح ہوسکتا ہے کہ جرمنی مین چھوٹے بڑے کی تعریف و تمیز بہت بڑی حد تک ہے چھوٹی ریاست کی نمایندگی بہت قلیل ہے اور بڑی ریاستون کو زیادہ تعداد مین ممبر بھیجنے کا استحقاق ہے یہانتک کہ پرُوشیا کے اتنے ممبر ہوتے ہین کہ محض اپنی رائے سے تمام دیگر ریاستون کی مجموعی رائے کو شکست دیسکتے ہین۔ مگر امریکن سینٹ مین ہر ایک ریاست کا حق برابر ہے۔ جرمن بندیسرت مین ڈلیگیٹ محض اپنی ریاست کی رائے کا اظہار کرتے ہین انکو دیگر امور مملکت مین رائے دینیکا اختیار نہین ہوتا مگر امریکن سینٹ کے ممبران تمام مسائل ملکی پر آزادی سے بحث و مباحثہ کرسکتے ہین۔ برٹش ہاؤس آف لارڈس سے امریکن سینٹ اسطور پر مختلف ہے کہ امریکہ مین ممبران سینٹ رعایا کے نمایندے ہوتے ہین اور وہان معمولی سے معمولی شخص محض اپنی لیاقت اور ہر دلعزیزی کیوجہ سے سینٹ کی قابل فخر کرسی پر بیٹھ سکتا ہے لیکن ہاؤس آف لارڈس کی ممبری پیدائشی اعزاز اور خاندانی وقار پر منحصر ہے۔

دوسرے ایوان کا نام ہاؤس آف ریپرزنٹیٹو یعنی مجلس نمایندگان ہے۔ اس کونسل کے ممبر ہر ایک ریاست سے آبادی کے تناسب سے منتخب ہوتے ہین۔ اور ان کی تعداد ہر دسوین سال کی مردم شماری کے بعد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء کی مردم شماری کے بعد یہ تعداد ۴۳۳ ہوگئی تھی مگر سنہ ۱۲ء مین دو ریاستون یعنی ارزونا اور میکسیکو کے اضافہ ہونے سے یہ تعداد ۴۳۵ ہوگئی۔

انکے علاوہ امریکہ کے متعلق چند ریاستین ایسی ہین جہان پورے طور پر حکومت خود اختیاری رائج نہین ہے انکی طرف سے بھی نمایندگان شریک بحث ہوتے ہین مگر انکو راے دینے کا اختیار نہین ہے۔ ہر ایک ممبر کیلیئے عمر کی قید اکیس سال کی ہے اور انکو کم از کم سات برس سے امریکہ کا باشندہ ہونا چاہیئے۔ نمایندگان کا انتخاب ہر دوسرے سال عمل مین آتا ہے۔

درمیانی تعلقات مین ہر دو ایوان کی حیثیت برٹش پارلیمنٹ کے ایوانون کی سی ہے۔ امریکہ مین بھی وہ عام پسند مسئلہ جاری ہے جسکا منشا یہ ہے کہ رعایا پر ٹیکس رعایا کے نمایندگان کی منظوری کے بغیر نہین لگایا جاسکتا۔ چنانچہ ہاؤس آف کامنس کیطرح امریکن مجلس نمایندگان کو بہ نسبت سینٹ کے مالی معاملات مین زیادہ اختیارات ہین۔ مگر جیسا اوپر ذکر ہوچکا ہے انتظامی معاملات مین سینٹ کو بہ نسبت دوسرے ایوان کے زیادہ اختیارات ہین۔

فڈرل گورنمنٹ صرف اُسی ملک مین ہوسکتی ہے جو مختلف ریاستون کا مجموعہ ہو چنانچہ جرمنی اور امریکہ مین اس طرز کی حکومت قائم ہے لیکن طرز عمل مین امریکہ کا نظام حکومت بہ نسبت جرمنی کے زیادہ با اصول ہے۔ جرمنی مین فڈرل گورنمنٹ کو ریاستون کے اندرونی انتظامات مین کافی دخل ہے مگر امریکہ مین فڈرل گورنمنٹ کیلیئے قانون سازی کی کانگریس علیحدہ ہے اور انتظامی محکمہ بھی علیحدہ۔ فڈرل گورنمنٹ کو ریاستون کی اندرونی حکومت سے کوئی تعلق نہین ہے۔ ہر ایک ریاست کا علیحدہ آئین ہے اور علیحدہ گورنر اور قانونی مجالس۔ فڈرل اور ریاستی حکومتون کے محاصل و اخراجات بھی ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ اور بلا تعلق ہین۔

جمہوری طرز حکومت آجکل سب سے زیادہ عام پسند ہے اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ اسمین کبھی غلطی نہین ہوتی۔ بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ اس طرز کی حکومت مین رعایا کو اہل حکومت پر بھروسہ ہوتا ہے کیونکہ وہ انھین کے منتخب کیے ہوئے ہوتے ہین۔ مگر چند دقتین بھی ہین اوّل یہ کہ کثرت راے صحیح اور واقعی طور پر دریافت نہین ہوسکتی۔ عام طور پر اصولی بحث پر انتخابات کا بہت کم فیصلہ ہوتا ہے۔ "ووٹ" جن طریقون پر حاصل کیے جاتے ہین انکا تجربہ کسی مُلک مین بھی بہت خوشگوار نہین ہے۔ دوستی و خوش اخلاقی دولت و اثر دباؤ ناجائز و فریب وغیرہ دیگر طریقون سے الیکشن مین کامیابی حاصل کیجاتی ہے یہان تک کہ جن ممالک کو اس قسم کی حکومت کا صدیون سے تجربہ ہے وہ بھی ان خطرات و خرابیون سے محفوظ

نہین ہین - دوسری بڑی وقت یہ ہے کہ قلیل التعداد فرقہ گورنمنٹ پر اپنا پورا اثر نہین ڈال سکتا - امریکہ مین ان نقائص کے اثر کو کم کرنے کے لیے ہر ایک عہدہ کے اختیارات محدود کر دیے گئے ہین - نہ صرف یہی بلکہ محکمہ جات کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی خاص عہدے دار یا محکمہ محض اپنی قوت سے گورنمنٹ کو زیادہ نقصان نہ پہونچا سکے -

اٹھاروین صدی کے آخر سے ابتک جو ترقی امریکہ نے کی ہے - وہ اسکے طرز حکومت کے عظیم الشان کامیابی کی دلیل ہے - باوجود ایک غیر ذمہ دار حکومت کے اہل امریکہ خوشحال ہین - اگر برطانیہ اپنی ذمہ دار حکومت کیساتھ رعایا کو خوش اور مطمئن رکھکے علاوہ ملک اور قوم کو ترقی کے میدان مین سب سے آگے رکھ سکتا ہے تو امریکہ بھی باوجود اپنی غیر ذمہ دار حکومت کے برطانیہ کے ہمرکاب رہنے کا دعویٰ کر سکتا ہے - حکومت کسی طریقہ کی ہو مگر اسکی کامیابی کی کنجی یہ ہے کہ رعایا خوش و مطمئن رہے

انند پرشاد نگم

"جمہوریت کی اسپرٹ یہ چاہتی ہے کہ اخوت کی روح پھونک دیجائے - مین ایک عیسائی یا ایک مسلمان کو اپنا بالکل ویسا ہی بھائی خیال کرنے مین کوئی وقت نہین محسوس کرتا جسطرح ایسے بھائی کو جسمین اپنا خون شامل ہو - ہندو ازم جو ذاتون کی تقسیم کے اصول کا واضع ہے ضروری اخوت کی روح پھونکنے کا بھی واضع ہے اور یہ نہ صرف نوع انسان کیساتھ بلکہ تمام زندہ مخلوق کیساتھ　　مہاتما گاندھی

"باہمی خورد نوش اور شادی بیاہ میرے خیال مین جمہوریت کی اسپرٹ کو ترقی دینے کیلیے لازمی نہین ہین - نہایت سخت آئین جمہوریت کی موجودگی مین بھی مین خیال نہین کر سکتا کہ کھانے پینے اور بیاہ شادی کے متعلق خصائل اور رواجات عالمگیر صورت اختیار کر سکتے ہین - مین اس بات کو گناہ نہین سمجھتا کہ کوئی شخص ہر کہ ومہ کے ساتھ کھانے پینے سے انکار کرے ہندو شرع کی رو سے بھائیون کے بچے باہم شادی نہین کر سکتے - یہ ممانعت محبتانہ تعلقات مین مداخلت نہین کرتی بلکہ تعلقات کے خوشگوار ہونیکو ترقی دیتی ہے - ویشنو گھرانون مین مائین کون کیتا کھانا نہین دیتین یا ایک برتن مین پانی پینے دیتی ہین - لیکن باوجود اسکے وہ علحدگی پسند یا مغرور نہین ہین اور نہ انکی محبت مین کمی آگئی ہے - یہ ضبط انتظام کی پابندیاں ہین جو بطور خود بری نہین اور اگر نہین مضحکہ خیز انتہائی حد تک نہ پہونچا دیا جائے تو وہ نقصان دہ نہین ہین -　　مہاتما گاندھی

معیار قومیت

(از مسٹر یوسف الزمان بی۔ اے۔ آسیونی)

اب سے تقریباً نصف صدی قبل اہلِ ہند ایسے دورِ انقلاب سے گذر رہے تھے کہ انھون نے اپنی ساری پچھلی عظمت اور گذشتہ شان و شوکت کو جو ہزارہا برس سے اُن کا حق چلی آ رہی تھی بھلا دیا تھا خودداری اور وطن پرستی کے جذبات جو کسی قوم کو زندہ رکھنے مین معاون ہوتے ہین رفتہ رفتہ اُن سے رخصت ہو گئے تھے اور قوم کی منفعت کے بجائے ذاتی آرام و آسائش اور جماعت کی محبت کے بجائے طمع زر نے اُن کو حق و صداقت کا نہین بلکہ اپنی ذات کا غلام بنا دیا تھا لیکن اس وقت مین بھی چند ہستیان ایسی تھین جو ہند قدیم کی عظمت و خودداری کو اُس دورِ ظلمت مین دوبارہ زندہ کرنے کی فکر مین تھین۔

انسان کی طبیعت فطرتاً آزادی پسند واقع ہوئی ہے اُسکو قدرتاً بندشون سے آزاد رہنے کا خیال دامنگیر رہتا ہے۔ کسی خاص زمانہ مین کسی خاص قوم مین وہ فطری خواص جنکو ہر فرد لیکر پیدا ہوا ہے مفقود پائے جا سکتے ہین۔ اُن رہنمایانِ قوم نے جو نصف صدی قبل کے دورِ ظلمت مین بھی مشعل ہدایت لیئے اہل ہند کو اپنے فرائض کو نہ فراموش کرنے کی تلقین کر رہے تھے انسانی فطرت کے اِس خاصہ کو سمجھ لیا تھا کہ خواہ کیسی ہی بے اعتدالیان دورِ ظلمت مین ان مین موجود ہون پھر بھی آزادی کا خیال ان مین پیدا کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ قوم من حیث القوم کبھی زندہ نہین رہی ہے جس نے اپنی بے اعتدالی کے سبب اپنی اِس فطرت کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا ہو۔

وہ رہنمایان قوم حق پر تھے، ان کا خیال بالکل صحیح تھا کیونکہ پچاس ہی سال کے اندر اکنافِ ملک مین ایک نئی روح پھیل گئی ہے اور اسی احساس خودداری کا نتیجہ موجودہ آئینی اصلاحات ہین۔

اس اصول کو تسلیم کرنے کے بعد کہ انسان فطرتاً (آزاد نہین بلکہ) آزادی پسند پیدا ہوا ہے یہ ثابت کرنے کی ضرورت باقی نہین رہتی کہ جس طرح افراد کی غلامی ایک جرم ہے اسی طرح اقوام کی گردن میں غلامی کا طوق ڈالنا بھی ایک گناہ ہے۔ اگر ہم اپنی آزادی چاہتے ہین تو ہمین دوسرون کی آزادی کا

راہ مین روڑا نہ اٹکانا چاہیئے۔

لیکن اگر ایک قوم خود آزاد وہ کر دوسرون سے کسی قسم کے تعلقات قائم رکھنا محض اسلیئے ناپسند کرے کہ مبادا وہ اپنی خصوصیات کو بیرونی تہذیبون کی قربانگاہ پر نذر نہ کر بیٹھے تو ایسی قوم کے جلد فنا ہو جانے کا احتمال ہے۔ دنیا محض تغیر پسند نہین بلکہ ترقی پذیر واقع ہوئی ہے اہل دنیا کے علم مین سوشل اقتصادی اخلاقی، ادبی، ترقیان ہو رہی ہین اگر کوئی قوم اہل دنیا کی ترقی کیساتھ ساتھ قدم زن نہوگی تو اسکا نتیجہ تنزل ہے۔ جب تک جاپان نے دنیا سے الگ رہنا پسند کیا اسوقت تک وہ کچھ بھی حقیقت نہ رکھتا تھا لیکن آج اقوام عالم کے دوش بدوش چل رہا ہے۔

جس طرح اگر ہم اپنے گھر کی صفائی اور بہتری کا تو خیال کرین لیکن شہر کی گندگیون کو دھیان مین نہ لائین تو اس کا لازمی نتیجہ طاعون یا ہیضہ کی شکل مین نمودار ہوگا جس سے ہماری زندگی کو بھی خطرہ ہوگا۔

اگر شہر مین ریل، بجلی کی روشنی، پانی کے پمپ کا رواج ہوگیا ہو اور بہت سی سائنس کی نئی ایجادون نے اسے بہشت کا نمونہ بنا دیا ہو لیکن ہم اپنے گھرمین قدامت پرستی کے تعصب سے اِن نعمتون سے فائدہ نہ اُٹھائین تو ہم تکلیف اور نقصان مین رہین گے اور کوئی ہم سے ملنے جلنے کا بھی روادار نہ ہوگا جس کے یہ معنی ہوے کہ ہم اہل شہر سے بالکل الگ تھلگ رہکر اپنی زندگی غیر فطری تنہائی اور خود اختیار کردہ قید مین گذارین۔ اسی طرح اگر کوئی قوم ماحول کو اپنے موافق بنانے کے ساتھ ہی ساتھ حسب ضرورت خود کو بھی ماحول کے موافق بنانے کی فکر نہ کریگی تو اُسی کا خسارہ ہے۔ بالفاظ دیگر، اگر ہم ہند قدیم پر فخر کرسکتے ہین، اگر ہم اسلام کی گذشتہ عظمت پر محبت کے آنسو بہا سکتے ہین۔ اگر بکرماجیت کا انصاف، اشوک کی فتوحات، اور اکبر کی رعایا پروری ہمارے لیے سبق آموز ہے تو کیا ہم کو موجودہ زمانہ کے علوم و فنون سے متمتع نہونا چاہیئے؟ ایسا کرنے سے ہماری قومیت ایک ترقی پذیر قومیت نہوگی۔ بہت سے ہندو ہند قدیم کی تہذیب کو اور اُس وقت کے مذہبی، سوشل، اخلاقی، اور اقتصادی کیفیات کو دوبارہ زندہ کرنے کے خواہشمند ہین، بہت سے مُسلمان پچھلی مذہبی زندگی جس نے ابن رشد، غزالی، ابوحنیفہ، بوعلی سینا پیدا کیے، پھر دیکھنے کے آرزومند ہین لیکن درحقیقت یہ ایک ناممکن خیال ہے۔ اگر ہم زندہ قومون کے ساتھ زندہ قوم کیطرح رہنا پسند کرتے ہین تو ہمین صرف ابن رشد یا صرف غزالی یا صرف زمانۂ ویدکے رشی پیدا کرنے کی فکر نہ کرنی چاہیئے۔

ہم مین سے بعض کا خیال ہو کہ ہند قدیم یا اسلام قدیم دوبارہ زندہ کیا جائے میزان جرح و تعدیل پر پورا نہین اترتا۔ اس سے میرا مطلب یہ نہین ہے کہ ہم اپنی قومی خصوصیات کو بالکل بھلا کر سوٹ، بوٹ، اور ٹائی، کالر مین غرق ہو جائین بلکہ میرا یہ منشا ہے کہ اپنی قومی خصوصیات کو پہلے ہمین "بین الاقوامی قومیت" کے معیار پر پرکھنا چاہیئے اگر ہم ان خصوصیات کو قائم رکھ کر دنیا کے ساتھ چل سکتے ہین۔ دنیا والے "بین الاقوامی قومیت" کے معیار پر قائم رہ سکتے ہین تو ہمین ان خصوصیات کو ہرگز ترک نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن قوم پرستی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم ان اخلاقی نقائص اور سوشل خامیون کو ترک کرنے کے واسطے بھی طیار رہین جو کسی طرح سے ہمکو اہل دنیا کے مقابلے مین میدان ترقی مین پیچھے ڈالنے والی ہون۔ مین اس مضمون مین کسی بحث مین پڑنا نہین چاہتا تاہم مثالاً مروجہ رسم پردہ کو لیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان اقوام متمدنہ کے دوش بدوش نہین چل سکتا جب تک اس کی عورتین پردہ کی قید مین ہین۔

بہتون کا یہ خیال ہے کہ چونکہ مسئلہ بقائے اصلح (SURVIVAL OF THE FITTEST) ایک ایسا مسئلہ ہے جو تمام عالم کے اشیا پر جاری ہے، اسلیئے اگر ایک قوم دوسری کو فنا کر کے اپنا وجود کو قائم رکھے تو اس مین کوئی ہرج نہین لیکن اس خیال کے لوگ سخت غلطی مین مبتلا ہین۔ بقائے اصلح کا مسئلہ جس صورت مین طبقہ حیوانات مین جاری ہے۔ نبی نوع انسان مین اس کی وہ صورت نہین باقی رہتی۔ جانورون مین ضرور بیمار و معطل کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہین، لیکن ذوی العقول مین اقوام اس سے فنا نہین ہوتین ہان اُن کی تہذیبون کی بقا و فنا اقتدار ترقی کا دارومدار اس مسئلہ پر ہے۔ سکندر رومی جب اقوام عالم کو اپنے زیر نگین لایا تو اس کا منشا اپنی تہذیب کی تبلیغ تھا عربون نے جب اسپین اور سسلی کے پہاڑون مین اذانین دین تو انکا خیال اہل اسپین اور اہل سسلی کو فنا کرنے کا نہ تھا بلکہ اُن کی تہذیب کے مٹانے کا۔ تیمور کے حملون، مرہٹون کی شورش، نپولین کی فتوحات، اور خود پچھلی ہولناک جنگ، کی تہ مین یہی خیال مضمر تھا خواہ ظاہری اسباب کچھ ہون۔

لیکن گذشتہ جنگ یورپ کے بعد اصول اور نظریون مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے اور موجودہ خیالات اور پچھلی جنگون مین ایک بیّن فرق نظر آتا ہے۔ اُن معرکون مین جسمانی

فتح اور انسان کی خونریزی پر تہذیبوں کی ہست و نیست کا دار و مدار تھا لیکن اب خونریزی اور قتل جو ایک طور سے فقدانِ نسل کا سبب ہو سکتا ہے ایک جرم تصور کیا جاتا ہے اور جس طرح افراد کا باہم برسرپیکار رہنا اب خلاف قانون قرار دیا گیا ہے اُسی طرح اقوام کا توپ و تفنگ اور گولہ بارود سے جنگ آزما ہونا ایک بین الاقوامی گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اب اگر کسی قوم کو اپنی تہذیب اور اپنے خیالات کا احیا منظور رہے تو اسے لٹریچر اور تحریر و تقریر سے دوسری قوموں کو اپنا ہم خیال بنانا ہوگا۔ یہی خیالات تھے جنھوں نے پریسیڈنٹ ولسن کو انجمن بین الاقوامی (لیگ آف نیشنس) کے قیام پر مجبور کیا تھا اور خواہ موجودہ لیگ کیسی ہی ناقابل اطمینان یا غیر نفع بخش ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ لاسلکی تار، جہاز، ریل، طیاروں کی ایجاد اور تجارتی تعلقات کی ترقی نے دنیا کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ آیندہ امن و امان کو قائم رکھنے کیلئے کوئی ایسی قوت وجود میں آئے جو تمام اقوام کو رشتہ اخوت میں منسلک رکھ سکے اور باہمی خونریزی اور آئے دن کی جنگ سے اُن کو باز رکھے۔ اب رہا یہ سوال کہ کونسی قوت ہمیشہ کے واسطے جنگ و جدل کو ناممکن بنا سکیگی؟ اسکا جواب بہت سادہ ہے۔ سوائے بین الاقوامی جماعت کے اور کوئی ایسی قوت نہیں ہو سکتی جو دنیا میں امن و امان قائم رکھ سکے۔ اِسطرح ہم اپنے ایک فرض یعنی "اتحادِ عالم" کو انجام دیں گے۔

لیکن کیا سیاسی آزادی اور ذمہ دار حکومت حاصل ہونے کے بعد ہم ایسی آزاد قوم کے رکن ہو سکیں گے جو دنیا کے متمدن اقوام کے بین الاقوامی جماعت میں عزت کی جگہ پانے کی مستحق ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ شرف ہمکو اُسوقت تک حاصل نہ ہوگا۔ جب تک ہمارے یہاں کی رسوم قبیحہ کا قلع قمع نہ ہو جائے گا جب تک ہم اپنے طرز معاشرت کے اصلاح کی فکر میں بھی ویسی ہی سخت جنگ نہ کریں گے جیسی کہ سیاسی آزادی کی خاطر آج ہم کر رہے ہیں اور جبتک اُن عادات و اطوار کو ہم ترک نہ کر دینگے جو ہماری سوسائٹی کو ترقی پذیر مترتب جماعت بنانے کے بجائے اسے قدامت پرست افراد کا بے ترتیب غول بنائے ہوئے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سیاسی آزادی کے بعد اِن تمام بندشوں سے خود بخود نجات مل جائیگی۔ لیکن سیاسی آزادی کے بعد بھی سوشل ریفارمر کو بہت سے ایسے پیچیدہ مسائل سے سامنا کرنا ہوگا جو "سراسر بین الاقوامی قومیت" کے منافی ہونگے پھر بھی جماعتیں اُن سے اس طرح

منسلک ہونگی اُنکے اعتقادات اُن سے اس طرح وابستہ ہونگے کہ اُن کے رسم و رواج اُنھین مسائل کی بنیاد پر اس طرح قائم نظر آئین گے کہ اُن مسائل کا ترک کرنا نفس کے خلاف ایسی جنگ کرنے کے برابر ہوگا جس کے لیے محض وہی افراد اور وہی جماعتین تیار ہو سکین گی جنکی جرات اور جنکی وسعت نظر بہت زیادہ ہو گی۔

میرا یہ مطلب نہین کہ اگر ہم مین قدامت پرستی ہے تو ہم مین سیاسی آزادی کی قابلیت ابھی نہین آسکتی ہے بلکہ یہ کہ سیاسی آزادی ملنے کے بعد ہمکو معمولی تمدنی اصلاح کے مسائل کے بدرجہا زیادہ ضروری معاملات کی طرف توجہ دینا ہو گی جنکے بغیر ہم اقوام عالم کے دوش بدوش چلنے کے قابل نہ ہونگے اس لیے موجودہ حالت مین سیاسی آزادی کی فکر کے ساتھ معاشرتی ترقی کا بھی خیال اشد ضروری ہے۔ ہماری تمدنی حالت اصلاح کی بہت کچھ محتاج ہو رہی ہے۔

کیا واقعی ابھی اس زمانہ کو عرصہ نہین ہے جب برہمن مردون کے ساتھ عورتین بھی اُن کی مدد کو ہر وقت موجود رہین گی؟ کیا نیم برہنہ اور دن مین ایک وقت نصف پیٹ کھانے والے کاشتکارون اور غیر معمولی دولتمندون۔ زمینداروں اور مہاجنون کے درمیان محبت اور ہمدردی آمیز تعلقات قائم کرنے کی حاجت نہین ہے؟

اسی طرح اور بہت سی باتین پیش کیجا سکتی ہین جنکی اب محض معاشرتی صورت قائم نہین رہی ہے بلکہ مذہبی رنگ بھی ان پر چڑھ گیا ہے اور "مذہب" وہ مضمون ہے جس کے اصلاح کی متعلق ایک لفظ بھی کہنا خطرناک ذمہ داری لینا ہے۔

اتحاد عالم کو استوار کرنے کیلیے ایک اور شئے ضروری ہے لیکن جس کا خیال ہندوستان مین بہت کم لوگون کو ہے وہ "مساوات" ہے۔ یہ صرف کہنے کی بات ہے کہ ہم بیروکریسی (مطلق العنان حکام) کے غلام ہین۔ سب سے پہلے ہم جاہ و ثروت، شرافت و نجابت، تفوق مراتب، اور پرانی رسم و رواج کے غلام ہین۔

بیروکریسی کی غلامی تو سب کے بعد آتی ہے۔ اگر آج ہم ان سب کی غلامی سے آزادی حاصل کرلین تو بیروکریسی کی غلامی سے ہم خود بخود آزاد ہوجائین گے۔ ہم مین کتنے لوگ ہین جو غریب دیہاتی کاشتکارون کو نیم وحشی نہین تصور کرتے۔ ہم مین کتنے ہین جو زمیندارون

اور تعلقہ دارون کی کثیر دولت، اُن کے ماہی مراتب، اُن کے خدم و حشم کو بنظر استحسان نہین دیکھتے کاش کہ ہم ان نیم برہنہ کاشتکارون اور مفلس ملکی بھائیون کا بھی خیال کرنے لگین جن کا پیٹ کا نکر ہم اپنی شکم پری نہین بلکہ شکم سیری کر رہے ہین، کاش، ہم وقتاً فوقتاً اُن کرورون سپے دست و پا ہندوستانیون کی افسوسناک حالت سے متاثر ہونے لگین جو اچھوت کے نام سے پکارے جاتے ہین اور جو اگر آج اپنے کامون کو چھوڑ بیٹھین تو ارباب دولت کا سارا سامان اور کر و فر "سیمیا کی سی نمود" ہو جائے۔ افسوس ہم ابھی دولت کے بندہ ہین، اور تفریق مراتب اور ذات پات کے خیال کو ہم نے مذہبی حُرمت دے رکھی ہے۔

ہندوؤن مین برہمن، چھتری وغیرہ دوسرون کو اپنے برابر نہین سمجھتے اور مسلمانون مین بھی زیادہ تعداد ایسے لوگون کی ہے جنکو کم از کم شادی بیاہ کے وقت کسی عربی النسل ہی کی تلاش ہوتی ہے۔ مشکل سے کوئی مسلمان گھرانا ایسا ہوگا جو خود ہندوستان کو نومسلم سمجھتا ہوگا۔ ورنہ ہر ایک اس بات کا مدعی ہے کہ ہمارے اجداد عرب، ایران، بخارا، کابل وغیرہ سے آکر یہان آباد ہوئے اور اس طرح وہ خود کو ہندوستانی کہتے ہوئے ایک قسم کی ذلت سی محسوس کرتے ہین۔

کوئی اِن بندگان "مدارج" اور دشمنان "مساوات" سے پوچھے کہ آپ عرب اور کابل و بخارا سے اپنے تعلقات تاریخی اور نسلی حیثیت سے ثابت تو کرین۔ اِتنے ہی سوال پر وہ آمادہ فساد ہو جائین گے کیونکہ اُن کا عربی النسل ہونا ویسا ہی بدیہی ہے جیسا کہ دوا درد کا چارہ ہونا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہونے کو جہان دس بیس نسلین گزر گئین بس خاص عرب اور صحابہؓ رسولؐ سے شجرۂ خاندانی کے ملا دینے کے وہ قانوناً حقدار ہو گئے۔ اس گروہ کے نزدیک دوسرے مسلمان گو مذہباً نہین تاہم سوشل حالت مین بالکل حقیر اور کمتر ہین۔

"اتحادِ عالم" کے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے واسطے ہندوستان کے سچے بہی خواہونکو موجودہ تفریق مراتب کے جادو کا راز فاش کرنے مین بڑی کوشش استقلال، اور زبردست ایثار دکھانا ہوگا۔ یاد رہے کہ جب تک ملک مین اسطرح دولت کی عبادت اور تفریق مراتب کا خیال موجود رہیگا حقیقی بین الاقوامی جماعت کبھی وجود مین نہین آسکتی۔

"علم کائنات" کی تحصیل اور "حقیقت کاملہ" کا علم بھی انسان کیلیے ضروری ہے جسطرح

اتحاد عالم کیلئے ہم پر سیاسی آزادی حاصل کرنا ضروری ہے اُسی طرح "علم کائنات" کی خاطر ہم کو اپنے پرانے اعتقادات اور رسم ورواج کو بھی خیرباد کہنا پڑے گا۔ آج ہم مین کتنے ہین جو باوجود کافی دلائل وبراہین کے نظام شمس کے وجود، زمین کی گولائی، ستارون اور سیارون کی نو دریافت شدہ حقیقت پر ایمان رکھتے ہین؟ ہم مین سے کتنے "ارتقائے عالم" کے بجائے "تکوین عالم" کے قائل نہین؟ ہم مین سے کتنے ہین جنھون نے "علم کائنات" کا دروازہ عورتون پر یہ کہہ کر نہین بند کیا کہ ان کو نہ سرکاری ملازمت کرنی ہے نہ کسی تعلیم گاہ مین معلم کے فرائض انجام دینا ہین؟

سیاسی آزادی کے حصول کی خاطر جیسی کچھ جرأت کا اظہار بعض ارباب سیاست نے کیا ہے اُس سے کہین زیادہ جرأت وایثار "علم کائنات" کو پھیلانے کی خاطر اصلاح معاشرت کی تعلیم مین ضروری

خلاصہ یہ کہ

"اتحاد عالم" کی خاطر ہم کو

(۱) سیاسی آزادی اور

(۲) "مساوات" کی کوشش کرنی چاہیے

اور "علم کائنات" کو عملاً پھیلانے کیلیے

(۱) پرانے رسم ورواج کو ترک کرنا چاہیے

(۲) نئی دنیا کی جدید ترقیون سے فائدہ اُٹھانا چاہیے

ان باتون کے بغیر ہماری قومیت "بین الاقوامی قومیت" کہلانے کی مستحق نہ ہوگی

"ی" آسیونی

قدیم ہندوستان مین تعلیم

(از مرزا احسان احمد۔ بی۔ اے۔ علیگ)

قدیم زمانہ مین ہندوستان علم کا مرکز اعظم تھا' دنیا کا ہر گوشہ اسکی علمی شہرت سے گونج رہا تھا۔ یونان، چین، جاپان، سب اِسکے خوانِ کرم کے زلہ ربا تھے۔ فیثاغورث[1] اور البیرونی ایسے ماہرین فن دور دراز ملکون کا سفر کر کے برہمنون اور رشیون کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے اور علم کے سرچشمہ ابدی سے سیراب ہوتے تھے، غرض کہ ہندوستان کا آفتاب علم اُسوقت نصف النہار پر تھا۔ جبکہ مغرب تمدن کے نام سے بھی آشنا نہ تھا'

اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ان قدیم معلمین کی کیا خصوصیات تھین؟ جنکے شوق مین دنیا کے بڑے بڑے ماہرینِ فن کھنچے چلے آتے تھے، اِن کے شاگردون سے کیا تعلقات تھے؟ انکا طریقہ تعلیم کیا تھا۔ اِس موضوع پر ہمارے ایک معزز ہندو پروفیسر نے انگریزی مین ایک مختصر سا رسالہ لکھا ہے۔ جو ہمارے اس مضمون کا اصلی ماخذ ہے۔

(۱) اُستاد اور شاگرد کے باہمی تعلقات

قدیم ہندوستان مین اساتذہ نہایت قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ بے شُبہ اُنکو تنخواہین بہت کم ملتی تھین، لیکن اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ خود ایک مفلس قانع کی طرح پُرامن زندگی بسر کرنا چاہتے تھے، اور ہر قسم کے نفسانی حظوظ سے قصداً مجتنب رہتے تھے۔ تاکہ وید کے مطالعہ مین کسی قسم کا خلل نہ ہو۔ آج کی طرح وہ شاندار محلون مین زندگی نہین بسر کرتے تھے، بلکہ معمولی جھونپڑون مین بیٹھکر طلبہ کو درس دیتے تھے، اور ایسے افراد پیدا کرتے تھے جنکے ہر ہر قدم پر علم نثار ہوتا ہوا چلتا تھا۔

اُستاد کی عام صفات اور خصوصیات کے متعلق وید مین ہے۔

---

[1] یونان کا ایک بہت بڑا فلسفی تھا۔

"وہ جو علم کا مخزن ہے، جو اپنے شاگردون کو یہ محسوس کرا سکتا ہے کہ وہ انکی والدین سے انکی ذات
"کا کم ہی خواہ نہین ہے، جسکے اطوار زندگی سادہ اور پاکیزہ ہین، جو اپنے شاگردون کو اس طرح تعلیم دیتا ہے
"گویا وہ واقعی حق کے متلاشی ہین، جو ایک انسان قانع ہے اور مثل مہمان کے شاد و خندہ جبین
"رہتا ہے، اور اپنے روزانہ فرائض کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے، یہی وہ افراد ہین جو ان
"لوگون کو تعلیم دے سکتے ہین جو انکے پاس آتے ہین اور درسگاہون کو اپنا وطن بنا لیتے ہین"

اِسی قسم کے اور بہت سے اقوال وید مین موجود ہین، مثلاً

"اچھا اُستاد وہ ہے جو مثل آفتاب کے ہر چیز کو اپنے اصلی رنگ مین ظاہر کرتا ہے اور مثل ہوائے
"کے ذریعہ سے اپنے شاگردون کی مخفی قوتون کی حفاظت کرتا ہے، جسکا چال چلن نہایت قابل عزت ہو،
"جو رسیلا گویا اور وفا کیش ہونے کے علاوہ خوبصورت ہو، جسکی روح نہایت پاکیزہ ہو۔ جسکا حافظہ نہایت
قوی ہو"

یا مثلاً

" اچھا اُستاد وہ ہے جو مثل آفتاب کے زمین کو تمام طرف سے ہموزن رکھتا ہوا زندگی بسر کرتا ہے،
"اور مثل بادشاہ کے ہر شخص کا دوست اور رہنما ہے، جو مثل اُن سپاہیون کے جو دوسرون کی بھلائی کیلئے
"جیتے ہین، صاف دل اور بہادر ہے اور مثل ایک وفادار بیوی کے پاکیزہ اخلاق والا ہے"

یہ اُستاد کی عام خصوصیات کا بیان ہے، لیکن عملاً دو قسم کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے، ایک تو وہ جنکے شاگردون سے ذاتی تعلقات ہوتے تھے، اور جو انکے لئے معلّم اور رہنما کا کام دیتے تھے، یہ لوگ آچاریہ کہلاتے تھے، جنکی تعریف منو نے ان الفاظ مین کی ہے۔

"لوگ اس برہمن کو آچاریہ کہتے ہین جو اپنے شاگرد کو مع کلپہ[1] اور رہاسیہ کے وید کی تعلیم تلقین کرتا ہو"

دوسرے وہ جو اُپادھیار کہلاتے تھے، یہ وہ لوگ تھے جو اپنی معاش کے لئے وید کے ایک حصہ یا انگس[2] کی بھی تعلیم دیتے تھے،

ان بیانات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قدیم ہندوستان مین اُستاد و شاگرد کے باہمی تعلقات

---

[1] اصول ایثار وغیرہ وغیرہ ۱۲ [2] مخفی علوم ۱۲ [3] ان علوم کی شاخین جنکا مخرج وید ہے ۱۲

کسقدر حقیقی اُلفت و محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے، اس مسئلہ کے متعلق ہندوؤن کے مقنن اعظم منو نے خاص زور کے ساتھ لکھا ہے، چنانچہ اپنی کتاب کے دوسرے باب مین لکھتے ہین:-

"اُستاد کو خواہ وہ تکلیف مین ہو ایسے الفاظ استعمال نہ کرنا چاہیے جن سے دوسرون کو غیر معمولی
"صدمہ پہونچے، اسکو قولاً یا عملاً دوسرون کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچانا چاہیئے۔ اسکو ایسی تقریرین
"نہ کرنا چاہیے جو دوسرون کو اس سے خوف زدہ کردین، کیونکہ یہ اسکے حصول بہشت مین مانع ہوگا۔"

اب طلبہ کے فرائض سُنیے،

"شاگرد اُستاد کا نہایت احترام کرتے تھے، ہر روز تلامذہ اُستاد کو سلام کرکے سبق شروع کرتے، اور سلام کے بعد ختم کرتے، اور ہمیشہ اسکی خدمت مین مشغول رہتے، اور اُستاد جب کبھی قریب آتا، تو تعظیماً کھڑے ہوجاتے، اُستاد کی جگہ نہایت مقدس خیال کی جاتی تھی، اور طلبہ اسپر بیٹھنے کی کبھی جرأت نہین کرتے تھے۔"

ایک دوسرے مقام پر منو لکھتا ہے،

"جس طرح ایک آدمی پھاوڑے سے زمین کھود کر پانی حاصل کرتا ہے، اسی طرح ایک فرمان بردار شاگرد اس علم کو حاصل کرتا ہے، جو اُستاد کے اندر مخفی ہے۔"

یہ تھے باہمی تعلقات اُستاد و شاگرد کے جو اس انتہائی ترقی یافتہ دَور مین بالکل گم ہین، آج تمام عالم پر خود غرضی کا ابر چھایا ہوا ہے، نہ اُستاد کی نگاہون مین وہ محبت آمیز کشش ہے، نہ شاگردون مین وہ جوش اطاعت، یہی وجہ ہے کہ آج گو اکتساب علم کے ہزارون ذرائع موجود ہین، جن سے قدیم دنیا بالکل خالی تھی، تاہم ہم مین علم کی حقیقی روح نہین پیدا ہوتی، اور پیدا کیونکر ہو؟ قدیم زمانہ مین اُستاد و شاگرد کا رات دن کا ساتھ رہتا تھا، آپس مین محبت و یگانگت تھی، خود غرضی کا پردہ حائل نہ تھا، اِسلئے شاگرد و اُستاد ایک دوسرے مین جذب ہوجاتے تھے، اور اُستاد کو جو کچھ معلوم ہوتا تھا، بے کم و کاست وہ سب شاگرد کو بتا دیتا تھا، لیکن آج یہ حالت ہو کہ اُستاد و شاگرد کے درمیان مین کوئی خاص رشتۂ اتحاد و ارتباط نہین، دن رات مین محض چند گھنٹون کا ساتھ رہتا ہے، اور وہ بھی طوعاً و کرہاً، ایسی حالت مین طلبہ کے دل و دماغ پر اُستاد کی شخصیت اور اُسکے اخلاق و عادات کا کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ جبتک اُستاد و شاگرد مین باہمی اُلفت نہ پیدا ہوگی، اُسوقت تک شاگرد اُستاد کی ذات سے کامل طور پر مستفید

نہین ہوسکتا، یعنی اس علم کو نہین حاصل کرسکتا، جو اُستاد کے اندر مخفی ہے، اِس لئے اگر ہم حقیقی علم سے سیراب ہونا چاہتے ہین۔ تو ہمکو اُستاد کی زندگی کا ایک جزو بن جانا چاہئے، فلک بوس کالجون کے رہنے والون کو یہ سُنکر تعجب ہو گا کہ سقراط جھونپڑون مین بیٹھکر درس دیتا تھا، اور ارسطو اور افلاطون ایسے عالی دماغ شاگرد پیدا کرتا تھا، جنکے علمی کارنامے ابتک دنیا مین یادگار ہین، اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ علم کا حقیقی منبع کالج کی بلند عمارتین نہین، بلکہ صرف اُستاد کی ذات ہے، اسلئے جبتک شاگرد اس ذات سے پیوست و یکجان نہ ہو جائے اسوقت تک حقیقی علم کے دروازے اسپر بند ہین، یہی وہ مطمح نظر تھا جس نے قدیم ہندوستان کو اسوقت علم کا مرکز اعظم بنا دیا تھا، جبکہ یورپ جو اسوقت ہندوستان کو ایک جاہل اور وحشی مُلک خیال کرتا ہے، وحشت و بربریت کا پیکر مجسّم تھا کیا ہمارے لئے یہ قدیم مطمح نظر قابل تقلید نہین؟ بہرحال حقیقی علم کے تحصیل کے لئے اُستاد و شاگرد مین اسی قسم کے باہمی خلوص آمیز تعلقات کی ضرورت ہے، جیسا کہ قدیم ہندوستان کے اُستاد و شاگرد کے درمیان مین قائم تھے،

(۲) بچے کی پرورش و تربیت

یہ مسئلہ جسقدر اہم اور توجہ کے قابل ہے، اُسیقدر ہمارے ملک مین اسکی طرف سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے، اِسی لئے بچّون کی صحت جسمانی مین جو تمام دماغی اور روحانی ترقیون کا اصلی سرچشمہ ہے، قبل از وقت ضعف و انحطاط پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ دنیا کے لذائذ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے ہین، اِسلئے والدین کا سب سے بڑا مقدم فرض یہ ہے کہ بچون کی صحیح طور پر پرورش و تربیت کرین تا کہ اُنکی جسمانی صحت برابر قائم رہے اور وہ دماغی مشاغل کو کامل طور پر انجام دے سکین، قدیم ہندوستان مین جس احتیاط، جس سازوسامان، کیساتھ بچون کی پرورش و تربیت کی جاتی تھی، انصاف یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ مین اِسکی مثال مشکل سے مل سکتی ہے،

قدیم زمانہ کے رشی جو "زندگی" کو سب سے زیادہ اہم چیز سمجھتے تھے، انکا اصلی مقصد لذائذ زندگی سے کامل طور پر مستفید ہونا تھا، اسلئے اُنھون نے اس مقصد کے حصول کے لئے بہت سے اصول مرتب کئے تھے، جو عملاً ملک مین چارون طرف رائج تھے، سب سے پہلے ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ بچون کی پرورش اور ابتدائی تربیت کے متعلق انھون نے کیا اصول قائم کئے تھے،

یہ مسلّم ہے کہ والدین کا جسقدر اثر بچون کے دل و دماغ پر پڑتا ہے، اتنا کسی کا نہین پڑتا، اخلاق

وعادات، صحت وتندرستی، طرزِ معاشرت، غرض والدین کے حرکات وسکنات کی ایک ایک ادا سے بچہ متاثر ہوتا ہے، اسلئے سب سے پہلے رشیون نے والدین کے طریق زندگی کے متعلق مختلف اصول قائم کئے، جنمین ایک یہ تھا کہ انکو ایسی غذائین استعمال کرنی چاہئے جو انکے صحت جسمانی کے لئے مضر نہون۔ کیونکہ بچہ پر والدین کی صحت کا اثر نہایت غیر معمولی ہوتا ہے، اسکے بعد ان صفات کا تذکرہ ہے جنکی تعلیم بچون کو عہد طفولیت ہی سے دینا چاہئے، مثلاً حلم وعفو، محبت وہمدردی، خلوص وایثار، زہد وتقویٰ، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن بچے کے اخلاق وعادات پر مان کا نسبتاً بہت زیادہ اثر پڑتا ہے، چنانچہ انگریزی مین ایک قول ہے، "وہ ہاتھ جو گہوارہ کو جنبش دیتا ہے، دنیا پر حکومت کرتا ہے" اسلئے رشیون نے بچہ کی اس معلمۂ اول کے طریق معاشرت کی طرف خاص طور پر توجہ کی، جسکا اثر وضع حمل ہی کے زمانہ سے شروع ہوجاتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ بچہ کے لئے اِن نو مہینون مین مان جو کچھ کرسکتی ہے۔ دنیا کی کوئی یونیورسٹی یا جرنچ زندگی بھر مین بھی نہین کرسکتا، ذیل کے اقوال سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ قدیم ہندوستان مین اس مسئلہ کے متعلق لوگون کے کیا خیالات تھے۔

"رحم خراب ہوجاتا ہے، اگر مان اپنی قوت سے زیادہ کام کرتی ہے"

"اگر مان اِدھر اُدھر بیکار گھومتی ہے، تو بچہ کمزور ہوجاتا ہے، اگر وہ بہت زیادہ سوتی ہے، تو بچہ کاہل ہوجاتا ہے"۔

"اگر مان شراب پیتی ہے، تو بچہ کا دماغ نہایت پریشان اور منتشر ہوجاتا ہے"

"ایسی غذاؤن کے کثرت استعمال سے جنسے کوئی خاص بیماری پیدا ہو، بچہ مین بھی وہی بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔

"اگر حاملہ عورت بادشاہون کے دیکھنے کی خواہش رکھتی ہے، تو بچہ نہایت اقبال مند ہوگا، اگر وہ جوگیون اور فقیرون کے خیالات مین محو رہتی ہے، تو اُسکے بچے نہایت پاکیزہ خو ہونگے، اگر بڑے آدمیون کے سوانح زندگی اسکے پیش نظر رہتے ہین، تو بچہ بھی اسی قسم کا پیدا ہوگا"

یہ محض زبانی تعلیم نہ تھی، بلکہ رشیون نے اسکے متعلق عملی اصول منضبط کئے تھے، جنکی باقاعدہ عام طور پر تعلیم دیجاتی تھی، چنانچہ رشیون نے زمانۂ حمل کو دو حصون مین تقسیم کردیا تھا، پہلے حصہ مین مان کی جسمانی طاقت

کا خاص طور پر لحاظ کیا جاتا تھا، اس زمانہ مین جو حمل سے دوسرے یا تیسرے مہینے سے شروع ہوتا ہے ماں کو مختلف دوائین دیجاتی تھین، اور والدین مجمع عام مین اس اقرار کا اعلان کرتے تھے کہ وہ اس وقت سے ہمیشہ نہایت پاکیزہ زندگی بسر کرینگے، اور ایسی غذائین استعمال کرینگے جو رحم کے لئے مضر نہ ہون اور اپنے کو اس طرح رکھین گے کہ بچہ کے جسمانی نشو و نما مین کوئی خلل نہ واقع ہو۔

دوسرے حصہ مین ماں کی دماغی حالت کا خیال کیا جاتا تھا اس زمانہ مین جو رسم ادا کیجاتی تھی وہ یہ تھی، شوہر بیوی کے بالون مین کنگھی کر رہا ہے، بیوی کی نظر ایک پیالہ پر جو پکے ہوئے دال چانول سے لبریز ہے جمی ہوئی ہے، اور کوئی خاص شکل کا تصور کر رہی ہے، جسکا اثر وہ بچہ پر ڈالنا چاہتی ہے، اور آخر مین تمام فضائے مکانی کو جان نواز نغمون سے جو بلند، شریفانہ اور روحانی جذبات سے لبریز ہوتے ہین معمور کر دیتی ہے،

ان ابتدائی مراحل کے بعد جب بچہ کی پیدایش کا وقت آتا ہے، تو ایک وسیع اور ہوادار کمرہ انتخاب کیا جاتا ہے جہان مختلف قسم کے لطیف ساز و سامان موجود رہتے ہین، مثلاً خوشبو، سفید کپڑے، شہد، گھی وغیرہ وغیرہ، بچہ جب پیدا ہوتا ہے، تو وہ ایک ایسے عالم مین قدم رکھتا ہے جسکی آب و ہوا سر تا پا روحانیت سے لبریز ہے، پُرجوش دعاؤن کی صدائین بلند ہین منترون کے مقدس نغمے ہر طرف گونج رہے ہین، غسل کے بعد بچے کے کان مین یہ روحانی فقرہ کہا جاتا ہے، "تو وید (یعنی علم روحانی) ہے تو اسواسطے پیدا کیا گیا ہے کہ خدا کو جانتے اور پہچاننے کے لئے کوشش کرے" اسکے بعد بچہ کے فلاح و ترقی کیلئے دست دعا بلند ہوتا ہے، اور یہ رسم ختم ہو جاتی ہے،۔

دس دن تک متواتر بچہ کی اخلاقی اور جسمانی فلاح و ترقی کے لئے دعائین مانگی جاتی ہین، گیارھوین دن خاندان کے اعزا و احباب جمع ہوتے ہین، اور نہایت غور و خوض کے بعد بچہ کا نام رکھتے ہین، جو موزون، شیرین، اور بامعنی ہو، دو چار مہینے کے بعد ایک دوسرا مفید سبق دیا جاتا ہے، جسکی اہمیت کو ہم لوگون نے آج بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

بچون کی فطرت مین اثر پذیری کا بہت زیادہ مادّہ ہوتا ہے، پھول، پتے، سبزہ زار، آب رواں، چاند، سورج ستارے، غرض عالم کائنات کی ہر چیز کو بچہ نہایت حیرت آمیز شوق کی نگاہون سے دیکھتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ بچون کی یہ قدرتی خواہشات اکثر نہایت بیرحمی کے ساتھ دبا دیجاتی ہین،

اور ایک مدت دراز تک انکو ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں زندگی بسر کرنا ہوتی ہے، جہان روشنی اور ہوا کا بھی مشکل سے گذر ہوتا ہے، لیکن رشیون کو یہ خوب معلوم تھا، کہ بچون کے قدرتی خواہشات کے دبا دینے سے انکے نشو و نما مین نقص آجاتا ہے، اس بنا پر رشیون نے اس مسئلہ پر خاص زور دیا ہے یعنی والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ بچون کو کھلی ہوئی ہوا مین باغ و سبزہ زار وغیرہ کی سیر کرائین، اور انکی توجہ کو قدرت کی چیزون کی طرف مبذول کرائین، تاکہ انکے حواس کی شروع ہی سے تربیت ہوتی رہے، اور ان مین صحیفۂ قدرت کے مطالعہ کا مذاق پیدا ہو جاے، اور گرد و پیش کی چیزون کی ماہیت پر غور کرسکین غرض اس زمانہ سے برابر مناظر قدرت کی سیر بچون کے ابتدائی تعلیم و تربیت کا ایک بہت بڑا جزو خیال کیا جاتا تھا، لیکن آج کل کے بچون کی تو یہ حالت ہے کہ ایک مدت تک بجز ماں کے گود کے اور کچھ دیکھنے نہین پاتے، ہوا تو انکے لیے زہر سے بڑھکر ہے، اسی خانہ نشینی کا نتیجہ ہے کہ تھوڑے ہی دنون مین انکے قواے جسمانیہ مضمحل ہو جاتے ہین، اور قبل از وقت موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جب بچہ چھ مہینے کا ہوتا ہے تو ایک دوسری رسم ادا کیجاتی ہے جسکے دوران مین بچہ کو نہایت صاف اور ہلکی غذا مین دیجاتی ہین، اور کبھی کبھی دو چار الفاظ سکھا دیئے جاتے ہین، والدین اس بات کا خاص طور پر خیال رکھتے ہین کہ لکنت وغیرہ شروع ہی سے دور کر دی جاے، اور مختلف حروف کا صحیح طور پر تلفظ کرین، ان باتون کے علاوہ افسانہ گوئی بچون کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص جزو خیال کیا جاتا تھا، چنانچہ وید مین ہے کہ والدین کو بچون کو ایسے قصے سنانا چاہیے جن سے ان مین علم پرستی کا ذوق پیدا ہو، اور انکے اخلاق پر اچھا اثر پڑے،

غرض اسی طرح آٹھ برس تک بچہ کی تربیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جبکہ وہ باقاعدہ درسگاہ مین داخل ہوتا ہے، وقت معینہ پر بچہ ایک کشادہ اور ہوادار کمرہ مین لایا جاتا ہے، جسکے وسط مین ایک بلند منبر ہوتا ہے جسپر خوشبودار لکڑیان نہایت باقاعدہ شکل مین رکھی رہتی ہین، منبر کے چارون طرف گھانسون کی بنی ہوئی چٹائیان ہوتی ہین جسکے ارد گرد پھولون کے ہار آویزاں رہتے ہین، کمرے کی دیوارین مختلف قسم کی تصویرون اور عالمانہ اقوال سے آراستہ رہتی ہین، فرش پر نہایت خوشنما دریان بچھی ہوتی ہین، منبر کے ایک طرف ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آتا ہے، جسکے صورت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا دماغ علم کا مخزن ہے اسکا دل نہایت شریفانہ اور محبت آمیز جذبات سے لبریز ہے، اسکی فطرت نہایت بلند ہے، اسکی روح

نہایت روشن اور پاکیزہ ہے، اسکے پیچھے اسکے شاگردون کی قطارین نظر آتی ہین، جب تمام لوگ بیٹھ جاتے ہین، تو سب سے پہلے اس خاموشی کے عالم مین منترون کی آواز بلند ہوتی ہے جسکے ساتھ ساتھ باجون کے بھی راگ اُٹھتے ہین، ان نغمون کے بعد مقدس آگ روشن کیجاتی ہے، شاگرد استاد کی طرف نظر اٹھاکر دیکھتا ہے، اور نہایت ادب کے لہجہ مین کہتا ہے، "خدا کو پہچاننے اور علم روحانی حاصل کرنے کے لئے اے آقا! مین تیرے پاس آیا ہون" استاد نہایت محبت آمیز لہجہ مین مناسب جواب دیتا ہے، اور پھر دونون دعا کرتے ہین کہ "اے خدا! توہمکو توفیق دے کہ ہم اپنے وعدون کو برابر قائم رکھین" اسکے بعد آچاریہ یعنی استاد، برہمچاری یعنی شاگرد کو بزرگانہ نصیحتین کرتا ہے، اور اسکے فلاح وترقی کے لئے دعا کرتا ہے، اور یہ شاندار رسم ختم ہوجاتی ہے۔

دوسرے دن شاگرد استاد کے آستانہ پر حاضر ہوتا ہے، یہان اسکو ایک نیا عالم نظر آتا ہے، نہ بلند دیوارین ہین، نہ فرش تزئین ہے، نہ [illegible] نقش ونگار ہین، لیکن ایک مقدس ذات ہے، جو دنیاوی جاہ وجلال سے بے نیاز ہے، جسکی نگاہین روحانیت سے لبریز ہین، سب سے پہلے استاد شاگرد کو وید کے مقدس ترین دعاؤن کی تعلیم دیتا ہے، اور تھوڑی دیر تک اپنا روحانی اثر ڈالنے کے لئے شاگرد کی آنکھونکی طرف توجہ قلبی کیساتھ دیکھتا رہتا ہے، اسکے بعد والدین بچہ کو شفیق استاد کے حوالہ کرکے رخصت ہوجاتے ہین، اور اب بچہ استاد کی محبت آمیز نگاہونکی گود مین پرورش وتعلیم پاتا ہے۔

بے شبہہ جدید تمدن نے آج علوم وفنون کے ہزارون دروازے کھولدیے ہین، لیکن یہ محبت، یہ خلوص، یہ ہمدردی، یہ اطاعت، آجکل کے استاد وشاگرد مین ہمکو کہان نصیب ہوسکتی ہے! یہ اسی باہمی محبت واطاعت کا اثر تھا، جو قدیم زمانہ مین شاگرد کو استاد کا عکس کامل بنادیتا تھا، اور آج بھی ہم دیکھتے ہین کہ ملک مین قدیم طرز تعلیم نے جو دماغ پیدا کیے ہین، جدید تعلیم بہت کم افراد ایسے پیدا کرسکی ہے: علمی دنیا آج ماتم کررہی ہے، کہ اب قدیم زمانہ کے دل ودماغ کے لوگ پیدا نہین ہوتے، کیا موجودہ نصاب تعلیم سے جو ہماری یونیورسٹیون مین رائج ہے، یہ امید کیجاتی ہے کہ ارسطو، منو، بوعلی سینا، غزالی ایسے لوگ پیدا ہون؟ بے شبہہ ان افراد کا دوبارہ پیدا ہونا بالکل ممکن ہے، اگر ہم اپنے بچون کی پرورش وتربیت اسی طریقہ پر کرین، جیسا قدیم ہندوستان مین یا اسلام کے عہد اقبال مین رائج تھا، اس سے یہ ہمارا مطلب نہین کہ ہم حرف بحرف قدیم طرز تعلیم کے مقلد بن جائین، ممکن ہے کہ بہت سی ایسی باتین ہون جو موجودہ رفتار زمانہ کے لحاظ سے عملی صورت اختیار نہ کرسکین، تاہم جو کچھ اسمین مفید اور جدید ضروریات کے مطابق ہے، اسکی تقلید سے ہمکو بہت کچھ فائدہ پہونچ سکتا ہے، بچون کی ابتدائی پرورش وتربیت، شاگرد واستاد کے باہمی مخلصانہ تعلقات، [illegible] کی اہمیت سے کون شخص انکار کرسکتا ہے؟　　(باقی دارد)　　احسان احمد بی۔ اے

رفتارِ خیال

گرمیون کی وہ راتین، جب طلوعِ قمر کے ساتھ ہی ساری کائنات کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہے، جب پہاڑون کی چوٹیون سے چاندنی برف کی طرح پگھل پگھل کر تمام وادی کو رقیق چاندی سے لبریز کر دیتی ہے، جب اس روشن سکون مین نوامیسِ فطرت کے فرشتے اپنی خاموش پرواز سے اُڑتے پھرتے ہین، مجھے کیون اچھی معلوم ہوتی ہین؟ ان کی ملیح روشنی کیون مجھے وارفتہ بنا دیتی ہے؟

مین ایک سنسان ساحل پر بیٹھا ہوا اسی خیال مین مستغرق ہوتا ہون کہ چاند، کامل چاند یعنی حسین فطرت کا پورا چہرہ، "اک نگارِ آتشین رُخ سر کھلا" دور کے اُفق سے نکل کر اپنی تشنہ کرنون کی پیاس پھیلے ہوئے سمندر سے بجھاتا ہوا، نمودار ہوتا ہے اور میرا حال، خیالِ حال کو مغلوب بنا لیتا ہے۔

ساری دنیا پر پڑا ہوا یہ تاریک پردہ کس نے سمیٹ لیا؟ یہ تمام کائنات پر پھیلی ہوئی سیاہی چشم زدن مین کیونکر دُھل گئی؟ خلاءِ عالم مین وہ کونسی وسیع جگہ ہے جہان یہ بسیط ظلمت پناہ گزین ہو گئی؟ مین ہر چاندنی رات مین ان مسایل پر غور کرتا ہون، مین ہر کامیاب روشنی کو دیکھ کر مغلوب و مفتوح تاریکی کی جستجو کیا کرتا ہون، لیکن اپنی کوشش مین اس سے زیادہ مشکور نہین ہوتا کہ دفعتہً آنکھون مین اندھیرا چھا جاتا ہے، دماغ ایک کرہ کی طرح گردش کرنے لگتا ہے اور مین آنکھ بند کر کے اسی پھیلی ہوئی روشنی مین ہزیمت خوردہ تاریکی کو اپنے پپوٹون کے اندر ڈھونڈ دیتا ہون اور پھر گھبرا کر آنکھ کھول دیتا ہون۔

آج بھی مین نے یہی کیا، اسوقت بھی تھوڑی دیر تک روشن چاند کی درخشان کرنون پر اپنی نگاہون کو دوڑا کر مین اسی خیال مین مستغرق ہو گیا۔ یہان تک کہ سمندر کی لہرون مین جوش، یعنی پانی کے رقیق ساز مین آہنگ خروش پیدا ہونے لگا اور وہ کیفیت جس سے اسوقت تک صرف میری آنکھین آشنا تھین، میرے سامعہ تک بھی پہونچی اور میرے لئے سخت دشوار ہو گیا کہ ان دونون مین سے کسکی لذت پر اپنے حواس کو قربان کر دون۔ یہ میری زندگی مین پہلا موقعہ تھا کہ مین نے دو مختلف حس سے متعلق ہونیوالی

دو مختلف کیفیتوں کے امتیاز میں دشواری محسوس کی ہو۔

نور و ضیا کی یہ فراوانی اور صرف ایک میری نگاہ سازِ فطرت کی یہ نغمہ سامانی ! اور صرف ایک میرا سامعہ ! قدرت کے یہ انعامات اور اعتراف کرم میں صرف ایک میرا دھڑکنے والا دل ! یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و زمین، شجر و حجر، کوہ و ہاموں، خزان و بہار، شمس و قمر، بحر و بر اور جو کچھ اس عالم میں نظر آتا ہے شاید میرے ہی لئے عالم وجود میں آیا ہے اور جسوقت میں نہ ہونگا تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا، اب میں مابعد الطبیعت کی بھول بھلیاں میں پھنس گیا۔

"جب میں نہ ہونگا" یعنی میں مر جاؤنگا ! یہ خیال بھی کسقدر عجیب و غریب ہے۔ باوجود اس یقین کے کہ ایک دن مجھے دنیا سے رخصت ہونا ہے، یہ یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ واقعی یہ امر وقوع میں بھی آجائے گا۔ اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا کا نظام کیونکر میرے فقدان کو برداشت کریگا۔

میرے مکان کے پاس کل ایک شخص مر گیا ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آج بھی آفتاب اسی طرح طلوع ہوا۔ جس طرح اُسکے سامنے ہوا کرتا تھا۔ آج بھی اسی انداز کے ساتھ شام رونما ہوئی جیسے وہ دیکھا کرتا تھا۔ یہ تاروں کا چمکنا، یہ دریا کی روانی، یہ شور و ہنگامہ۔ یہ لطف و تفریح، یہ غروب آفتاب کے بعد دُور سے مندروں کا اپنے گھنٹوں کے دلکش آواز کو ہوا میں منتشر کرنا، یہ شام کے وقت چڑیوں کا درختوں پر بیٹھ کر بسیرا لیتے ہوئے دنیا کو اپنی آخری موسیقی سُنانا۔ یہ نسیم سحر کا گلوں کے آغوش میں مچل کر انھیں گُدگُدا کر ہنسا دینا، یہ پہاڑوں کی پُر فضا بلندی، یہ وادیوں کا دلکش عمق، یہ دنیا اور دنیا کا سارا انتظام، یہ تمام آبادی اور اُسکے جملہ ہنگامہ آرائیاں آج بھی اسی طرح نظر آتی ہیں۔ جس طرح کل مرنے والے کے سامنے۔ اسلئے مجھے سمجھنا چاہئے کہ میرے بعد بھی یہ سب کچھ اسی طرح رہے گا۔ اور جس طرح ایک حباب کے پھوٹ جانے سے فوارہ کی روانی، پانی کا تموج، اور حبابوں کی نمود بند نہیں ہوتی۔ اسی طرح دنیا اپنی کسی ادا کو، زمین اپنی کسی گردش کو میرے نہ ہونے سے کبھی نہ بدلے گی۔

آہ، فطرت بھی کیسی ظالم چیز ہے۔

یہ سوچتے ہوئے میرے اندر ایک جذبۂ انتقام پیدا ہوتا ہے۔ میرے دل میں نفرت و استکراہ کی کیفیت رُونما ہوتی ہے، کہ دفعتہً چکور کا جوڑا میرے سر کے اوپر سے گذرتا ہوا، ہوا میں، روشن ہوا میں،

چاندنی کے پھیلے ہوئے سمندر میں بلند ہوتا ہے اور اپنی آواز سناتا ہوا گویا مجھے تنبیہ کرتا ہے کہ اپنی شاہراہ حیات اسکے نشانِ پرواز پر قایم کرون۔ مین چند منٹ تک دیکھتا رہتا ہون اور خواہش کرتا ہون کہ کاش مین بھی طائر ہوتا اور نہایت آزادی سے جہان چاہتا اُڑتا پھرتا۔ اِس خیال کے زیراثر مین دنیا کے ایک ایک طائر کا جائزہ لیتا ہون۔ کبھی گرمی مین ایک گھنے املی کے درخت پر بولنے والی فاختہ پر مجھے رشک آتا ہے۔ اور کبھی لب جو تیرنے والے سُرخاب پر کبھی یہ جی چاہتا ہے کہ کاش مین کبوتر ہوتا۔ اور کبھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ قمری بن جاتا۔ کسی وقت کوئی گانیوالی چڑیا بننے کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کسی وقت کوئی طائر خاموش۔ مین گھنٹون سوچتا رہتا ہون کہ یہ طیور وحیوانات بھی کوئی النفس، کوئی قوت شعور رکھتے ہون گے یا نہین اور وہ بھی کیا دنیا کو اسی ہیئت وصورت اسی آب ورنگ مین دیکھتے ہون گے جس طرح مین دیکھ رہا ہون۔ جس طرح مین سمجھ رہا ہون۔ مین ہنوز اس خیال کے آخری حد تک نہین پہونچا کہ سامنے سے ایک برہمن کی لڑکی۔ تھالی مین چراغ رکھے ہوئے سمندر کی لہرون پر تیرانے کے لئے آتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور قریب آکر مجھ سے اپنی نازنین آواز مین پوچھتی ہے کہ "یہان پانی گہرا تو نہین ہے" مین یہ سنتا ہون اور میری روح، میرا خیال میرا تمام کارگاہ تصور وقیاس کسی ایسے عمیق سمندر مین ڈوب جاتا ہے، جہان سے اُبھر کر مین اپنی گذشتہ زندگی کو بالکل اسی طرح دیکھتا ہون جیسے روشنی کا مینار بیچ سمندر سے دور ساحل کی روشنیون کو دیکھا کرتا ہے۔

نیاز فتحپوری

مصر کے مطابع واخبارات

نیر ایسٹ رقم طراز ہے۔ باوجود اسکے کہ فوجی حکام نے مصر مین کاغذ کے کم خرچ ہونے کے متعلق اکثر قوانین بنا رکھے ہین تاہم یہ بات خالی از دلچسپی نہین کہ ایک سو گیارہ سے کم اخبار شایع نہین ہوتے۔ ان مین ۵۹ تو قاہرہ سے شایع ہوتے ہین۔ اور ۳۳۔ اسکندریہ سے۔ گذشتہ سال مین پرچون کی تعداد ۹۲ تھی۔ موجودہ اخبارات مین سے ۶۰ تو عربی مین شایع ہوتے ہین اور ۳۲ یورپ کی کسی زبان مین۔ رسائل کی تعداد ۹۴ ہے جنمین سے ۸۰ تو عربی زبان مین شایع ہوتے ہین اور ۸ یورپ کی زبانون مین۔ ۱۸۹۰ء مین تمام رسائل اور ماہواری پرچون کی تعداد مصر مین ۳۳ سے کچھ زیادہ تھی جنمین سے نصف سے زیادہ عربی مین تھے۔

روح حیات

(۱)

میرے گانوں مین گجراتی یتیم لڑکی تھی - ماں باپ کی صورت تک اُسے یاد نہ تھی - گانوں کے لڑکوں کے ساتھ کھیلتی، کوئی مارتا تو روتی اور پھر کھیلنے لگتی - کوئی ترس کھا کر کچھ دیدیتا تو وہ ذکر لیتی - جہان نیند آجاتی وہین سو رہتی، جہان کھانے کو پاتی وہین کھالیتی، جو کچھ پھٹے پرانے چیتھڑے ملجاتے وہی پہن لیتی - اگر کوئی رحم سے گود مین اٹھالیتا تو پھولے نہ سماتی تھی - مگر وہ اپنے ہم سن بچون سے زیادہ دُبلی، اُداس، یا روتی نہ تھی، اسکے گدرائے ہوئے بدن پر دوسری مائین رشک کرتی تھین، اسکی خندہ روئی دلون کو پگھلا دیتی تھی - لوگ اُسے دیکھکر خواہ مخواہ گود مین اُٹھا لیتے تھے -

جب اُسنے ہوش سنبھالا تو کھیتون مین مزدوری کرنے لگی - ٹوکری سر پر رکھے ہوئے گاتی، کھیت نراتے ہوئے ہم جولیون سے چہل کرتی - سارے گانوں کی لونڈی تھی، سارے گانوں کی دُلاری، کسی کے لئے بازار سے سودے لاتی، کسی کے بچون کو کھلاتی، کسی کے دھان کوٹتی، کوئی اُسے آٹا اُپلے کے لئے دیدیتا - کوئی پھٹی پرانی ساڑی، وہ اسی مین مگن تھی - نہ بیٹھی ہوئی بسورتی، نہ اپنے حال پر آنسو بہاتی، کسی کے گھر مین گانا اُٹھے، کہین ڈھول کی صدا کانون مین آئے، سب سے پہلے وہان جا پہونچتی - اُسکا دل مسّرت کا بھوکا تھا - زندگی اُسکے لئے اجیرن، جنجال، سوہانِ روح، نہ تھی - یہ ایک نعمت تھی جسکا وہ فطرتاً، طبعاً لطف اُٹھاتی تھی - یہان تک کہ شباب آ پہونچا - نگاہون مین شوخی نمودار ہوئی - جوانی گردن اُٹھا کر چلنے لگی - گانوں والون کو اُسکی شادی کی فکر ہوئی - سیانی لڑکی گانوں مین کنواری کیسے رہے - اِسے اُنکی غیرت گوارا نکر سکتی تھی - آپسمین صلاح ہوئی - کسی نے اناج دیا - کسی نے روپئے - بر کی تلاش ہونے لگی -

(۲)

سسرال مین گجراتی کی حالت اپنے گانوں سے بھی بدتر تھی - اُسکا شوہر رام رتن قریب کے

ریلوے اسٹیشن پر پانی پانڈے تھا، مزاج کا بڑا سخت - نہایت غصہ ور، ہمیشہ تیوریاں چڑھی رہتی تھین، باوجودیکہ گجراتی اسٹیشن کے ملازمین کے گیہون پیستی تھی اور اپنی روٹیون کے لئے شوہر کی محتاج نہ تھی - لیکن اس سے رام رتن کی سختی اور حکومت مین کوئی کمی نہ واقع ہوتی تھی - باہر وہ ایک زندہ دل، خوش باش آدمی تھا - مگر گھر مین قدم رکھتے ہی اسکے سر پر بھوت سوار ہو جاتا تھا - شاید اسکا باعث اسکی بدگمانی تھی - وہ نہ چاہتا تھا کہ گجراتی کسی کے گھر جائے یا کسی سے راہ و رسم پیدا کرے - اور یہ گجراتی کے لئے غیر ممکن تھا - اسنے ابتک آزادانہ زندگی بسر کی تھی - یہ قید اب اس سے نہ سہی جاتی تھی - اسی آزادی نے اسے خانہ داری کی فکرون سے بے نیاز بنا رکھا تھا - رام رتن تنخواہ کے علاوہ روزانہ کچھ نہ کچھ اوپر سے کما لیا کرتا تھا - اور طرفہ یہ کہ پانی کو دودھ کے دامون بیچکر دہ ٹھنڈے پانی کی مرغوب صدا لگاتا ہوا ہر ایک گاڑی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تیزی سے نکل جاتا تھا - غالباً وہ اسی خوش آیند صدا کو مسافرون کی تسکین کے لئے کافی سمجھتا تھا - چارون طرف سے "پانی پانی" کی آوازین آتی تھین لیکن رام رتن اسوقت تک مخاطب نہ ہوتا تھا جب تک کہ اسکی قیافہ شناسی یا مسافر کی بے نقاب نوازش اسے متحرک نہ کرتی تھی - اتنی احتیاط پر بھی جب حسرت سے اسکا گلا نہ چھوٹتا تھا تو اسے قدرتاً گجراتی پر غصہ آتا تھا - مگر گجراتی ان آئے دن کی کشمکشون کو زندگی کی ایک معمولی کیفیت خیال کرتی تھی - اسکی شگفتہ طبعی، اور آزادہ روی پر انکا بہت ہی خفیف اثر پڑتا تھا -

(۳)

گجراتی کی شادی کے پانچ سال بعد مین پھر اپنے موضع پر گئی - شہر مین پلیگ پھیلا ہوا تھا - ورنہ ہم شہریون کو دیہات کی زندگی مین کیا لطف؟ ساون کا مہینہ تھا - گانون کی کئی لڑکیاں سسرال سے آئی ہوئی تھین - میرا آنا سنکر سب کی سب مجھ سے ملنے آئین - انہین گجراتی بھی تھی - اسکا چہرہ شگفتہ تو نہ تھا پر اسکے حسن متین کے پردہ مین شباب کی حرارت اور سرخی جھلک رہی تھی - صبح خندان نہ تھی شب ماہ تھی، ضبط اور شوق پنہان کی تفسیر - اسکی گود مین ایک چاند سا بچہ تھا - مین نے اس سے گلے ملنے کے بعد بچہ کو گود مین لیا تو میرا کلیجہ سن سے ہو گیا - وہ دونون آنکھون کا اندھا تھا - گجراتی سے پوچھا، اسے کوئی بیماری ہوئی تھی یا جنم سے ایسا ہی ہے؟

گجراتی نے آنکھون مین آنسو بھر کر کہا - نہین بہن جی - اسے سیتلا جی نکل آئی تھین - اسی مین

دونون آنکھین جاتی رہین۔ بہت مان منوتی کی مگر دیبی جی نے آنکھین لے ہی لین۔ جان چھوڑ دی یہی بہت کیا۔

"بیچارے کی زندگی ہی خراب ہو گئی"

"بھگوان کی یہی مرضی تھی تو کسی کا کیا بس چلتا"

"اسکا باپ ابھی اُسی اسٹیشن پر ہے"

گجراتی کے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے آنسو کی بوندین گر پڑین۔ بولی۔ اُنھین تو بھگوان نے بلا لیا۔ سال بھر ہو گئے۔ ایک مسافر کو پانی پلانے لگے کہ اتنے مین گاڑی کھل گئی۔ مسافر جیب مین سے پیسہ نکالنے لگا۔ یہ اُسے لینے کو لپکا۔ گاڑی تیز ہو گئی۔ نہ جانے کیسے گر پڑے۔ پٹری کے نیچے دب گئے۔ بھاگ مین مُنھ دیکھنا بھی نہ بدا تھا۔ تب سے پھر یہین چلی آئی ہون۔ محنت مجوری کرکے دن کاٹتی ہون۔ آپ لوگون کے دیا دھرم سے یہ لڑکا جی جائے۔ بس مجھے اور کچھ نہ چاہئے۔ یہین کی روٹیان کھا کر پلی ہون۔ یہین مرونگی۔

دوسرے دن ناگ پنچمی تھی۔ گانون کی بڑی چھوٹی لڑکیان بناؤ سنگار کرکے دیتی اپنی گڑیان لیکر میلے چلین۔ ایک تالاب کے کنارے میلہ لگتا ہے۔ وہین ناگ کی پوجا ہوتی ہے۔ انہین دودھ چاول کھلایا جاتا ہے۔ گجراتی بھی خوش خوش اس مجمع مین تھی۔ اُسکے گانے کی سُریلی آوازدل کو کھینچے لیتی تھی۔ اُسکا دل رنج و غم کے بارِ گران کے نیچے اُسی طرح خوش فعلیان کر رہا تھا۔ جیسے کوئی جاندار گھوڑا سوار کی ران کے نیچے جوش سے اینڈتا ہوا چلتا ہے۔

مین ساون بھر اپنے موضع مین رہی۔ آئے دن عورتون کا گانا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی سوانگ بھرے جاتے تھے اور نقلین بھی ہوتی تھین۔ گجراتی اِن تفریحون کی روح رواں تھی۔ مینے اُسے نصیبونکو کوستے یا تقدیر کو روتے نہین دیکھا۔ حیات ایک نعمت ہے۔ اُسکی زندگی اِس حقیقت کی بدیہی مثال تھی۔

(۴)

مجھے ایک مدت دراز تک پھر اپنے موضع مین جانے کا اتفاق نہوا۔ پلیگ کا دورہ تو ہر سال ہی ہوتا تھا پر اب ہم اسکے خوگر ہو گئے تھے۔

دس سال گذر گئے۔ ایک روز گجراتی نے میرے پاس ایک نائی کے ہاتھون نوید بھیجا۔ مین نے

نو یدپڑھا تو بے اختیار اُسے قبول کر لیا - گجراتی نے اپنا نیا مکان بنوایا تھا - اُسکا گرہ پرویش[1] دھوم سے ہونیوالا تھا - گجراتی نے مجھ سے بہت منت کی تھی کہ بہن تم ضرور آؤ نہین تو مجھے رنج ہوگا - اور مین پھر تمہین کبھی اپنا مُنھ نہ دکھاؤنگی - مجھے تعجب ہوا کہ گجراتی کو نیا مکان بنوانے کی توفیق کیونکر ہوئی - روٹیان ہی مشکل سے چلتی تھین - گھر کیونکر بنوا لیا - تقریب کی مقررہ تاریخ کو مین اپنے موضع مین جا پہونچی - گجراتی ایسی خوش ہوئی گویا اندھا آنکھین پا جائے - میرے پیرون پر گر پڑی اور رو کر بولی مین جانتی تھی کہ تم جرور سے جرور آؤگی - میرا من کہتا تھا کہ تم مجھے بھولی نہین ہو - یہ کہکر وہ مجھے اپنے نئے گھر مین لے گئی - کچا مکان تھا مگر بنا ہوا - دروازہ پر وسیع صحن - ایک طرف پکّا کنوان، اور اُسی سے لگا ہوا شیوجی کا مندر تھا - اندر کا آنگن بھی چوڑا، چارون طرف برآمدے، کمرے ہوادار، سوندھی سوندھی مٹی کی خوشبو آ رہی تھی - اور اگرچہ دھوپ تیز تھی مگر اندر ایک خاص طراوت معلوم ہوتی تھی -

مینے کہا، ایسا مکان تو سارے گانوُن مین نہ ہوگا - دیکھکر جی خوش ہو گیا -

گجراتی نے اندازِ تفاخر سے کہا، بہن جی، یہ سب تمہاری دیا ہے - میرے دل مین یہی ارمان تھا وہ پورا ہو گیا، آٹھ سال ہو گئے مینے دن کو دن اور رات کو رات نہین سمجھا - چار چار پنسیری گیہون روز رات کو پیستی تھی - دن بھر مجوری کرتی تھی - گانوُن بھر کے کپڑے سیتی تھی - اور سچی بات تو یہ ہے کہ گانوُن والون کی کرپا ہے نہین تو میرا کیا کیا ہوتا کسی نے لکڑی دی، کسی نے بانس دیئے، گھر تیار ہو گیا - جس لڑکے کو جنم دیا ہے - اُسکی ناؤ تو کسی طرح پار لگانی ہی تھی - آنکھین ہوتین تو کون جنتا تھی - کما کھاتا - لیکن جب بھگوان نے آنکھین لے لین تو اُسکے میٹھنے کا ٹھکانا کرنا میرا دھرم ہو گیا - نہین تو بیچارے کو کون پوچھتا - باپ رہتا تو یہ بوجھ اُسکے سر پڑتا - اب تو اِسکا بوجھ بھی مجھی کو اُٹھانا پڑیگا - اُنکے نام کو رونے اور نصیبے کو کوسنے سے تھوڑے ہی کچھ ہوتا،

اِسی اثنا مین گجراتی کا لڑکا بھی اندر آ گیا - اُسکے جسم پر ایک زعفرانی رنگ کا کرتہ تھا - دھوتی زرد تھی کھڑاؤن پہنے ہوئے تھا - چہرہ سے معصومیت برس رہی تھی - گجراتی نے کہا بیٹا تمہاری ماسی آئی ہین - اِنہین کچھ سُناؤ -

لڑکے نے فوراً ادب سے میرے پیرون پر سر جھکا دیا - اور ایک سنسکرت کا شلوک پڑھنے لگا -

[1] نئے مکان مین سکونت اختیار کرنے وقت یہ مذہبی رسم ادا کیجاتی ہے -

لب لہجہ ایسا صاف تھا اور طرز ادا ایسا دلکش کہ مجھے بے اختیار اُسکی حالت پر رونا آگیا۔ کاش بینا ہوتا تو نہ جانے کیا کرتا۔ شاید فطرت نے اسکی ذہانت اور فراست کے توازن کے اعتبار سے اُسے بینائی سے محروم کر دیا تھا۔

گجراتی نے لڑکے کو مادرانہ غرور کی نظروں سے دیکھکر کہا، بہن جی، اِنہیں مینے شاستری جی کے یہاں پڑھنے کو بٹھا دیا ہے۔ صبح کو پہونچا دیتی ہون۔ سانجھ کو بلا لاتی ہون۔ دوپہر کو یہ شاستری جی کے گھر کھانا کھایا کرتے ہین۔ بیچارے بھلے آدمی ہین۔ اینپر بڑی دیا رکھتے ہین۔ کہتے تھے کہ دو سال مین یہ پنڈتائی کے کام مین پورے ہو جائین گے۔ بھاگوت کا ارتھ (معنی) تو یہ ابھی لگا لیتے ہین۔ کسی دن اِن سے کوئی کتھا سنواؤن گی۔ مینے سمجھا اِن سے اور کوئی اُدّم تو ہوگا نہین۔ یہ کام سیکھ لین گے تو بھلے بُرے کسی طرح نباہ ہو ہی جائیگا۔ گانون کی عورتین جمع تھین مین وہین جا بیٹھی۔ میرا ہی انتظار تھا۔ گانا شروع ہو گیا۔ گجراتی بھنڈارے کی طرف چلی گئی۔ آنگن مین کئی کڑھاؤ چڑھے ہوئے تھے۔ پوریان نکل رہی تھین۔ دروازہ پہ مہمان آتے جاتے تھے۔ قرب وجوار کے کئی گانون کے لوگ مدعو ہوئے تھے۔ دن ڈھل گیا تھا۔ گجراتی چاہتی تھی کہ چراغ جلتے جلتے اہل دعوت کی قطارین اٹھنی شروع ہو جائین۔ اُسکا اِنہماک، حسن انتظام اور جزرسی دیکھکر بے اختیار بلائین لینے کا جی چاہتا تھا۔ ایک ایک عضو سے تیزی اور چستی ٹپک رہی تھی۔ ضعف اور کوتاہ ظرفی کا شائبہ بھی نہ تھا۔ وہ نا اہلیت جو ایسے موقعون پر اکثر ہماری گلو گیر ہو جاتی ہے یہان نام کو بھی نہ تھی۔ تیسرے دن بڑے اصرار کے بعد گجراتی نے مجھے رخصت کیا۔

(۵)

مگر یہ نیا مکان گجراتی کو راس نہ آیا۔ موضع مین ایک بوڑھا سادھو آکر ٹھہرا۔ گجراتی نے اُسکی بڑی آؤ بھگت کی۔ اُسکا لڑکا سیتہ دیو اکثر باباجی کے پاس جا کر بیٹھا کرتا۔ ایک روز باباجی اُسکے ساتھ غائب ہو گئے۔ چارون طرف تلاش ہوئی۔ پولیس مین حلیہ لکھایا گیا۔ مین نے کئی اخبارون مین اعلان کرایا پر لڑکے کا سُراغ نہ ملا۔ یہی لڑکا گجراتی کی زندگی کا سہارا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اس صدمہ سے جان بر نہو سکیگی۔ اسکے تھوڑے ہی دنون بعد جب مجھے خبر ملی کہ وہ تیرتھ کرنے چلی گئی ہے تو میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ بہت رنج ہوا۔ نیرنگیٔ روزگار نے ہرا بھرا باغ ویران کر دیا۔ ایک نادار، بیکس، بیوہ کے ارادے اور ہمت کو کتنی بیدردی سے پامال کر دیا!

گجراتی کو تیرتھ کرنے مین سال بھر لگا - اسنے خیال کیا تھا کہ تیرتھ کے مقامون مین شاید ستیہ دیو کا کچھ پتہ ملے - لیکن سال بھر کی تگ و دو کے بعد وہ نامراد لوٹ آئی - مین نے اسکے واپسی کی خبر سُنی تو اظہار ہمدردی کے لئے اُسکے پاس جانے کا ارادہ کیا - مگر ایک نہ ایک رخنہ پڑتا گیا اور چھ مہینے تک مجھے فرصت نہ ملی - بالآخر ساتوین مہینے مین خانگی تردّدات سے مُونھ موڑ کر اپنے موضع مین جا پہونچی -

مین نے سمجھا تھا گجراتی کے دروازہ پر خاک اُڑ رہی ہوگی، سناٹا چھایا ہوگا اور وہ خود سوگوارون کی سی غمگین صورت بنائے اُداس بیٹھی ہوگی - لیکن جب اُسکے دروازہ پر پہونچی تو امید کے برعکس چارون طرف رونق اور چہل پہل نظر آئی - باہر صحن مین کیاریان بنی ہوئی تھین - اُنمین گلاب اور بیلے کھلے ہوئے تھے - مندر کے محرابون پر لتائین چڑھی ہوئی تھین - کنوئین پر دو تین سادھو میٹھے ہوئے گانجے کے دم لگا رہے تھے - اندر گئی تو آنگن مین کئی گائین اور بھینسین بندھی ہوئی تھین - بچھڑے کلیلین کر رہے تھے - نو بج گئے تھے - ایک طرف دہی ملایا جا رہا تھا - دوسری طرف بڑی بڑی ہانڈیون مین دودھ گرم ہو رہا تھا - چارون طرف برآمدون مین کھونٹیون پر پنجرے لٹکے ہوئے تھے - اُنمین طرح طرح کی چڑیان پلی ہوئی تھین - ایک کنارے ایک ہرن کا بچہ کٹوری مین دودھ پی رہا تھا - گجراتی مجھے دیکھتے ہی ٹوٹ کر گلے ملی - اُسکے جسم پر ایک زیور بھی نہ تھا - گلے مین کنٹھی تھی اور کلائیون مین چاندی کی چوڑیان - مگر چہرہ پھول کی طرح شگفتہ تھا - بڑی بڑی آنکھون سے روحانیت ٹپک رہی تھی - تعزیت کے الفاظ ہونٹون تک آکر رک گئے - اسنے میرے دُبدھے کا صحیح اندازہ کر کے خود ہی پہل کی اور بولی - آؤ - بہن جی - تم سے ملنے کو بہت جی چاہتا تھا - بڑی راہ دکھائی - گھر پر تو سب کُشل ہے - بچے اچھی طرح ہین ؟

مین نے کہا، تمہارے یہان تو ایک پورا گؤشالہ کھل گیا -

گجراتی - ہان یہ گانوُن کے بچون کا گؤشالہ ہے - جندگی مین آدمی کو کچھ نہ کچھ کام تو کرنا ہی چاہیئے - یہ سب دودھ گانوُن بھر کے لڑکون کو پلاتی ہون - کبھی کبھی سادھو سنت لوگ آجاتے ہین اُنھین کچھ دیدیتی ہون - چڑیان دل بہلانے کے لئے پال رکھی ہین - اُنھین جانورون کے رکھ رکھاؤ مین دن کٹ جاتا ہے - بہن جی تم سے پردہ نہین کرتی، مجھ سے تو نراس ہو کے رویا نہین جاتا - اور کیون روؤن - پہلے اکیلے ستیہ دیو کے لئے سب کچھ کرتی تھی - اب گانوُن بھر کے بچون کے لئے کرتی ہون - جب

بچے آ آکر اپنا اپنا حصہ دودھ پینے لگتے ہیں تو مجھے جتنا آنند ملتا ہے وہ تم سے کہہ نہیں سکتی۔ سستیہ دیو یہاں رہتے تو یہ سکھ مجھے کہاں میسر ہوتا۔ کبھی کبھی برائی میں بھی بھلائی ہو جاتی ہے۔ گاؤں کے لوگ چارہ بھوسہ دیدیتے ہیں۔ مجھے میٹھے بجائے سینٹ میں جس ملتا ہے۔ بس اب ایک ہی لالسا اور ہے کہ گاؤں میں ایک چھوٹی سی دھرم سالہ بن جائے۔ مجھے آٹھوں پہر اسکی چنتا رہتی ہے۔ دیکھیں بھگوان کب تک یہ مراد پوری کرتے ہیں۔ مرنے سے پہلے اتنا کام اور ہو جاتا تو میرا جیون سپھل ہو جاتا۔ تمہیں بھی کچھ نہ کچھ میری مدد کرنی پڑے گی۔'

کتنی ہمت عالی تھی، کتنا پاکیزہ جوش خیر! میں اسکی جگہ پر ہوتی تو یا تو رو رو کر مر ہی جاتی یا زندہ بھی رہتی تو مردہ سے بدتر۔ بولی! ہاں ہاں تم کام شروع کرو۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکیگا اسمیں دریغ نہ کروں گی۔ تمہاری ہمت کو دھنیہ ہے کہ اکیلی جان پر اتنی بلائیں اٹھا رکھی ہیں۔ اتنے ثواب کا بوجھ لیکر کیسے سورگ میں جاؤ گی۔

(۶)

تھوڑے ہی دنوں میں گجراتی نے دھرم سالے کی تعمیر شروع کردی۔ قرب وجوار کے زمینداروں اور مہاجنوں نے مدد کی۔ کام چل نکلا اور چند ماہ میں ایک پختہ دو منزلہ عمارت کھڑی ہو گئی جسمیں پچاس آدمی بہ آسایش ٹھہر سکتے تھے۔ مگر ادھر تو دھرم شالہ بن رہی تھی ادھر گجراتی پر فالج کا حملہ ہوا۔ عنانہ روز کی مصروفیت بلائے جان ہو گئی۔ سال بھر تک علاج ہوتا رہا بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ سارا جسم ماؤف ہو گیا تھا۔ لیکن حیات باقی تھی۔ جان بچ گئی۔ ہاں دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے اور آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی۔ گوشالہ تباہ ہو گئی۔ چشمۂ فیض خشک ہو گیا۔ چڑیاں بند قفس سے آزاد ہو گئیں، کتے اور بلیاں، ہرن اور نیولا آوارہ گرد ہو گئے۔ ایکبار پھر لہلہاتا ہوا باغ ویران ہو گیا۔ میں بھی پرسش حال کے لئے گجراتی کے پاس پہونچی۔ اسکی بالکل کایا ہی پلٹ گئی تھی۔ بدن تار تار۔ چہرہ زرد۔ سر کے بال خال خال رہ گئے تھے۔ جیسے کسی نے پودھے کی ٹہنیاں اور پتے توڑ لئے ہوں صرف ٹھونٹھ باقی رہ گیا ہو۔ دونوں آنکھیں بیٹھ گئی تھیں۔ میں اسکی حالت دیکھکر رو پڑی۔ گجراتی نے کہا! بہن جی۔ تم خوب آئیں۔ بھینٹ ہو گئی۔ کون جانے اب ملنا ہو یا نہیں۔ اب تھوڑے ہی دنوں کی مہمان ہوں۔ اتنا کرنا کہ دھرم سالہ بنی رہے۔ اور اس سال اسکی مرمت ہوتی جائے۔

مین نے تشفی دیتے ہوئے کہا، اسکی طرف سے تم بے فکر رہو۔ مین اسکے لئے اسی موضع کا ایک حصہ وقف کردون گی۔ اب تو یہان اکیلے پڑے پڑے تمہاری طبیعت گھبراتی ہوگی۔ کوئی تیمارداری کرنیوالا بھی نہین۔ کیون نہ میرے ساتھ چلو۔ وہان بال بچون مین جی بہلتا رہیگا اور مین خود تمہاری خدمت مین حاضر رہون گی۔ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

گجراتی نے روکھی ہنسی ہنسکر کہا، جو کام زندگی بھر نہ کیا وہ اب کرون۔ تن پالون؟

مین نے ۔ کچھ آزردہ خاطر ہو۔ کہا۔ اسمین تن پالنے کی کون بات ہے۔ تمہارا اس حالت مین پڑا رہنا مجھ سے نہین دیکھا جاتا،

گجراتی کچھ جواب نہ دینے پائی تھی کہ چار پانچ عورتین گھونگھٹ نکالے ہوئے آگئین اور بولین بوا جی۔ آج تو بال کانڈ[1] ہوگا نہ۔ تھوڑا ہی تو رہ گیا ہے۔ اُسے آج سماپت[2] کردیجئے۔

گجراتی نے طاق کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ ہان۔ آج ہو جائیگا۔ رامائن اُتار لو۔

ایک عورت نے رامائن اُتار لی اور ایک ایک چوپائی پڑھنے لگی۔ گجراتی اسکے مطلب بھاتی جاتی تھی۔ مجھے ابتک نہ معلوم تھا کہ گجراتی نے اتنی استعداد بہم پہنچالی ہے۔ غور سے سُننے لگی۔ ڈیڑھ دو گھنٹے تک رامائن کی کتھا ہوتی رہی۔ ابھی یہ عورتین بیٹھی ہی تھین کہ گانون کی کئی لڑکیان آگئین۔ گجراتی انھین پڑھانے مین مصروف ہوگئی۔ اور دوپہر تک یہ شغل جاری رہا۔ اِسی دوران مین کئی عورتین اپنے بچون کو دکھانے بھی آئین۔ گجراتی انھین دیکھ دیکھ کر دوائین دیتی جاتی تھی۔ سادھو سنتون کے فیض صحبت سے اُسے اس فن مین ملکہ ہوگیا تھا۔

جب تخلیہ ہوا تو گجراتی نے مجھ سے کہا، تمہارے ساتھ چلون تو یہ سب کام کون کریگا؟ پڑے پڑے آرام سے کھانے مین یہ سُکھ کہان ملسکتا ہے؟

مینے اُسکی طرف معذرت کی نگاہون سے دیکھکر کہا، مین نہ جانتی تھی کہ اس حالت مین بھی تمنے اتنے پانون پھیلا رکھے ہین،

گجراتی بولی، کیا کرون بہن جی۔ مجھ سے اپاہجون کی طرح نہین رہا جاتا۔ مجھے ان کامون مین جتنا سُکھ ملتا ہے وہ سونے اور کھانے مین کبھی نہین ملسکتا۔ میرا تو جی اُکتا جائے۔ نہ جانے کیسے

---

[1] رامائن کا ایک باب۔ [2] ختم۔

لوگ اُس طرح رہتے ہین۔

میری آنکھین کھل گئین۔ زندگی کا کیسا اعلیٰ معیار ہے۔ بیشک یہی زندہ دلی روح حیات ہے۔ جو سانحات کی پرواہ نہین کرتی، جو نیرنگیٔ زمانہ سے بے اثر، ہر ایک حالت مین، خواہ وہ کتنی ہی خراب کیون نہو، خدمت اور ایثار کے راستے نکال لیتی ہے۔ نہین بلکہ ہر ایک پہلے سے بڑی مصیبت سے اسکے جوہر کھلتے جاتے ہین، زمانہ اُسے جتنا ہی پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے اُتنی ہی اُسکی ہمتین مضبوط ہوتی جاتی ہین۔ اُتنی ہی اُسکی نگاہین وسیع تر اور ارادے زیادہ بلند ہوتے جاتے ہین۔ جیسے کوئی اصیل گھوڑا مہمیز کی چوٹ کھا کر اور بھی طرارے بھرنے لگتا ہے۔

گجراتی ابھی زندہ ہے اور میرا موضع اُسی طرح اُسکی ذات سے فیض پا رہا ہے۔

پریم چند

ملک کے سامنے سب سے بڑا پروگرام یہ ہے کہ معاشرتی نظام مین ابتدا سے انتہا تک دوبارہ ترمیم و تنسیخ کیجائے تاکہ انفرادی اور قومی آزادی کے حصول کے لئے ایک آلہ ثابت ہوسکے۔ تمام معاشرتی تعلقات کی بنیاد انصاف۔ آزادی اور رضامندی پر ہونی چاہئے۔ اگر ہمارے پولٹیکل انسٹیٹیوشنون کی یہ صورتین قائم رہینگی۔ یہی تفریقین باقی رہینگی تو جمہوریت محض ایک خواب و خیال ثابت ہوگی۔ لہذا اسوقت سخت ضرورت اسکی ہے کہ ہر قسم کے تعصب اور خود پسندی کی مخالفت کیجائے۔ اسی تعصب و خود پسندی نے مذہب کو بیمعنی و فضول ثابت کر دیا ہے۔ اسوقت یہ ضرورت ہے کہ قومی انسٹیٹیوشنون کا ایک وسیع پیمانے پر سلسلہ قائم کیا جائے۔ تاکہ ملک کے نوجوان ترقی کرتے کرتے اعلیٰ درجے پر پہونچ سکین۔ آزادی کی دنیا مین زندگی بسر کر سکین۔ اور ایسا علم حاصل کرین جسکی وجہ سے گذشتہ فخر و ناز کی روح فنا ہو سکے۔ اور آیندہ کے متعلق اُمید افزا عقیدے پیدا ہون اور سب سے زیادہ موجودہ دور پر نہایت غور و فکر سے کام لیتے رہین۔

وی۔ جے۔ مسٹر پٹیل

ریلوے

آئے دن ریلوے کے متعلق کوئی نہ کوئی شکایت سُنی جاتی ہے اگر آج فرسٹ یا سیکنڈ کلاس مین بیٹھے ہوئے ہندوستانی مسافرون کی بے عزتی کا سوال پیدا ہوتا ہے تو کل ریزروڈ انٹر یا تھرڈ کلاس مین بیٹھے ہوئے اینگلوانڈین لوگون کا سوال اُٹھتا ہے جو ایک کرایہ دے کر ہندوستانی مسافرون کو جگہ نہ ملنے کی صورت مین بھی اپنے مخصوص محفوظ کمرون مین مزے سے بیٹھے ہوئے سفر کرتے رہتے ہین۔ اشیاے درآمد اور سودیشی چیزون پر محصول کا سوال تو روز کی بات ہے۔ مثلاً اگر ہندوستان کی بنی ہوئی دیاسلائی کی ڈبیان لاہور سے کلکتہ بھیجی ہون تو اُن پر کلکتہ سے لاہور آنے والی جاپانی ڈبیون کے مقابلہ مین زیادہ محصول لگیگا۔ اِسی طرح اور چیزون کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔ سیالکوٹ کارخانہ اوزار کے مالک نے صنعتی کمیشن کے سامنے اس بات کو خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا تھا۔

ایک اور شکایت ہے جو دیگر محکمہ جات سے بھی برابر تعلق رکھتی ہے۔ اور وہ محکمہ ریلوے مین بہت کم ہندوستانیون کا اعلیٰ عہدہ پانا ہے۔ محکمہ تعمیرات ریلوے سے کئی حالتون مین ملتا جُلتا ہے لیکن دونون محکمون کا مقابلہ کرنے پر معلوم ہوگا کہ جہان اول الذکر مین کئی ہندوستانی ایگزیکٹو انجنیر کے عہدے پر ممتاز ہین۔ وہان ریلوے مین بہت کم ہندوستانی ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ ملین گے۔

ہندوستانی مدبرون کی تقریرون سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نقائص کے دور کرنے مین جو بہترین طریقہ تجویز کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند خود ساری ریلون کا انتظام اپنے ہاتھ مین لے لے۔ اِس مطالبہ کی اہمیت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ موجودہ صورت حالات پر بھی ذرا روشنی ڈالی جائے۔

اسوقت ہندوستان کی ریلوں کا بہت سا حصہ گورنمنٹ کی ملکیت ہے۔ لیکن گورنمنٹ بہت تھوڑی ریلوں کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیے ہوے ہے مختلف کمپنیوں کو مختلف ریلین ٹھیکہ پر دیدی گئی ہین اس شرط کیساتھ کہ اگر اُنکا منافع ایک خاص حد سے متجاوز ہوجائے تو گورنمنٹ بھی اُسمین حصہ دار بن جاتی ہے۔ گورنمنٹ کی اُن ریلوں پر جو اختیارات ہین وہ اُن سے کچھ زیادہ نہین ہین جو کہ ہر گورنمنٹ ریلوے کمپنیوں پر اُن کو خاص خاص سہولتین دینے کی وجہ سے رکھتی ہے۔

چونکہ ان ہندوستانی کمپنیوں کے صدر دفتر لندن مین ہوتے ہین اس لیے وزیر ہند کی نزدیکی کی وجہ سے کمپنیان گورنمنٹ ہند کے اختیارات کا اثر کچھ زیادہ محسوس نہین کرتین اِن کمپنیوں سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ ہندوستانی شکایات کو سُن لینگی فضول ہے۔ کئی حالتون مین تو ہماری شکایات اُن کے ذاتی مفاد سے ٹکر کھاتی ہین مثلاً جب ہم یہ کہتے ہین کہ ہندوستان کی بنی ہوئی چیزون پر اگر باہر کی چیزون سے کم محصول نہین تو زیادہ بھی نہ لیا جائے تو ایک طرح سے ہم اُن کی منافعت مین خلل انداز ہونے کی کوشش کرتے ہین۔

وہ کمپنیان انگریزی کمپنیان ہین۔ اگر وہ ہم کو انگریزی مال کے مقابلہ مین محصولمین یکسان رعایتین کرین تو انگریزی مال کا مقابلہ کرنے کیلیے ہماری طاقت بڑھ جائیگی۔ قومی لحاظ تو ایک طرف۔ ممکن ہے کہ ان مین سے اکثر لوگ ولایت کے انھین صنعتی کارخانون کے حصہ دار ہون جن سے ہم مقابلہ کی کوشش کرتے ہین۔

ساتھ ہی ایک بڑا سوال یہ ہے کہ ہندوستان کی بڑی بڑی ریلین یا تو گورنمنٹ نے اپنے خرچ پر بنوائی ہین یا خاص رعایتین دے کر کمپنیون سے بنوائی ہین مثلاً یہ دستور رہا ہے کہ اگر کسی کمپنی کا ٹھیکہ منظور ہو جائے تو اُس کے سارے سرمایہ پر جو کسی ریلوے پر صرف ہو گورنمنٹ خاص شرح سود منظور کرتی ہے۔ بادی النظر مین یہ بات شاید کوئی بڑی بات معلوم ہو لیکن اگر بغور دیکھا جاے تو معلوم ہوگا کہ اس سے ہمارا کتنا نقصان ہے۔ اس اصول پر جو ریلوے پہلے پہل بنائی گئین۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سرکاری ریلوں سے دوگنی مہنگی پڑین۔

اور کبھی تو اُس سے بھی زیادہ قیمتی ثابت ہوئیں۔ اسکے معنی یہ ہین کہ ہمکو ہمیشہ کے لئے ایسے قرضوں کا سود بھرنے والا بنا دیا گیا ہے۔ دوسری طرف گورنمنٹ کے اس طرزِ عمل سے ریلون کے بننے کی رفتار بھی بہت تیز ہوگئی۔ ریلوے پروگرام پر بجٹ کی بحث مین ہمیشہ اعتراضات ہوتے رہتے ہین۔ جنگ یوروپ سے کچھ ہی دن پہلے ایک کمیشن نے فیصلہ کیا تھا کہ اٹھارہ کروڑ روپیہ سے زیادہ ریلون پر خرچ نہ کیا جائے۔ دیکھنا چاہئے کہ اس تجویز پر کہان تک عمل ہوتا ہے ابھی تک تو پابندی کے کوئی آثار نظر نہین آتے۔

تعمیر ریلوے کے تیزی ہی کا نتیجہ تھا کہ سنہ ۱۸۹۹ء تک کمپنیون نے اپنے سرمایہ کا سود بھی نہین نکالا۔ محکمہ فوج ایک ریلوے کی منظوری مانگتا تھا۔ تو پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ دوسرے کے لئے اور جب گورنمنٹ کے محکمون کا یہ حال ہو تو کمپنیون کے مطالبون کا کیا کہنا۔

سنہ ۱۸۹۹ء تک ہندوستانیون کی پاکٹ سے ۵۲ کرور روپیہ ٹکیسون کی صورت مین وصول کیا جاچکا تھا تاکہ گورنمنٹ اس سالانہ گھاٹے کو پورا کرسکے جو ان ریلون کی تعمیر مین واقع ہو۔ چند سال خوشحالی کے بھی آئے لیکن سنہ ۱۹۰۰ء مین پھر گھاٹا آموجود ہوا اُس کے بعد اب تک تو منافع ہی ہوتا رہا ہے اور اُمید کی جاتی ہے کہ اب چونکہ پبلک کچھ بیدار ہوگئی ہے۔ گورنمنٹ اس نفع والی بچت کو ہاتھ سے جانے نہین دے گی۔

سنہ ۱۹۰۱ء کے محیط کمیشن نے اِس تعمیری سرعت کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی ڈالی تھی۔ وہ یہ کہ گورنمنٹ ہند زمانہ سابق مین ریلون پر اتنی محو رہی ہے کہ اُسے باقی اور صیغون کے لئے خرچ نکالنے یا پروگرام بنانے کی فرصت ہی نہین ملی۔ نہرون کا ذکر بھی اِس سلسلہ مین کیا گیا ہے۔ نہرین ریلون سے زیادہ منافع بخش ہین اور اُنکے فوائد بھی بہت نمایان ہین متواتر قحط سے بچاؤ کے لئے ملک کو نہرون کی بیحد ضرورت ہے۔

ان ساری باتون کو خیال مین رکھتے ہوئے ہندوستانی مدبرون نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ رفع شکایات کے لئے لازماً کل ریلون کا انتظام گورنمنٹ خود اپنے ہاتھ مین لے لے مسٹر گوکھلے نے سنہ ۱۹۰۲ء مین بجٹ کی بحث مین اس تجویز پر زور دیا تھا۔ اسکے بعد سر وٹھلداس ٹھیکرسی نے والیسرائے کی کونسل مین سنہ ۱۹۱۲ء مین اس سوال کو اُٹھایا۔

اور بعدہ ۱۹۱۵ء مین سر ابراہیم رحمت اللہ نے اسی سوال کو پھر پیش کیا اور ۱۹۱۸ء مین مسٹر شرما نے اسکی بحث چھیڑی کیونکہ ۱۹۱۹ء مین ایسٹ انڈین ریلوے کمپنی کا ٹھیکہ ختم ہونیوالا تھا گورنمنٹ نے اِس سوال کو اسوقت ایک کمیشن کا وعدہ کرکے ٹال دیا۔ اور کمپنی مذکور کا ٹھیکہ دوسال کے لئے اور بڑھا دیا گیا۔ اب ٹھیکہ کی میعاد ۱۹۲۱ء مین ختم ہوگی۔ وہ کمیشن جسکا مسٹر شرما نے وعدہ کرا لیا تھا۔ آجکل ہندوستان مین گشت کر رہا ہے۔

گورنمنٹ نے وہ موٹے موٹے سوال جن پر کہ کمیشن راے طلب کریگا۔ شائع کردیئے ہین تاکہ اُن لوگون کو جو کہ کمیشن کے سامنے اپنی راے کا اظہار کرنا چاہتے ہین اپنی شہادت تیار کرنے مین آسانی ہو۔ بہت کچھ اس شہادت پر اور کمیشن کے ممبرون کی ذاتی راے پر منحصر ہوگا۔

آخر مین ایک بات کا اور ذکر کردینا بھی ضروری ہے۔ تمام دنیا مین اسوقت یہ ہوا چل رہی ہے کہ جو صنعتین عوام کی زندگی و ملک کی تجارت پر خاص اثر ڈالتی ہین انکو گورنمنٹ خود اپنے قبضہ مین رکھے اور انکا سارا انتظام بحیثیت ایک سرکاری محکمہ کے کیا جاے۔ جنگ کے تجربے نے بہت لوگون کو اس انتظام کی صحت کا یقین دلا دیا ہے اور لوگ سمجھ رہے ہین کہ کیون نہ وہ روپیہ جو نفع یا سود کی شکل مین پرائیویٹ کمپنیون کے قبضے مین جاتا ہے۔ خود گورنمنٹ کے پاس جائے تاکہ گورنمنٹ یا تو ٹیکس کم کرسکے یا ہمکو زیادہ آسانیان بہم پہونچا سکے۔ ہندوستان مین یہ معاملہ زیادہ پیچیدہ اور اہم ہوگیا ہے کیونکہ یہان کی تمام کمپنیان غیر ممالک کی ہی ہین اور انکا منافع نہ گورنمنٹ کے خزانے مین آتا ہے۔ اور نہ ہندوستانیون کے پلے پڑتا ہے۔ بالخصوص سوال یہ ہے کہ ہم ریلون کو انگریزی کمپنیون کے ماتحت رکھین۔ یا ہندوستان کی گورنمنٹ کے ماتحت یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ ہمارے سارے مطالبے منظور نہ کرسکے لیکن پھر بھی وہ کمپنیون کے بہ نسبت زیادہ تر ہمارے زیر اثر ہوگی۔ اور جسوقت ہمکو ذمہ دار حکومت مل جائے گی ہمین غیر ملکی سرمایہ کا سوال حل کرنا نہین پڑیگا۔

سری رام شرما

کلام اکبر

(از خان بہادر سید اکبر حسین صاحب)

اُمنگین ہین مرے دلمین جنون و عشق و وحشت کی
بھرا ُسمین بحث کیا اُفتاد ہی تجھے طبیعت کی

ہوائے نفس نے محروم رکھا اوجِ عرفان سے
بتون کے زیرِ پا دیکھی بلندی اپنی ہمّت کی

ٹھیک ہے مصرع کا مضمون قافیہ گو سخت ہے
اہلِ دل نالان ہون جس سے وہ بڑا کم بخت ہے

جو مضطرب ہے اُسکو ادھر التفات ہے
آخر خدا کے نام مین کوئی تو بات ہے

دخل واعظ صرف استحقاقِ جنت ہی مین ہے
فیصلہ جینے کے حق کا دستِ فطرت ہی مین ہے

کینہ و پیکار مین بھی یون تو ہے اِک حظِ نفس
زیست کا اصلی مزا لیکن محبّت ہی مین ہے

کیا خبر تھی کہ گناہون سے ہے عزّت میری
قابلِ دید ہے توبہ پہ ندامت میری

مین عیادت کا تقاضا نہین کرتا اُسلئے
اِتنا ہی کہتا ہون اچھی نہین حالت میری

قامتِ یار پہ حاوی جو ہوئی زُلفِ دراز
بل کی لیتی ہے کہ دیکھو یہ قیامت میری

کسکو امید ہے اسکی کہ یہ اچھا ہو گا
کون اِسوقت مین کرتا ہے عیادت میری

نفس نابینا حریص و طالبِ لذّات ہے
عقل کی خدمت فقط ترتیبِ محسوسات ہے

ان مشاغل مین تو اے اکبر نہین کچھ اوجِ دل
روح کی طاقت جو غالب ہو تو ہان اِک بات ہے

ہو رہا ہے ہر طرف قانونِ فطرت کا نفاذ
انقلابِ عالمِ فانی خدا کے ہات ہے

جو ہوا وہ کیوں ہوا اسکی تو تحقیق ہے بہت
چاہتا جو ہوں وہ کیونکر ہو یہ مشکل بات ہے

کام لیتا رہ امیدوں سے دعا کر صبر کر
امتحانِ زندگانی موردِ آفات ہے

مجھے حیات کی اب احتیاج ہی کیا ہے
مگر مروں نہ تو اسکا علاج ہی کیا ہے

سنا تھا کل کہ ترقی ظہور پائے گی
مگر جو غور سے دیکھا تو آج ہی کیا ہے

اکبر

فلسفۂ حیات

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرشت اسکی ہے مشکل کشی جفا طلبی

سکوت شام سے تا نغمۂ سحرگاہی
ہزار مرحلہ ہائے فغانِ نیم شبی

کشاکشِ زم و گرم تپ و تراش و خراش
ز خاکِ تیرہ دروں تا بہ شیشۂ حلبی

مقامِ بست و شکست و فشار و سوز و کشید
میانِ قطرۂ نیسان و آتشیں عنبی

اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تابِ ملتِ عربی

فغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

اقبال

سرما

(از حضرت اقبال محمد ہنگامی)

کچھ عجب طرز جہان ہے ایک سی حالت کہان ہے
آہ یہ رُت سردیون کی فصل ہے بیدردیون کی
صورتِ نرمی نہین ہے نام کو گرمی نہین ہے
دھوپ گویا پڑ کے پھیکی ہوگئی ہے آپ ٹھنڈی
کیونکہ اب جنبش ہوا کی جسمین تندی ہے بلا کی
سرد جھونکون مین وزان ہے خشک سازِ جسم وجان ہے
ساتھ ہی لیکر ہے اڑتی گرد کی گاڑھی سپیدی
یون مجسم ٹھنڈ گویا ہے جمائے نقش اپنا
جس سے اُن محنت کشون پر کام کرتے ہین جو باہر
اک مصیبت آرہی ہے یہ ستم دکھلا رہی ہے
جسم ہے تو پھٹ رہا ہے عضو ہے تو کٹ رہا ہے
کیونکہ جو پوشاکِ تن ہے وہ فقط جلدِ بدن ہے
اور یہی حالت بشر کی ہو رہی ہے ہر شجر کی
یعنی بے بس ہو رہا ہے اپنی پوشش کھو رہا ہے
یون جو سب پتے جھڑے ہین ٹھنڈی ٹھنڈ اب کھڑے ہین
تو سنائی ہے ہوائین صرف "سَن سَن" کی صدائین
جس سے اس دورِ حزن مین ایک سناٹا ہے بن مین
بیدلی پھیلا رہی ہے کیا اداسی چھا رہی ہے
ہے دلون پر جس سے طاری ایک حالت بیکسی کی
الغرض یون ہے نمایان سختیِ روزِ زمستان
جس سے بڑھ جانے کا ڈر ہے تو فزون جسم ضرر ہے

کیونکہ یہ موسم وہی ہے — یعنی دورِ غم وہی ہے
جس مین چھا جاتا ہے بادل — تو غضب ڈھاتا ہے بادل
کیسی فتنہ خیزیان ہین — کیا ستم انگیزیان ہین
ٹھنڈ سے کتنا ٹھٹھر کر — دل بنا پانی سے پتھر
رعد مین کیسی کڑک ہے — برق مین کیسی بھڑک ہے
جس سے خوفِ ژالہ باری — ہے دونون پر انکے طاری
جن کی کشتِ پُر نمو مین — پختگی ہے رنگ و بو مین
وقیعہ ہے جنکی یہ محنت — آج بھی جس کی بدولت
کچھ اُمیدون سے بھرا ہے — ہند کا دل کچھ ہرا ہے
کیا ہے ہیبت ناک منظر — کانپتی ہے خلق تھر تھر
برہمی پھیلی سمان مین — اضطراب آیا جہان مین
رنگ یون سب پر چڑھا ہے — ٹھنڈ کا قابو بڑھا ہے
ہان ابھی آغازِ سرما — تھا نشانِ سازِ سرما
کالنس جب پھولا تھا یکسر — پھول چھائے تھے فضا پر
یون جو اک اجلا سمان تھا — تو سپیدی سے عیان تھا
کچھ اثر دکھلا رہا ہے — وقت ایسا آ رہا ہے
ہے جو لے کر آنے والا — برف، اولا، اوس، پالا

کچھ عجب ہنگامِ سرما — ہے قریبِ شامِ سرما
چھپ گیا سورج اُفق مین — کیسی سرخی ہے شفق مین
تک رہے ہین جو یک سر — وحش کیا کیا محو ہو کر
کیونکہ رنگت مین تماشا — ہے طلوعِ شمس کا سا
یہ غرض کی انتہا ہے — طبع کتنی وہم زا ہے
یعنی دھوپ اب لے گی پھر — جلد اُسے گرمائے گی پھر
جو ہے ہر سو آشکارا — سخت سردی کا نظارا
ہے نمی یک خلا مین — بکھرا اُڑتا ہے ہوا مین

کیا برودت چھا رہی ہے | ٹھنڈ بڑھتی جا رہی ہے
جو بڑھے گی تا حدِ شب | کیونکہ ہے اب آمدِ شب
چاند کا پھیلا اوجالا | صاف اور ٹھنڈا اُجالا
ٹھنڈ گویا خود نکھر کر | رہ گئی ہر سو بکھر کر
جس سے ڈر کر اب تو بارے | چھپ گئے کتنے ستارے
ہین جو باقی کچھ فلک پر | کانپتے ہین آہ تھر تھر
یہ سمان چرخِ برین کا | عکسِ جزوی ہے زمین کا
ٹھنڈ سے روکھا ہے منظر | رنگ سے پھیکا ہے منظر
اِک سکوت افزا نظارا | ہے تمامی آشکارا
وحشیں پنہان ہین بنون مین | اور انسان مسکنون مین
کم نہین سردی جہان کچھ | اِک ہوا سے ہے امان کچھ
ان امیرون کے محل مین | گرمیان یون ہین عمل مین
کچھ تو پوشش کی سبب گرمی | اور کچھ آتش کی ہے گرمی
اُسپہ فرطِ عیش کوشی | وصلِ یار اور بادہ نوشی
قہرِ رب کا اُنکو ڈر کیا | اُن غریبون کی خبر کیا
جن کے دم سے ہے مہیّا | رخت اُن خوش فعلیون کا
اور نہین کچھ جسکو اکثر | اوڑھنے تک کو میسر
گرمیون کا جن کے سارا | آگ ہی اب ہے سہارا
یا کہین تنکون کے اندر | کاٹتے ہین رات یکسر
یا خدا کیسا غضب ہے | مصلحت ہے یا سبب ہے
رنج و محنت ہو کسی کو | حظِّ راحت ہو کسی کو
الغرض سارے جہان مین | بیشتر ہندوستان مین

سحر جب آتا ہے سرما
یون ہی کٹ جاتا ہے سرما

اقبال ورما سحر ہتگامی

مبارکباد سالِ نو

(از منشی مہاراج بہادر برق - بی - اے - دہلوی)

نو روز لے کے آیا ہے پیغامِ انبساط ۔۔۔ ہو رشکِ صبحِ عید یہ روشن سحر تجھے
دامن گُلِ مراد سے تیرا بھرا رہے ۔۔۔ آمد ہو سالِ نو کی مسرت اثر تجھے
محفوظ چشمِ زخمِ زمانہ سے تو رہے ۔۔۔ پہونچا سکے نہ تیغِ حوادث ضرر تجھے
سرمست ساغرِ مئے حُبِّ وطن ہو تو ۔۔۔ ہون اسکے گھونٹ راحتِ قلب و جگر تجھے
تو خدمتِ وطن مین رہے غرق رات دن ۔۔۔ خواب و خیال مین ہو نہ فکرِ دگر تجھے
حاصل تجھے متاعِ قناعت سے ہو سکون ۔۔۔ رکھے نہ مضطرب ہوسِ مال و زر تجھے

راحت ملے، ہوائے زمانہ ہو سازگار
راس آئے برق کی یہ دعا سر بسر تجھے

برق دہلوی

مبارکباد نوروز

(از منشی تلوک چند محروم بی - اے -)

مکرمی منشی مہاراج بہادر برق - بی - اے - دہلوی نے اسی نوروز کی تقریب مین سات شعر کا قطعہ جو لکھکر بھیجا
مین اسپر مصرع لگاکر اپنے مخلص دوست اور اپنی طرف سے ناظرین زمانہ کی خدمت مین پیش کرتا ہون

محروم

خورشید سالِ نو ہے کہ ہے جامِ انبساط ۔۔۔ کیا فال نیک ہے پئے ایامِ انبساط
آئین گے پیے بہ پیے سحر و شامِ انبساط ۔۔۔ نوروز لے کے آیا ہے پیغامِ انبساط
ہو رشکِ صبحِ عید یہ روشن سحر تجھے

جان بخش تجھکو دہر کی آب و ہوا رہے　　باغِ جہان مین نخلِ تمنا ہرا رہے

دل پر بہارِ تازہ کا عالم سدا رہے　　دامنِ گلِ مراد سے تیرا بھرا رہے

آمد ہو سالِ نو کی مسرت اثر تجھے

فرحت دہِ ریاضِ جہان مثلِ بو رہے　　دم تیرا نازشِ چمنِ آرزو رہے

مانندِ گل شگفتہ دل و تازہ رو رہے　　محفوظ چشمِ زخم زمانہ سے تو رہے

پہونچا سکے نہ تیغِ حوادث ضرر تجھے

روشن دلی مین شمعِ سرِ انجمن ہو تو　　آزادگی مین مثلِ نسیمِ چمن ہو تو

تازہ کنِ مسرتِ بزمِ کہن ہو تو　　سرمستِ ساغرِ مئے حبِّ وطن ہو تو

ہون اسکے گھونٹ راحتِ قلب و جگر تجھے

ہو کر فدائے اہلِ وطن شاد شاد جی　　ایسے مین موت آئے تو ہے اصل زندگی

حق سے ہی تیرے حق مین مری تو دعا یہی　　خدمت مین تو وطن کی رہے محوِ بےخودی

اسکے سوا نہ آئے خیالِ دگر تجھے

تیری نظر مین فکرِ کم و بیش ہو زبون　　کم بھی ملے تو شکرِ خداوند ہو فزون

گل کی طرح نہ زر کے لئے دل ترا ہو خون　　حاصل تجھے متاعِ قناعت سے ہو سکون

رکھے نہ مضطرب ہوسِ مال و زر تجھے

ہر صبحِ سالِ نو ہو تجھے صبحِ نو بہار　　ہر شام شامِ وصلِ عزیزانِ غمگسار

کلفت ہو دور۔ دل ہو مسرت سے ہمکنار　　راحت ملے۔ ہوائے زمانہ ہو سازگار

راس آئے برق کی یہ دعا سر بسر تجھے

تلوک چند محروم

لطفِ سخن

فکرِ تازہ لسان الملک حضرت ریاض

مے رہے مینا رہے گردش مین پیمانہ رہے — میرے ساقی تو رہے آباد میخانہ رہے
حشر بھی تو ہو چکا رخ سے نہین اُٹھی نقاب — حد بھی آخر کچھ ہے کب تک کوئی دیوانہ رہے
کچھ نہین ہم دل جلون کی بیقراری کچھ نہین — تیری محفل وہ ہے جسمین شمع پروانہ رہے
گورے ہاتھون مین بنے چوڑی خطِ ساغر کا عکس — اِس ادا سے ہاتھ مین نازک سا پیمانہ رہے
کم سے کم اتنا اثر ہو۔ جو سُنے آجائے نیند — بیکسون کی موت کا دنیا مین افسانہ رہے
دانۂ انگور سے نکلے سلے مینا سے سبز — دخترِ رز بزم مین کیون بے حجابانہ رہے
رات کو جا بیٹھتے ہین روز ہم مجنون کے پاس — پہلے اَن بَن ہو چکی ہے ابتو یارانہ رہے
حشر ہے تم شرم کے پُتلے نہ بن جانا کہین — چال اِٹھلاتی ہوئی اندازِ مستانہ رہے
تاب اُسکی لا نہین سکتے کبھی نازک دماغ — بارِ سر ہے دورِ سر سے تاجِ شاہانہ رہے
اُنکے کہنے سے کبھی یون کہہ لئے دو چار شعر — رات دن فکرِ سخن مین کون دیوانہ رہے
اِن بتون کے چلتے ہمنے دل کو پتھر کر لیا — بُت رہے کوئی نہ یارب کوئی بتخانہ رہے
طور پر آئین نہ میرے سامنے یون ہی سہی — ہان ذرا طرزِ تکلّم بے حجابانہ رہے

زندگی کا لطف ہے اُڑتی رہے ہر دم ریاض
مین ہون۔ شیشے کی پری ہو۔ گھر پریخانہ رہے

فکرِ تازہ مولینا ابو العلا ناطق لکھنوی

حُسن سے خلوت مین بھی شوقِ رسا ہمدوش ہے — آپکا منظر ہے اور آئینہ کا آغوش ہے

کہہ نہین سکتا زبان سے دلمین کتنا جوش ہے　　آہ اِس دفتر کا شیرازہ لبِ خاموش ہے
کچھ تو سرگرمِ سخن ہو اے زبانِ شعلہ ریز　　کالعدم ہے شمع کی ہستی اگر خاموش ہے
میکشانِ عشق کا ہے رنگ دُنیا سے جُدا　　جتنی قوت جسمین ہے اُتنا ہی وہ بیہوش ہے
جلوہ فرما تو ہوا اور نغمہ سرا تیری صدا　　ورنہ بمعنی جہان مین لفظ چشم و گوش ہے
کرتے ہین شرحِ دو عالم رُخ کے سب نقش و نگار　　گو کہ وہ تحریرِ مصحف کی طرح خاموش ہے
کھو دیا اپنے کو یہ تھی اُسکے ملنے کی سبیل　　میری بیہوشی - دلیل انتہائے ہوش ہے
غیر اُس ناآشنا سے خاک ہو سیرابِ وصل　　تشنہ لب ساحل ہی گو دریا سے ہم آغوش ہے
اُسنے دیکھا تھا کنکھیون سے یہ کیا جانے کوئی　　زخم کے دامن مین ہر ناسورِ دل رُوپوش ہے
ہے نقابِ چہرۂ معشوق - عاشق کی خودی　　اپنے حق مین پردۂ غفلت خود اپنا ہوش ہے
دیدۂ مشتاق داغِ سرمہ تھا اُسکے لئے　　لیکن اُسکی ذات کا خود حُسن پردہ پوش ہے
عشق نے روحِ سخن پھونکی ہے اور غافل مین ہم　　ہر صدا انسان کی اِک نالۂ بیہوش ہے

ابتدا سے آجتک ناطق کی ہے یہ سرگذشت
پہلے چُپ تھا - پھر ہوا دیوانہ - اب بیہوش ہے

نتیجہ فکر جناب شبیر حسنخانصاحب جوش ملیح آبادی

ساری دُنیا ہے ایک پردۂ راز　　ہائے تیرے حجاب کا انداز
موت کو اہل دل سمجھتے ہین　　زندگانیٔ عشق کا آغاز
مر کے پایا شہید کا رُتبہ　　میری اِس زندگی کی عمر دراز
کوئی آیا تری جھلک دیکھی　　کوئی بولا سنی تری آواز
ہم سے کیا پوچھتے ہو ہم کیا ہین　　دشت مین ایک گم شدہ آواز
تیرے انوار سے لبالب ہے　　دل کا سب سے عمیق گوشۂ راز

صفحے

نیاز فتحپوری
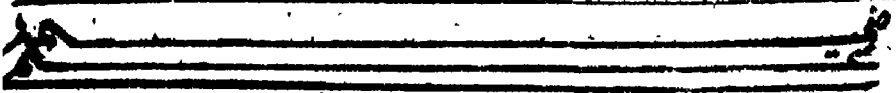
ادب اُردو مین جو اضافہ حضرت نیاز فتحپوری نے اپنی حُسن تراکیب، رفعت خیالات اور طرز بیان سے کیا ہے۔ یہ وہ ارباب ذوق کے پیش نظر ہوگا، اور مجھے ضرورت نہین کہ مین اس پر کوئی تفصیلی بحث کرون اسوقت مین انکی طرز تغزّل کی تنقید کرنا چاہتا ہون، اور اسکی ضرورت اس لیے محسوس کرتا ہون کہ اسوقت تک اُنھون نے اپنی اُردو غزلون کی اشاعت کیطرف مطلق متوجہ نہین کی ہے۔ حُسنِ اتفاق سے اُن کی غیر مطبوعہ چند غزلون کا ایک قلمی مسودہ میرے ہاتھ لگ گیا ہے۔ مین دکھلانا چاہتا ہون کہ جس صنف سخن سے وہ اس قدر بے نیاز ہین وہ کس قدر اُن کی رہین منت ہے۔

مین نے جہان تک ان کے مضامین نظم و نثر کا اندازہ کیا ہے یہ معلوم کر سکا ہون کہ اُنکی کامیابی کا بڑا راز صرف اُنکا طریق بیان ہے، جو اپنے رنگ مین یکتا، اور اپنی خصوصیت مین فرد ہے،

اُنکی علمی قابلیت بھی محتاج تفصیل نہین، انگریزی مین اُنکو کیسا درک ہے؟ اسکا اندازہ گیتانجلی کے ترجمہ (عرض نغمہ) سے ہو سکتا ہے، بھاشا وہ کیسی جانتے ہین؟ اسکے لیے اُنکی تصنیف جذبات بھاشا موجود ہے، عربی کا حال معلوم کرنے کیلیے اُنکے عالمانہ مذہبی مضامین بس ہین، اور فارسی کے مہارت کا ثبوت اُن کا فارسی کلام ہے۔ تاہم ہر اُس شخص کیلیے جو السنہ مغربی و مشرقی کا ماہر ہو، یہ ضروری نہین کہ اُسکا اسلوب بیان بھی دلکش ہو جب تک اُسے یہ قدرت حاصل نہو کہ وہ اپنے مخاطب کو ایک خاص طریقہ خطاب سے متاثر کر سکے۔

چنانچہ یہی صفت ہے جس نے حضرت نیاز کے مضامین کو تمام اس سے کہ وہ نثر ہون یا نظم، قبولیت کی سند بخشی ہے، جن حضرات نے اِنکی نظم و نثر کا غائر مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہین کہ اُنکی طبیعت دقت پسند واقع ہوئی ہے، وہ کبھی پامال و فرسودہ مضامین کو ہاتھ نہین لگاتے اور

اس لیے اُن کو جدید تشبیہات و استعارات کی تلاش مین، خاص خاص ترکیبون سے مدد لینی پڑتی ہے جس سے فی الجملہ ان کا کلام ادق ہو جاتا ہے لیکن حیرت ہے کہ وہی شخص جو اور طرح اسقدر دقیق النظر ہے تغزل مین اپنے اس رنگ کو بالکل چھوڑ دیتا ہے، اور صرف جذبات کے سادہ سادہ اظہار پر قانع ہو جاتا ہے، اور نیاز کے مذاق سلیم کا اس سے بڑھکر اور کوئی ثبوت نہین ہو سکتا۔ غزل کے علاوہ نظم مین اُنکا معیار خیال صرف یہی نہین ہوتا کہ مطلب ادا ہو جائے، بلکہ الفاظ کی شوکت اور موزونیت بھی خاص رنگ مین ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکی نظم ہمیشہ ایک خاص دلکشی رکھتی ہے۔

اُن کے مضامین نثر مذہب اور ادب دونون پر مشتمل ہوتے ہین، اور دونون کیلیے اُن کا رنگ جداگانہ ہے،

اب مین تنقید شروع کرتا ہون۔ لیکن یہ کہدینا چاہتا ہون کہ مین فن شاعری کے متعلق کچھ نہ کہونگا، البتہ بہ لحاظ جذبات بتاؤنگا کہ کن مختلف کیفیات کے زیر اثر کس طرح مختلف انداز کے جذبات نظم ہوے نیاز کے کلام مین مختلف اثرات سے متاثر ہونیکی قابلیت پائی جاتی ہے۔ آپ اُن کی غزل مین تشبیہات کم پائینگے، لیکن ساتھ ہی کوئی شعر کنایہ سے خالی نہ ہوگا، اور طرز بیان کا انوکھا پن اپنے نمایان انداز مین نظر آئیگا۔ ایک غزل کا شعر ہے،

آرام دن کا، رات کا سونا، سکون دل،
ہان تم سے چھوٹ کے کون سی راحت نہین مجھے

طنز کی کیسی نادر مثال ہے، یہ نہین کہا کہ تم سے چھوٹ کر مین تکلیف مین ہون، لیکن انداز بیان نے یہی مفہوم پیدا کر دیا۔ راحتون کے حصول سے انکا عدم حصول بتلانا ایک خاص لطف دے رہا ہے۔

بالین پہ آئے ہو تو نہ بیٹھو جھکا کے سر
اچھا ہون۔ اب تو کوئی شکایت نہین مجھے

انداز بیان دیکھیے۔ کہ اس کہنے کے باوجود، اچھا ہون، اب مجھے کوئی شکایت نہین ہے" یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ مین اچھا بھی نہین ہون اور مجھے شکایتین بھی بہت ہین۔ لیکن اب کہ جلد ہی اپنی رشتۂ حیات کے قطع ہو جانے کا یقین ہے جس کا اندازہ محبوب کے بالین پر آنے اور سر جھکا کر بیٹھ جانے سے بخوبی ہو جاتا ہے یہ ظاہر کرتا کہ اب تمھارے آجانے پر مجھے کوئی شکایت باقی

نہین یہی وہ پاکیزہ جذبہ محبت ہے جس کا اثر براہ راست دل پر ہوتا ہے

پھر ہاتھ میرے سینہ پہ رکھکر کہو کہ ضبط — پھر مین کہون کہ اسکی تو طاقت نہین مجھے

اس شعر مین حقیقتاً اپنی تکلیف کو ناقابل ضبط ظاہر کرنے کیلیے، ایک خاص انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی تم برابر ضبط کی ہدایت کرتے جاؤ، اور مین برابر یہی کہتا جاؤنگا کہ اس کی طاقت مجھ مین نہین ہے، لیکن اسکے ساتھ فی المعنی یہ ظاہر کر دیا کہ تمھارا سینہ پر ہاتھ رکھکر ضبط کی فرمائش کرنا خود ایک ضبط ربا امر ہے، اِس شعر کو نہایت بلند کر دیتا ہے۔

مانا کہ مستحق محبت نہین ہون مین — یہ بھی نہ کہہ مگر کہ محبت نہین ہے مجھے

اس شعر مین بالکل واردات قلب لکھے گئے ہین، اور ایسے استادانہ طرز سے کہ کیفیت کا اظہار الفاظ سے ناممکن ہے، باوجود عدم استحقاق الفت کے، محبوب کی زبان سے بے محبتی کا اظہار نہ چاہنا حقیقتاً محبت کا ایک نازک جذبہ ہے اسی غزل کا مقطع ہے۔

وہ نزع مین نیاز کا لکھ بیٹھنا اوسے — آؤ نہ اب کہ صدمۂ فرقت نہین مجھے

موت کو ایسے نفیس کنایہ کی صورت مین بیان کرنا کہ اب عہد فرقت ختم ہوتا ہے کسقدر خوب ہے

دوسری غزل کا ایک شعر اور اسی مفہوم کا ہے۔

یہ زود ڈال دو اب میرے مُنھ پہ تم چادر — اور اُن سے کہدو کہ اب مجھکو انتظار نہین

اِس شعر کی داد دینے کیلیئے کافی الفاظ میسّر نہین ہین، اک تیر ہے کہ دل مین پیوست ہوا جاتا ہے۔ شعر مین کسی جگہ موت کا ذکر نہین کیا گیا، لیکن پھر بھی اُسکی ایک مکمل تصویر کھینچدی ہے

دونون اشعار مین لفظ "وہ نہین" ایک خاص کیفیت پیدا کرتا ہے

عیان ہے سب پہ کہ دلکو ذرا قرار نہین — کہون یہ کیسے مجھے اُن کا انتظار نہین

اِس وقت جبکہ بیقراری دل سبکو معلوم ہو چکی ہے اُسکے انتظار کا نہ ہونا کبھی باور نہین ہوسکتا اسلیئے شاعر خود اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ یہ بات کیسے کہون اس استفہام نے یہان عجیب لطف پیدا کر دیا ہے۔ اسی غزل کا ایک شعر ہے

مین تمکو دیکھکے اللہ جانے کیون چپ ہون — یہ کیسے جانا کہ دل میرا بے قرار نہین

اِس شعر مین اللہ جانے، اور کیون چپ ہون، ان دونون فقرون نے قیامت برپا کر دی ہے۔

یہی مین کیون نہ کہون تیرا حُسن ہی ہے بلا ‌ ‌ ‌ یہ کیون کہون کہ مجھے دلپہ اختیار نہین

نیاز کے تغزل کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے حقیقی مقصود کو ہمیشہ استعارات وکنایات مین ظاہر کرتے ہین۔ اگرچہ اس شعر مین صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ "تمھارے حُسن کو دیکھکر دل بے اختیار ہوجاتا ہے" لیکن انداز بیان سے یہ معمولی خیال نہایت بلند ہوگیا ہے یعنی اپنے دل پر تو مجھے کامل اختیار حاصل ہے، لیکن اسکا کیا علاج کہ تیرا حُسن ہی بلا ہے، ضمنی طریقہ مین حُسن معشوق کی تعریف اور اپنے اضطرابِ دل کی توضیح کسقدر لطف خیز ہے! اسی رنگ کا دوسرا شعر ہے۔

گھڑی گھڑی نہ ادھر دیکھئے کہ دلپہ مجھے ‌ ‌ ‌ ہے اختیار پر اتنا بھی اختیار نہین ہے

دوسرے مصرع مین "ہے" "اختیار" عجیب کیفیت پیدا کررہا ہے۔

تمھین بتاؤ کہ پھر کس پہ رحم ہوتا ہے ‌ ‌ ‌ مین خستہ حال نہین ہون کہ دلفگار نہین

یہ شعر ایک خاص رنگ مین ڈوبا ہوا ہے اُسکے انداز بیان کی کافی داد نہین دی جاسکتی دوسری غزل کا مطلع ہے۔

نہ دنیا کا ہون مین نہ کچھ فکر دین کا ‌ ‌ ‌ محبت نے رکھا نہ مجھکو کہین کا

شعر مین جذبات کی فراوانی احاطۂ تشریح سے باہر ہے۔ خاص میر کا رنگ ہے

اُسے کہہ تو اب آستانہ دگر نہ ‌ ‌ ‌ وہ ایک نقش ہے میری لوح جبین کا

ہے ہر لب پہ ذکر آستانے کا اُنکے ‌ ‌ ‌ کوئی نام لیتا ہماری جبین کا

پہلے شعر مین آستانۂ یار کو عاشق کے لوح جبین کا نقش بتلانا ایک نہایت نازک اور کیفیت انگیز خیال ہے۔ دوسرے شعر مین قریب قریب اسی جذبہ کو کسیقدر حسرت آمیز لہجہ مین ادا کرنا نیاز کے کمال فن کی دلیل ہے۔ اسی غزل کا ایک عجیب وغریب شعر ہے۔

چھٹے مجھسے احباب ایک ایک کرکے ‌ ‌ ‌ بُرا ہو میری طبع اندوہگین کا

شاعر نے اپنے حال کی کتنی مکمل تصویر کھینچی ہے۔ ایک غزل چھوٹی بحر مین ہے۔

یون تو ہے زخم اک دہان خموش ‌ ‌ ‌ کیا مگر چارہ بیان خموش

کیس شان کا مطلع ہے۔ زخم کو دہان خموش کہکر پھر بیان خموش سے اُسکی مناسبت دکھلانا کمالِ شاعری ہے۔ بیان کی صفت خموشی قرار دینا صرف حضرت نیاز کا ہی رنگ ہے کہ وہ متضاد الفاظ

کے اجتماع سے عجیب لطف پیدا کر دیتے ہین۔

جانے کیا کہہ گئی پتنگون سے ؎　　صبح کو شمع کی زبان خموش ؎

اس شعر مین خاص لطف یہ ہے کہ شمع کی گفتگو پتنگون سے کہین ظاہر نہین کی گئی لیکن صرف ایک لفظ "صبح" سے سب کچھ معلوم ہوجاتا ہے کہ وقت سحر شمع کی کیا حالت ہوتی ہے۔

نہ کھلا راز خط پیشانی ؎　　ہون مین ممنون آستان خموش

شاعر کے بیان سے ظاہر ہے کہ اُسنے آستانۂ محبوب پر بہت جبہ سائی کی ہے لیکن یہ آستانہ کی شریفانہ رازداری ہے کہ وہ خط پیشانی کے نقوش کو ظاہر نہین کر دیتا جو شاید دونون کی رُسوائی کا باعث ہوتا

حُسن محمل کے ساتھ دل بھی چلا ؎　　شوق کا یعنی کاروان خموش

دل کو کاروان شوق کہنا اور پھر وہ بھی خموش، خوب ہے آرزوون کا ہجوم، اس سے بہتر طریقہ مین نہین دکھلایا جا سکتا تھا "یعنی" کا لفظ درمیان مصرع کیا لطف دے رہا ہے، وہ کہہ سکتے تھے "یعنی حسرت کا کاروان خموش" لیکن ایک مصرع کے دو ٹکڑے کرکے درمیان "یعنی" لانا اُستادانہ انداز ہے۔

تمنے دیکھا نہ حال زار مرا ؎　　نہ سُنی میری داستان خموش

دوسرا مصرع پہلے مصرع کی تفسیر ہے یعنی میرے حال زار کا دیکھ لینا گویا میری داستان خموش سُن لینا تھا۔ دیکھنے کو "سُننا" اور "حال زار" کو "داستان خموش" کہنا اور اس قبیل سے ایک کیفیت کو دوسری متضاد کیفیت ثابت کر دکھانا کلام نیاز کی ایک باالامتیاز خصوصیت ہے۔ دو مصرعون مین اس طریقہ سے ایک ربط معنوی پیدا کرنا شاعر کے حُسن بیان اور قادر الکلامی پر دلالت کرتا ہے مقطع یہ ہے۔

ہمنے دیکھا تھا ہے وہی تو نیاز　　لاؤبالی سا ایک جوان خموش

دوسری غزل کا ایک شعر ہے

حُسن ہے اک سکون استغنا　　عشق تکرار مدعا کی خلش ؎

نیاز کا یہ مخصوص طرز ہے کہ وہ مختصر الفاظ سے بڑے گہرے مطالب ادا کیا کرتے ہین چنانچہ اس شعر مین و "حُسن"، "عشق" کی تعریف صرف ایک مختصر فقرہ مین کر دی ہے۔ حُسن کو "سکون بے نیازی" اور پھر مقابلہ مین عشق کو "تکرار مدعا کی خلش" کہنا یہ گوئی کی ایک بہترین مثال ہے ایک غزل کا شعر ہے۔

خدا وہ دن کرے جب تھک کے مین بیزار ہوجاؤن ؎ مین اپنی زندگانی یعنی اس اُمید تنہا سے

مین دکھا چکا ہون کہ نیاز "یعنی" کا صرف خوب فرماتے ہین چنانچہ اس جگہ بھی زندگانی کو اُمید تنہا کہنا کسقدر معنی خیز ہے! کیونکہ تنہا امید پر زندہ رہنا بھی درحقیقت ایک یاس ہے جس سے بالآخر بیزار ہوجانا قدرتی ہے۔ دوسرا شعر ہے۔

زمان یاس مین بھی گاہے گاہے رسنے لگتا ہے ؎ وہ زخم دل چلا آتا ہے جو عہد تمنا سے ؎

زمانۂ یاس مین زخم کا رِسنا ایک پامال خیال تھا اسلیئے نیاز نے اس پیرایہ مین ظاہر کیا کہ یون زمان اُمید مین زخم رِساہی کرتا ہے کیونکہ شوق کامیابی کی مسرت دل کو جسقدر مضطرب کرتی ہے اُتنا ہی زخم آزردہ تر ہوجاتا ہے لیکن کبھی کبھی زمانۂ یاس مین بھی اُمید کی جھلک نظر آتی ہے جو اُس زخم کے رسنے کا باعث ہوتی ہے۔ اس جھلک کی وجہ بقول بیدل ؎

نااُمیدی و یک جہان اُمید ؎ ؎ ناتوانی و کوشش جاوید

یعنی عاشق کے یاس و امید کے لیے کوئی وقت مقرر نہین ہے وہ کبھی بالکل ناامید ہوجاتا ہے اور کبھی سراپا امید۔ شعر مین "عہد تمنا" سے مدّت یاس کس خوبی کیساتھ دکھلائی گئی ہے۔ ایک غزل یہ ہے

؎ چاہتے ہین وہ کہ اظہار محبت چھوڑ دون یعنی اُلفت چھوڑ دون اُسکی حکایت چھوڑ دون

یہان بھی "یعنی" کا استعمال قابل داد ہے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ شکوہ محبّت ہی گویا الفت اور اُس کی حکایت ہے اور یہ بالکل درست ہے کیونکہ تعلقات جسقدر مضبوط ہوتے ہین اُسیقدر نازک ہوتے ہین اور جسیقدر نازک ہوتے ہین اُسیقدر اُنکی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے جنکا محفوظ رکھنا شاید کسی کے امکان مین نہین۔ اسلیئے شکایت کا سبب پیدا ہونا بھی ناگزیر ہے دوسرے شعر مین اسی مطلب کو واضح کیا ہے

تم سے ملکر بس یہی جی چاہتا ہے کچھ کہون کیا کہون گر شکوہ سنجی ہائے اُلفت چھوڑ دون

یعنی تمسے ملنے پر مجھ سراپا عشق کے پاس گفتگو کیلیئے اگر کوئی مضمون ہوتا ہے تو یہی کہ الفت کی شکوہ سنجیان کرون پر تمھارا منع کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ تم مجھسے محبّت نہ رکھو کیونکہ بقائے محبّت کیلیے شکوہ سنجی لازم ہے پہلے مصرع مین "کچھ کہون" دوسرے مصرع مین "کیا کہون" بہت ہی پُرلطف ہین۔

دیکھکر اُنکو مری آنکھون مین آنسو بھی نہ آئین کسطرح اظہار شوق بے نہایت چھوڑ دون

نیاز نے جن جذبات سے متاثر ہوکر اس شعر کو کہا ہے وہ یہ ہین کہ اُنکو دیکھ لینے پر مجھ مین قدرت باقی نہین رہتی کہ بہنے آنسوؤنکو روک لون یہ تو بے اختیارانہ بات ہے پر اے ناصح مین اپنے شوق بے پایان کا

اظہار کیونکر چھوڑ دون کیسا لطیف انداز بیان ہے!

کیا یہ انجام محبت مجھکو پھر چھوڑے کہین گر خیال ابتدائے عہد الفت چھوڑ دون

صاف معلوم ہوتا ہے کہ انجام محبت اچھا نہین کیونکہ اُس حالت مین تو یہ خیال کبھی نہ آتا کہ ابتدائے عہد الفت کی یاد قائم رکھی جائے تاکہ معشوق کی دیرینہ التفات کا خیال اسوقت کی بے التفاتیون کی تلافی کر سکے محبوب کا احترام باقی رکھنے کیلیئے اپنی موجودہ حالت سے متاثر نہ ہونا اور اُسکی پچھلی باتونکو اپنے لیے ذریعۂ تسکین بنانا کیا لطیف جذبہ ہے۔

جان دیدون کیون نہ گر کر اُسکے قدمونپر نیاز شکر احسان چھوڑ دون اظہار منت چھوڑ دون

کیا اچھوتا خیال ہے۔ معشوق کے قدمون پر گر کر شکر احسان اور اظہار منت شاعر کی نگاہ مین وہ وقعت نہین رکھتا جسکا بلند ترین معیار "معشوق کے قدمونپر گر کر جان دیدینا" ہے ۔ دوسری غزل ہے۔

اے شب اوداس تنہا تو ہی مگر نہین ہے مین ہی تو دیکھتا ہون وہ جلوہ گر نہین ہے۔

اپنی غمگینی سے تنہا اپنے کو نہین، بلکہ اپنے ماحول کو بھی اوداس دیکھنا، شاعر کے جذبہ کی وسعت کس خوبی سے دکھلا رہا ہے۔ اسی غزل کا شعر ہے

بیٹھے ہین چشم خونین کھولے ہوئے ہم اپنی کوئی بھی دل کا لیکن پیغام بر نہین ہے۔

کیسا عاجزانہ انداز بیان ہے۔ چشم خونین کھولکر انتظار پیغامبر کرنا اور پھر اکتا کر یہ کہدینا دل کا پیغامبر کوئی نہین، شاعرانہ اعجاز ہے۔ لطف یہ کہ الفاظ مین دل کا پیغام کہین نہین ظاہر کیا گیا لیکن کنایہ مین چشم خونین سے اسکی کافی صراحت ہوجانا، انتہائے بلاغت ہے۔ مقطع ہے۔

کیا پوچھتا ہے۔ کیا ہو اب نیاز تیرا کل سے بیا ہے ماتم تجھکو خبر نہین ہے

ایک غزل ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

مین ہونگا۔ رات ہوگی۔ وہ مجبال ہوگا ساعت تو آئے وہ جب جینا محال ہوگا

عموماً دوسرا مصرعہ یہ بات ظاہر کرتے ہوئے لکھا جاتا کہ وہ ساعت تو آئے، جب مین اسطرح شاد کام ہون"۔ لیکن نیاز نے صرف " جینا محال ہوگا" لکھکر ایک پامال مضمون مین بلندی پیدا کردی ہے۔ یہ شعر، نیاز کے شاعرانہ ندرت کا ایک اعلےٰ نمونہ ہے۔

جو تیرے جی مین آئے کہہ لے مجھے کہ اب تو دلکو سکون نہین ہے، ہان چارہ گر نہین ہے۔

یہ شعر تعریف سے مستغنی ہے پہلے مصرعہ مین اپنی مجبوری و بیکسی کا بیان اور دوسرے مین اپنی اضطرابی کا اعتراف کرتے ہوئے چارہ گر (معشوق) کی جانب ایک طعنہ ملیح کا اظہار نہایت نفیس ہے۔

برہم نہ ہو چلا مین اُٹھکر یہان سے بھی اب　　　سچ ہو کہ رہ گذر ہے کچھ میرا گھر نہین ہے

غالب نے لکھا ہے سے

دیر نہین حرم نہین۔ در نہین آستان نہین　　　بیٹھے ہین رہ گذر پہ ہم غیر ہمین اُٹھائے کیون

لیکن نیاز کا یہ کہنا کہ رہ گذر واقعی میرا گھر نہین ہے۔ اور تجھے حق حاصل ہے کہ مجھے یہان سے اُٹھادے" اور پھر اس انداز سے ادا کرنا برہم نہ ہو چلا مین اُٹھکر یہان سے بھی اب" اس شعر کو خدا جانے کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔

سید سرور عالم مارہروی

گوبر گنیش سنہتا

ہندی گرنتھ رتناکر سیریز" بمبئی، عرصہ سے ہندی زبان کے قابل قدر خدمت کررہا ہے اور بیا شاکی متعدد عمدہ کتابین اسکے دفتر سے شائع کیجا چکی ہین جنمین سے اکثر مشہور کتب کے تراجم ہین۔ کتاب زیر ریویو اسی سلسلہ کتب کے انتالیسوین کتاب ہے جو ایک ہر دلعزیز بنگلہ کتاب کے تعلق سے لکھی گئی ہے۔ اسکے مترجم ہین بابو گوپال رام جے گھرنواسی۔ یہ کتاب سات ابواب مثلاً دھرم　　عدالت، گو بدہ وغیرہ پر مشتمل ہے اور ہر باب سے ہلکے طرز معاشرت کی اصلاح مقصود ہے جسکی کوشش بہت ہی پُر اثر پیرایہ مین کیگئی ہے۔ قابل مصنف کا طرز تحریر نہایت پُر مذاق ہے جس نے مضامین مین ایک خاص دلکشی پیدا کردی ہے اور کتاب کو بیحد دلچسپ بنا دیا ہے۔ ہم کو امید ہے کہ ہندی خوان اصحاب اس نادر اور اخلاق آموز کتاب کی وہی قدر کرین گے جسکی وہ بہمہ وجوہ مستحق ہے

تقطیع چھوٹی حجم ۹ صفحات کاغذ اور چھپائی نہایت صاف، قیمت ۹ر　ملنے کا پتہ

دفتر ہندی گرنتھ رتناکر ہیرا باغ۔ ڈاک خانہ گرگاؤن بمبئی

تنقید کتب

بیگمات بھوپال

اِس نام سے محمد امین صاحب مارہروی مہتمم دفتر تاریخ بھوپال نے فرمانروایان بھوپال کے حالات شایع کیے ہین۔ کتاب مجلد ہے اور مطبع سلطانی بھوپال مین طبع ہوئی ہے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ اور لکھائی چھپائی صاف اور عمدہ ہو۔ بیگمات بھوپال اور مختلف مواقع کے تصاویر سے بھی مزین ہے۔ ہم مصنف موصوف کے زور قلم کی داد دیتے ہین کہ آپ نے حکمرانان بھوپال کے مفصل حالات بہت دلچسپ پیرایہ مین لکھے ہین مصنف صاحب نے شاہجہان بیگم مرحومہ کے عہد حکومت کے تاریک پہلو سے بھی بحث کی ہے۔ اور نواب صدیق حسنخان مرحوم کے عیوب کی تصویر بھی کھینچی ہے۔ لیکن آپکو اِنکے اوصاف بیان کرکے تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھانا چاہیئے تھا۔ اسوقت یہ دونون مرحوم ہین اور شاہجہان بیگم کے کارپردازون مین سے تو اب شاید ہی کوئی فرد باقی ہو۔ اس کتاب مین چار بیگمات بھوپال کے حالات ہین لیکن نصف سے زیادہ کتاب موجودہ حکمران کے حالات سے پُر ہے۔ بہر حال موجودہ زمانہ کے بھوپال کی یہ کتاب ایک بہت مکمل تاریخ ہے اور آیندہ مورخون کو اِس سے بڑی امداد لینے کی توقع ہے۔ اِسوقت بھی یہ کتاب شایقین اُردو کے قدر دانی کی مستحق ہے۔ کیونکہ بہت اہتمام سے شائع کی گئی ہے۔

چترا[1]

دارالاشاعت پنجاب لاہور نے حال مین کئی قابل قدر کتابین شائع کی ہین۔ یہ کتاب ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹگور کی تصنیف ہو جسے منشی عبدالحمید خان سالک بٹالوی نے اردو مین ترجمہ کیا ہو۔ ٹگور ہمارے ملک کے بہترین شاعر اور ڈراما نگار ہین۔ انکی تصنیف ہماری تعریف سے مستغنی ہے۔ اس ڈراما

---

[1] قیمت ۱۲ر دارالاشاعت پنجاب لاہور۔

مین قابل مصنف نے رانی چترانگدا اور پانڈو خاندان کے مشہور راجہ ارجن کے عشق کی داستان لکھی ہے۔
ایک دوشیزہ شہزادی کے جذبات محبت اور کیفیات قلب کو جس عمدگی سے دکھلایا گیا ہے وہ انکو ہی کا
حق ہے۔ ترجمہ مین قابل مترجم نے کتاب کا لطف قایم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہم خوش ہین کہ
یہ کوشش بہت حد تک کامیاب بھی ہوئی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہمکو یہ کہنا پڑتا ہے کہ مترجم صاحب
کی زبان پر پنجاب کا ضرورت سے زیادہ اثر ہے۔ جس جگہ ہملوگ مذکر استعمال کرتے ہین وہان آپنے
تانیث کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً آپ نے ایک مقام پر سوانگ کو مونث لکھا ہے۔ حالانکہ دہلی
و لکھنؤ دونون جگہہ اسکو مذکر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی قسم کی اور بھی فروگذاشتین واقع ہوئی ہین۔ ہمکو
امید ہے کہ آیندہ ایڈیشن مین ان باتون کی اصلاح ہو جائیگی۔ بہرنوع اس ترجمہ کی اشاعت سے سالک
صاحب نے اردو علم ادب مین ایک بیش بہا اضافہ فرمایا ہے۔ اس کتاب کی لکھائی چھپائی قابل پسند ہے۔

منچلے

یہ ایک سبز جلد والی چھوٹی سی کتاب ہے۔ جسکے مصنف نے اپنے نام پر پردہ ڈال لیا ہے۔ کیا
بلحاظ عبارت اور کیا بلحاظ مضامین یہ کتاب اپنے رنگ مین فرد ہے۔ اسکا مصنف رسم پردے کے خلاف
ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر مصنف نے پردے کی خرابیان دکھائی ہین اور اصولاً حقوق نسوان سے
بحث کی ہے۔ ان ابتدائی صفحات کے ختم کرنے کے بعد ناظم کی پرلطف داستان شروع ہوتی ہے۔
جسکی انتہا وصل ہے۔ اور درمیان درمیان بامذاق پیرایہ مین منچلے کلب کے کارنامے اور آخری بین
مین شراب کے نشہ کی حالت دکھاکر ناول ختم کردیا گیا ہے۔ شروع سے آخر تک ناول کو غور سے پڑھنے
سے مصنف کے اعلیٰ خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پہ بحث کے ناتمام رہجانے یا بلاضرورت
اختصار سے اسکا پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو اسکے ختم کرنے کی ضرورت سے زیادہ جلدی تھی۔ اور
مشرقیت کے رنگ نے حقیقت نگاری کو بھی جسکی کہ ناول کے لئے سخت ضرورت ہے کم برتنے دیا ہے
باوجود اسکے بھی ناول اچھا ہے اور اس قابل ہے کہ اسکی قدر کیجائے۔

سلہ قیمت ۸ ر آٹھ آنے ملنے کا پتہ منیجر صاحب نصیب بدایون۔

شیخ حسن [۱]

یہ ایک مغربی سیاح کے سفرنامے کا ترجمہ ہے جو اُردو کے مشہور انشاپرداز سید ممتاز علی صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور اب اِنکے صاحبزادے سید امتیاز علی صاحب تاج کے بدولت شایع ہوا ہے۔ اصل مصنّف روحانیات کا بڑا شائق تھا۔ چنانچہ یہ کتاب بھی روحانیات کی ایک دلچسپ سرگذشت ہے۔ سرگذشت کیا ہے درحقیقت مصنّف نے مشرق کا سفر کرکے روحانیات کے متعلق اپنے تجربات اور معلومات کو ایک افسانے کی صورت مین قلمبند کردیا ہے۔ اسکا مصنّف روحانیات کے آمد و شد کا قائل اور اُس سے گفتگو کرنے کا شائق تھا۔ لہٰذا اس نے اس ناول مین اسی بحث پر روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ زمانے مین بعض ڈاکٹر اس مسئلے پر بہت غور کر رہے ہین لیکن ابھی تک تیقن کے ساتھ اس بات کا کوئی انکشاف نہین ہو سکا ہے کہ حقیقت حال کیا ہے عام طور پر موجودہ زمانہ مین ان باتون پر یقین نہین ہے بلکہ تعلیم یافتہ طبقہ اس طرح کی باتون کو توہم خیال کرتا ہے۔ خیر کچھ بھی ہو ہمکو اسوقت روح کے وجود و عدم وجود پر بحث نہین بلکہ صرف نفس کتاب پر نظر ڈالنا ہے۔ اس تصنیف مین حسن شاہ جنی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ شخص کلکتہ سے راجپوتانہ مین آیا اور قریب قریب ہر ریاست مین اپنے شعبدون کے قدر حاصل کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسمریزم کا اچھا جاننے والا تھا۔ چنانچہ یہ اپنے قلب کی طاقت سے انسان کو مبہوت کرلیتا تھا اس کتاب مین یہ سب واقعات ایک دلچسپ پیرایہ مین بیان کیے گئے ہین۔ اور ادبی حیثیت سے بھی یہ کتاب اچھی ہے۔

شمس العلما آزاد دہلوی مرحوم کے قدردانون کو یہ سنکر افسوس ہوگا کہ حال مین انکے اکلوتے فرزند آغا محمد ابراہیم صاحب منصف کا انتقال ہوگیا ہے۔

---

[۱] قیمت ۱۲ر ملنے کا پتہ۔ دارالاشاعت پنجاب لاہور۔

علمی خبرین اور نوٹ

اعلیٰ حضرت حضور نظام علوم و فنون کی سرپرستی کرنا اپنا فرض خیال فرماتے ہین - اُردو زبان کی توسیع و ترقی مین بھی لاکھوں روپیہ صرف فرما چکے ہین - گو ابھی تک آپ کی فیاضی کا رُخ مسلمان اہل قلم ہی تک محدود رہا ہے - مگر حال مین آپ نے میور پریس دہلی کے مالک منشی بہاری داس صاحب کو دس ہزار روپیہ عطا فرمائے - منشی صاحب ۴۳ سال سے قرآن مجید کے طباعت کا کام نہایت ادب اور احتیاط کے ساتھ انجام دے رہے ہین -

سہ ماہی مختتمہ ستمبر ۱۹۲۰ء تک اردو کی ۷۲ کتابون کے مقابلہ مین ہندی کی دو سو دس کتابین چھپی ہین -

مہاتما گاندھی ہندو مسلمانون کے اتفاق کے خیال سے ہندی اُردو دونون رسم الخط مین مہارت حاصل کرنے کے حامی ہین -

حال مین ایک معزز خاتون نے ہندی کی ترقی کے خیال سے ایک معقول رقم دان دی ہے تاکہ جو لوگ کسی ہندی اخبار یا رسالہ کو پڑھنا چاہتے ہون مگر اسکے خریداری کی استطاعت نہ رکھتے ہون وہ اِس دان کی مدد سے چار روپیہ سالانہ چندہ کا کوئی پرچہ ایک سال تک مفت منگا سکین - درخواست کسی مقامی معزز شخص کی تصدیق کرا کر - مسٹر ایم - ایل ورما - ایم - اے یونٹ بھون اگرہ ہوٹل الہ آباد کے پاس بھیجی جائے -

لالہ لاجپت رائے صاحب کی لکھی ہوئی "مزینی" "گیری بالڈی" اور سری کرشن جی" کی مشہور سوانح عمریان اب بعد نظر ثانی از سر نو شایع ہوئی ہین۔

جامِ فلک کے نام لالہ لال چند صاحب فلک کا ایک مجموعہ کلام شایع ہوا ہے جسمین آغاز ۱۹۱۴ء سے آخر سنہ ۱۹۲۰ء تک کی فلک صاحب کی کل نظمین درج ہین۔

سنہ ۱۹۱۰ء مین فرنچ فلسفی پال رچرڈ نے ایک کتاب "انجام و آغاز امن" کے متعلق تمام اقوام یورپ کو مخاطب کرکے لکھی تھی۔ جو رابندر ناتھ ٹگور کے مقدمہ کے ساتھ انگریزی مین شایع ہوئی ہے۔ اب اسکا اُردو ترجمہ پیامِ امن کے نام سے ہمارے صوبہ کے مشہور مصنف مولینا عبدالماجد صاحب لکھنوی نے کیا ہے اور اُمید ہے کہ یہ ترجمہ اس سال شایع ہوجائیگا۔ اِسکے بعض اجزا زمانہ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء مین ہدیۂ ناظرین ہوچکے ہین۔

اُردو مین لائق ترجمہ کرنے والون کی کمی نہین ہے۔ ایسے لوگ بھی ہین جو علمی خدمت کرنا اپنی زندگی کا حاصل قرار دینا چاہتے ہین۔ لیکن اچھے پبلشرون کا قحط ہے۔ اور قدردانی کی کمی ہے حال ہی مین ہمارے ایک قابل مضمون نگار نے ہم سے دریافت کیا تھا کہ کیا آپ مجھے چند ایسے کتب فروشون کے نام بتا سکتے ہین جو اُجرت دیکر اُردو مین دیگر زبانون سے ترجمے کراتے ہون۔ موصوف نے ایک بنگالی ناول (شاہجہان) کا اُردو مین ترجمہ کیا ہے جو بنگال کے ایک بہترین ڈراما نگار کا ناٹک ہے۔

ڈاکٹر اقبال کی مشہور فارسی تصنیف "اسرار بیخودی" کا انگریزی مین ترجمہ ہوگیا ہے اور اسکو میکملن کمپنی نے شایع کیا ہے۔

---

۱۲ دسمبر گذشتہ کو انجمن ارباب علم لاہور کا ایک علمی مشاعرہ ہوا تھا جسمین داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا اور اسکی قیمت ۸ر رکھی گئی تھی۔ ہمنے سُنا ہے کہ بعض شعرا کو یہ طریقہ ناپسند ہوا ہے۔ لیکن ہمکو اِسمین

کوئی نقص نہیں معلوم ہوتا۔ انگلستان میں علمی لکچروں میں ہمیشہ قیمتی ٹکٹوں کے ذریعہ داخلہ ہوتا ہے
اور اس طرح تمام ضروری مصارف خود بخود نکل آتے ہیں اور اہل علم کی قدردانی بھی ہو جاتی ہے
ہندوستان میں بھی اگر اس قسم کا رواج قایم ہو جاے تو کسی طرح بیجا نہ ہوگا۔

لکھنؤ سے اس ماہ سے ایک اور اُردو رسالہ ادیبِ اُردو کے نام سے شائع ہوا ہے۔
اسکے ایڈیٹر مولوی نورالحسن نیّر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔ اور قیمت چھ اور چار روپیہ سالانہ رکھی
گئی ہے۔

زمانہ کے کسی گذشتہ نمبر میں ہمنے لکھا تھا کہ کانپور کے ایک علم دوست تاجر ہندی میں ایک
قومی گیت کے لیے ہزار روپیہ کا انعام دینا چاہتے۔ ہمارے مشورہ پر صاحب ممدوح نے اب انعام
کو ہندی اور اُردو شعرا کے لئے عام کر دیا ہے۔ صرف شرط یہ رکھی ہے کہ انعامی قومی گیت عام ملک پر
حاوی ہو سکے اور نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں لکھا جاے۔ بہترین نظم کے لئے ایک ہزار روپیہ
کا انعام اور ایک طلائی تمغہ انعام دیا جائیگا۔ نظم کا انتخاب ایک کمیٹی کے سپرد ہوگا۔ اور یہ رسالہ
زمانہ اور رسالہ پربھا میں شایع کر دیجائیگی۔ نظمیں بابو مینی مادھو کھنا بدھادیوی۔ شہر کانپور کے پاس
بھیجی جائیں۔ میعاد فی الحال بسنت تک رکھی گئی ہے لیکن اگر اس عرصہ میں عمدہ نظمیں نہ آئیں تو مزید
میعاد مقرر کی جائیگی۔

ہمارے عنایت فرما اور رسالہ زمانہ کے پُرانے قدردان حافظ ہدایت حسین صاحب بیرسٹر کانپور نے ہر سال کی
خاص بحث پر ایک بہترین اردو مضمون کے لئے سو روپیہ کا انعام دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بہترین مضمون کا انتخاب
ایک کمیٹی کے ذمہ ہوگا اور یہ رسالہ زمانہ میں شایع کر دیا جایا کریگا۔ مضمون کا عنوان و دیگر تفصیلات آیندہ نمبر میں شایع کر دیجائیگی۔

ماہ حال سے ہندی کے مشہور رسالہ سرستی کے نامور ایڈیٹر پنڈت مہابیر پرشاد دویدی اپنے عہدہ سے
کنارہ کش ہو جائینگے۔ پنڈت صاحب نے رسالہ سرستی اور اپنی دیگر تصانیف کے ذریعہ ملک کی جو ادبی خدمت
کی ہے اس سے زبان ہندی ہمیشہ زیر بار احسان رہیگی۔ پنڈت صاحب بیس برس سے زاید رسالہ کی
مسلسل خدمت کرنے کے بعد کنارہ کش ہو رہے ہیں۔ اس طرف آپکی صحت بھی خراب رہتی ہے۔ ہماری
دعا ہے کہ ابھی ہندی زبان پر آپکا سایہ عرصہ تک قایم رہے۔

رفتارِ زمانہ

کئی اعتبار سے ناگپور کانگریس ملکی خیالات رکھنے والے اہل ملک کی ایک اہم اور زبردست مجلس تھی۔ سولہ ہزار ڈیلی گیٹ موجود تھے۔ ابتک کانگریس مین اس سے زیادہ ڈیلی گیٹ کبھی شریک نہین ہوئے ممبران کمیٹی استقبالیہ اور دیگر شائقین اسکے علاوہ تھے مسلمانون کی بھی کافی تعداد تھی۔ کئی سال سے عورتین بھی کثیر تعداد مین شریک ہونے لگی ہین۔ ناگپور مین بھی انکی خاص تعداد تھی۔ کسانون کے قائم مقام بھی موجود تھے۔ اور سیٹھون ساہوکارون اور مہاجنون نے اس مرتبہ خصوصیت سے حصہ لیا تھا۔ خود کمیٹی استقبالیہ کے صدر سیٹھ جمنالال صاحب ایک کروڑپتی مارواڑی تاجر ہین۔ انکے علاوہ ہندو مسلمانون کے بعض مذہبی پیشوا اور اکثر سادھو بھی موجود تھے۔ غرض جہانتک حاضرین کی تعداد یا نوعیت کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہین کہ ناگپور کانگریس تمام سابقہ کانگریسون سے زیادہ اہم اور زیادہ عظیم الشان تھی۔ اسکے صدر مسٹر وجے راگھو آچاریہ ملک کے ایک نہایت ممتاز اور منتخب لیڈر ہین جنکی حب الوطنی۔ آزاد خیالی۔ ہمہ دانی اور تجربہکاری کا بارہا امتحان ہو چکا ہے۔ کانگریس کی صدارت پر ایک عرصے سے انکا حق تھا۔ درحقیقت انکی دیرینہ خدمات کے لحاظ سے یہ اعزاز اس سے بہت پہلے انکے حصے مین آجانا چاہئے تھا۔ مگر ہر امر ایک وقت معین پر موقوف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ کانگریس کی صدارت کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ ہم قوم پرست جماعت کے نظر انتخاب کی تعریف کرینگے۔ گو ہماری یہ خوشی کوئی مستقل خوشی نہین ہو سکتی ہے اسلئے کہ عملی حیثیت سے حاضرین کانگریس نے تمام ضروری معاملات مین اپنے قابل صدر کی رائے کی کچھ زیادہ پرواہ نہ کی۔ بلکہ جسقدر کارروائی عمل مین آئی وہ اس کہن سال اور جہاندیدہ بزرگ قوم کے صدارتی مشورون کے برعکس ہی کی جا سکتی ہے صدارتی تقریر کا حرف حرف پولیٹکل دانشمندی سے مملو ہے۔ اسکا لفظ لفظ قابل مقرر کے وسیع تاریخی معلومات کا پتہ دیتا ہے۔ اسکا ایک ایک فقرہ موجودہ مشکلات کے حل کی کنجی ہے۔ مگر عوام اسوقت نفیس سے نفیس بحث اور عمدہ سے عمدہ مشورہ سننے کے لئے تیار نہین ہین وہ صرف ایک ایسے کیمیائی نسخے کی تلاش مین ہین جو صدہا برس کے پرانے ملکی مرض کو باقاعدہ علاج کر کے نہین بلکہ ایک معجزہ کی طرح جلد سے جلد اچھا کر دے۔ ملک مین اسوقت مہاتما گاندھی کا سکہ چل رہا ہے۔ لوگ انھین کو مسیحائے دو عالم سمجھ رہے ہین یہ عقیدتمندی ایک نشے کی طرح لوگون پر طاری ہے اور یہی وجہ ہے کہ بیس پچیس ہزار لکھے پڑھے آدمیون کے مجمع کو کانگریس کے پینتیس ۳۵ سالہ آئین و ضوابط کی کایاپلٹ مین مطلق تکلف نہ ہوا۔

مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کا کرشمہ ناگپور مین دیکھنے مین آیا۔ ہمکو افسوس ہے کہ عقیدہ کانگریس مین برٹش تعلق کا ذکر خارج کر کے کانگریس نے فضول غلط فہمیون کا موقعہ دیا۔ ہمکو سوآراج کے لفظ سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ کانگریس کی لغت مین مسٹر دادابھائی نوروجی نے سب سے پہلے اس لفظ کو اپنے ایڈریس مین استعمال کیا تھا۔ اور ابتک انھین معنون مین یہ لفظ مستعمل ہوتا رہا ہے سنہ ۱۹۰۶ء کی کلکتہ کانگریس مین بھی لفظ آزادی مطلق چاہنے والون کے خلاف استعمال ہوا تھا۔ لیکن ناگپور مین مہاتما گاندھی

کی تاویل نے انہیں نئے معنی پہنا دئیے ہیں۔ سر پنڈت مالوی جی و مسٹر جناح وغیرہ اس اصولی تبدیل کے خلاف تھے۔ لیکن مہاتما موصوف نے فرمایا انہیں دونوں اصولوں کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔ لالا لاجپت رائے صاحب کا خیال ہے کہ اس اصولی تبدیلی سے گورنمنٹ کو آیندہ انقلاب سے متنبہ کرنا مدنظر ہے۔ ہم ان وجوہ کی اہمیت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہماری رائے میں امن پسندی سے مطالبہ برآری اور قطع تعلق کی دھمکی دو متضاد باتیں ہیں۔ اور صرف چند حامیان انقلاب کی وجہ سے ملک کے پولیٹکل عقیدہ میں تبدیلی احساس ذمہ داری کے سراسر خلاف ہے۔ اگر یہ اصحاب اپنے عقائد کی موجودگی میں ناگپور کانگریس میں شریک ہو سکتے تھے جو گذشتہ قواعد کی رو سے منعقد ہوئی تھی۔ تو آیندہ بھی انکی شرکت میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ بہرحال ایسی اہم تبدیلی منظور کر کے کانگریس نے اپنے مدبری کا کوئی اچھا ثبوت نہیں دیا۔

اس تبدیلی کے سامنے کانگریس کے دیگر رزولیوشن ماند پڑ جاتے ہیں۔ نان کوآپریشن۔ عدم اشتراک عمل۔ یا ترک موالات کا نہایت لمبا چوڑا رزولیوشن پاس ہوا جسمیں کلکتہ کانگریس سے بھی کئی باتیں ایزاد ہوئیں لیکن حالانکہ انکے نفاذ کا دارومدار آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے فیصلہ پر ہوگا۔ یہ رزولیوشن کلکتہ کے اجلاس خصوصی سے بھی زیادہ مکمل ہے گو اسمیں خطابات کا تذکرہ بالکل نہیں ہے اور سرکاری و امدادی اسکولوں سے مقاطعہ کے متعلق یہ قید لگادی گئی ہے کہ سولہ برس سے کم عمر والے لڑکوں سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھا گیا ہے اور اب انسے اپیل کرنے کے بجائے انکے والدین سے اپیل کیجائیگی۔ یہ آخری شق ضرور قابل اطمینان ہے اور اس سے آیندہ کے لئے اسکول محفوظ رہینگے۔ لیکن قومی تعلیم کی ابتدا بھی ایک مفید کاروائی ہے۔ کانگریس نے اس مرتبہ اپنا نظام ترکیبی بھی بدل ڈالا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ پرانا کانسٹیٹیوشن بالکل بوسیدہ اور بعد از وقت ہوگیا تھا۔ آیندہ کانگریس میں چھ ہزار سے زائد ڈیلیگیٹ جمع نہ ہوسکیں گے۔ یہ تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ہماری رائے میں دو ڈھائی ہزار کی حد مناسب ہوتی۔ کانگریس نے لازمی طور پر اپنے آیندہ جدوجہد کا طرز بھی بدل دیا ہے۔ مثلاً گو غیر ممالک میں آزادی خواہ ہندوستانیوں کے اغراض و مقاصد کے اشاعت کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے۔ لیکن برٹش کانگریس کمیٹی توڑ دی گئی ہے اور کمیٹی مذکور کا لندنی اخبار انڈیا بھی بند کر دیا گیا ہے۔ اس اخبار پر واقعی غیر معمولی صرفہ آرہا تھا۔ اور انگلستان میں اسکی اشاعت کچھ نہ تھی۔ اسلئے اسکا بند کرنا ہی مناسب تھا لیکن کمیٹی قائم رہنے دیجاتی تو بہتر ہوتا۔ بہرحال اب ناگپور کانگریس نے پولیٹکل جدوجہد میں طرز نو کی بنیاد ڈالی ہے۔ قومی جوش اور حب الوطنی کے مظاہرے کی حیثیت سے ناگپور کانگریس پر اتنا ملک کو فخر ہو سکتا ہے مختلف طبقے کے اسقدر لوگوں کا محض ملکی فلاح کے جوش سے متاثر ہو کر یکجا ہونا ایک دلکش نظارہ ہے۔

ہاں اس نظارے کی مسرت کم کرنیوالی باتیں بھی موجود تھیں۔ مثلاً زیادہ تر یکرنگ خیالات کے لوگوں کا مجمع تھا۔ اختلاف رائے کی گنجایش تسلیم کرنیوالے حضرات نظر ہی نہ آتے تھے۔ ورنہ اس پیرانہ سال بزرگ قوم سر پنڈت مالویہ اور اس جوانمرد محب ملک مسٹر جناح کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا روا نہ ہوتا۔ کرنل ویجوڈ نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے اسکو پڑھ کر ہر غیرت دار ہندوستانی کی گردن فرط ندامت سے جھک جائیگی۔ جن باتوں میں ہندوستان کی تہذیب مغرب سے بڑھی چڑھی رہی ہے وہ خصوصیات اب بھی قائم رہنا چاہئے۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ محض طریقوں کے متعلق اختلاف رائے پر احباب ایسی برہمی اور تنگ خیالی ظاہر فرمائیں۔ جہانتک پنجاب کا سوال ہے پنڈت مدن موہن مالویہ نے ملک کی جو خدمت کی ہے صرف وہی انکا نام ہمیشہ کے لئے روشن رکھنے کو کافی ہے۔ اور معاملات کا ذکر نہیں۔ مگر پنجاب کے معاملات ہی میں اگر انکی رائے عوام کی رائے سے کہیں بھی کسیقدر مختلف ہوتی ہے تو لوگ انکی تمام خدمات بھلا دیتے ہیں۔ یہ بات کہانتک ہمارے ضعف کا باعث ہوگی۔ اسپر سمجھنے کو

ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم ناگپور کانگریس کو ایک عظیم الشان کانگریس کہہ چکے ہین لیکن ہمکو ماننا پڑتا ہے کہ کچھ عرصہ سے کانگریس پولیٹیکل پیران ملک کی ایک جامع جماعت نہین رہی ہو اور اس حد تک اسکی اہمیت مین کمی آگئی ہے۔ ہمعصر سوشل ریفارمر نے کیا خوب لکھا ہے کہ اسوقت لبرل فیڈریشن کی قایمی کے بعد سے کانگریس کی حالت دار العوام انگلستان کی سی رہ گئی ہے۔ اور لبرل کانفرنس کی حیثیت ایک ایوان ثانی یا عدالت اپیل یا دار الامراکی سی ہو گئی ہے۔ درحقیقت اگر کانگریس کو قوم کا ذکی الحس قلب اور لبرل فیڈریشن کو ملک کا دماغ قرار دیا جاے تو کچھ بیجا نہوگا۔

آجکل فیڈریشن ملک کی وہ خدمت انجام دے رہی ہے جو کسی وقت کانگریس کی سبجیکٹ کمیٹی انجام دیا کرتی ہی۔ کانگریس نے اہل ملک کی فلاح کے واسطے ایک پروگرام تیار کیا ہے۔ یہ پروگرام عملی ہو یا غیر عملی اپنے حصول مقصد مین مفید ہو یا مضر لیکن گورنمنٹ کے لیے اسکی کارروائی بہت کچھ عبرت انگیز اور سبق آموز ہے۔ موجودہ حالات اور ضروریات کی تفصیلی اطلاع کیلیے گورنمنٹ کو اجلاس سوم آل انڈیا لبرل فیڈریشن مدراس کے پاس شدہ تجاویز پر توجہ دینا چاہیے۔ اگر گورنمنٹ تھوڑی دیر کے لیے نان کوآپریشن کے مسئلہ سے قطع نظر کر کے پریسیڈنٹ کانگریس کی تجاویز اور پریسیڈنٹ لبرل فیڈریشن کے پیش کردہ شکایات کیطرف دھیان دے تو پھر شاید کسی کو نان کوآپریشن سے خائف ہونے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ مسٹر چنتامنی پریسیڈنٹ لبرل فیڈریشن کو اب حکومت صوبہ متحدہ نے قلمدان وزارت سپرد کیا ہے کم سے کم انکی باتین ضرور توجہ کی مستحق ہین۔ خصوصاً جبکہ انھون نے گورنمنٹ کیساتھ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش مین بعض معاملات مین اپنے عزیزان وطن کے دلشکنی کا بھی خیال نہین کیا بلکہ دو ایک موقعون پر (شاید نادانستہ) بے لوث محبان وطن کو شکایت کا موقعہ دیدیا ہے۔ اور بعض پہلوؤن مین رعایا کے ضروریات سے زیادہ گورنمنٹ کے مشکلات کا خیال رکھا ہے۔ مثلاً آپ بھی ملک مین جلد سے جلد حکومت خود اختیاری چاہتے ہین لیکن فرماتے ہین کہ ابھی گورنمنٹ انڈیا ایکٹ کو پاس ہوئے صرف ایک ہی سال گذرا ہی۔ ابھی اسکی ترمیم کیسے ممکن ہی۔ ممکن یا ناممکن کے سوال کا حل ہمارے ذمہ نہین ہی۔ اگر پاس شدہ ایکٹ ترمیم یا توسیع کے قابل ہے اور ہمکو اسکی اشد ضرورت ہی تو پارلیمنٹ کا کام ہے کہ جسطرح ممکن ہو اس مشکل کو حل کرے۔ پریسیڈنٹ کانگریس نے تو ترمیمی قانون کا خاکہ تک مرتب کر لیا ہے اور اسکے نفاذ کی ترکیب بھی وزراے انگلستان کو بتلادی ہی۔ مسٹر چنتامنی سرکار کی مشکلات پر زور دے رہے ہین۔ ہندوستان کے پولیٹکل مطلع مین جو فوری تغیرات ہو رہے ہین ایک عرصہ دراز کی حالت جمود کے بعد ملکی ترقی کی رفتار بوقت تاریخی نظیرون کی پابند نہین ہو سکتی۔ آج سر نرائن چندروارکر بھی دس برس کے اندر کامل سلف گورنمنٹ زیر سایہ برطانیہ کا مطالبہ کر رہے ہین۔ اور سر نرائن کے اعتدال پسندی مین کسکو شک ہو سکتا ہی۔ وزرا کے نقطۂ خیال مین بھی فرق آتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ مثلاً گورنران کے نام جو ہدایتین جاری ہوئی ہین اسمین رعایا کو جلد سے جلد حکومت خود اختیاری کیلیے تیار کرنیکی ہدایت ہے حالانکہ سنہ ۱۹۱۹ء کے اعلان مین اسمین ایک مدت معینہ کے وقفہ مین بیان کیا گیا ہی۔ بہرحال ہمارے مین پریسیڈنٹ کانگریس کے خیالات قوم کے خیالات ہین اور ہم سمجھتے ہین کہ انھون نے موجودہ شوروشر دور کرنے کی تدبیر بتادی ہی۔ مسٹر وجے راگھوا چاریہ کی تقریر کانگریس کی بہترین تقریرون کے مقابلہ مین رکھے جانیکی مستحق ہی۔ انکے ہمت کی داد دینا چاہیے کہ انھون نے تمام ضروری ملکی مسائل پر اپنی بھی راے قوم کے سامنے پیش کر دی۔ مسٹر چنتامنی کا ایڈریس بھی بہت عالمانہ ہے اور اسکا بڑا حصہ قومی حالت کا آئینہ ہے۔ ملک کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے لیکن ابھی تک ناقابل علاج نہین ہوئی ہی۔ خدا کرے صاحبان حل و عقد کو مرض کے موافق علاج کی توفیق ہو۔

نیا سال مُبارک

ناظرین و قدردانان زمانہ کو نیا سال مبارک - خدا کرے یہ سال امن و عشرت کا سال ہو - زمانہ اس نمبر سے اپنی زندگی کے اٹھارہوین سال مین قدم رکھتا ہی - عہد طفولیت ختم ہونے کے بعد اب اسکا عنفوان شباب شروع ہوتا ہی خدا کرے اس دور جدید مین زمانہ پہلے سے بھی زیادہ استقلال اور مستعدی کے ساتھ ملک کی علمی خدمت کر سکے - جن اعلیٰ اغراض کو پیش نظر رکھکر سنہ ۱۹۰۳ء مین یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا - اور جن مقاصد کو کارپردازان رسالہ نے اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیا ہی - وہ چند سال مین پورے نہین ہوسکتے ہین - انکے لئے کوشش جاوید کی ضرورت ہی - اپنے امکان و استطاعت بھر جس طرح ہو سکا زمانہ نے ملک کی ادبی خدمت کی - اس عرصہ مین باوجود ناکامیون کے کیسے کیسے زبردست اہل قلم نے ہمارا ساتھ دیا - کن کن اولوالعزم دوستون نے ہمارا ہاتھ بٹایا - قلمی معاونین زمانہ کے احسانات کے خیال ہی سے ہمارا دل شکرگذاری کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے - ان سب دوستون کے شکریہ کیلئے در اصل ہمارے پاس کافی الفاظ نہین ہین - اٹھارہ برس کے عرصہ مین کتنے ہی احباب ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دیگئے ہین - ہمارے لیے انکے احسانات نقش کالحجر ہین اور زمانہ کے صفحات پر انکی تحریرین ہمیشہ انکا نام روشن کرتی رہین گی - ہم انکی شکرگذاری سے کبھی سبکدوش نہین ہوسکتے ہین - یہان پر اپنے معزز معاصرین کا شکریہ ادا کرنا بھی ایک بڑی فروگذاشت ہوگی - زمانہ پر ملک کے بڑے بڑے اخبارات و رسائل کی ہمیشہ نظر عنایت رہی ہی - ہماری ناچیز کوششون کی جو داد ہمارے معزز معاصرین نے دیے ہین ہم اسکے لئے ہمیشہ انکے احسان مند ہین اور رہین گے -

ناظرین زمانہ بھی ہمارے دلی شکر یہ کے مستحق ہین باوجود اسکے کہ انکی خدمت مین اکثر کوتاہیان ہو ہو گئی ہین لیکن انھون نے زمانہ کی قدردانی کرکے ہماری حوصلہ افزائی کرنا اپنا فرض سمجھا ہے - ابتک رسالہ پر جسقدر مالی نقصانات آئے ہین انکے متعلق ہمارا کوئی گلہ نہین ہی - ادبی نشو و نما کی ابتدائی حالت مین ایسا ہی ہوتا ہے - زمانہ کے اجرا کے وقت دیسی زبانون کی حالت کس مپرسی کی حالت تھی - ملک کے بہترین اصحاب صرف انگریزی رسالون کی قدردانی کرنا ہی کافی سمجھتے تھے اب اس رخ مین کچھ تبدیلی ظاہر ہو رہی ہے - ہندوستان کی مادری زبانون کا مستقبل اب پیشتر سے زیادہ روشن نظر آرہا ہے - ایسے وقت

میں ہم زمانہ کو مزید ترقی دینے کا خیال کر رہے ہیں تاکہ قوم کی مزید ترقی اور ملک کی نئی پولیٹکل زندگی میں یہ ناچیز رسالہ بھی اپنا فرض منصبی ادا کر سکے۔ خدمت کے موقعے اب بہت وسیع ہیں۔ میدان عمل اب پہلے سے کہیں زیادہ کشادہ ہو گیا ہے علمی دلچسپیوں میں کافی اضافہ ہو رہا ہے۔ قومی جذبات کی غیر معمولی ترقی ہو رہی ہے۔ پھر کیا آپ اپنے رسالہ کو ملک اور قوم کی ایک وسیع پیمانہ پر خدمت کرنے کا موقع نہ دیں گے۔ معمولی حیثیت میں بھی اب اسکے کل مصارف پہلے کی نسبت سہ چند ہو گئے ہیں۔ ترقی کی حالت میں پانچ ہزار کی اشاعت کوئی بڑی اشاعت نہیں سمجھی جائے گی۔ ہندی۔ بنگلہ گجراتی زبانوں کے معمولی معمولی رسالوں کی اسقدر اشاعتیں ہیں۔ ملک کے بعض انگریزی رسالے سات سات ہزار شائع ہوتے ہیں۔ اردو کے ترقی کا اسقدر شور ہے اور اکثر اصحاب اسپر ہمیشہ بہت زور دیا کرتے ہیں۔ ہمارے ناظرین بھی رسالہ کو بہتر حالت میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ لیکن یہ بات گوش گزار کر دینے کے لائق ہے کہ خواہش بلا کوشش سے دنیا کا کوئی کام پورا نہیں ہوا ہے۔ اور روپیہ کا کام روپیہ ہی سے چلتا ہے۔ زمانہ کی موجودہ حالت قائم رہنے کے لئے اس سال ڈیڑھ ہزار نئے خریداروں کا بہم پہنچانا ضروری ہے۔ گو ہم موجودہ حالت پر مطمئن نہیں ہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ رسالہ میں کم سے کم سو صفحات مضامین کے ہوں اور ہمیشہ آٹھ دس تصاویر اور مرقع شائع ہوا کریں۔ ممالک غیر کے متعلق خاص خاص مضامین لکھوائے جائیں۔ تنقید کتب کا خاص اہتمام ہو۔ شعر و سخن کے حصے کو ترقی دیجائے اور مختلف علوم و فنون پر ماہرین سے مضامین حاصل کئے جائیں۔ ادب و تاریخ کے متعلق زبانی مضامین ہدیہ ناظرین کئے جائیں۔ ہمارے ناظرین چاہیں تو اس آرزو کا پورا ہونا کچھ مشکل نہیں ہے۔ پانچ ہزار کی اشاعت میں یہ سب خصوصیات زمانہ کا ضروری جزو ہو سکتی ہیں۔ کیا ہمارے قدر دان رسالہ کو اسقدر ترقی دکھانے کا موقع دینگے؟ اسکا جواب ہمارے معزز ناظرین کو فرداً فرداً دینا چاہیے امید کہ ہمارے قدر شناس حوصلہ شکن سکوت سے کام نہ لیں گے۔ اگر یہ تحریک پسند ہو تو آپ اپنے علم دوست احباب کو رسالہ کی خریداری پر مائل کیجئے۔

تصاویر

اس ماہ کی رنگین تصویر ایک مشہور ہندوستانی مصور کی زور قلم کا نتیجہ ہے۔ ابھی دنوں میں نئے سال کی امنگیں تازہ ہونگی ہم غافل ہیں کہ گردوں نے تھوڑی عمر پایا اور گل شادی چمن دنیا میں پھولوں کی تر و تازہ بہار کیسی پر فریب ہے۔ مگر گل پنج روزہ بدست در بوستان ہمی جان دنیا کی تمام مضمون کا ہے۔ اسلئے ہمکو انہیں محو ہو کر اپنے مقصد زندگی کو بھول نہ جانا چاہیئے۔

ہز رائل ہائینس ڈیوک کناٹ بہادر ہمارے ملک معظم کے عم بزرگوار ہیں اور اعلیٰ حضرت کی طرف سے ملک میں نئے اصلاحات کو نافذ کرنے تشریف لائے ہیں۔ ۱۰ جنوری سے حضور ممدوح ہندوستان میں جلوہ افروز ہیں اور اب تک کئی تقریریں کر چکے ہیں۔ ان سب سے ہمارے ملکی جذبات کیساتھ آپکی دلی ہمدردی مترشح ہوتی ہے۔ آپکا قیام ابھی دو ڈیڑھ ماہ اور رہیگا

۲۹ دسمبر کو لارڈ سنہا بالقابہ صوبہ بہار و اڑیسہ کے مسند حکومت پر متمکن ہو گئے ہیں اور اسی اعزاز میں آپکی تصویر ہدیہ ناظرین ہے۔ یہ پہلا اعزاز ہے جو اب تک کسی ہندوستانی کو ملا ہے۔ مگر اب حکومت کا دروازہ ہندوستان پر کھل گیا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ اس سے بڑے بڑے عہدے ہندوستانیوں کے دست قدرت میں آئیں گے۔

مسٹر [illegible] کی عمر اس وقت ساٹھ سال سے متجاوز ہے آپ ایک تجربہ

عالم اور نامور محب وطن ہین۔ سلیم ضلع مدراس آپکا مولد و منشا ہے۔ یہین آپ نے اپنی تمام عمر اپنے اہل ملک کی خدمت مین صرف کی ہے۔ اپنے ہموطنون کی عزت وکالت کرنا آپ نے ہمیشہ اپنا فرض سمجھا ہے۔ تمام عمر آپ حکومت کی غلط کاروائیون کے خلاف جدوجہد کرتے رہے ہین۔ حکومت نے ایک مرتبہ آپ کو جلاوطن کرنا چاہا تھا۔ بعدہٗ آپکو خطاب دیا۔ آپ نے مسلسل کوشش کرکے اپنے جلاوطنی کے حکم کو منسوخ کرایا۔ اور جب خطاب ملا تو اس سے انکار کر دیا۔ غرض آپ نے ہمیشہ ملک کی بے لوث خدمت انجام دی۔ کانگریس مین بھی آپ نے اپنی رائے کا آزادانہ اظہار فرمایا۔ امپیریل کونسل مین آپ نے ہمیشہ پیشواے قوم کی خدمات انجام دین۔ آپ اپنے وطن مالوف [illegible] دنیوی زندگی سے قریب قریب کنارہ کش ہوکر غور و فکر اور مطالعہ کتب مین زندگی بسر کر رہے ہین۔

سیٹھ جمنالال بجاز چیرمین کمیٹی استقبالیہ کانگریس ناگپور ایک مشہور مارواڑی تاجر ہین۔ آپ نے کانگریس کے موقع پر سوا لاکھ سے زائد کی رقم مختلف فنڈون مین عنایت کی ہے۔

آنریبل مسٹر سی۔ وائی چنتامنی ایڈیٹر لیڈر الہ آباد ہمارے صوبہ کے پبلک لائف کے روح رواں ہین۔ دس برس کے اندر اگرہ و اودھ مین جو بیداری ہوئی ہے وہ بہت کچھ آپ ہی کی مسلسل کوششون کا نتیجہ ہے۔ کچھ عرصہ سے آپکو کانگریس سے اختلاف رائے ہے۔ جب سے آپ لبرل فیڈریشن کے ایک نامور رکن ہین اور امسال اسکے تیسرے اجلاس منعقدہ مدراس کے پریسیڈنٹ بھی منتخب ہوئے تھے۔ اب آپ صوبہ متحدہ کے وزیر تعلیم و صنعت و حرفت مقرر ہوئے ہین۔ ہمکو امید ہے کہ اس نئے عہدہ مین آپ کی ذات سے ملک کو فائدہ عظیم پہونچیگا۔

مسئلہ آئرلینڈ

دبائے مانے نہ بنے جائے رکھن

اتحاد انگلستان وفرانس

کلکتہ بمبئی کانپور جیسے شہروں میں کرایہ مکانات کی کیفیت

کارٹون واقعات حاضرہ

پریس ایکٹ وغیرہ کی کیفیت

بالشویزم اور روس

(ماخوذ از مختلف ذرائع)

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۱

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

جلد ۳۶ | مارچ ۱۹۲۱ء | نمبر ۲۱۶

فہرست مضامین

تصاویر (۱) ایک اچھوت چیلا (۲) لارڈ چیمسفورڈ بہادر (۳) سر آغا خان (۴) ڈاکٹر انصاری۔ ۵۔ ۶ کارٹون

قیمت سالانہ ۵ قسم اعلیٰ ۶

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

قیمت فی پرچہ ۸ علاوہ ۱۰

قیمت سالانہ زمانہ- ممالک غیر سے ۵ سالانہ ششماہی ۳ ہندوستان کے لئے ششماہی ۳

جریان اور کمزوری کی لاثانی دوا
شربت اکسیر
تیر بہدف
اگر آپ اشتہاری ادویات سے بدگمان ہو گئے ہوں تو ایک روپیہ اور بھی خرچ کر کے ہمارے کارخانے کا شربت اکسیر استعمال کر کے قدرت خدا کا تماشہ دیکھئے
آج کل اشتہاری طبیب و دوا فروشوں کی لمبی چوڑی عبارت آرائی اور جھوٹی تعریفوں سے پبلک میں جس قدر بدگمانی پھیلی ہوئی ہے اوسے دیکھکر جرات نہیں ہوتی کہ کسی دوا کا اشتہار پیش کروں۔ مگر یہ بھی سخت غلطی ہے کہ کوئی ایسی چیز جو عام طور سے مفید ثابت ہو چکی ہو پبلک سے پوشیدہ رکھی جاوے۔ سنئے جناب یہ شربت اکسیر جس کا اشتہار آپ کے زیر نظر ہے اسکا نسخہ مجھے ایک کہنہ مشق امریکن ڈاکٹر سے ملا ہے اور شربت اکسیر کا اشتہار دینے کے قبل صدہا مریضوں پر مجھے کامل اطمینان ہو گیا تو آج اشتہار آپکے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر میری تحریر کو لغو نہ سمجھیں تو ایک شیشی شربت اکسیر منگا کر استعمال فرماویں۔ میری تحریر کی صداقت آپکو فوراً ہو جاویگی۔ مندرجہ ذیل امراض کیلئے شربت اکسیر واقعی اکسیر ثابت ہوا ہے۔ جریان جو نامردی اور ضعف باہ کا پیش خیمہ ہے کیسا ہی پرانا کیوں نہو شربت اکسیر کے استعمال سے جاتا رہتا ہے۔ جسم میں کمزوری پیشاب کے قبل یا بعد سفید سفید دھات کا گرنا منی کا پتلا ہو جانا احتلام کا ہونا لطف نہ قرار پانا اور درد سر کا برابر رہنا سستی کاہلی اور چہرہ پر بالکل بے رونقی خون کا بدن میں نہ پیدا ہونا ان سب مہلک امراض کے لیے شربت اکسیر نہایت مفید ثابت ہوا ہے مقوی دل و دماغ تو ایسا ہے کہ شاید ہی اسکے مقابلہ کی کوئی دوسری دوا ہو ہاضم اسقدر ہے کہ آپ ایک ہفتہ کے بعد دونی غذا نوش کرنے لگیں گے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ محصول علاوہ۔ فرمائش لکھتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے گا۔
ہزاروں شہادتوں میں سے دو شہادتیں ملاحظہ فرمایئے
جناب سید شاہ مطیع الرحمن صاحب دلاور پور مونگیر سے تحریر فرماتے ہیں۔ جناب حکیم صاحب آپکا شربت اکسیر نہایت ہی مفید تیر بہدف ثابت ہوا مجھکو یہ بیماری تقریباً دو سال سے مصیبت ناگوار میں مبتلا کئے ہوئی تھی بفضل ایزد استعمال و محنت کا م کا رسے زندگی مہلک سے امن و امان کے گوشے میں لا بٹھایا۔ اور وہ امید کی لہریں میری زندگی میں وابستہ ہو گئیں اور پھر زندگی کے قاصد نے آکر مبارک بادی کی خبریں سنائیں جس سے میں بہت مسرور ہوا۔ امید اچھا ہونے کی نہیں تھی مگر شکر ہے۔ فی الحال ایک شیشی شربت اکسیر کی مندرجہ ذیل پتہ سے روانہ فرمایئے۔
جناب جیون صاحب سلطان پور ضلع جہلم سے تحریر فرماتے ہیں کہ شربت اکسیر کی ایک شیشی درست جلد روانہ فرمائیں چونکہ میں نے عرصہ سے پیشتر آپ سے ایک شیشی منگائی تھی جو بہت عمدہ نکلی اور یہ شربت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ جتنی اسکی تعریف کیجاوے کم ہے۔ میں نے صدہا مقامات سے دوائیں منگا کر استعمال کی ہیں لیکن وہ سب کی سب بے سود نکلیں۔ واللہ آپکا شربت نایاب ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ کی سی اشیاء کسی ڈاکٹر کے پاس نہوں گی۔ آپ کی دوائیں بہت اچھی ہیں میں آپ کی ادویات سے بہت خوش ہوں۔
ملنے کا پتہ۔ ایس۔ کے۔ بی۔ بخشی اینڈ کو موجد شربت اکسیر کوٹھی نمبر ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴ کلکتہ

زمانہ

جلد ۳۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء نمبر ۲۱۶

محاکات

(مولوی حکیم سید ابوالعلا ناطق لکھنوی)

تخئیل مین واقعات ہون یا جذبات اُنکو اس خوبی سے ادا کرنا کہ صورت آنکھون کے سامنے پھر جائے' اس خوش اسلوبی سے نظم کرنا کہ منظر پیش نظر ہوجائے' کلام کو اس ترتیب سے مرکب کرنا کہ تصویر بن جائے - اور اس ترکیب سے مرتب کرنا کہ نقشہ کھنچ جائے' اسی کو "محاکات" کہتے ہین -

ارسطو اور یونان کے بعض محقق اور یورپ کے اکثر شعرا محاکات کو اصل شاعری کہتے ہین' ایشیا کے تمام اساتذہ تخئیل کو سرمایہ شاعری سمجھتے ہین - مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ تخئیل و محاکات دونون شاعری کے جسم و جان ہین - یا یون سمجھئے کہ تخئیل ایک مادہ ہے اور محاکات اُسکا سانچہ' اگر محض تخئیل ہو' اُسے شعر نہین کہہ سکتے - اگر صرف محاکات ہو تو بغیر تخئیل کے ممکن ہی نہین' بعض موقعون پر شعرا نے کسی چیز کی صرف آواز کا نقشہ کھینچا ہے - اُس محاکات مین جو الفاظ صرف کئے ہین وہ بے معنی ہین مگر شاعر کا جو خیال اور مقصد اُسکا بانی ہے وہی اُسکی تخئیل ہے' فردوسی اور امیر خسرو نے آوازون کی محاکات مین جو الفاظ استعمال کئے ہین وہ اگرچہ بالکل مہمل نہین ہین مگر اُنکے لفظی معنی سے تخئیل متعلق نہین ہے بلکہ یہ خیال کہ آواز کا ریکارڈ بنجائے اُسکی تخئیل ہے -

ع زلفقارہ آواز آمد برون — کہ گردون بدون ہت' دون ہت' دون

اگرچہ شعر مین یہ معنی موجود ہین کہ آسمان ناچیز اور ہیچ ہے مگر اصل مقصود شاعر کا اُس آواز کی محاکات ہے

جو نقارے سے پیدا ہوتی ہے۔

اگرچہ ہم اس سے پہلے خیال شاعرانہ تخیل شعری کی تفصیل کر چکے ہین مگر محاکات کے بیان مین بھی خیال و تخیل کا ذکر آجانا لازمی اور ناگزیر ہے۔

آواز کی محاکات مین حروف اور الفاظ کی "آواز" سے تعلق ہوتا ہے اور یہی نصب العین اسکی تخیل ہے۔ مگر خیال شاعر جو ایک تیسری چیز ہے اور جو معانی اور تخیل کے بھی علاوہ ہے محاکات سے بالواسطہ کوئی تعلق نہین رکھتا، خیال تخیل اور محاکات کا اجتماع مثال سے زیادہ نمایان ہوجائیگا۔

امیر خسرو، حضرت سلطان المشائخ کے پاس بیٹھے تھے اور ایک سیاح کہین سے آگئے۔ کھانے مین وہ بھی شریک ہوئے۔ مگر سیاحون کی عادت ہوتی ہے کہ رفتار کی طرح گفتار مین بھی نہین تھکتے۔ جھوٹے سچے قصے جو بیان کرنا شروع کر دیئے تو وہ اب کسی طرح ختم ہی نہین ہوتے۔ حضرت نظام الدین عبادت گزار شب بیدار تھے۔ اُنکے پاس اس بکواس کے لئے وقت کہان تھا۔ مگر خلیق بھی تھے، ہر چند پہلو بدلے کہ وہ کسی پہلو سے سمجھ جائین اور رخصت ہون وہان اسکا حس کہان۔ آخر آدھی رات کی نوبت بجنے لگی سلطان جی نے امیر خسرو سے پوچھا کہ یہ کے بجے کی نوبت بجی؟ اُنھون نے عرض کی کہ "حضور آدھی رات کی"، پوچھا اسمین سے کیا آواز نکلتی ہے؟ کہا، اسکے بول کچھ اس طرح معلوم ہوتے ہین۔

نان کہ خوردی خانہ برو، نان کہ خوردی خانہ برو، خانہ برو، خانہ برو

نان کہ خوردی خانہ برو، نہ کہ بدست تو کردم خانہ گرد، خانہ برو، خانہ برو (آب حیات)

نوبت کے نقارچی چوبون سے جو آواز نکالتے ہین اور اُس آواز کی جو تال ہوتی ہے وہ بھی اس محاکات مین نمایان ہے۔ معانی الفاظ نے خیال شاعرانہ تخیل شعری کو الگ دکھایا ہے تلفظ نے آواز مین گرامو فون کے ریکارڈ کا کام دیا ہے اور وزن نے موسیقی کے لئے دکھائی ہے۔ غرض محاکات نے سب کا فوٹو کھینچا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ محاکات، شاعری کا انتہائی کمال ہے جو کہ ایک صورت سے مصوری اور ایک [illegible] کی موسیقیت ہے۔ شاعری، موسیقی اور مصوری آپسمین ایک دوسرے کی دمساز اور ہم آواز ہین، انکا باہم میل جول فلسفیانہ اور قدرتی ہے۔

شاعر جب اپنے تخیل کا منظر دکھاتا ہے، جسکو محاکات کہتے ہین تو وہی تاثیر ہوتی ہے جو اُس واقعہ

کی تصویر دیکھنے سے ہو' جب موسیقی کا ماہر اپنے کسی جذبے کی روح' اپنی آواز میں پھونکتا ہے تو راگ کے سچے سُروں سے وہی تصویر بنجاتی ہے جو شاعری میں محاکات کہلاتی ہے۔ مصور جب کسی کے چہرہ پر جذبات نمایاں کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو دیکھنے والے پر وہی کیفیت طاری ہوتی ہے جو گویئے کے خیال (آستائی) اور شاعر کی محاکات سے۔

موسیقی جو کام سُروں سے کرتی ہے وہی کام' خطوط سے "مصور" اور لفظوں سے شاعر کرتا ہو۔ شاعری کیا ہے ؟ ایک بولتی ہوئی تصویر' مصوری کیا ہے ؟ ایک خاموش شاعری" اسی طرح موسیقی بھی ایک سُریلی تصویر اور شاعری ایک متین اور سنجیدہ گانا ہے۔ یوں تو دنیا کی کوئی چیز بے اثر نہیں۔ ہر شئے میں مختلف اور متعدد قدرتی تاثیرات ہیں جس طرح ہر لفظ میں معنی پوشیدہ ہوتے ہیں اُسی طرح ہر ذرّے میں تاثیر۔ دنیا گویا ایک لغت ہے اسکے الفاظ "تمام موجودات" ہیں اور لُغت میں کسی لفظ کا مہمل ہونا ایک بے معنی بات ہے مگر ان اس قدرتی تاثیر سے اپنی مرضی کے مطابق کام لینے کے لئے علوم و فنون ایجاد ہوئے۔

فرض کیجئے کہ یاد انسان کے لئے ایک نہایت ضروری اور کارآمد آلہ ہے۔ نظم کا خاصہ ہے کہ یاد ہوجائے' تصویر یہ کہتی ہے کہ ہم کسی کی یادگار ہیں۔ موسیقی کا مقصد ہو کہ بھُولے ہوئے جذبات یاد آجائیں۔

ہر قدرتی شئے میں سو سو تاثیریں ہیں محل استعمال اور طریقۂ استعمال سے وہ تاثیریں بدلتی اور گوناگوں ہوتی جاتی ہیں۔ مثلاً ہوا بھی تاثیرات قدرتی کا ایک دریا ہے۔ مداخل اور مخارج کے اختلاف سے اس ہوا کا ہر جگہ ایک خاص اثر ہے۔ بچوں' جوانوں' بوڑھوں' اور مردوں عورتوں کی آوازوں میں الگ الگ تاثیر ہے۔ بلکہ ہر متنفس کی آواز کا ایک خاص اثر ہے۔ اور آگے بڑھئے تو ایک ہی انسان کی آواز کا اثر ہر وقت اور ہر موقع پر جداگانہ ہوتا ہے۔

مخارج کے لحاظ سے اس آواز کی دو تقسیمیں سب سے پہلے اس طرح کی گئیں کہ ایک میں بغیر کسی لگاؤ کے آزادی سے آواز نکلے' مقامات اعضائی اور آلات تنفس نے ان کے مدارج اور مراتب قائم کئے۔ موسیقی نے ان کے مجموعے کا نام سپتک او رسرگم رکھا۔ ہر درجہ کی آواز میں ایک خاص اثر کر ان کے سات حصے کئے۔ ہر حصے کے دو دو تین تین یا چار چار ٹکڑے کئے۔ اِن ہی کو ساتوں سُر

اور چودہ سُرتیان کہتے ہین - جو مقامات انکے مقرر ہین اگر وہان سے بال برابر کے فرق سے آواز نکلیگی تو آواز بے تاثیر ہو جائیگی -

دوسری تقسیم یہ ہوئی کہ آواز آزادی سے نہ نکلے بلکہ زبان، تالو، حلق اور لب وغیرہ سے دَب کر اور کُچل کر نکلے - اسکی ہر صورت کا نام ایک حرف ہے - حروف کے مجموعہ کو لفظ کہتے ہین - الفاظ سے معانی خود بخود پیدا ہوتے گئے - مثلاً انسان پیدا ہوتے ہی سب سے پہلا کام جو کرتا ہے وہ گریہ ہے کیونکہ ایک حالت سے دوسری حالت مین تبدیل ہونے کے لئے حرکت و انقلاب سے تکلیف ہونا لازم ہے، ہر ذی حس کا فرض ہے کہ وہ تکلیف کے اثر سے متاثر ہو - رونا، اسی کا نتیجہ ہے - اِس رونے مین جو آواز " آ " اور " اُو " کی نکلتی ہے - یہی وہ الفاظ ہین جو گریہ و زاری، تکلیف و مصیبت اور رنج و غم کے اظہار کے لئے موضوع اور مستعمل ہو گئے " آہ " اُوہ " ہائے " اُف " وائے " ہا " اصطلاح حروف پیدا ہوئے اور حروف سے الفاظ، الفاظ سے معانی، پھر اُن ہی حروف کی جب تصویر اُتاری گئی تو جیسی وہ سیدھی سادی اور بغیر پیچ و خم کے تھی ویسی ہی الف کی صورت بنائی گئی - پھر جب بچہ دودھ وغیرہ پینے مین اپنے ہونٹون کو کام مین لایا تو وہی آواز جو پہلے آزاد تھی اب ہونٹون سے دَب کر نکلی اسکا نام " ب " ہوا - مصور نے اسکی تصویر جو بنائی تو دیکھئے انسان کے لب سے کسقدر مشابہ ہے - غرضکہ پہلی آواز الف کی اور دوسری ب کی یہ دونون ملکر " اب " یا " با " ہوئے - انسان کا سب سے پہلا رشتہ اپنے باپ سے ہے - لہذا اکثر الفاظ مین الف اور ب کا عنصر غالب ہے کیونکہ یہ لفظ بھی پہلا ہی لفظ ہے، عربی مین باپ کو " اب " فارسی مین " بابا " ہندی مین بابل کہتے ہین - اور باب، باوا، پدر، فادر، پتا، ابو سب اُسی سے مشتق ہین - اگر کسی کو یہ تلاش ہو کہ مان کے لئے جتنے الفاظ ہین اُم، مادر، ماتا، امّ، مان امان، مدر " ان مین میم کا عنصر کیون غالب ہے - اسکا راز یہ ہے کہ وہی حرف (ب) جس آواز سے پیدا ہوتا ہے - اگر اُس آواز کا ایک حصّہ بھی ناک کی طرف منقسم ہو جائے تو حرف میم ہو جائے گا اب دیکھئے ب اور م کی باپ مان سے کسقدر مناسبت ہے - اور الفاظ سے معنی کیونکر پیدا ہوتے جاتے ہین - تمام اصول لغت کے لیجیئے تو ایک وسیع مضمون کی ضرورت ہے - یہان اسکا موقع نہین ہے ان مثالون سے میرا مقصد یہ ہے کہ ادھر تو آواز کی ایک تقسیم سے موسیقی پیدا ہوئی، اُدھر دوسری تقسیم سے کلام اور مصوری نے جلوہ دکھایا - غرض نقوش نے تصویر کی اور کلام نے شعر کی تکمیل کرنا

شروع کی۔گوکہ ہر نقطۂ خیال انسان کا ایک خاص مرکز ہے - ہر شعر بالذات اور انفرادی حیثیت سے اثر رکھتا ہے - ہر لفظ معنی کی تاثیر سے خالی نہین ہے مگر ترکیب و ترتیب کو اثر پیدا کرنے مین بہت بڑا دخل ہے - ہر مجموعہ اس ترتیب سے مرکب ہونا اور اس ترکیب سے مرتب ہونا چاہئے کہ ہر خاص موقع کے لئے خاص اثر ہو - اس کامیابی کے لئے دو جزو ضروری و لازمی ہین - اول یہ کہ جس جذبے کو تحریک دینا ہو پہلے خود اپنی ذات مین پیدا کرنا چاہئے - جو شخص اپنے جذبے پر یہ تصرف نہین رکھتا ہو اُسکو دوسرون کے جذبات پر قوت و اختیار کہان ممکن ہے -

جس شاعر کو کسی کیفیت سے خاص مناسبت ہے اور تمام جذبات پر عام اختیار حاصل نہین ہے، وہ جملہ محاکات مین قادر الکلام نہین ہوسکتا - فردوسی واقعات کی محاکات کا بادشاہ تھا - جیسا کہ یورپ کے اکثر شعرا مادیات اور مناظر قدرتی کی محاکات مین کامل تھے - مگر جذبات عشق کی مکمل تصویر دکھا نہ سکتے تھے - اسی طرح جس ماہر موسیقی کو طرب سے مناسبت کم ہے - وہ دردانگیز راگنیون سے جذبات غم کو تحریک دے سکتا ہے - اور طرب خیز راگون مین تاثیر کی پوری روشنی پیدا نہین کرسکتا - یہی کیفیت مصوّر کی ہے جو کہ تصویرون کے ذریعہ سے تمام جذبات نمایان کرکے دیکھنے والے پر ایسا ہی اثر ڈال سکتا ہے جیسا کہ اصلی شئے کو دیکھنے سے ہوسکے - مگر شرط یہی ہے کہ کسی ایک لائن پر ہو بلکہ وسعت خیالی اور جامعیت کلی رکھتا ہو -

دوسرا ضروری جزو جو کہ تاثیر و محاکات اور منظر نمائی کا ضروری حصہ ہے - وزن، موزونیت اور توازن ہے - ان مین بھی شاعری، موسیقی، اور مصوّری برابر کے حصہ دار ہین -

موسیقی کے وزن مین ۳۶۰ ضربین ہین جنکو ہندی مین تال کہتے ہین - انکے علاوہ کچھ ضربین میر علی حسین سوزخوان اور مولوی نظام الدین نائک نے بھی ایجاد کی ہین - جس طرح اشعار کی بحرین پہلے ۱۲ تھین پھر رفتہ رفتہ ۳۶ ہوگئین اور اب تو چار ہی پانچ بحرون کا ظرف رہگیا ہے جس نو وارد دیوان کو اٹھا کے دیکھئے - یا جس مشاعرے کی طرح سُنئے یا تو رمل مین یا ہزج مین اگر بہت ترقی کی تو مضارع تک اسیطرح چند مخصوص تالین باقی رہ گئین ہین جو موسیقی مین مستعمل ہین - مگر موسیقی مین وزن کا تحفظ اس انتظام سے ہے کہ جسقدر موسیقی کو زوال ہوتا جائیگا اُسیقدر تالین بھی کم ہوتی جائین گی - وجہ یہ ہے کہ راگون کے دُھرپد اور آستائی جن تالون مین بندھے ہوئے ہین انکے علاوہ دوسری

تال مین وہ ادا نہین ہو سکتے - بلکہ ضربون کی تعداد بھی معین ہے جس طرح بحرین مسدس اور مثمن ہوتی ہین - یعنی ارکان یا افاعیل کی ہر بحر مین تعداد مقرر ہوتی ہے - اُسی طرح وہان ماترون کی تعداد ہر مثلاً ایک آستائی چھومرے کے ۱۴ ماترون مین بندھی ہے تو یا وہ آستائی چھوڑ دی جائیگی یا گائی جائیگی تو اسی قید کے ساتھ - کیونکہ وزن کے تحفظ کے لئے موسیقی مین سم رکھا گیا ہے - اگر ماترون کی تعداد مین فرق ہوگا تو سم بیجا ہو جائیگا - ہرچند کہ شاعری مین بھی اسکا انتظام کسیقدر ہے - مگر لوگ اُسپر عمل نہین کرتے - اسلئے اثر مین اور بھی کمی ہوتی ہے - مثلاً قصیدے، مرثئے، مثنوی اور رباعی کے لئے بحور علیحدہ علیحدہ مع تعداد مقرر ہین تاکہ اثر مین مدد پہونچے - مگر سوائے رباعی کے اور کسی چیز مین عام شعرا پابندی نہین کرتے - مومن خان کا پہلا قصیدہ مثنوی کی بحر مین ہے - اکثر حضرات رباعی کی بحرون مین غزل کہتے ہین - تاہم یہ ایسی باتین نہین ہین کہ انکی پابندی نہ کرنا شاعرانہ اختیارات سے بالکل باہر ہو -

بعض لوگون کو شبہہ ہوگا کہ ماہران موسیقی اور لوگ ہین، تال کے جاننے والے دوسرے پیشہ کے لوگ ہین - موسیقی کو جہان تک علم سے تعلق ہے - یعنی جو شخص راگ اور راگنیون کا علم رکھتا ہے اور اُسکا ہنر دُھنون تک محدود نہین ہے اُسکے لئے صرف یہی نہین کہ علم الاوزان سے واقف ہو بلکہ عامل ہونا اور ہاتھ سے ادا کرنا ضروری و لازمی ہے -

بہرحال شاعری اور موسیقی مین وزن و موزونیت تو ظاہر ہے مگر مصوری کا توازن کسیقدر محتاج تشریح ہے - جس طرح شعر مین تخئیل شاعر محاکات اور وزن ضروری ہے اُسی طرح تصویر مین مصور کا تصور اور صورت گری اور توازن لازمی ہے - توازن ایک ذہنی پیمایش ہے جسکی مدد سے مصور صاحب تصویر کے ہر چھوٹے سے چھوٹے جزو کا صحیح اندازہ کر لیتا ہے - اس توازن کے دقیق اور ضروری ہونے کا اندازہ اسی سے کر لیجئے کہ آلات تنفس کے پیمایشی فرق سے ہر شخص کی آواز الگ ہے - چہرے کے تمام اجزا دنیا بھر کے لوگون مین پیمایش کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا فرق رکھتے ہین اسی لئے ہر شخص اپنی صورت کا ایک ہی ہے - ہر شخص کے قدم اُٹھانے کا توازن جداگانہ ہو اسلئے ایک انسان کی چال دوسرے سے مختلف ہے - یہ فرق ایسا سطحی اور بدیہی نہین ہے کہ سوائے مصور کے دوسرا شخص صحیح اندازہ کر سکے مصور کے ذہن مین اُس چیز کی ٹھیک پیمایش منقوش ہو جاتی ہے

جسکی وہ تصویر کھینچنا چاہتا ہے - یہ توازن صرف وہی جانتا ہے کہ تمام سر کے بالون مین کچھ بال زیادہ باریک ہوتے ہین - یہ اسی کو معلوم ہے کہ کس کے آنکھونکی کیسی ساخت ہے - کیونکہ وہ آنکھ کو اس نظر سے دیکھ چکا ہے کہ آنکھ بڑی ہے - مگر دیدے ابھرے ہوئے نہین ہین - یہ بات صرف مصور ہی جانتا ہے کہ آنکھ اور ابرو مین جتنا زیادہ فاصلہ ہوگا اُسیقدر حسن ہوگا کیونکہ زوال حسن کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ کچھ خطوط دہن اور رخسارون کے درمیان پیدا ہو جائین اور آنکھین دھنستی جائین اور بھوین لٹکتی آئین جنسے دونون کا درمیانی فاصلہ کم ہو جائے - ہر چہرے کے تمام اجزا اور نقش و نگار کا باہمی تناسب مصور کا پہلا علم الاوزان ہے -

مصور کو اس بات سے غرض نہین ہے کہ چہرہ حسین ہے یا کریہ بلکہ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے حصہ کا باہمی تناسب اور توازن کس حساب کس مقدار اور کس پیمایش کا ہے -

ایک شاعر کسی حسین کو دیکھکر یا ایک عاشق اپنے معشوق کا نظارہ کر کے تصویر کھینچنے کے قابل نہین رہ سکتا کیونکہ جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہین - شاعر مین تخیل کا سواد اور عاشق مین جذبے کا مادہ اسقدر غالب ہو جاتا ہے کہ اگر وہ کامل مصور ہو تو بھی پیمایش کا حساب کتاب لگانے کی فرصت نہین پاتا - یہی وجہ ہے کہ گو عاشق سے بڑھ کے مصور کو تصور صادق نہین ہو سکتا مگر مصور کے دماغ مین جو وزن چہرے کی ساخت کا قایم ہو جاتا ہے وہ اصول عاشق نہین جانتا - لہذا اپنے ذہن کا عکس کاغذ پر نہین اُتار سکتا -

ایک مصور بہت حسن پرست تھا جب وہ کسی حسین یا کریہ المنظر شخص کی تصویر کھینچنا چاہتا تھا تو ایک لگن مین پانی بھر کے صاحب تصویر کا عکس اُسمین دیکھ لیتا تھا تاکہ چہرہ کا اثر اپنے دل پر کم ہو اور اسکے جذبات وہ نہ دیکھے جس سے اُسکے نقش و نگار مین تغیر سے حرکت ہو - یہ قاعدہ چین مین مدت تک رہا دوسرا توازن مصوری مین ترشی ہوئی تصویرون سے متعلق ہے - تیسرا توازن سطح پر رنگین تصویر بنانے مین کارآمد ہے - مثلاً رخسار کی ہڈی جسقدر اونچی ہوگی اُسی حساب سے اُسکے نیچے شیڈ ہوگا - اسکا توازن یہ ہے کہ جس مقام پر زیادہ گہراؤ ہوگا - وہان کے خطوط یا نقاط اُتنے ہی قریب قریب ہونگے یا رنگ گہرا ہوگا اور جتنا عمق کم دکھانا ہوگا اُسیقدر سیاہی ہلکی ہوگی - اس قسم کی مختلف پیمایشین ہین اور یہ سب ذہنی ہین - مصور فوراً سمجھ لیتا ہے کہ پیشانی ابرو آنکھ اور تمام اجزا مین یہ نسبت ہے - اُسی نسبت سے چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سی بڑی تصویر اپنے تصور کی مدد سے بنا دیتا ہے

یہ تصور مصور کے ذہن مین ایسا ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کے دماغ مین تخیل اور ماہر موسیقی کے خیال مین راگ کی سرگم:۔

یہ تو مین ظاہر کر چکا ہون کہ مصور کا تصور ایک عاشق اور شاعر کے تصور سے اصولاً جداگانہ ہوتا ہے۔ مگر اب مجھے یہ کہنا ہے کہ تخیل شعری بھی شاعر ہی کے لئے مخصوص ہے۔ خوبصورت ناخنون کو دیکھ کے ایک حکیم اُن اخلاط کے اعتدال کا خیال کرنے لگتا ہے جنھون نے سرخی اور سفیدی کو ایک خاص مناسبت سے قائم رکھا ہے۔ اور حرارت غریزی کی لطافت نے اُنمین چمک پیدا کر دی ہے۔ مگر ایک شاعر اُنہین ناخنون کو دیکھ کے جس قسم کی تخیل اپنے ذہن مین پاتا ہے اُسکی تصویر یون دکھاتا ہے:۔

ناخن وہ گلابی اور ہلکے
یاقوت و بلور کے دو سپلکے

موسیقی مین ہر جذبے، ہر کیفیت اور ہر ضرورت و موقع کے لئے ایک خاص راگ یا راگنی ہے، شاعر اور مصور تمام جذبات کو ہر اُس تصویر سے جو موضوع ہو، اور اُس شعر سے جو اُس ضرورت کے واسطے موزون ہو تحریک مین لا سکتا ہے۔ اور نگ جبین سے عبرت کا سبق ملتا اور دنیا کی بے ثباتی یاد آتی تھی۔ موسیقی کے سچے سُر بغیر کسی کلام کے وہی تاثیر پیدا کرتے ہین۔ مولانا روم کی مثنوی اسی نتیجے پر پہونچاتی ہے۔ استعداد اور مناسبت شرط ہے۔

تصویر اور محاکات دراصل قدرتی صنعت کی نقل ہے، یہ نقل اگر اصل سے ملگئی تو ایک عجیب کامیابی ہے۔ اسی لئے محاکات اور تصور مین بالذات اثر ہے۔ اور یہ اثر اُس تاثیر کے علاوہ ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے ہو تو گویا محاکات اور تصویر مین اگر پوری کامیابی ہو تو دوہرا اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے عمدہ تصویر اور اچھا شعر اپنے مصور اور شاعر کی یادگار بھی ہے۔ موسیقی کا کام ہوا پر ہے اس لئے اُسکی یادگار کے لئے مادیات مین سے کوئی شے نہین صرف اُنکا نام تاریخ کے صفحون پر یا لوگون کی یاد مین باقی رہ گیا، ہر چند کہ فونوگراف کی ایجاد نے یہ بندوبست بھی کر دیا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ مادی چیزون پر جو یادگارین قایم ہوتی ہین وہ کب تک باقی رہ سکتی ہین۔ کام ایسا کرنا چاہئے جو سب کے دلون پر نقش ہو جائے۔ مانی کے ہاتھ کی کوئی نشانی دیکھنے مین نہین آئی مگر نام کسی طرح نہین بھلایا جا سکتا۔

مصوری اس بات سے مجبور تھی کہ متواتر کئی حالتوں کا بدلنا ایک ہی تصویر میں دکھا سکتی تھی جیسا کہ شاعر اور موسیقی دان یہ تغیرات پیدا کر سکتا ہے۔ ؎

آتش۔ لائے بھی لوگ، بیٹھے بھی، اُٹھ بھی کھڑے ہوئے　　مین جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل مین رہگیا

مگر اب سلکی تصاویر یعنی بائسکوپ نے اس کمی کو بھی پورا کر دیا۔

اب ہم محاکات کی مثال مین چند اشعار پیش کرتے ہین جو اس کمال کی تصویرین مختلف صورتون سے ناظرین کو دکھاوینگے۔

واقعات وجذبات مین اُس واقعہ کا منظر دکھانا کسیقدر آسان ہے جو سطحی نظر سے دیکھا جا سکے۔ لیکن پھر بھی اسقدر مشکل ہے کہ یورپ اور عرب کے شاعرون کو اسپر ناز ہے۔ اور فردوسی اسی کے بدولت خدائے سخن کہا گیا۔ خصوصًا رزمیہ واقعات کے محاکات مین تو لاثانی تھا۔ باغ وبہار کا منظر دکھانے مین قاآنی بھی خاص قدرت رکھتا ہے۔ اُردو مین بھی اکثر شعرا گذرے ہین۔

باغ وبہار کا نظارہ ان اشعار مین دیکھیے۔

باغ مین پھرنے لگی بخت ہوا کھائی ہوئی　　ہر کلی چھپنے لگی پتون مین شرمائی ہوئی

بیل ہمسایون سے اپنے لپٹی بل کھائی ہوئی　　یک بیک آئی نسیم صبح اِٹھلاتی ہوئی

ٹہنیان نازک جو تھین وہ وجد مین ہلنے لگین

جو نہ کھلنے پائین تھین کلیان، وہ اب کھلنے لگین

جب کوئی مشاق چابکدست برچھا یا بانا ہلاتا ہے تو اُسکے گرداگرد ایک حلقہ بندھ جاتا ہے، وہ حلقہ فضا مین حباب سا نظر آتا ہے اسکی تصویر فردوسی دکھاتا ہے۔

بخنجر[1] زمین را میستان کنم　　بنیزہ ہوا را نیستان کنم

پھولون کی بہار، دریا کی روانی، اندھیری رات کا سناٹا، جنگلون اور بیابانون کی ویرانی، قبرستانون کی عبرت، پہاڑون کی شان وشوکت، یہ سب اور اسی قسم کے تمام نظارے جو قدرتی مناظر کہلاتے ہین اگر نہ بھی دکھائے جائین تو کچھ ایسا ہرج بھی نہین ہے۔ کیونکہ ان کے محاکات

---

[1] خنجر سے زمین کو لال کر دونگا نیزے سے ہوا کو نیستان بنا دونگا۔

سے ایجادات مین کوئی اضافہ نہین ہوتا۔ سوائے اسکے کہ شاعر کا اظہار کمال ہوتا ہے۔ اگر اثر لینا ہو
عبرت حاصل کرنا ہے تو کس ملک مین۔ یہ مناظر نہین ہین، اصل کو جا کر دیکھے اور سبق لیجے۔ نقل پھر بھی
نقل ہے۔ مگر یہان کار آمد ہے۔ تو یہ کہ "قدرت کے راز آشکارا کیے جائین" "چھپی ہوئی باتین نمایان کیجائین"
شاعر کا خاص کمال یہ ہے کہ جس چیز کو لوگ سطحی نظر سے دیکھتے ہین اُسمین جو لطیف اور پوشیدہ بات
ہے اُسکا حجاب اُٹھا دے۔ اور یہ دکھا دے کہ جتنے ہر چیز کو عامیانہ طور سے دیکھا تھا جو بات اُسکی تہ مین
دیکھنے کے قابل تھی وہ نہ دیکھی تھی:-

مثلاً ایک بیمار ایک آخری کروٹ لیکر مرگیا! اس منظر کو لوگون نے دیکھا۔ مگر کیا دیکھا؟ صرف
یہی واقعہ" ایک شاعر اُسکو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ آخری کروٹ، انسانی زندگی کا آخری انقلاب ہے
اُسکے ساتھ تمام دنیا کے جو تعلقات تھے اُن سب کا خاتمہ ہوگیا۔ نہ اب کسی بات کا موقع رہا نہ دوبارہ
یہ حادثہ گزریگا۔ ؎

آپ کا بیمار غم کروٹ بدل کر رہ گیا اب نہ ایسا انقلاب آئے گا دُنیا مین کبھی

پیاس کے وقت پانی کے پاس گھوڑے کو کسنے نہین دیکھا۔ مگر جس گہری نظر سے شاعر نے
دیکھا اور دیکھکر جو کچھ سمجھا وہ غیر شاعر کی قدرت سے باہر ہے۔ میر انیس کہتے ہین۔

دو دن سے بے زبان پہ جو تھا آب و دانہ بند دریا کو ہہنا کے لگا دیکھنے سمند
ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند چمکارتے تھے حضرت عباس ارجمند
تڑپا تا تھا جگر کو جو شور آبشار کا
گردن پھرا کے دیکھتا تھا منھ سوار کا

اکثر تصویرون پر کتبے ہوتے ہین جو تصویر کی طرف متوجہ کرتے ہین۔ پہلا مصرعہ گویا کتبہ ہے
"دو دن سے بے زبان پہ جو تھا آب و دانہ بند" اسکے بعد سطحی تصویر یعنی صرف واقعہ کی محاکات۔
"دریا کو ہہنا کے لگا دیکھنے سمند" تیسرے مصرعہ مین شاعر کا وہ خاص کمال ہے جو کہ ظاہر بینون کی
نظر سے اوجھل تھا۔ "ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند" یہ صرف محاکات کی ظاہری تصویر نہین ہے
بلکہ وہ برقی آئینہ ہے جسمین اندرونی حالت کا عکس نظر آتا ہے۔ چھٹے مصرعے کی تنقید اس بات پر
منحصر ہے کہ حضرت عباس ایک روحانی طاقت کے جز لازم تھے۔ اور بغیر سکینہ کے نہ وہ خود پانی

پینا گوارا کر سکتے تھے نہ اپنے جانور کو پلا سکتے تھے - اگر پانی پا جاتے تو گویا ایک امانت تھی ۔ گھوڑے کو لگام کی سختی سے یہ بات محسوس ہوئی - اور اُسکی وفاداری اُنکی روحانی طاقت کا اثر تھا - اِدھر تو دو دن کی تشنگی اُدھر حضرتِ عباس کا منشا - اب دیکھئے چھٹے مصرعہ کی محاکات -"گردن پھرا کے دیکھتا تھا منھ سوار کا"۔ ہر واقعے مین بہت سے مناظر اور ہر منظر مین متعدد واقعات ہوتے ہین - مگر واقعات اور مناظر کی جان یا جو ہر ایک ہی بات ہوتی ہے اُسکا نبض شناس صرف شاعر ہوتا ہے اُسی کا انتخاب کرنا مشکل ہے - اور بجاے اسکے کہ تمام واقعات بیان کئے جائین - صرف وہی ایک بات محاکات کے لئے مخصوص ہوتی ہے - مثلاً عاشق و معشوق جب رخصت اور ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہین تو گویا کچھ نہین ہوتا - وہ وقت ایک قیامت کا نمونہ ہے - مگر اُن تمام باتون مین سے صرف ایک سامنے کی بات چھانٹ لیتا ہے اور اُسی سے محاکات ہو جاتی ہے -

رخصت کے واقعات کا اِتنا تو ہوش ہے   دیکھا کئے ہم اُنکو جہان تک نظر گئی

ابو العلا ناطق لکھنوی

دیدار کی امید مین کرتا ہون خطا مین   کس درجہ ہون گرویدۂ اربابِ عطا مین

شاہون کے تکبر سے بھی دب کر نہ رہا مین   کس بارگہِ خاص کا آخر ہون گدا مین

دیکھے کوئی نیرنگِ محبت کے یہ نقشے   کرتے ہین جفا آپ تو دیتا ہون دعا مین

فریاد سراپا ہے مرے شوق کی ہستی   گویا کہ ہون اِک آہِ مسلسل کی صدا مین

تعزیر کے قابل نہین گستاخیِ ارمان   اس راہ پہ جب تو نے چلایا تو چلا مین

آزادگیِ شوق بھی کیا شئے ہے کہ حسرت
جانا نہ کسی نے وہ خفا ہین کہ خفا مین

(ماخوذ)   حسرت موہانی

برطانوی ہند کا طریقہ انتظامِ زمین[1]

جیسا کہ اس مضمون کے ابتدائی حصہ مین دکھلایا جا چکا ہے۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایامِ حکومت مین اسکے عمال نے مقبوضات برطانیہ کا بندوبست زمین پہلے پہل کیا تھا تو اُسوقت طلبِ حکومت کی مقدار بہت زیادہ اور سخت رکھی گئی تھی۔ مثلاً شمالی ہندوستان مین ۸۳ فیصدی قرار پائی تھی۔ صوبہ بمبئی مین انگل نے نہایت زیادہ پیداوار تخمینہ کی بنا پر طلب حکومت قائم کی تھی۔ اس طور سے صوبہ مدراس مین کپتان ریڈ اور طامس منرو نے جب پہلے پہل بارہ محال کا بندوبست کیا تھا تو مؤخر الذکر کو چند ہی دنون مین اپنی غلطی تسلیم کرنے پڑی تھی۔ یعنی پیداوار مین جو حق سرکار رکھا گیا تھا اُسکی شدت معلوم کر کے مجبوراً اُنکو پیداوار کا ۱/۲ حصہ "طلب سرکار" مقرر کرنا پڑا۔ بعد کو جب ہندوستان براہ راست تاج برطانیہ کے زیر نگین آگیا تو حقوق کاشتکاران کے تحفظ کے خیال سے ہر صوبہ کے گورمنٹون نے ایکٹ کاشتکاران پاس کئے جو زمینداردن پر اضافہ لگان کی پابندیان اور قیود عائد کرنے مین ایک حد تک کامیاب ہوئے۔ اور قواعد سہارنپور نمبر ۳۰ کی رو سے یہ عام اصول قرار دیدیا گیا کہ "طلبِ حکومت" مقدار لگان کے نصف سے زائد ہرگز نہ مقرر کی جایا کرے۔ لیکن افسوس کہ جن جگہون مین بندوبست استمراری نہین ہوا ہے۔ وہان بہبود کی شکل پیدا نہ ہو سکی۔ چنانچہ صوبہ مغربی و شمالی اودھ مین گو سہارنپور قواعد کی پابندی کرنے کے احکامات نافذ ہو گئے تھے اور ہر افسر بندوبست کے ملحوظ خاطر یہ رہنا چاہئے تھا لیکن جیسا کہ رائے ہنال چند نے اپنے پمفلٹ موسومہ "ہندوستان کی لینڈ ریونو پالیسی پر چند خیالات" مین دکھایا تھا کہ سنہ ۱۹۱۰ء مین ریونو بورڈ نے ایک گشتی چٹھی بدین غرض جاری کی تھی کہ اگر کسی افسر بندوبست کو یہ خیال پیدا ہو کہ فلان آراضی پر لگان کم تشخیص ہوا ہے تو وہ مجاز ہے کہ اس آراضی پر دوبارہ لگان تشخیص کرے۔ جسکے معنی یہ ہوئے کہ اگر کوئی زمیندار لگان نہ بھی بڑھانا چاہے تو وہ مجبور ہوتا ہے کہ ایسا ضرور کرے۔ ورنہ اپنے پاس سے اضافہ کی رقم ادا کرتا رہے۔ خاص خاص حالتون مین دو چار چھوٹے زمیندار جو چیالاک تھے ہوشیار

[1] گذشتہ اشاعت سے آگے

اخفائے لگان کے جرم کے مرتکب پائے جاتے ہین۔ لیکن یہ حرکت کچھ تو سخت گیریون کے باعث اور کچھ بدنیتی سے کرتے ہین۔ تاہم ایسے مجرم ترحم کے مستحق ہرگز نہین۔ اور انکو کیفر دار کو پہونچنا چاہئے۔ پس جس طرح جزو کا اطلاق کل پر نہین ہوسکتا اُسی طور سے جو لوگ ان واقعات کی پناہ مین رہ کر ایک عام اُصول کی پابندی سے سہل انکاری کا پہلو اختیار کرنا چاہین انکے فعل کو مستحسن نہین کہہ سکتے ۔

ہندوستان مین قدیم سے جاگرانہ معافی دینے کا رواج چلا آرہا ہے جس سے مراد وہ معافیات زمین ہین جو زمیندار لوگ اپنے مواضعات مین بعض پیشہ ورون یا پرجون یا کسی کاشتکار کو اسکی خدمات کے صلہ مین دے دیا کرتے ہین ۔ افسر بندوبست ایسی زمینون کو بھی تشخیص لگان سے بری نہین کرتے اور اسکا لحاظ باوجود اعلان گورنمنٹ ایسی آراضیات جو ترقی دادہ کاشتکاریا زمیندار ہون ٹیکس سے مستثنیٰ رہین بمشکل کرتے ہین۔

مسٹر آر۔ سی۔ دت نے اپنی تصنیف مین دکھایا ہے کہ مسٹر طامس نے پارلیمنٹ کے روبرو اظہار دیتے ہوئے اپنا اُصول جو بیان کیا تھا کہ وہ ہمیشہ کاشتکارون سے خود ملکر اور ان سے بالمواجہ گفتگو کرکے ایسا لگان تشخیص کرتے تھے جسکو وہ لوگ ہنسی خوشی منظور کرلیتے تھے ۔ افسوس کہ اس زرین اصول کی پابندی اور بہر عمل افسرانِ بندوبست بہت کم کرتے ہین۔ بلکہ عموماً ایک نوع کی رازداری سی رکھی جاتی ہے ۔ افسر بندوبست لگانون کی فہرست لکھواکر صحت کے ساتھ اُنکو ترتیب دینے کے بعد مالگذاری تشخیص کرکے کمشنر کے پاس کاغذات روانہ کردیتا ہے۔ کمشنر دستخط کرکے ریونیو بورڈ کو ارسال کردیتا ہے۔ اور کل کارروائی ختم ہوجاتی ہے ۔ مسٹر طامس کے اُصول مشوری پر عام طور پر بہت کم عمل کیا جاتا ہے۔ گو یہ صحیح ہے کہ اب بندوبست کا کام ایسے اُلجھاوے کا نہین رہا ہے اور جیسی دقتین پہلے بندوبست مین پیش آتی تھین وہ اب نہین آتین ۔ چپہ چپہ زمین کے کاغذات مرتب موجود رہتے ہین۔ اسلئے کہہ سکتے ہین کہ زیادہ وقت صرف کرنے اور کام کو طول دینے کی کیا حاجت ۔ تاہم چونکہ ہر نئے بندوبست مین عموماً لگان پر اضافہ کیا جاتا ہے اسلئے لگان دینے والون اور مالگذاری سرکار ادا کرنے والون کے مشورہ سے اضافہ کرنے مین کچھ اور بھی خوبی نکل سکتی ہے ۔ صوبۂ متوسط مین جو کیفیت ہے وہ بھی عجیب ہے یعنی وہان مالگذار کی حیثیت ایک ملازم کی سی ہے ۔ افسر بندوبست کاشتکارون پر جو لگان باندھ دیتا ہے اُسکو مالگذار وصول کرکے اپنا حق مقررہ نکالکر سرکاری مالگذاری جمع کرتا ہے

بنگال کے سے روشن خیال اور رعیت پرور زمیندار شعل لیکربھی ڈھونڈھے جاوین بمشکل نکلین گے -
وہ زمانہ لارڈ جارج ہملٹین کا تھا جبکہ ۱۸۹۵ء مین میعاد بندولبست تیس برس سے گھٹا کر بیس سال
کردی گئی - اغلباً اس صوبہ مین ایک بڑا حصّہ غیر مزروعہ رقبہ زمین کا اور بکثرت جنگلات وغیرہ آباد
مقامات موجود پاکر اور یہ معلوم کرکے کہ وہان کے باشندہ اُفتادہ زمینین زیر کاشت سے لئے آتے ہین - یہ
صورت اختیار کی گئی ہوگی لیکن اگر وہان حقیقت مین یہ شکلین مثلاً جگہین آباد ہوتی جا رہی ہین اور جنگلات
کنکر مزروعہ ہوتے جاتے ہین - اور آبپاشی کا جدید انتظام ہوگیا ہے' تو خیر ورنہ یون
بلا تردد کے زمین پر تخم ڈالدینے اور کاشت وسیع کے طریقہ پر عمل پیرائی سے کچھ مفید نتیجہ نہین نکلتا - زمیندارون
کی آمدنیان تو متذکرۂ اسباب کے بہم پہونچنے سے بڑھ سکتی ہین - لیکن کیا اچھا ہو کہ ان ترقیات کیساتھ
رعایت برت کر زمیندارون کو مزید ترقی کا حوصلہ دلایا جایا کرے - میعاد بندولبست جہان تیس برس مقرر
ہے وہین کیا کچھ دقتین کاشتکارون اور زمیندارون کو اٹھانا نہین پڑتی ہین - نہ کہ میعاد ایک ثلث اور
گھٹا دی جائے -

لارڈ کیننگ کے ایکٹ لگان صوبہ بنگال پنجاب کے لارڈ لارنس کے پاس کردہ ایکٹ
اور صوبۂ متوسط کے بندولبست ۱۸۶۳ء کو اگر بنظر تعمق و انصاف دیکھین تو انکا منشا زمیندارون اور
کاشتکارون کو ایک حد تک خوش حال بنانے کا ضرور تھا - لیکن بعد کے طرز عمل سے یہ پایا جاتا ہے
کہ زمیندارون اور کاشتکارون کے حقوق کی طرف کافی توجہ نہین رہی - پیداوار زمین کا حصّہ سرکار
کسیقدر زیادتی کا رُخ لئے ہوئے رہا - صاحب افسر لینڈ ریونیو و دیگر افسران بندولبست کے
اختیارات خود مختارانہ حیثیت اختیار کئے ہوئے رہے - صوبہ جات متوسط و پنجاب مین میعاد بندولبست
تیس برس سے گھٹا کر بیس سال قرار دیدی گئی - بمبئی کے ایکٹ متعلق ضبطی آراضیات و انتقال جائداد
اور پنجاب کے قانون انتقال جائداد نے بھی اخلاقی فائدہ پہونچانے کی قوت رکھنے کے ساتھ ہی
حقوق پر بڑی پابندیان عاید کردین - صوبۂ بمبئی کے لینڈ ریونیو ایکٹ ۱۹۰۱ء مین ترمیم ہوئی کہ ایسی
کل آراضیات پر جو سرکاری لگان کی غیر ادائگی کے سبب نیلام ہوگئی تھین - لگان دوبارہ تشخیص ہو
اور حقِ انتقال بھی قائم نہ رہے - اور ڈیوک آف آرگائل و لارڈ لارنس کے اظہار ناپسندیدگی کے باوجود
صوبۂ مدراس مین مالگذاری سرکار کے ساتھ محصول آبپاشی وصول ہونے لگا - آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی

کے زمانہ مین گو لوکل ریٹ مفقود نہ تھے تاہم جزو مقدار رہتی تھی اور ریٹ زمانہ ماضی کے ابواب سے ملتے جلتے تھے۔ لیکن بعد کو اس خیال سے کہ امپریل گورنمنٹ کے کاندھون سے تعلیم اور سڑکون کی تعمیر کے مصارف کا بار ہلکا ہوجائے۔ لارڈ اسٹینلی صاحب وزیر ہند ابواب قائم کرنے پر زور دیکر سر چارلس ووڈ کے لئے جگہ خالی کر گئے اور انکے جانشین نے لینڈ ریونیو لوکل سیس کا مزید ٹیکس عاید کردیا۔ جو صوبہ بنگال اور آسام مین تین مدون یعنی سڑکون کی مرمت اسکول اور شفاخانون کے اخراجات کے لئے وصول کئے جاتے ہین۔ صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ، متوسط، و پنجاب، مین سرکار چند سال سے ابواب کو کم کرتی جارہی ہے۔ مثلاً ۱۹۰۵ء مین بیمہ محفوظ فنڈ، پٹواری ریٹ وغیرہ کم کردئے گئے تھے اور ۱۹۰۶ء مین چوکیداری ٹیکس بھی منسوخ کردیا گیا۔ عام شرح دس فیصدی مقرر ہے۔ ہان چار فیصدی نمبرداری حق اور ۲ فیصدی صرفہ دیہہ اسکے علاوہ رہتا ہے جو پٹی دار ادا کرتا ہے۔

پنجاب مین اسکی شرح ۱۲ ½ فیصدی مقرر ہے۔ چارناچار زمیندار اور کاشتکار دونون کو اس قسم کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ دونون کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کتب اقتصادی کے مطالعہ سے ہم پر علم المعیشت کا یہ بڑا اصول منکشف ہوجاتا ہے کہ جب زمینداری لگان معاشی لگان سے تجاوز کرجاتا ہے تو اس حالت مین کاشتکار کی ذاتی اجرت اور سود کی مقدار گھٹ کر اسکو خستہ حال بنادیتا ہے۔ انسدادی قوانین موجود ہونے پر بھی زمیندار حتی الوسع اپنا بار کاشتکار پر ڈالنے کی کوشش مین لگا رہتا ہے۔ اور اگر زمیندار کو اپنے سود مین سے کچھ بھی حصہ دینا پڑتا ہے تو وہ اور بھی بددل و پست ہمت ہوجاتا ہے۔ اور تردد زمین و دیگر ترقیات کی طرف مائل نہین ہوتا۔ اصولاً زمیندار کو اس اصل کا سود جو اسنے زمین کی خرید اور ترمیمات مین لگایا ہے ضرور ملجانا چاہئے۔ اور کاشتکار پر ایسا معتدل لگان ہونا چاہئے کہ تخم اور کھاد کی قیمت، جتائی نرائی۔ آبپاشی۔ کٹائی وغیرہ و نیز کھیتی کے مویشیون کا خرچ ہل بیل اور دیگر سامان زراعت مین جو رقم لگتی ہے اسکا سود اور مصارف قرسودگی وغیرہ نکالکر کچھ اسکے لئے بھی بچ رہی۔ کاشتکارون کی حالت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد مسٹر گوکھلے مرحوم نے ایکبار کہا تھا کہ "کاشتکاران اور زمینداران کی مالی حالت کا صحیح اندازہ زراعت پیشہ جماعت کی مقروضیت کی تحقیقات کرنے سے ہی ہوسکتا ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ کسقدر زمینین بار قرضہ کی وجہ سے انکے قبضہ سے نکل چکی ہین اور کتنی مکفول ہین۔ اِس سے پایا جاتا ہے کہ مسٹر گوکھلے کو کاشتکارونکا افلاس بڑھتا ہوا نظر آیا تھا۔ اور انکو

الفنسٹن صاحب کی اس رائے سے کہ قبل ورود برطانیہ عظمیٰ ہندوستان کے کاشتکار زیادہ افلاس زدہ تھے۔ اتفاق نہ تھا۔ صاحب موصوف کی رائے کی تصدیق دکھن کمیشن نے بھی نہین کی تھی بلکہ سندکو کمیشن کی تحقیقات اِن کی رائے کے برعکس رہی تھی۔

حقیقت تو یون ہے کہ تعین لگان کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ وہ پیداوار کا کوئی حصہ جسکو اصطلاح مین جنسی لگان کہتے ہین ہوا کرے تاکہ کاشتکار و زمیندار دونون کے لئے مساوات کی صورت پیدا ہے کیونکہ ایسی حالت مین زمیندار مقدار پیداوار کی بیشی مین برابر کا شریک رہتا ہے۔ اور اگر یہ نہو تو کم از کم پیداوار کی کوئی مقدار معین بطور لگان کے وصول کی جایا کرے جسکو اصطلاح مین منگت لگان کہتے ہین گو زمیندار اس صورت مین پیداوار کی کمی بیشی مین شریک نہین ہوتا ہے تاہم نرخ کی کمی بیشی کا اثر اسپر بھی ضرور پڑتا ہے۔ لیکن جب یہ دونون صورتین نہین ہوتین اور زمیندار رقم معینہ کے طور پر زر نقد کی صورت مین لگان وصول کرتا ہے۔ تو ہرحال مین کاشتکار ہی گھاٹے اور خسارہ مین رہتا ہے۔ زمیندار پر کمی بیشی نرخ یا دیگر آفات ارضی و سماوی کا کچھ اثر نہین پڑتا۔ ہندوستان کے کئی صوبون مین لگان کی یہی صورت ہوگئی ہے اسمین شک نہین کہ نرخ اجناس کی گرانی سے کاشتکارون کو فائدہ پہونچتا ہے۔ لیکن یہ فائدہ محض موروثی کاشتکارون یا خود کاشت زمیندارون کو پہونچ سکتا ہے جنکی تعداد بمشکل ۲۰ یا ۲۵ فیصدی نکلے گی۔ ورنہ باقی کی یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ پیداوار فروخت کر کے سرکار اور زمیندار کا لگان ادا کر دیتے ہین اور انمین سے بعض کے پاس اسقدر کم مقدار بچ رہتی ہے کہ گذران کے لئے دو ایک ماہ بعد خود بازار سے غلہ خرید کرنا پڑتا ہے۔ بھوسہ کی گرانی کی بھی حد ہو گئی ہے۔ فوری زر نقد ہاتھ آتے دیکھکر اسکو بھی اکثر کاشتکار منڈی دکھا دیتے ہین اور اپنے مویشیون کے لئے باغات و اُوسر کی خاک چھانتے پھرتے ہین۔ کیا عجب ہو کہ بعض کاشتکار جہالت و کج فہمی سے قیمت بھوسہ کو بھی جنسی پیداوار مین شمار کر کے اپنے اوپر زمیندار کا بار اور بھی بڑھا کر اوڑھ لیتے ہون۔ چونکہ تمام عالم مین معاشی ضروریات بڑھتی جا رہی ہین۔ ہندوستان مستثنیٰ کیونکر رہ سکتا ہے۔ مغربی تعیشات کی فراوانی کے ساتھ عام گرانی زمیندار کو لگان مین اضافہ کرنے پہ مجبور کر رہی ہے۔ جسکا بار غریب کسانون پر پڑتا ہے اور مہاجن کی رسّی کستی جا رہی ہے۔

مالگذاری لینے کو تو پچاس فیصدی کہی جاتی ہے لیکن ایسے اہل الرائے اشخاص جنھون نے ہندوستان کے اقتصادی مسائل کے حل کرنے مین اپنی عمرین صرف کر دی ہین۔ مثل مسٹر آر۔ سی۔ دت۔

وادا بھائی نوروجی و مسٹر گوکھلے نے اسکو اس سے زیادہ ثابت کر دکھایا تھا۔ چنانچہ لوکل سیس سے اِسکا ثبوت ملجاتا ہے۔ ہم ایک مختصر سا نقشہ دیکر تعدیہ لگان و مالگذاری کی مقدار مین فی ایکڑ زمین مختلف صوبون مین جو فرق سنہ ۱۹۱۱ء مین موجود تھا دکھا دینا مناسب سمجھتے ہین جو ملاخظہ ہو۔

نام مقام	مالگذاری سرکار کی تعداد	نقد لگان کی تعداد
صوبۂ بنگال کے استمرار شدہ حصص		
بنگال	عہ ۱ر	۱۲ ۱ر
بہار اوڑیسہ بنارس ڈویژن	۹ر	•
غیر استمراری مقامات		
صوبۂ متحدہ (آگرہ)	عہ ۱۳ر	للعہ ۳ر
" اودھ	عہ ۱۵ر	صہ ۳ر
" پنجاب	۸ر	مے ۱۱ر
" مدراس (محصول آبپاشی)	عا ر ۱ر	•
" سندھ	مے ر	•
" بمبئی	۹ر	۱۱ر
" متوسط	۱۰ر	•
برار	۵ر	•
" آسام	عا ر	•
بالائے برہما	عہ ۱۳ر	•
نشیبی برہما	عا ۱۳ر	•

صوبۂ بنگال مین جہان جہان بندوبست استمراری ہوگیا ہے وہان مالگذاری سرکار جو ادا کرنی پڑتی ہے وہ لگان کا ۲۵ فیصدی ہوتی ہے۔ بنگال گورنمنٹ نے جون سنہ ۱۹۱۲ء مین ایک نقشہ تیار کرایا تھا جس سے یہ معلوم کرنا مقصود تھا کہ کاشتکارون سے زمیندار جو لگان وصول کرتے ہین اسکی نسبت خام پیداوار سے کیا رہتی ہے۔ چنانچہ بعض اضلاع مین نسبت حسب ذیل نکلی تھی:۔ ندیہ و

مناپور مین ۷ اور ۸ فیصدی - باقرگنج دلناکھالی اور بیٹرا مین ۹ فیصدی - چوبیس پرگنہ ۱۰ فیصدی راج شاہی ۱۳ فیصدی - ہگلی - گیا - کٹک ۱۴ فیصدی - بیربھوم ۱۵ - اور مظفرپور ۱۶ فیصدی جیساکہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہین - کاشتکار بھوسہ کو جو مویشیون کی خاص غذا ہے - پہلے ہی زرنقد کے لالچ مین آکر فروخت کرڈالتے ہین اور یہی روپیہ کی حرص انکو ایسی چیزون کی کاشت کی طرف راغب نہین ہونے دیتی جنکی پھلیان بطور سبز چارہ کے اور پک کردانہ مین استعمال ہوتی ہین - مثلاً کھرتی - لوبیا - مصری و دیسی کلوذر - جئی - موٹھ - چینہ - کنگنی - چورالا - بڑا سالونک، ہورا وغیرہ ممالک متمدنہ یورپ کے مانند قابل زراعت زمینون مین سبز چارہ کے لئے ایسی چیزین مثل لفبلو گراس - رزقہ - سینٹ خوان - ٹکری - جیموا (کریپ گراس) جنکی کئی کئی فصلین کاٹی جاتی ہین - یا چارہ مویشیون کی ترکاریون مثل مین گل ورزل - کیٹل کیرٹ (مویشیون کی گاجر) کیٹل کے بیج (گوبھی) اور کیٹل ٹرنپ (شلجم) کے بونے کا ذکر ہی کیا - بعض دانہ دار گھاسین ایسی بھی ہین جو تالابون مین پانی کے اندر ہوتی ہین - مثل کودو - ساما - دوسا - سنکرو - پرسال - نری وغیرہ ایسے مواضعات جہان جھیلین اور تالاب موجود ہین وہان مویشیون کے لئے ان گھاسون کا چارہ دو تین ماہ کو کافی ہوجاتا ہے کبھی کبھی امساک باران سے اسمین بھی کمی آجاتی ہے - لیکن اجناس خوردنی کی کاشت مین کچھ ایسی کشش مقناطیسی کاشتکاران وزمینداران کے لئے موجود ہوگئی ہے کہ تالابون مین بھی بیشتر ایسی ہی اجناس بوکر زرنقد حاصل کرلیتے ہین غرضکہ چارہ کی قلت کے باعث روز بروز مویشی کمزور اور لاغر ہوتے جاتے ہین - اور اب جن بیلون سے ہل کی جتائی یا سینچائی کا کام لیا جاتا ہے وہ اسقدر حقیر اور کمزور ہوتے ہین کہ معمولی ہلون مین بھی بمشکل کام دے سکتے ہین - چہ جائیکہ مسٹن ہل یا جین پمپ کے استعمال مین آسکین - علاوہ ازین چراگاہین اور باغات وجنگلات روز بروز کم ہوتے جارہے ہین - اور چونکہ باشندگان ہند کی گذر معاش کا ذریعہ ملکی و دیسی صنعتون کے تقریباً معدوم ہوجانے سے محض زراعت ہی رہگیا ہے - اسلئے ناکارہ سے ناکارہ اور کمزور سے کمزور زمینون کو جوت کر تخم ریزی کردیتے ہین تاآنکہ لاگت بھی بمشکل پیداوار سے نکل پاتی ہے دیہاتون مین کوئی پیشہ ور ایسا نہ نظر آئیگا جسکے کاشت مین دو تین بیگہ زمین نہ ہو جسکو وہ اس غرض سے نہین اختیار کئے ہوئے ہین کہ زراعت مین انکے پیشہ سے منافع زاید حاصل ہوتا ہے بلکہ اجناس کی گرانی سے کسیقدر مجبور ہوکر اپنے پیشہ کی آمدنی سے زمیندار کا لگان ادا کردیتے ہین اور مصارف کاشت چونکہ

یکمشت نہین پڑتے اسلئے وہ بھی گران نہین گذرتے۔ فصل کی تیاری پر جو غلّہ ہاتھ آجاتا ہے اُس سے بال بچّون کا پیٹ پل جاتا ہے۔

آبادی کی زیادتی کا اثر بھی اِس پیشہ پر بہت پڑتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ بہار کے بعض اضلاع مین یہ نوبت پہونچ گئی ہے کہ ہر کاشتکار کے حصّہ مین نصف ایکڑ زمین کا اوسط رہ گیا ہے۔ اور پنجاب مین تین ایکڑ۔ صوبہ مدراس کے اعداد جو ۱۸۵۲ء سے لیکر ۱۸۹۰ء تک کے شائع ہوئے تھے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہان اس درمیان مین ۶۱ فیصدی کا آبادی مین اور رقبہ زیر کاشت مین ۵۰ فیصدی کا اضافہ ہو پایا تھا اور مالگذاری سرکار ۳۱ فیصدی بڑھ گئی تھی طرفہ تماشہ ہے کہ یورپ مین آبادی کی ترقی قلت لگان اور کمی نرخ اجناس کا باعث ہوتی ہے۔ سبب یہ ہے اول تو وہان آلات کشاورزی ایسے رائج ہو گئے ہین جنسے محنت کم پڑتی ہے اور کام زیادہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین مصارف مین کمی اور پیداوار مین بیشی واقع ہوگی۔ دوسرے چونکہ وہان کے کاشتکار مستطیع ہین وہ ایک سال کے اندر کیمیاوی کھادون کا استعمال کرکے کئی کئی فصلین کاٹتے ہین۔ ٹیکس کی مقدار یکسان رہتی ہے۔ اور آمدنی مین اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ تیسرے وہان باربرداری کی سہولتین بڑے وسیع پیمانہ پر موجود ہو گئی ہین۔

علاوہ برین چونکہ ان ممالک کے باشندون کا صنعتی وحرفتی کاروبار بڑھا چڑھا ہوا ہے۔ زرداری کے باعث انکو ممالک غیر کی خام اجناس بکثرت دستیاب ہونے لگی ہین ایسے ملک جہان زراعت کے پیشہ کے سوا روزی کمانے کے دیگر ذرائع محدود ہین وہ اپنے یہان کی خام اجناس بھیجنے پر لامحالہ مجبور ہوتے ہین۔ برعکس اسکے ہندوستان ایک غریب ملک ہے۔ یہان کے کاشتکارون کو کیماوی کھادین استعمال کرنے یا دُخانی مشینون وترقی دادہ آلات خرید کرنے کی استطاعت نہین ہان ریلوے لائین بکثرت کھل گئی ہین جنکے فائدہ رسان ہونے کے بارے مین دو رائین ہین۔ ملکی پیداوار کو بیرونِ ملک پہونچانے مین معاون ہونے کو مفید ملک کہنے مین بعضون کو پس وپیش ہوتا ہے۔ اور انکا خیال ہے کہ اندرونِ ملک روزافزون گرانی کا یہ بھی ایک سبب ہے تاہم اسکے بدلے زرنقد ہاتھ لگتا ہے۔ لیکن اس روپیہ کو یورپ کی فیشنی چیزین پھر وہین واپس لے جاتی ہین۔

ایک گروہ کاشتکارون کا ایسا بھی ہے جو فصل ربیع مین تخم ریزی کے بعد دو ایک پانی کھیتون کو دیکر سنہ ہندی کے دو ماہ یعنی ماہ پھاگن مین اُس طرف اور چیت کے مہینہ مین واپس آکر فصلین کاٹنے کے بعد پھر کسی شہر یا منڈی کو محنت مزدوری کرنے چلے جاتے ہین - اور جسوقت تک موسمی بارش کا پہلا دونگرا انہین پڑ لیتا وہین لگے رہتے ہین - کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا ہے اُس سے مہاجن کا قرضہ اور زمیندار کا لگان ادا کرکے اپنا پیچھا چھوڑاتے ہین -

اکثر متوسط الحال زمینداروں کو باغات کا ٹکر مزروعہ کر دینے مین اپنی آشفتہ حالی کو قدرے سکون پہونچنے کی صورت نظر آئی - قیمت درختان یکمشت ہاتھ آجانے کی ترغیب بھی موجود تھی - ماسوا اسکے یہ بھی ہوتا ہے کہ باغات کی زمین جب پہلے پہل مزروعہ کیجاتی ہے تو دو ایک سال بلا مشقت پیداوار اچھی ہوتی ہے - اِن ہی خیالات کے بنا پر باغات کی بڑی مقدار کٹ کر مزروعہ ہوگیا - سائنس دان لوگ امساکِ باران کی بڑی وجہ اسی کو قرار دیتے ہین - قطع نظر اسکے باغات کی موجودگی سے جلانے کی لکڑی اور مویشیون کے لئے چارہ بکثرت ملتا رہتا تھا - اور ڈھاک - ببول - وغیرہ کے بڑے بڑے قطعات جو تقریبًا ہر بڑے موضع مین موجود تھے غائب ہوجانے سے اول تو چراگاہین مفقود ہوگئین دوسرے چوب سوختنی کی قلت کے باعث سب سے بہتر کھاد یعنی مویشیون کے گوبر کے اُپلے پاتھ کر لوگ بطور لکڑی کے جلانے لگے - نتیجہ یہ ہے کہ عام کاشت کے لئے کھاد کی کمی محسوس ہونے لگی ہے -

باغات کٹ جانے سے باشندگان دیہہ کو اس آسانی اور کثرت سے پھل کھانے کو نہین ملتے جیسا کہ اب سے دو پشت پیشتر حال تھا - زمانہ شاہی مین تو ہر راہ گیر و مسافر کو عام اجازت تھی کہ بلا پیسہ کوڑی صرف کئے جس باغ مین چاہے بیٹھکر آسودہ ہو کر پھل کھا لیوے - باغبان کسی قسم کی مزاحمت نہین کرتے - اِس دستور نے کچھ ایسا مذہبی رنگ اختیار کر لیا تھا کہ پیپل - برگد و پاکر کے درخت بھی جنکے پھل پرندون کے لئے سدابرت بنجاتے ہین اکثر لوگ تیار کردیتے تھے - اب اِس قسم کے درختون کی عدم موجودگی سے غربا کے رازقہ پر بڑا اثر پڑا ہے سرکار کی طرف سے تقریبًا ہر صوبہ مین اعلیٰ پیمانہ کے ہارٹیکلچرل باغات قائم ہین تاکہ لوگون کو اشجار میوہ دار کے کاشت کی ترغیب ہو اور اِن باغات سے اعلیٰ اقسام کے میوہ دار درختون کی پودھ و قلم ملسکتی ہے - لیکن چونکہ اس قسم کے درختون کو اعلیٰ قسم کی زمینین درکار ہوتی ہین - اور تردد وغیرہ بھی زیادہ کرنا پڑتا ہے - لگان و مصارف

کی بیشی کے باعث معقول شکل آمدنی کی بناکر دہ اپنے خیال سے باز رہتے ہین -

اگلے زمانہ سے ہندوستان کی چند مخصوص قومین زراعت سے تعلق رکھنے والی چلی آرہی ہین اور فی الحقیقت ترود زمین کھاد وآبپاشی جیسیر پیداوار کا دارومدار ہوتا ہے - وہ لوگ خوب دل سوزی سے کرتے ہین - اور گھر کے کل افراد کھیتی باڑی مین جانکاہی کے ساتھ مشغول ہوکر آسان زندگی بسر کرلے جاتے ہین - ایسے لوگ زیادہ تر کاشت عمیق کے عادی چلے آرہے تھے - اکثر جگہون پر چونکہ کھیتون سے انکا تعلق محض عارضی رہ گیا ہے اور موروثیتِ اراضی یا ملکیت زمین کا وہم وگمان بھی نہین کرسکتے انکی بھی ہمتین پست ہوتی جارہی ہین اور کاشت عمیق کو چھوڑکر کاشت وسیع کی طرف انہون نے رُخ پھیر دیا ہے - کاشت وسیع پر امساک باران کا جیسا اثر پڑتا رہتا ہے - اسکے باعث پیشتر کی ایسی خوشحالی انہین بمشکل سے نظر آتی ہے - تاہم دوسرون سے اب بھی اچھے ہین - آفاتِ ارضی و سماوی کو جانے دو - زمین سے عارضی تعلق اور تعدیہ لگان کی حد نہ مقرر ہونا یہ دو بڑے وجوہ پیشہ کاشتکاری کو خراب کئے ہوئے ہین -

ممالک یورپ مین کاشتکار اپنی زمینون کا جیسا کہ اب سے پیشتر ہندوستان کا یہی حال تھا مالک ہوتا ہے - اور اسی کے باعث طلسم آراضی کا جادو ان پر چل جاتا ہے - اگر حقیقی معنون مین پوچھو تو سارے ہندوستان مین (کاشتکار مالک) کامل کاشتکار اگر کسی جگہہ کے کہے جاسکتے ہین تو وہ بنارس ڈویژن وصوبہ بہار کے بعض مواضعات کے کاشتکار ہین جنکو مجموعی حیثیت سے زمیندار تسلیم کرکے سرکار نے بندوبست زمین ان سے استمراری طریق پر کردیا تھا وہ اپنے کھیتون پر کامل حق ملکیت رکھتے ہین اور اس سے وہ بیدخل نہین ہوسکتے - اِنکے علاوہ بنگال کے موروثی کاشتکار جو زمیندار کے مرضی پر نہ بیدخل ہوسکتے ہین اور نہ انپر اضافہ لگان ہی ہوسکتا ہے - بجز ان خاص حالتون کے جب ملحقہ اراضیات کی شرح لگان بڑھ گئی ہو - یا پیداوار کی قیمت مین اضافہ ہوگیا ہو - ایک طرح سے اسی ذیل مین شمار ہوسکتے ہین -

شمالی ہندوستان مین سنہ۱۸۶۰ء مین جب قحطِ عظیم پڑا تو لارڈ ہارڈنگ نے کرنل بیرڈ اسمتھ کو اسباب قحط کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا - صوبہ جات متوسط مدراس اور بمبئی کے لوگون کے جب اظہارات قلمبند کرچکے تو وہ صاحب وزیر ہند سر چارلس وڈ کی خدمت مین نتیجہ تحقیقات پیش کرنے کی

غرض سے روانہ کئے گئے۔ وہان اس بات پر مباحثہ ہوا کہ آیا باقیماندہ صوبہ جات مین بندوبست استمراری کردینا مناسب ہے یا نہین۔ سرجان لارنس اُسوقت انڈیا کونسل کے ممبر تھے اُنھون نے اثبات کی پرزور تائید کی جس کا ذکر صاحب وزیر ہند کے مراسلہ مورخہ ۹ جولائی ۱۸۶۲ء مین بھی آگیا تھا۔ اور جسوقت سرجان لارنس وائسرائے ہند ہوکر تشریف لائے تو اُنھون نے مارچ ۱۸۶۶ء کو ایک شقہ اس مضمون کا ارسال کیا کہ اُنکی دلی تمنا ہے کہ شمالی ہندوستان اودھ اور پنجاب مین بندوبست استمراری کردیا جائے۔ اسی کا حوالہ صاحب وزیر ہند نے اپنے مراسلہ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۸۶۵ء مین دیا تھا۔ بعد کو جب ارل ڈی اگرے (لارڈ رپن) وزیر ہند مقرر ہوئے تو اُنھون نے اپنے مارچ ۱۸۶۶ء کے مراسلہ مین ان تجاویز سے جو بندوبست استمراری کے لئے شمالی ہندوستان کی جانب سے کی گئین تھین پسندیدگی کا اظہار کیا جسکی تصدیق دوسرے وزیر ہند سر اسٹیفورڈ نارتھ کوٹ کے مراسلہ ۲۳ مارچ ۱۸۶۷ء سے ہوتی ہے۔ البتہ دو شرطین لگا دی تھین جسمین سے اول یہ تھی کہ ایسی ریاستون مین جہان ۸۰ فیصدی سے کم رقبہ زمین زیر کاشت ہو۔ دوسرے یہ کہ جہان بیس برس کے اندر آبپاشی کے لئے نہرین نکلنے والی ہونگی۔ بندوبست استمراری نہ کیا جائیگا۔

ایک دوسرے وائسرائے لارڈ میو کا خیال تھا کہ جب ایکبار زمین کی جانچ ہوگئی ہو اور مقدار پیداوار کا اندازہ کرلیا گیا ہو تو دوبارہ لگان تشخیص کرنے کی حاجت باقی نہین رہتی۔ بجز اس صورت کے جبکہ پیداوار کی قیمت بڑھ گئی ہو۔ لارڈ رپن نے بدین غرض کہ کسانون اور زمینداروں کو دوامی تحفظ حاصل ہوسکے۔ اور سرکار کا بھی حق اضافہ لگان اسکے ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ بین بین صورت اختیار کرنے کی ہدایت کی یعنی یہ کہ آئندہ سے بندوبست مین سختی سے جانچ پڑتال نہ کی جایا کرے۔ اور کوئی ایسی شکل سوچی جائے تاکہ غریب کاشتکارون پر ہر وقت بے اطمینانی کی صورت باقی نہ رہے۔ غیر اطمینان کی صورت بغیر اسکے کہ اضافہ لگان پر پابندی عاید ہو کیونکر نکل سکتی تھی لہذا یہ قرار دیا گیا کہ سرکار بلطلب حکومت قیمت اجناس کی بیشی کے ساتھ ساتھ بڑھاتی رہا کرے۔ لیکن کاشتکارون کے ساتھ رعایت برتنے کے ساتھ ہی افسوس کہ تیئس برس کی متواتر تحریکون صاحبان وزیر ہند اور کئی وائسرائے ہندوستان کی موافق رایون اور ہمدردیون کے یہ مسئلہ یون ہی پڑا رہا۔ اور ۲۸ مارچ ۱۸۸۳ء کو صاحب وزیر ہند نے اپنے مراسلہ نمبری ۴۲ مین

صاف الفاظ مین تحریر کردیا کہ بندوبست استمراری کا خیال ترک کردیا جائے۔ تاہم اسکا یقین دلایا کہ آیندہ
آئین بندوبست سے اسکا غیر یقینی اور تکلیف دہ پہلو نکال ڈالا جائیگا قواعد تشخیص لگان مین ترمیمین کرکے
آسانیان پیدا کیجائینگی اور اضافہ لگان اُسوقت تک نہوگا جب تک پیداوار کی قیمت مین فرق نہ آئیگا
بایںہمہ صاحب وزیر ہند نے کوئی مختتم قواعد نہین قرار دیئے۔ اور نہ کوئی حتمی وعدہ ہی دیا۔ اِس سے
صورت حالات مین کوئی تبدیلی رونما نہین ہوئی جیسا کہ موجودہ کیفیت سے عیان ہے۔

لارڈ کارنوالس کے تدبر اور خیر سگالی کی داد دیئے بغیر نہین رہ سکتے جنھون نے گورنمنٹ اعظم کا
جنھون نے انگلستان مین دوامی بندوبست کیا تھا تتبع کرکے صوبۂ بنگال مین بندوبست استمراری کی بناڈالی
لیکن لارڈ موصوف کے حسن انتظام سے جیسی کچھ آسائش زمینداران خاصکر کاشتکاران بنگال کے لیئے
نکل آئی وہ انگلستان کے دوامی طریق مین بھی موجود نہین کیونکہ وہان زیادہ تر بقول مسٹر دت بندوبست
دوامی سے زمیندارون کو فائدہ پہونچا۔ کیونکہ وہی لوگ مالک محض بنے رہے برعکس اسکے بنگال کے
بندوبست سے ساری قوم کو فائدہ پہونچتا ہے۔ بلکہ یہان تو پہلے کاشتکارون کو فائدہ پہونچ لیتا ہے
تب جاکے زمیندارون کو۔ انگلستان مین کچھ ایسی صورت پیدا ہوگئی ہے کہ بندوبست زردارون کو اور
زردار بنا دیتا ہے۔ اور غریب غریب تر ہو جاتے ہین۔ برخلاف اسکے بنگال مین غربا کو بندوبست استمراری
سے بڑی امداد پہونچتی ہے۔ مختصر یہ کہ باشندگان بنگال کو عجب دوامی نعمت عظمیٰ ہاتھ آگئی ہے۔ سرکار
کو تحفظ حقوق کاشتکاران کا خیال ہمیشہ بنا رہا ہے۔ جبکا پتہ ان قوانین سے ملتا ہے جو وقتاً فوقتاً
نافذ ہوتے رہے ہین۔ مثل صوبۂ بنگال کے قوانین ۱۸۵۹ء اور ۱۸۸۵ء اور صوبۂ بمبئی کے ایکٹ امداد
زراعت دکھن و مالگذاری ۱۸۷۹ء جنسے کاشتکارون کو اول الذکر صوبہ مین بڑا اطمینان حاصل ہو گیا
لیکن موخر الذکر صوبہ کے قوانین مین طلب حکومت محدود کرنے کی کوئی صریحی دفعہ نہین قائم ہوئی
بجز اسکے کہ حکام بندوبست کو ہدایت کی گئی کہ کسی تعلقہ مین ۳۳ فیصدی اور موضع وار ۶۶ فیصدی
و منفرد آسو فیصدی سے زائد کسی حالت مین اضافہ لگان نہ کیا جائے۔ اسی طور سے پنجاب ایکٹ
۱۸۶۸ء جو لارڈ لارنس کے زمانہ مین پاس ہوا تھا۔ اور اودھ ایکٹ کاشتکاران مابعد ۱۸۸۶ء یہ دونون
کاشتکارون کے حقوق کی حفاظت مین مدد ہوئے۔ اور یہ معلوم کرکے کہ جاگیردارون سے انکی جائدادین
نکل نکل کر مہاجنون و ساہوکارون کے قبضہ مین چلی جا رہی ہین۔ انکے تحفظ کے لئے ایکٹ انتقال اراضی

پاس کیا گیا جسکے مفید ہونے مین شک نہین لیکن اس ایکٹ سے زمینون کی قیمت گھٹ جانے کا اندیشہ رہا۔

مرحوم مسٹر آر۔ سی دت نے جتنے زیادہ مسئلہ بندوبست کی جانچ پرتال اور مطالعہ شاید ہی کسی محب وطن نے کیا ہو ایک کھلی چٹھی لارڈ کرزن کے نام شائع کرائی تھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ رعیت کی حالت کو قوانین مروجہ مین مندرجۂ ذیل تین اصلاحات کرکے سدھارا جاے۔ اول یہ کہ ایسے قواعد بنائے جاوین جنسے طلب حکومت پیداوار کا ایک مقررہ حصہ قرار پاجائے۔ اور مقدار معینہ سے ہرگز متجاوز نہ ہوا کرے۔ دوسرے اضافہ لگان یا اضافہ مالگذاری محض ایسی حالت مین کیا جایا کرے۔ جب یہ پورے طور پر ثابت ہوجائے کہ قیمت اجناس بڑھ گئی ہے۔ تیسرے رعیت کو اضافہ لگان کے خلاف چارہ جوئی عدالت کا حق عطا ہو۔ لارڈ کرزن نے اس استدعا کو تو منظور نہین کیا تاہم بندوبست مین بعض اصلاحات کرنے کی اجازت دیدی جو یہ ہین (۱) تشخیص لگان طریقہ سابق پر جسمین کہ مستقبل کی ترقیات کی امید رکھکر اضافہ کردیا جاتا تھا نہ کیا جایا کرے بلکہ بوقت بندوبست پیداوار کی جیسی کچھ حالت ہو اسی کے لحاظ سے اضافہ کیا جایا کرے گا۔ (۲) اس وصول کو کہ رعیت کی طرف سے جو ترقیات ظہور مین آوین انکو معاف رکھا جایا کرے اور وسعت دیجائے۔ (۳) جہان کہین کہ اضافہ لگان زیادہ مقدار مین کرنا منظور ہو تو اضافہ بتدریج ہوا کرے اور ایک وقت ۱۲ ۱/۲ فیصدی سالانہ سے زاید عمل مین نہ آیا کرے تاکہ فوری زیادتی کی تکلیف کسیقدر کم محسوس ہوا کرے۔ صوبہ بمبئی مین بیشی کسی حالت مین دُگنی سے زاید ہونے پائے۔ ایسے صوبون مین جہان ترقی کی گنجایش ہے۔ مثل صوبہ جات پنجاب و متوسط کے لئے کوئی حد نہین مقرر کی گئی۔ (۴) جب پیداوار فصل خراب ہو تو التوا اور معافی دی جایا کرے۔ اور مالگذاری کی وصولیابی مین کسیقدر لوچ پیدا کیا جاے جو فصلی حالت کا لحاظ رکھکر اور لوگون کی حالت کا صحیح اندازہ کرکے وصول کی جایا کرے۔ مقامی طور پر اندر میعاد بندوبست لگان مین بھی اگر یہ ثابت ہوجائے کہ متواتر خشک سالیان پڑتے رہنے یا متعدی امراض سے آبادی مین کمی واقع ہوجانے سے رقبہ مزروعہ گھٹ گیا ہے یا پیداوار فصل مین کمی واقع ہوگئی ہے۔ کمی کردی جایا کرے۔

انکے علاوہ اور بھی بعض معمولی ترمیمین عمل مین آئین۔ مثلاً یہ کہ جن مقامات پر بندوبست سابق کے کاغذات و نقشہ جات موجود ہون انکو پیش نظر رکھکر افسران بندوبست تشخیص لگان کیا کرین۔

اور کاغذات کی صحت مین شک نہ لایا کرین۔ طریقہ بندوبست بھی آسان کر دیا گیا۔ جس سے ایک پورے ضلع کا بندوبست چار سال مین ختم ہو جاتا ہے۔ صوبۂ بمبئی مین زمینون کی تقسیم جیسی کچھ دوسرے بندوبست مین ہو گئی تھی وہی تقسیم ہمیشہ کے لئے قانونًا برقرار رکھی گئی۔ اور صوبۂ مدراس کے اکثر حصص مین رواج کا لحاظ رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

لارڈ کرزن ہی کی ایام وائسرائلٹی مین اب سے اٹھارہ برس پیشتر انتظام زمین مین اصلاحات کرانے کی غرض سے ایک میموریل (سنہ ۱۹۰۲ء) صاحب وزیر ہند کی خدمت مین پیش کیا گیا تھا۔ جس مین استدعا تھی کہ اگر کسی وجہ سے اُن صوبہ جات مین جہان عارضی بندوبست ہوتا ہے۔ استمراری بندوبست منظور نہین کیا جا سکتا تاہم از کم مندرجۂ ذیل ترمیمین اور اصلاحات طریقۂ رائج الوقت مین کر دی جائین جس سے غریب کاشتکاران کی جنکی تعداد کل آبادی مین ۳، ۲ فیصدی سے اوپر ہے حالت سدھر جائے گی اور انکا افلاس دور ہو جائیگا۔ اول یہ کہ کسی مقام پر تیس برس سے کم میعاد مین بندوبست ہرگز نہ کیا جایا کرے۔ دوسرے یہ کہ جن جگہون پر زمیندار سرکاری مالگذاری ادا کرتے ہین وہان سہارنپور قواعد (سنہ ۱۸۵۵ء) کے مطابق حق سرکار اصلی لگان کا نصف وصول کیا جایا کرے اور اس حد سے ہرگز آگے قدم نہ بڑھایا جائے اور جہان رعیت واڑی طریقہ رائج ہے وہان خالص پیداوار کے نصف کے برابر طلب حکومت وصول کیجایا کرے۔ اور کسی حالت مین وہ پیداوار خام کے ۱/۵ حصتہ سے زائد نہ عائد کیجایا کرے۔ اور لگان مین ہرگز اضافہ نہ ہوا کرے۔ بجز ان صورتون کے کہ سرکار نے اپنے مصارف سے آبپاشی کے ذرائع مثل نہرین یا پختہ تالاب تعمیر کر کے نکالدئے ہون یا پیداوار کی قیمت بڑھ گئی ہو پیداوار کی قیمت مین بیس برس کی قیمتون کا اوسط نکال کر بیشی معلوم کیجایا کرے۔ اور کسی خاص سال کی بیشی کو لیکر رائے نہ قائم کیجایا کرے نیز ہر صوبہ مین لوکل ریٹ (سس) کی حد معین کر دینی چاہئے جسکو کبھی توڑا نہ جائے کیونکہ لوکل سس جب سے نکلے ہین زمین کا ٹکس اور بھی گرانبار ہو گیا ہے۔ مستدعیون کے نزدیک لوکل سس کی مقدار صوبہ بنگال و دیگر صوبہ جات کے لئے ۶ ۱/۴ فیصدی مناسب تھی اُنھون نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ اگر یہ مقدار کم متصور ہو تو دس فیصدی سے ہرگز زائد نہ رکھی جایا کرے۔ تجاویز نہایت مناسب تھین اور غالبًا ہر اعتدال پسند شخص اُنکی معقولیت سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتا۔

بہرحال ضرورت ہی کہ لارڈ کارنوالس سر ٹامس منرو، لارڈ ولیسلی، لارڈ ہسٹنگز، لارڈ کیننگ، لارڈ لارنس، لارڈ میو، فاکس، اور لارڈ ہارڈ سلے جیسے خیرخواہان کاشتکار کی پالیسی کو از سر نو زندہ کیا جاوے اور ارباب بست وکشاد انکے نقش قدم پر چلکر کاشتکارون وزراعت پیشہ لوگون کی فلاح وبہبود کی تدبیرین نکالین۔ شیخ سعدیؒ فرما گئے ہین ؎ رعیت چو بیخ ست وسلطان درخت + درخت اے پسر باشد از بیخ سخت۔ بیشک بادشاہ کو رعایا کی خوشحالی سے بڑی تقویت پہونچتی رہتی ہے۔ اور جس طرح والدین اپنے بچون کو توانا وتندرست شکم سیر وتنومند دیکھکر مسرت قلبی حاصل کرتے ہین بعینہٖ یہی وہی تعلقات بادشاہ اور اسکی رعایا مین رہتے ہین۔ اور وہ اپنے حاکمون سے اسی شفقت ومحبت کے متمنی بنے رہتے ہین۔ آڑے وقت اگر کسی کی امداد انکے کام آتی ہے تو بادشاہ اور حکومت وقت ہی کی۔ اور سچ یہ ہے کہ انکا بار کچھ حکومت اٹھا بھی سکتی ہے۔

عزیز آسیونی

چین کے لئے نئی ابجد

ایک چینی طالبعلم کو لکھنا شروع کرنے سے پہلے کم ازکم گیارہ سو حروف کو زبانی یاد کرنا ہوتا تھا۔ لیکن اب فونٹک سسٹم (آواز کے طریقہ) کے ماتحت جو کسی چینی نے ایجاد کیا ہے چینیون کی تمام مشکلات کا خاتمہ ہوجائیگا۔ اس نئے طریقہ کو گورنمنٹ نے بھی منظور کر لیا ہے

چینی زبان مین کل تیس ہزار حروف ہین اور ہر حرف ایک لفظ کے بجائے ہے۔ اور ہر ایک اپنی اپنی جگہہ پر اسم فعل صفت وغیرہ بن ہو سکتا ہے جس سے سخت مشکل پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اب یہ زبان ۳۹ حروف سے سیکھی جاسکے گی انمین سے ہر حرف ایک خاص آواز کو ظاہر کریگا۔ اور اب پرانے طریقہ کی طرح چینیون کو ساری عمر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑیگا۔ بلکہ ایک سمجھدار چینی چند دنون ہی مین لکھنا پڑھنا سیکھ لیگا۔ اور ایک جاہل مطلق شخص کو بھی تین یا چار ہفتے سے زیادہ عرصہ اس کے سیکھنے مین نہ لگیگا۔ اس نئی ایجاد کو ایک چینی نے ہی ایجاد کیا ہے اور اسمین خوبی یہ ہے کہ اسمین کسی غیر زبان کی پیروی کا نام تک بھی نہین۔ عملی طور پر بہت سے چینی ابھی تک جاہل لاعلم رہتے تھے۔ لیکن اس نئی ابجد کی بدولت تمام چین کی جمہوریت کو چند سال مین تعلیم دی جاسکیگی۔ اور جو چین آج اپنے خواب غفلت سے بیدار ہونے کی کوشش مین ہے وہ درحقیقت اسوقت بیدار ہوجائیگا۔

رائے ٹیک چند بہار

وائے قسمت اہلِ دُنیا ہوتے ہین مُردہ پسند جو اُٹھ گئے جب ہم تو اپنا قدردان پیدا ہوا

دُنیا مُردہ پسند ہو یا اہلِ دنیا ناقدردان ہون، یہ مشاہدات اور واقعات ہین کہ اکثر باکمال اپنے زوالِ عمر کے بعد محنت و قابلیت کی داد پاتے ہین۔ "قدرِ مردم بعدِ مردم" مشہور ضرب المثل ہے۔ اِس کا سبب اصلی کیا ہے؟ یقینیات سے کوئی تعین نہین ہوسکتا۔ ہان بظاہر ایک یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ ہر قابل اپنی زندگی مین یا پایانِ عمر تک فکرِ تکمیل مین رہتا ہے، اسلئے دیکھنے والے معاصرین اپنی طرح اُس کے وجود کو بھی کچھ زیادہ وقیع نہین مانتے۔ حصولِ تکمیل کے پردے مین بھی کوئی نہ کوئی باعث یا تحریص و تحریک ضرور رُوپوش ہوتی ہے، لسا اوقات معاصرانہ لاگ ڈانٹ مقابل کے اصلی جوہرون پر زنگِ مخالفت چڑھاتی رہتی ہے، طلسمِ زندگی کا تماشا ختم ہوجانے پر جب کسی مرحوم کے کمالات کا پردہ اُٹھتا ہے اُسوقت دوسرے اہلِ نظر شوق بھری نگاہون اور قدر افزا دعاؤن سے اُس مٹی ہوئی خاک پر منت و احسان کے پھول برساتے ہین، اُسکی ایک ایک بات یاد آتی ہے۔ اُسکے ہر کمال کو لازوال بتایا جاتا ہے، بڑی بڑی تصنیفون کا ذکر چھوٹے چھوٹے نکتے اور لطیفے متعدد حواشی و شرح کے ساتھ بطور یادگار رہین الدفتین کیئے جاتے ہین، اور اِسطرح اپنی مُردہ پسندی کی زندہ مثال قائم کرکے ماضی کو حال کے لئے بکار آمد اور حال کو مستقبل کے واسطے ایک قابلِ تقلید نمونہ بنایا جاتا ہے۔ بااین ہمہ بعض دفعہ یہ غفلت آمیز توقف ناقابلِ تلافی نقصان بھی دے جاتا ہے یعنی کسی باکمال کے واقعات و حالات اُسکی زندگی مین فراہم و یکجا نہ کئے جانے سے آیندہ نسلین اہم اور ضروری سوانح و واردات سے لاعلم رہجاتی ہین۔ یہی افسردگی حضرتِ بہار کے خزان رسیدہ چمن واقعات پر چھائی ہوئی ہے۔ ایک ہزار صفحون کی کتاب (بہارِ عجم) مطبع نول کشور کے بڑے سائز پر چھپی ہوئی کسی معمولی سے معمولی کتاب خانے مین مفقود نہو، مگر صد ہزار افسوس کہ ایک جزو بھی اُنکے کُل واقعات سے کہین موجود نہو۔ دو چار تذکرون مین اُنکا ذکر پایا جاتا ہے۔ مگر کسی مین ایک حرف بھی اُس سے زیادہ نہین ملتا

جتنا کہ خود جناب بہار اپنی کتاب کے دیباچے مین لکھ گئے ہین۔ شیخ ابوالخیر خیراللہ وفائی اور سراج الدین علی خان آرزو کا شاگرد و ہمجلیس باوجود کثیر التصانیف اور شہیر الدہر ہونے کے اپنے حالات و واقعات اسقدر کم اور اتنے ناقابلِ التفات رکھتا ہو کہ ہندوستان کے متعدد موقت الشیوع اور علم پاش رسالون مین کسی ایک نے بھی آج تک اُس طرف توجہ نہین کی۔

اہلِ زمانہ کی ناقدردانیون کا شکوہ زمانے کے سوا کس سے کیا جائے، قضیۂ زمین برسرِ زمین' سمجھکر شایع شدہ مختصر واقعات قلمبند کئے جاتے ہین اور آیندہ کے لئے امید کہ وسیع النظر اہل قلم لالہ ٹیک چند کے نیک کامون کو بھلا کر احسان فراموش نہ بنین کہ فی الحقیقۃ اُنکی اور محض اُنکی جانفشانیون سے۔ ع

زندہ است نام نیکوے ہندوستان ہنوز۔

کسی تذکرے مین نہ اُنکے والد ماجد کا نام درج ہے نہ ولادت و وفات کے سنین، مطبوعہ بہارِ عجم مین جو مختصر دیباچہ ہے اُس سے معلوم ہوا کہ اس لغت کے سالِ اختتام (۱۱۵۲ھ) مین اُنکی عمر ترپن سال کی تھی، اس حساب سے سنہ ولادت ۱۰۹۹ ہجری ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے تذکرے سے ۱۱۷۳ھ تک اُنکی حیات کا پتا چلتا ہے:۔ فتح علی حسینی گردیزی اپنے تذکرۂ ریختہ مین لکھتے ہین کہ "بفقیر اخلاص دارد و اکثر با ملاقات می پرداز د" تذکرہ گردیزی کی تالیف کا بھی زمانہ (۱۱۶۳ھ) ثابت ہوتا ہے۔ تذکرۂ خم خانۂ جاوید نے زمانۂ انتقالِ احمد شاہ بادشاہِ دہلی کے عہد مین لکھا ہے۔ ایک اور تذکرے مین اُنکی ذات کھتری اور وطن شاہجہان آباد تحریر ہے۔ بس اتنے ہین اُنکے ذاتی یا خاندانی حالات، جو دو چار تذکرون مین بالفاظِ مختلف درج پائے جاتے ہین۔ ایک تحقیق طلب طبیعت اور تاریخ دان دماغ کس طرح اس خیال کو صحیح مان لے کہ ایسا محقق، باخبر اور مستعد صاحب فن جس نے اپنے زمانے مین خان آرزو وغیرہم جیسے معاصر پائے ہون اور جس کے مشاغل علمی زیادہ تر فنِ ادب سے متعلق رہے ہون۔ اپنی ۷۵ سالہ زندگی کی بولتی چالتی گھڑیان خاموشی سے گزار گیا ہو۔ مشاعرون کی چہل پہل، تحقیقات و مباحث کی ردوکد، معاصرین کی صحبتون مین نشست و برخاست، اور خدا جانے کیا کیا واقعات ہونگے جو اس صاحبِ کمال کے دامن سے وابستہ ہونگے۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خانِ آرزو وغیرہ کے اکثر ہم صحبت و ہمنشین رہتے تھے۔ اور تحقیقاتِ لغت کے ساتھ شعر گوئی سے بھی مانوس تھے۔ تشنہ کامانِ حقیقت کے لئے تسلی بخش نہین۔

بہرحال اب اس داستان کی پُرحسرت طوالت، ملالت بڑھاتی ہے۔ جسکا اعادہ بیکار سمجھکر اُن کے

رشحاتِ قلم کی فیض رسانی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

رائے ٹیک چند بہار کی شہرتِ عام صرف لغت نویس کی حیثیت سے ہے، بہت کم لوگ اس سے واقف ہین کہ انکو شاعری کا بھی خاص ذوق تھا، اور پھر شاعری مین بھی غالب معلومات اتنی ہے کہ عجمی لغت نویسی کی وجہ سے فارسی شعر کہتے ہونگے۔ حالانکہ فارسی کی طرح اس زمانہ کی ریختہ گوئی کے لیے بھی انکی طبع رسا ناموزون نہ تھی۔

ہر باکمال اپنی عام معلومات فنی کے علاوہ ایک خاص تو غلِ علمی رکھتا ہے۔ اسکی تائید مین پہلے یہ قطعہ پڑھیے:۔

ہرچند کہ لانبی بعدی
در شعر سہ کس پیمبرانند

فردوسی و انوری و سعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را

اس تخیلِ شاعرانہ کی وجہ سے یہ یقین کر لینا کہ فردوسی مثنوی (ابیات) کے سوا اور انوری و سعدیؔ قصیدہ و غزل کے علاوہ اور اصنافِ سخن مین کچھ کہہ نہ سکتے تھے غلط خیال ہوگا۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ فردوسی کا رجحان زیادہ تر مثنوی کی طرف اور قصیدہ و غزل پر انوری و سعدی کا اکثر میلانِ طبع رہا ہے۔ یہی رجحان اور میلان بالآخر کسی خاص رنگ کی شہرت کا باعث ہو جاتا ہے۔

دربارِ مغلیہ کے آثارِ زوال کے ساتھ ساتھ جس ایوانِ کمال کی بنیاد پڑنی شروع ہوئی وہ ریختہ کی شاعری تھی۔ ولی اللہ کا تحفۂ دکن (دیوانِ ریختہ) ایسا نہ تھا جسکو شاہجہان آبادی کملائے فن چشمِ حقارت سے دیکھتے۔ دراصل اس ایوانِ کمال کا سنگِ بنیاد دہلی کی دہلیز ہی کا پتھر ہے۔ تغلق و اورنگ زیب کی مہماتِ دکن نے اُردو لشکر کو اورنگ آباد اور خلد آباد دکن مین اتنے عرصے تک آمد و رفت اور ماند و بود کا موقع دیا کہ شاہجہان آبادی درِ دولت کے اکثر نمونے وہان بھی قائم ہو گئے۔ اُنھین یادگار نمونون مین وہ جواہر پارے بھی تھے جنکو صدفِ دہن بات بات پر اُگلتا رہتا تھا۔ اِن بکھرے ہوئے موتیون کا سمیٹنا عدم توجہی یا انقلابِ سلطنت یا کسی اور اتفاقی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ پہلے پہل شاہجہان آبادی جوہر شناسون کی قسمت مین نہ تھا۔ بلکہ یہ تمغائے امتیاز دستِ قدرت نے ولی دکنی کا طرۂ دستار بنا کر چمکایا، جسنے منتشر اور پراگندہ موتیون کی لڑیان بنائین اور اس منتظم جماعت کو اپنی سپہ سالاری مین اُردوے عالمگیری کے قدم بقدم چلایا۔ غرضکہ جس بامذاق صاحبِ فن نے یہ زمانہ پایا ہو وہ اگرچہ کتنی ہی مصروفیت دوسری جانب رکھتا ہو ناممکن ہے۔ کہ اگر ہر وقت نہین

تو کسی نہ کسی وقت اس دلآویز شغلے سے وابستہ ہوا ہو۔

چونکہ زمانہ خصوصیت سے اُردو لٹریچر کا حامی ہے اسلئے سردست جناب بہار کے اُردو کلام کی رنگینیوں کا جلوہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر زندگی ہے تو دوسری صحبت مین فارسی عذوبت کا جلوا پیش کیا جائیگا۔ اُردو اشعار کے پڑھنے سے پہلے چند سطرین اُنکی تفصیلِ تصانیف کے متعلق اور پڑھ لینی چاہئین جن سے کم از کم اُن کے مذاق، اُنکی واقفیت و قابلیت اور پروازِ فکر کا اندازہ ہو سکے گا۔

بہارِ عجم کے مختصر دیباچے مین خود مؤلف لکھتے ہین کہ "ابتداے عمر سے اس لغت کی تالیف تک میری عمر کا بیشتر حصہ تحصیل کسبِ کمال، تحقیق اصطلاحات و امثال، لغتِ فرس، اگلے پچھلے اور موجودہ اساتذہ کے مواقعِ تصرف و استعمالات کی چھان بین مین صرف ہوا۔ علی الخصوص جوانی مین کہ اکثر اوقات طبیعت شعر گوئی کی طرف مائل ہوتی تھی اور صحبتِ شعرا، اندازِ گفتار اور اُنکی باہمی بحث و تکرار کو دیکھکر کہ ایک کسی ترکیب مستعمل کو غلط اور خلافِ محاورہ بتاتا تھا۔ اور مخاطب کسی مثال کے یاد نہ ہونے سے مجبور و شرمندہ ہوتا تھا۔ اور پھر اسوقت کسی ایسی جامع اور مکمل کتاب کے نہ ہونے سے طبیعت مین اُلجھاؤ پیدا ہوتا تھا۔ غرضکہ اس قسم کے اسباب سے دل چاہتا تھا کہ اس مطلب مین کوئی ایسی کتاب جمع کیجائے جس سے ایسی دقتین رفع ہو جائین، ہنوز یہ خیال قوت سے فعل مین نہین آیا تھا کہ اُستادانِ وقت کی ملاقاتون اور صحبتون سے خصوصاً اُستادی شیخ ابوالخیر خیر اللہ وفائی اور سراج الدین علی خان آرزو کے فیضانِ صحبت سے یہ خواہش پوری ہوئی علی الاتصال اور بلا انفصال ۲۰ سال مین بہار عجم کی ترتیب ختم ہوئی، جسکی تاریخ اتمام یادگار فقیر حقیر بہار ہے۔ ابھی اِس محنت پر نظرِ ثانی کی نوبت نہین آئی تھی کہ دو اور جداگانہ رسالے مکمل ہو گئے۔ ایک جواہر الحروف دوسرا نوادر المصادر۔ اِن دونون رسالون مین حروف و مصادر فارسی کی بشرح و بسط بحث کی گئی ہے"۔ ایک تذکرے کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہار عجم کی موجودہ شائع شدہ جلد سات مرتبہ نقد و نظر کے بعد مکمل ہوئی ہے۔ مذکورۂ تالیفات کے سوا ابطالِ ضرورت اور بہارِ بوستان کے نام بھی اُنکے فیضانِ قلم کی فہرست مین شامل ہین۔ تحقیقاتِ محاورات و الفاظ مین اُنکی کوشش و سعی کا یہ حال سُنا گیا ہے کہ نادر شاہی رستخیز مین تفتیش لغات کا شغف ایسا ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا تھا کہ اُدھر ایرانی مغل کُشت و خون کا دریا بہا رہے تھے۔ اِدھر یہ ہتیلی پر سر رکھے ہوئے ایک ایک مُغل سے صحت لفظی کی سند لیتے پھرتے تھے۔ ایسے شغف کی مثالین کمیاب کیسی نایاب ہین۔ یہ اسی سچی اور لازوال محنت کا ثمرہ ہے کہ آج باوجود چمنستان فارسی

کے مُرجھائے ہوئے ہونے کے بہارِ عجم کی بدولت صحرائے ہندوستان مین ایک ایک فارسی لفظ سر و جوئبار بنا ہوا ہے۔ فارسی و عربی کے اور کتب لغت بھی القاب خانہ ادب مین دائر و سائر ہین۔ مگر بہارِ عجم کی یہ خصوصیت ہر طرح استغنا بخش ہے کہ اُسکا کوئی محاورہ کوئی لفظ بے سند اور بغیر کافی و معقول بحث کئے نہین چھوڑا گیا۔ اُردو کہ اپنی ملکی زبان ہے اسوقت تک اسمین ایسی کامل کتاب لغت نہ ہونے سے جو دقتین پیش آرہی ہین اہل فن سے پوشیدہ نہین۔ پھر فارسی کو کون پوچھتا ہے۔ صرف بہارِ عجم ہی کا یہ فیضِ عام ہے کہ معمولی شعر گو بھی ایک ایرانی محاورے کو بے تکلف اس اطمینان پر بول جاتا ہے کہ سند پیشِ نظر ہے۔

اُنکے اُردو اشعار کی شان کوئی خاص امتیازی پہچان نہین رکھتی۔ ابتدائی مشق زبان مین جو حالت ہونی چاہئے وہی یہان بھی جلوہ گر ہے۔ ولی دکنی۔ خانِ آرزو۔ آبرو۔ ناجی اور حاتم تک کوئی نقادِ سخن۔ میر تقی میر یا میرزا غالب وغیرہم کی طرح شعرائے متقدمین کے مروج کلام کی تحلیل کسی امتیازِ خصوصی کیساتھ نہین کر سکتا۔ ایہام و استعارات کی گھٹائین اُس زمانے کے آسمان سخن پر چھائی ہوئی تھین۔ بندشون کا ڈھیلا پن، تعقید کی پیچیدگیان اور پھر اس عہد کے متروک الفاظ روز مرّہ مین داخل تھے۔ باایں ہمہ اشعار مندرجۂ ذیل کے مطالعے سے اتنا اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ زمانۂ سابق کے اسلوب بیان اور بکثرت بھاشا کے مستعمل لب و لہجہ سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو اپنے معاصرین مین جناب بہار اجنبی نظر نہ آئینگے۔ اگر اُنکا انہماک لغت نویسی اور تحقیقاتِ زبان سے متعلق نہ ہوتا تو ضرور اُنکے طبع زاد اشعار کے سواہت سے معنوی شاگرد بھی اُنکی یادگار کو زندہ رکھتے۔ طبقات شعرائے اردو مرتبۂ ڈاکٹر فیلن مین ہے کہ فتح علی حسینی گردیزی نے بہار کے اُردو اشعار ۴ صفحون مین لکھے ہین۔ مگر ہم تک گردیزی کا جو تذکرہ پہونچا ہے اُسمین اتنی تعداد نہین، ہان بعض ردیف اشعار سے قیاس غالب ہے کہ اُنکا اُردو دیوان ضرور کافی حجم رکھتا ہوگا۔ بہرحال جس جس تذکرے سے جتنے اشعار دستیاب ہوئے وہ بلا انتخاب و امتیاز بطور یادگار لکھے جاتے ہین :-

مری اک ریسمان ہے جسکو ہم تم تار کہتے ہین	کہین تسبیح کا رشتہ کہین زنّار کہتے ہین
اگر جلوہ نہین ہے کفر کا اسلام مین ظاہر	سلیمانی کے خط کو دیکھ کیون زنّار کہتے ہین
اِنا مردم کُشی کا زور بیمارون نے کب پایا	غلط کرتے ہین اُن آنکھون کو جو بیمار کہتے ہین

آتا اتنے یا اسقدر کی جگہہ اور غلط کرنا، غلطی کرنے کے موقع پر پُرانی زبان ہے۔

گیا ہے عشق کی رہ بیچ پا برہنہ بہار   تمام دشت ہے پُرخار دیکھئے کیا ہو

عشق کی رہ بیچ، یعنی عشق کی راہ مین۔ پُرانا روزمرّہ ہے۔

جب ستی اُس سرو رعنا کا ہوا ہے جلوہ گاہ   سبز جیون شمشاد اُٹھتی ہے مرے سینے سے آہ

ستی بجاے (سے) اور جیون بروزن جون بمعنی مثل مستعمل تھا۔

کئے ہین یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کیجے   جوان کے ہاتھ یون مرنا ہوا تقدیر کیا کیجے

کئے ہین کرتے ہین کا مترادف ہے۔ تقدیر کا استعمال اپنے صحیح مصدری معنی مین ہوا ہے۔

سانورے سب ایک سے ہین ظلم کرنے مین بہار   کم نہین کچھ دل کے جانے مین کاکل چشم سے

سانورا بلحاظ ایہام مستعمل ہوا ہے یعنی رنگ اور حسب محاورۂ قدیم لقب معشوق۔

بہار اُس گلبدن کا جو دوانا ہو تو کیا اچرج   فرشتے کا بھی من ایسے پری رو پر لُبھاتا ہے

دوانا (دیوانہ) اچرج (تعجب) من (دل۔ جی۔ طبیعت)

دیکھکر کیونکر نہ ہووے دل رقیبون کا کباب   کس ادا سیتی صنم دیتا ہے ساغر واچھڑے

سیتی بھی ستی کی طرح سے کا مترادف ہے۔ واچھڑے پُرانے محاورے مین کلمہ تعریف ہے۔ بجاے واہ وا۔ سبحان اللہ۔ واہ رے۔

کوئی کس ساتھ ایسی فصل گل مین دل کو پرچاوے   نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ مطرب ہے نہ ہمدم ہا

ہمین واعظ ڈراتا کیون ہے دوزخ کے عذابون سے   معاصی گو ہمارے بیشتر ہین، کچھ مغفرت کم ہے

اُسی درگاہ سے حاجت روا ہوتی ہے عالم کی   جہان دیتے ہین بن مانگے فضولی ہے طلب لالا

جو کچھ جا کر گلستان مین کیا ہے کیون چھپاتے ہو   عیان ہے آستین کی چین سے موج خون گل لالا

سبھی کرتے ہین دعویٰ عشق کا، قسمت ہے تو دیکھین   صف محشر مین کسکے ہاتھ دامن ہوگا قاتل کا

کرے وہ سلطنت، یہ عشق مین شیرین کے سر دیوے   تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

خوش سخن کا حرف دل کو لاوتا ہے حال بیچ   یہ غلط کہتے ہین کچھ لذت نہین ہے قال بیچ

لاوتا (لاتا) بیچ (مین) پُرانا روزمرّہ ہے۔

کنعان مین ماہِ مصر نے کب سلطنت کری   کم ہے کوئی عزیز ہوا ہو وطن کے بیچ

منظور سیر لالہ جو ہو اُس بہار بیچ — پھولا ہے خوب دیکھ دلِ داغدار بیچ
کہتے ہیں عندلیب گرفتار مجھکو دیکھ — اُمید جیونے کی نہیں اِس بہار بیچ

جیونا (جینا۔ زندہ رہنا)

دل ہمارا لے کے کیوں انکار کرتے ہو سجن — کس سے یہ سیکھے ہو تم لیکر مکر جانے کی طرح

سجن (معشوق)

تو ڑتا زنجیر جاتا تھا پڑا بکتا بہار — لے گیا ہے شوخ میرے ہاتھ سے دل بے طرح
نہیں اُس شوخ سا رنگین ادا گل — اگر رنگین ہوا تو کیا ہوا گل
عبث تشویش کیوں دیتی ہے گل کی طبع نازک کو — یہ گستاخی نہیں ہے خوب مت کر شور اے بلبل
ناز و استغنا عتاب اعراض سب جانکاہ ہیں — قرب میں خوبان کے کیا معنی کہ ہو دل کو نشاط
نتیجہ جس سے خدمت کا اگر یہ بے دماغی ہے — بجا ہے یہ جو کہتے ہیں کہ بھل پاوے ہی جو سیوے
اگر مارا پڑا دل ہاتھ سے غمزے کے کیا غم ہے — سپاہی کی یہی معراج ہے رن بیچ سر دیوے
تڑپتا ہے پڑا جیون نیم بسمل خاک و خون میں دل — عقوبت ہے جو کچھ اس صید پر صیاد کیا جانے
نہیں معلوم کیا حکمت ہے شیخ اس آفرینش میں — ہمیں ایسا خرابی کیا تم کو سنا جاتی
ناز بے جا و لطف بے موقع — دلبرون کی ادا ہے کیا کیا کچھ
محبت کی قلمرو میں اگر جاوے تو شن لے گا — کوئی آرے تلے چیرا کسی کو کوہ پر پٹکا
مہربان ہو کر ملا ہے ماہرو شب بے حجاب — کیا مبارک ہے ہمیں یہ ماہ اب کے سال میں
تھی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلیٰ کا قیس — یہ عجب منظر ہے جسکے مبتلا ہوں مرد و زن
بنا کر عشق کی سنگین کیا ہے ہم سفر عالم میں — جو ہوتا کوہکن ہیاں آج کرتا آ کے مزدوری۔

اب اس تشنہ اور ناکمل تذکرے کو دوسرے اہلِ قلم کی امید تحقیقات پر ختم کیا جاتا ہی ضرورت ہی کہ اِس نادرۂ روزگار صاحب کمال کے تمام جزوی و کلی حالات جہان سے اور جسطرح ملسکین فراہم کیے جائیں۔ ایسی کوشش کرنیوالے اہلِ قلم مطلع رہیں کہ طبقات الشعرا میر تقی میر۔ تذکرہ فتح علی حسینی گردیزی طبقات شعراے اُردو ڈاکٹر فیلن۔ آثار الشعراے ہنود۔ تذکرہ خم خانۂ جاوید۔ تذکرہ حکیم قدرت اللہ خان قاسم کی ورق گردانی میں وقت صرف نکریں کہ یہ سب دیکھے جا چکے ہیں۔

احسن مارہروی

تعلیم اور عدم تعاون

تعلیمی عدم تعاون کا سوال قومی تعلیم کا سوال نہین ہے کیونکہ جہان عدم تعاون کا مدعا موجودہ گورنمنٹ کو مجبور کرکے اس سے کچھ حقوق حاصل کرنے کا ہے وہان قومی تعلیم کا مقصد ہندوستان کے بچون کو علم کے زیور سے آراستہ کرکے مکمل انسان بنانے کا ہے - عدم تعاون بذات خود ایک پولٹیکل ہتھیار ہے اور جن لوگون نے اسے اختیار کیا ہے وہ کہتے ہین کہ یہ فوری اثر رکھتا ہے - برعکس اسکے قومی تعلیم کے ذریعہ سے قوم کی خودداری اور مقابلے کی قوت آہستہ آہستہ بڑھتی ہے - غرض یہ دونون سوال بالکل جدا جدا ہین -

دوسری طرف قومی تعلیم کا سوال لازمی طور پر عدم تعاون سے وابستہ نہین ہے - ایک آدمی عدم تعاون پر ایمان لانے کے بغیر بھی یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ موجودہ طریقہ تعلیم مین نقائص ہین اور کئی پہلوؤن سے موجودہ طرز تعلیم قوم کی ضروریات کے لئے کافی نہین ہے لیکن ان نقائص اور خامیون سے واقفیت رکھنے والون کے لئے موجودہ اسکولون اور کالجون کے برخلاف آواز اٹھانا اور لوگون کو اسکولون اور کالجون کے بائیکاٹ کرنے کا مشورہ دینا ضروری نہین ہے - اگر ایسا ہو تو کسی اصول کے نکتہ چینون اور مخالفون مین کوئی فرق نہ ہونا چاہئے - دنیا مین کوئی چیز بھی مکمل نہین ہے - اسلئے انسان کے لئے یہ لازمی ہوگیا ہے کہ وہ اپنے گرد و نواح کے حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے - جس وقت کسی چیز کی قیمت لگانے کا سوال آدمی کے سامنے آتا ہے تو اُسکے لئے سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا اس چیز سے نقصان زیادہ ہوتا ہے یا اُس سے فائدہ زیادہ پہونچ سکتا ہے - موجودہ تعلیم کے متعلق بھی یہی سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ کیا اس سے فائدے زیادہ ہین یا نقصان - بالفاظ دیگر اصل سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ طریقہ تعلیم کے ماتحت پڑھنا اچھا ہے - یا اَن پڑھ رہنا - جو لوگ موجودہ تعلیم کے نقائص کے خیال سے طالب علمون سے کالج یا اسکول چھوڑنے کی اپیل کرتے ہین

غلطی پر ہیں۔ اس بنا پر اپیل اُسی حالت میں کی جا سکتی ہے جبکہ اپیل کرنے والے یہ یقین رکھتے ہوں کہ موجودہ طرز تعلیم کے ماتحت پڑھنا اَن پڑھ رہنے سے بھی بُرا ہے۔

تو کیا ہمارے لیڈروں میں سے کوئی لیڈر بھی یہ یقین رکھتا ہے کہ موجودہ طرز تعلیم کے ماتحت پڑھنا بالکل نقصان دہ ہے؟

موجودہ طرز تعلیم کو جاری ہوئے کوئی ستر سال کے قریب ہو گئے ہیں کیا کسی ماہر تعلیمات نے اُس سے پہلے کبھی یہ کہا تھا کہ موجودہ سکولوں اور کالجوں کو چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ یہ طریقہ بالکل مکمل نہیں ہے؟ ہندوستان کی تعلیمی تاریخ پر نظر ڈالیئے۔ اگر ایک طرف مسٹر گوکھلے آپ کو پرائمری تعلیم کو لازمی اور مُفت قرار دینے کے لیے لڑتے نظر آئینگے تو دوسری طرف آپ کے لیڈر ٹیکنیکل اور زراعتی تعلیم کے جاری کرانے کے لئے زور دیتے دکھلائی دینگے۔ لیکن آپ کسی آدمی کو یہ کہتے ہوئے نہ پائینگے کہ ان سکولوں کو بند کر دیا جائے کلکتہ یونیورسٹی کمیشن میں اصلاح کی ضرورت سبھوں نے محسوس کی لیکن کسی ذمہ دار شخص نے یہ نہیں کہا کہ خواہ اچھے کالج قائم ہوں یا نہ ہوں لیکن فی الحال لڑکوں کو موجودہ کالجوں اور سکولوں کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ ابھی تعلیم خالی از نقائص نہیں ہے؟ اسے جانے دیجئے جسوقت بنارس ہندو یونیورسٹی کی تحریک شروع ہوئی کس لیڈر نے اسکی مخالفت کی؟ یہ سب واقعات اس امر کی دلیل ہیں کہ موجودہ طرز تعلیم کے متعلق ہمارے لیڈروں کا اب تک یہی یقین رہا ہے کہ اسمیں اصلاحات کی ضرورت ہے نہ کہ اسکی جڑوں پر کلہاڑا چلانے کی۔ لیکن اس بات کا سب سے بڑا ثبوت کہ موجودہ کالجوں کے کورسوں کو پڑھنا کسی آدمی کو گناہگار نہیں بنا دیتا ہے۔ جدید قائم شدہ قومی یونیورسٹیوں کے طرز عمل سے ملتا ہے۔ احمد آباد کی یونیورسٹی ہندوستان کی ساری یونیورسٹیوں کے کورسوں میں امتحان لینے کا اعلان کر چکی ہے، اور علیگڈھ کی آزاد قومی مسلم یونیورسٹی بھی امتحانات کی تاریخ اور امتحان کے مرکز بھی مقرر کر چکی ہے خواہ یہ انتظام عارضی ہی ہو لیکن اس سے یہ ماننا پڑیگا کہ آخر کار موجودہ کورسوں کو پڑھنا اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا کہ عدم تعاون کے حامی ظاہر کرتے ہیں۔

لیکن ایک سوال اور ہے جسکا فیصلہ بھی ہو جانا چاہئے۔ کیا قومی تعلیم کی بابت اُن لوگوں کے دلوں میں جو لڑکوں کو موجودہ کالج اور سکول چھوڑنے کی رائے دے رہے ہیں۔ کوئی متعین خیال ہے؟ اسوقت تک قومی تعلیم کی کوئی سکیم لوگوں کے سامنے نہیں آئی ہے۔ مہاتما گاندھی روزانہ چار گھنٹے

چرخہ کاتنے اور دو گھنٹے ہندوستانی زبان پڑھنے کی سکیم کے لئے دورہ کر رہے ہین - لیکن کیا عدم تعاون کے باقی حامی اُسیکو قومی تعلیم کی سکیم سمجھتے ہین ؟ کیا مسٹر داس - لالہ لاجپت رائے اور دوسرے لیڈر یہ یقین رکھتے ہین کہ قومی تعلیم کو چرخہ کاتنے اور ہندوستانی سیکھنے پر ہی ختم ہو جانا چاہئے ؟ کیا وہ سمجھتے ہین کہ چرخہ کاتنا قومی تعلیم کا ایک ضروری جزو ہے ؟ موجودہ سرکاری یونیورسٹیون کے برخلاف سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ لڑکون کو کسی قابل نہین بناتے ہین - کیا نئی قومی یونیورسٹیان روٹی کے سوال کو حل کر سکین گی ؟ کیا اِنمین ٹکنیکل اور انڈسٹریل تعلیم کا کوئی معقول انتظام ہو سکیگا ؟ یا کہ اب مغربی تہذیب کی سرے سے ہی ضرورت نہین رہی ہے - اور ہم اپنے کھیتون مین گندم پیدا کرکے اور اپنے کھیتون کی روئی سے کپڑے بُن کر دنیا کی جدوجہد مین حصہ لے سکینگے اور اقوام عالم مین اپنی جگہہ پا لینگے ؟ یہ سوال ہین جنکا جواب ملنا چاہئے - مہاتما گاندھی اِنکا جواب دے چکے ہین - وہ تو علانیہ مغربی تہذیب کو جڑ سے اُکھاڑنے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہین - کیا عدم تعاون کے باقی لیڈر بھی یہی یقین رکھتے ہین ؟ ضروری ہے کہ وہ اپنی پوزیشن واضح کر دین - اب چپ رہنے کا زمانہ گذر چکا ہے -

خیر یہ تو تعلیمی نکتہ خیال کی بحث ہے - لیکن جیسا کہ کہا جا چکا ہے - عدم تعاون کا سوال دراصل پولٹیکل سوال ہے - آؤ دیکھین پولٹیکل ہتھیار کے طور پر کالجون کو خیرباد کہنا کہان تک سوراجیہ حاصل کرنے مین مدد دے سکتا ہے - یا پنجاب اور خلافت کے معاملے مین یہ کارروائی کہان تک ہمارے لئے کارآمد ہو سکتی ہے ؟

جسوقت یکم اگست ۱۹۲۰ء کو عدم تعاون کا اعلان کیا گیا - اُسوقت مہاتما گاندھی نے گو عدم تعاون کے چارون حصّون کا ذکر کیا لیکن صرف پہلے حصہ ہی پر عمل کرنے کا اعلان کیا - مہاتما گاندھی اسوقت خود محسوس کرتے تھے کہ اس طریقے سے گورنمنٹ پر آسمان نہ ٹوٹ پڑیگا - خطاب چھوڑنا - پارٹیون مین شریک نہ ہونا - غرضیکہ کونسلون تک مین نہ جانا بھی ایک طرح سے موجودہ صورت حالات کے برخلاف ایک زوردار آواز اُٹھانا تھا - کالجون اور سکولون سے لڑکون کو نکال لینے کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا تھا - مہاتما گاندھی نے عدم تعاون کے پہلے حصہ کی تعبیر یہ کی تھی کہ یہ تو ایک طرح سے اِس بات کا امتحان لینا ہے کہ ہم مین قربانی کا مادّہ موجود ہے یا نہین - اسوقت یہ کہا گیا تھا کہ پہلا حصہ بالکل تیاری کا حصہ ہے - اور اگر اسمین کامیابی نہ ہوئی تو اگلے حصون کو چھوڑ دیا جائیگا اور یہ سمجھ لیا جائیگا

کہ ہندوستان ابھی تک اس ہتھیار کے استعمال کے قابل نہیں ہوا ہے۔
یہی نہیں بلکہ مسٹر داس نے بنارس کانفرنس کے بعد کلکتہ میں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ ان کی رائے میں اسکول اور کالجوں کا چھوڑنا بذات خود کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتا ہے اسلئے انکا خیال ہے کہ سارے حصوں پر یک لخت عمل کیا جائے سارے حصوں پر یکدم عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں - یہ دوسرا سوال ہے۔ لیکن کم از کم یہ تو ظاہر ہے کہ اس تحریک کے بانی مبانی بھی یہ مانتے ہیں کہ کالج چھوڑنا بذاتِ خود کامیابی کا کوئی بڑا ذریعہ نہیں ہے۔
ناگپور کانگریس کے بعد اپیل کی بنیاد بدل دی گئی ہے۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ ملک کے حالات اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ جہاں باقی اور لوگ سوراجیہ کے لئے کوشش کریں وہاں طالب علم بھی اپنی عمر کا ایک سال ملک کی نذر کر دیں اور قوم کی سیوا کریں۔
"گو مسٹر گاندھی کی ابھی تک یہی رائے ہے کہ کانگریس کا ریزولیوشن کالج چھوڑنے سے زیادہ کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا ہے" میں نہیں سمجھ سکتا کہ موجودہ طریقہ تعلیم کی برائی تسلیم کرنے کا اس سے اچھا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے کہ اسکے ماتحت پلے ہوئے بالکل نو عمر نوجوانوں کو قومی پرچارکوں کا درجہ دے دیا جائے۔ اگر عدم تعاون کے لیڈر واقعی یہ سمجھتے ہیں کہ کالجوں کے نوجوان قومی پرچارکوں کا کام کر سکتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ موجودہ طریقہ تعلیم اس حد تک کامیاب ہو گیا ہے۔ اور اُن لوگوں کا جو نوجوانوں کو اِس قابل سمجھتے ہیں کوئی حق نہیں ہے کہ وہ موجودہ طرز تعلیم کے بیخ کنی کی ایسی زبردست کوشش کریں۔ لیکن کیا سچ مچ ہمارے لیڈر یہ سمجھتے ہیں کہ بلا تشدد عدم تعاون ایک ایسی سہل چیز ہے کہ اسکا پرچار ہر ایک آدمی کر سکتا ہے؟ کیا کبھی اُن نوجوانوں سے یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا وہ بلا تشدد عدم تعاون پر یقین رکھتے ہیں؟ جن لوگوں نے کلکتہ کے پیشۂ وکالت کے طالب علموں کو امتحان دینے سے روکا کیا اُن کا یقین بلا تشدد عدم تعاون پر تھا؟ جو طالب علم مختلف کالجوں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر بے شرم کے آوازے کستے ہیں۔ کیا وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ عدم تعاون بلا تشدد کامیاب ہو سکتا ہے؟ انتخابات کے دنوں میں رائے دہندوں کے راستے میں جتنی رکاوٹیں ڈالی گئیں کیا سچ مچ وہ عدم تعاون کے نام پر دھبا لگانے والی نہیں تھیں؟ کسی طالب علم کو اسکول یا کالج چھوڑنے کے لئے اپیل کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اُس سے پوچھ لیا جائے کہ آیا وہ بلا تشدد

عدم تعاون کا حامی ہے؟ کیا وہ روحانی طاقتون پر اعتماد کرتا ہے؟

ایک بات اور بھی ہے۔ کانگریس نے اس سال اپنا عقیدہ بدل دیا ہے۔ کیا ہمارے لیڈر خیال کرتے ہین کہ اس بدلے ہوئے عقیدے کے مطابق اپیل کرنا آسان کام ہے؟ سوراجیہ ایک بڑا دل لبھانے والا لفظ ہے۔ لیکن کیا اسکے لئے اپیل کرنے کے لئے نوجوانون کے پاس ایسے دلایل ہین جو انہین قانون کی رو سے باہر بھی لا سکین اور وہ اپنا مطلب بھی ظاہر کر سکین۔ نوجوان جوشیلے ہوتے ہین۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اُنکے جوش کو قابو مین رکھا جا سکے۔

ساتھ ہی اسوقت عدم تعاون کے حامیون کے دو گروہ ہوگئے ہین۔ ایک گروہ تو دھرم ضمیر کے نام پر اپیل کرتا ہے۔ دوسرا گروہ ضمیر کی کوئی پروا نہین کرنا چاہتا۔ پہلے گروہ والون مین سے جہان تک مہاتما گاندھی کا تعلق ہے اُنکے متعلق تو کچھ نہین کہنا چاہئے۔ لیکن کیا باقی لیڈر سچ مچ یہ مان گئے ہین کہ موجودہ اسکولون مین پڑھنا گناہ ہے؟ نوجوانون کو ضمیر کے نام سے فوراً کالج چھوڑ دینے کی صلاح دی جاتی ہے۔ لیکن وکیلون کو کوئی نہین پوچھتا ہے۔ اُنہین آہستہ آہستہ کام چھوڑنے کی صلاح دی گئی ہے۔ یا تو وکالت کرنا گناہ ہے یا نہین ہے۔ اگر گناہ ہے تو کوئی وجہ نہین کہ وکیلون سے بھی یہ مطالبہ کیون نہ کیا جائے کہ وہ فوراً اپنے پیشہ سے دست بردار ہو جائین۔ یہی نہین کہا جاتا کہ جس گورنمنٹ نے طالبعلمون پر مارشل لا کے دنون مین اتنے بڑے بڑے ظلم کئے اُسکے ماتحت یا اُس سے کسی قسم کا تعلق رکھنے والے کالجون مین پڑھنا گناہ ہے۔ خیر جس گورنمنٹ نے مارشل لا جاری کیا تھا۔ وہی گورنمنٹ اب ڈاک خانہ چلا رہی ہے۔ ریلوے کا انتظام کر رہی ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ تار پہونچا رہی ہے۔ غرضیکہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارے لئے ہندوستان مین رہنا ممکن بنا رہی ہے۔ اگر گورنمنٹ سے تعلق رکھنا ہی گناہ ہے تو بہتر ہے کہ یا تو ہم ہندوستان چھوڑ کر چلے جائین (مسٹر گاندھی نے شاید اسی بنا پر یہ کہنا شروع کیا ہے کہ ہندوستانیون کو اب اور بچے پیدا کرکے غلامون کی تعداد مین اضافہ نہین کرنا چاہئے لیکن کیا اسی دلیل کی بنا پر وہ یہ نہین کہینگے کہ ہندوستانیون کی خودکشی کرکے دُنیا کو غلامون کی اتنی بڑی تعداد سے پاک کر دینا چاہئے) یا ہندوستان کی حکومت سے یہ کہہ دینا چاہئے کہ وہ یہان سے چلتی بنے۔ لیکن چونکہ دوسری بات کچھ مشکل سی معلوم ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم ہی بوریا بستر باندھ کر تارک وطن ہونے کے لئے تیار ہو جائین۔ ورنہ اگر پھر یہان رہنا ہی ہے تو جہان ہم سال مین دو چار دفعہ ریل پر

چڑھ کر روز محکمۂ ڈاک کا استعمال کر کے سرکاری میونسپلٹیون کے ماتحت زندگی بسر کر کے اتنے گناہ کرتے ہین تو اگر موجودہ کالجون مین پڑھ لیا تو کوئی بڑا جرم نہین ہو جائیگا - کہا جائیگا کہ ہم ریل تار دوسری چیزون کے بغیر گذارا نہین کر سکتے ہین تو کیا تعلیم ہی ایک فضول اور غیر ضروری چیز ہے ؟

بات یہ ہے کہ ایک پولٹیکل ہتھیار کے سوال کو خواہ مخواہ دھرم اور ادھرم کا سوال بنایا جا رہا ہے ورنہ نہین معلوم کہ وہی لیڈر جو تعلیمی بائیکاٹ کے پہلے برخلاف تھے اب کیون اسکے حق مین ہو گئے ہین لالہ لاجپت رائے کا سب سے بڑا اعتراض تعلیمی بائیکاٹ کے برخلاف یہ تھا کہ اسکا کامیاب ہونا ناممکن ہے - مسٹر داس بھی اسکے برخلاف تھے - مسٹر بپن چندر پال بھی مسٹر داس کے ہم رائے تھے - دونون کانگریسون کے درمیانی وقفے مین محکمۂ تعلیم نے لڑکون کے کورسون نے یا طالب علمون نے کیا پلٹا کھایا ہے کہ جہان تین مہینے پہلے کالجون کو نہ چھوڑنا کفر مین داخل نہین تھا وہان اب کالج جانے والون کو ادھرمی کہا جا رہا ہے ؟ یہ پولٹیکل ہتھیار اور دھرم اور ادھرم کے سوال کو خلط ملط کرنا ہی مصیبت لا رہا ہے - پولٹیکل ہتھیار کے ظہور پر عدم تعاون کی سب سے زبردست نکتہ چینی یہ ہے کہ یہ قابل عمل نہین ہے - سارے لڑکے کالج چھوڑکر نہین بیٹھ سکتے ہین اور بہت کم پولٹیکل پرچارک بن سکتے ہین - نہ ہی نئے قومی کالج لڑکون کو روٹی کمانے کے سوال مین کچھ مدد دے سکتے ہین - اور کالجون کو چھوڑنا بذاتِ خود سورگ کا دروازہ نہین کھول سکتا ہے -

سری رام شرما

اختر

چاک چاک اپنا گریبان نہ ہوا تھا سو ہوا — وحشتِ دل کا جو سامان نہوا تھا سو ہوا

ابر مجھ پر کبھی گریان نہ ہوا تھا سو ہوا — گھر کبھی خانۂ زندان نہوا تھا سو ہوا

یا خدا دیر مین رہنا - نہ ہوا تھا سو ہوا — کافرِ عشق مسلمان نہوا تھا سو ہوا

چشم انصاف سے طوفان نہوا تھا سو ہوا

دلِ اختر چمنستان نہوا تھا سو ہوا

(حضرت واجد علیشاہ اختر سابق بادشاہ اودھ)

معمہ

(از منشی پریم چند صاحب)

میرے دفتر مین چار چپراسی ہین، اُنمین ایک کا نام غریب ہے۔ وہ بہت نیک، بہت فرمانبردار، اپنے کام کو بخوبی انجام دینے والا، گھڑکیان کھانے کے بعد بھی خاموش رہ جانے والا۔ اسم باسمیٰ آدمی ہے۔ مجھے اِس دفتر مین ایک سال سے زائد گذر گیا مگر مین نے اُسے ایک دن کے لئے بھی غیر حاضر نہین پایا۔ مین اُسے ۹ بجے دفتر مین اپنی پھٹی دری پر بیٹھے ہوئے دیکھنے کا ایسا عادی ہوگیا ہون کہ گویا وہ بھی اِسی عمارت کا ایک حصہ ہے۔ سیدھا اتنا ہے کہ کسی کی بات ٹالنا جانتا ہی نہین۔

دفتر مین کل چار چپراسی ہین۔ انمین ایک مسلمان ہے۔ اُس سے تمام دفتر ڈرتا ہے۔ معلوم نہین کیون؟ مجھے تو اسکا سبب بجز اسکی لقلیون کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا۔ اُسکے بیان کے مطابق اسکا چچازاد بھائی ریاست رام پور مین قاضی ہے۔ پھوپھا ریاست ٹونک مین کوتوال ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر میرے دفتر کے تمام صاحبان نے اُسے قاضی صاحب کا خطاب دے رکھا ہے۔ بقیہ دو صاحب ذات کے برہمن ہین۔ اُنکے آشیرباد کی قیمت اُنکے کام سے کہین زیادہ ہے۔ یہ تینون کام چور، گستاخ اور کاہل ہین، معمولی سے معمولی کام بھی بغیر ناک بھون چڑھائے نہین کرتے۔ کلرکون کو تو کچھ سمجھتے ہی نہین۔ صرف ایک بڑے بابو کا کسیقدر لحاظ کرتے ہین۔ تاہم کبھی کبھی اُنسے بھی اُلجھ پڑتے ہین۔ مگر باوجود اِن سب برائیون کے دفتر مین کسی کی مٹی ایسی خراب نہین ہے۔ جتنی کہ بیچارے غریب کی۔ ترقی کا موقع آتا ہے تو یہی تینون بازی مار لیجاتے ہین۔ غریب کو کوئی پوچھتا ہی نہین۔ اور سب دس دس روپیہ پاتے ہین۔ یہ بیچارہ ابھی چھ ہی روپیہ مین پڑا ہے۔ صبح سے شام تک اِسکا پیر ایک لمحہ کے لئے بھی نہین رُکتا۔ یہان تک کہ تینون چپراسی بھی اِسی کے اوپر رعب جماتے ہین۔ اور اوپر کی آمدنی مین تو اس بیچارہ کا حصہ ہی نہین ہے۔ اسپر طرّہ یہ کہ دفتر کے تمام کاربردار چھوٹے سے لیکر بڑے بابو تک سب کے سب اُس سے ناراض ہی رہتے ہین۔ اسکی

کئی بار شکایتیں ہو چکی ہیں - کتنے ہی بار جرمانہ دے چکا ہے - اور ڈانٹ ڈپٹ تو روزانہ ہی ہوا کرتی ہے - اسکا سبب میری سمجھ مین نہین آتا تھا - ہان مجھے اسپر ترس ضرور آتا تھا اور مین اپنے برتاؤ سے یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ میری نظرون مین اسکی عزت دوسرے چپراسیون سے مطلق کم نہین ہے - یہانتک کہ کئی بار مین اسکے پیچھے دوسرے عملون سے اُلجھ بھی پڑا ہون -

(۲) ایک روز بڑے بابو نے غریب سے میز صاف کرنے کو کہا - وہ فوراً میز صاف کرنے لگا - اتفاقاً جھاڑن کا جھٹکا لگا تو دوات اُلٹ گئی - اور روشنائی میز پر پھیل گئی - بڑے بابو یہ دیکھتے ہی جامہ سے باہر ہو گئے - اُسکے دونون کانون کی خوب زور سے گوشمالی کی - اور ہندوستان کی مروجہ زبانون سے مغلظات چن چن کر سنانے لگے - بیچارہ غریب آنکھون مین آنسو بھرے - خاموش کھڑا سنتا رہا - گویا اُسنے کوئی خون کیا ہے - مجھے بڑے بابو کا اس ذرا سی بات پر اتنا زیادہ بگڑنا ناگوار گذرا - اگر کسی دوسرے چپراسی نے اس سے بھی کوئی بڑی خطا کی ہوتی تو بھی اُنھین اُس پر اتنا غیظ و غضب نہ آتا - مین نے انگریزی مین کہا - بابو صاحب! آپ اس موقع پر بے انصافی سے کام لے رہے ہین - اُسنے دیدہ و دانستہ تو روشنائی گرائی نہین - اُسپر اسقدر سخت عتاب سراسر نامناسب ہے -

بابو جی نے ملائمت سے کہا "آپ اسے جانتے نہین یہ بڑا شریر ہے"۔

"مین تو اسکی کوئی شرارت نہین دیکھتا"

"آپ ابھی اُسے جانتے نہین - ایک ہی پاجی ہے! اِسکے گھر دو ہلون کی کھیتی ہوتی ہے - ہزارون کا لین دین کرتا ہے - کئی بھینسین لگتی ہین - اِنھین باتون کا اسے گھمنڈ ہے"۔

"گھر کی ایسی حالت ہوتی تو آپ کے یہان چپراس گری کیون کرتا؟"

"یقین مانئے گھر کا بڑا پوڑھا آدمی ہے لیکن پرلے سرے کا مکھی چوس ہے"

"اگر دراصل ایسا ہی ہو تو بھی کوئی گناہ نہین ہے"

"ابھی آپ ان باتون کو نہین جانتے کچھ روز اور رہئے تو آپ کو خود معلوم ہو جائیگا کہ یہ کتنا کمینہ آدمی ہے"

ایک دوسرے صاحب بول اُٹھے - بھائی صاحب اسکے گھر منون دودھ دہی ہوتا ہے -

منون مٹر - جوار - چنے ہوتے ہین لیکن اسکی کبھی اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ یہ چیزین تھوڑی بہت دفتر والون کے بھی نذر کرے - یہان ان چیزون کو ترس کر رہ جاتے ہین - تو پھر کیون نہ جی جلے؟ اور یہ سب ٹھاٹھ اسی نوکری کی بدولت ہوا ہے - ورنہ پہلے تو گھر مین چوہے رینگتے تھے -

بڑے بابو کچھ شرمندہ ہو کر بولے - یہ کوئی بات نہین - اُسکی چیز ہے - خواہ وہ کسی کو دے یا نہ دے لیکن ہے بالکل جانور -

مین کسیقدر اس راز سے واقف ہو گیا - بولا اگر واقعی ایسی اوچھی طبیعت کا آدمی ہے تو دراصل جانور ہے - مجھے بالکل معلوم نہ تھا -

اب بڑے بابو بھی کھلے - جھیپ مٹی - بولے "ان سوغاتون سے کسی کی روٹیان تو چلتی نہین صرف دینے والے کی سیرچشمی ظاہر ہوتی ہے - اور امید بھی اسی سے کیجاتی ہے جو اسکے قابل ہوتا ہے جسمین اسکی استعداد ہی نہین ہوتی - اس سے کوئی توقع ہی نہین کرتا - ننگے سے کوئی کیا لیگا -

معمہ حل ہو گیا - بڑے بابو نے معمولی طور سے ساری کیفیت واضح کر دی - دولت کے سبھی دشمن ہوتے ہین - خواہ وہ چھوٹے ہون یا بڑے - ہماری سسرال یا ننہال غریب ہو تو ہم اس سے کوئی امید نہین رکھتے - ہم سے غالبًا بھول جاتے ہین لیکن جب وہ صاحب ثروت ہو کر ہم سے تغافل جتائین تو ہمارے دل پر سخت چوٹ لگتی ہے - اور چھاتی پر سانپ لوٹنے لگتا ہے -

ہم اپنے کسی غریب دوست کے گھر جائین تو اُسکے ایک بیڑے پان ہی سے ہماری تسکین ہو جاتی ہے - لیکن ایسا کوئی شخص نہین ہے جو اپنے دولتمند دوست کے گھر سے بغیر منہ میٹھا کئے ہوئے واپس آکر اسکا شکوہ نہ کرے - سداما کرشن کے گھر سے اگر نامراد واپس آتے تو شاید وہ اُنکے ششپال اور جراسندھ سے بھی بڑے دشمن ہوتے - یہ انسانی خاصہ ہے -

چند روز کے بعد مین نے غریب (۳) سے پوچھا "کیون جی تمہارے گھر کچھ کھیتی باڑی ہوتی ہے؟

غریب نے لجاجت کے ساتھ کہا "ہان سرکار ہوتی ہے - آپ کے دو گلام ہین وہی

کرتے ہین۔"

"گائین اور بھینسین بھی لگتی ہین۔

"ہان ہجور بھینسین لگتی ہین۔گائین ابھی گابھن ہین۔آپ لوگون کی مہربانی سے

پیٹ کی روٹی چلی جاتی ہین۔

"دفتر کے بابو لوگون کی بھی کبھی کچھ خاطر کرتے ہو"؟

غریب نے نہایت عاجزانہ لہجہ مین کہا" سرکار مین آپ لوگون کی کیا کھاتر کرسکتا ہون۔

کھیتی مین جو۔چنا۔مکا۔جوآر کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔آپ لوگ رئیس ہین۔راجہ ہین۔یہ

موٹے اناج کس منھ سے آپ کی بھینٹ کرون۔ڈرتا ہون کہین کوئی ڈانٹ نہ بیٹھے کہ اس

ٹکے کے آدمی کی یہ مجال۔اسی لیے بابو جی کبھی ہمّت نہین پڑتی۔نہین تو دودھ دہی کی کیا بساط

تھی۔منھ کے لائک بیڑا تو ہونا چاہیے۔

"اچھا ایک روز کچھ لا کر دو تو۔دیکھو لوگ کیا کہتے ہین۔شہر مین یہ چیزین کہان میسّر ہوتی

ہین۔ان لوگون کی طبیعتین بھی کبھی کبھی ان چیزون کی طرف لپکتی ہین۔"

"اگر سرکار کوئی کچھ کہے تو؟ صاحب سے شکایت کر دے تو مین کہین کا نہ رہون۔"

"اسکا مین ذمہ دار ہون۔تمہین کوئی کچھ نہ کہے گا۔اگر کوئی کچھ کہیگا تو مین اُسے سمجھا دونگا۔"

"تو ہجور آج کل تو مٹر کے دن ہین۔چنے کا ساگ بھی ہو گیا ہے۔اور کولھو بھی کھڑا ہو گیا

ہے اور تو کچھ نہین ہے۔"

"بس تو یہی چیزین لاؤ۔"

"کچھ اُلٹی سیدھی پڑی تو سرکار ہی کو سنبھالنا پڑیگا۔"

"ہان جی کہہ تو دیا کہ دیکھ لونگا۔"

"دوسرے روز غریب آیا تو اُسکے ساتھ تین توانا آدمی بھی تھے۔دو کے سرون پر دو ٹوکرے

تھے جنمین مٹر کی پھلیان تھین۔ایک کے سر پر مٹکا تھا جسمین ایکھ کا رس تھا۔تینون ایکھ کا ایک

ایک گٹھر بھی بغل مین دبائے ہوئے تھے۔غریب آکر چپکے سے برآمدہ کے سامنے درخت کے نیچے

کھڑا ہو گیا۔اسکی دفتر مین آنے کی ہمّت نہ پڑتی تھی۔گویا کوئی مجرم ہے۔"

وہ درخت کے نیچے کھڑا ہی تھا کہ اتنے مین دفتر کے چپراسیون اور دوسرے عملون نے اُسے گھیر لیا۔ کوئی ایکھ لیکر چوسنے لگا۔ کوئی مٹر کی پھلیان لیکر الگ ہو گیا۔ ایک لوٹ سی مچ گئی۔ اِس عرصہ مین بڑے بابو بھی دفتر مین وارد ہوئے۔ اور یہ تماشہ دیکھکر بلند آواز سے بولے یہ کیا آفت مچا رکھی ہے۔ چلو اپنا کام کرو۔

مین نے جاکر اُنکے کان مین کہا "غریب اپنے گھر سے یہ سوغات لایا ہے کچھ آپ قبول فرمائیے۔ کچھ ہم لوگ۔"

بڑے بابو نے مصنوعی عتاب کرکے کہا "کیون غریب تم یہ چیزین یہان کیون لائے؟ ابھی واپس لیجاؤ۔ ورنہ مین صاحب سے رپورٹ کردونگا۔ کیا تم نے ہم لوگون کو کوئی مربھوکا سمجھ رکھا ہے۔"

غریب کا رنگ اُڑ گیا۔ کانپنے لگا۔ منھ سے ایک بات بھی نہ نکلی۔ لگا میری طرف تقصیر وار نگاہون سے دیکھنے

مین نے اُسکی طرف سے معافی مانگی۔ بڑی گفت وشنید کے بعد بابو صاحب راضی ہوئے۔ سب چیزون مین سے نصف اپنے گھر بھجوائین۔ باقی نصف دوسرون کے حصّون مین آئین۔ اِس طرح یہ ناٹک ختم ہوا۔

(۴)

اب دفتر مین غریب کی عزت ہونے لگی۔ اب اُسے روزانہ گھُڑکیان نہ ملتین۔ تمام دن دوڑنا نہ پڑتا۔ اہلکارون کی خفگی اور چپراسیون کی بدزبانیان غائب ہو گئین۔ چپراسی لوگ خود اسکا کام کر دیتے۔ اسکے نام مین بھی تھوڑی سی تبدیلی ہوئی۔ غریب سے۔ غریب داس بنا۔ عادتین بھی بدلنے لگین۔ انکسار کی جگہہ خودداری کا ظہور ہوا۔ چستی کے جگہہ کاہلی آئی۔ وہ اب کبھی کبھی دیر کرکے دفتر آتا۔ کبھی کبھی بیماری کا حیلہ کرکے گھر بیٹھ رہتا۔ اسکے اب تمام قصور معاف ہو جاتے۔ اُسے حصولِ عزت کا راز معلوم ہو گیا۔ وہ اب دسوین پانچوین دودھ دہی وغیرہ لاکر بڑے بابو کی نذر کیا کرتا۔ دیوتا کے خوش کرنے کا ہُنر سیکھ گیا۔ سادگی کی جگہہ اب اُسمین حرفت آگئی۔ چالاک بن گیا۔

ایک روز بڑے بابو نے اُسے سرکاری فارمون کا پارسل چھُڑانے کے لئے اسٹیشن بھیجا۔

کئی بڑے بڑے پلندے تھے۔ ٹھیلے پر آئے۔ غریب نے ٹھیلے والون سے ۱۲ مزدوری طے کی تھی۔ جب کاغذ دفتر مین پہونچ گئے تو اس نے بڑے بابو سے ۱۲ پیسے ٹھیلے والون کی اُجرت لی۔ لیکن دفتر سے کچھ دور چلکر اسکی نیت بگڑی اپنی دستوری مانگنے لگا۔ ٹھیلے والے راضی نہ ہوئے۔ اس پر غریب نے جھلاکر سب پیسے جیب مین رکھ لئے اور تند لہجہ مین بولا۔ اب ایک پیسہ بھی نہ دونگا۔ جاؤ! جہان چاہو فریاد کرو۔ دیکھین کیا بنا لیتے ہو۔ قلیون کو جب یقین ہوگیا کہ اب بغیر دستوری دیئے ہوئے ایک پیسہ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔ جمع ہی غائب ہوجائیگی۔ تو مجبوراً ۴ پیسہ دینے پر راضی ہوگئے۔ غریب نے آٹھ آنے اُنکے حوالے کئے۔ اور ۱۲ کی رسید پر انگوٹھے کا نشان بنوا لیا۔ رسید دفتر مین داخل ہوگئی۔

یہ تماشہ دیکھکر مین حیران ہوگیا۔ یہ وہی غریب ہے جو کئی مہینے پیشتر بھولے پن اور فروتنی کی تصویر تھا جسے دوسرے چپراسیون سے بھی کبھی اپنے حصے کے پیسے مانگنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ جو دوسرون کو کھلانا بھی نہ جانتا تھا۔ کھانے کا ذکر ہی کیا۔ اس کی فطرت مین یہ انقلاب دیکھکر مجھے بیحد رنج ہوا۔ اسکا جواب دہ کون ہے؟ مین۔ جسنے اُسے خود پروری اور سفلہ پن کا پہلا سبق پڑھایا تھا۔ میرے دل مین سوال پیدا ہوا کہ اس فتنہ پروری سے جو دوسرون کا خون کرتی ہے۔ وہ سادگی اور کس مپرسی کیا بُری تھی۔ جو دوسرون کا ظلم برداشت کرلیتی تھی۔ وہ منحوس ساعت تھی۔ جب مین نے اسے احساس عزت کی راہ دکھائی چاہی تھی۔ دراصل وہ اسکے اخلاقی پستی کی راہ تھی۔ مین نے اسکی ظاہری عزت کے لئے اسکی روحانی عزت کا خون کردیا۔

پریم چند

خواجہ حالی کی غیر مطبوعہ رُباعی

دولت کی ہوس اصل گدائی ہے یہ | سامان کی ہوس بینوائی ہے یہ
حاجت کم ہو تو ہے یہ شاہنشاہی | اور کچھ نہ ہو حاجت تو خدائی ہے یہ

(زمیندار) | بروایت مولانا صلاح الدین صاحب

لسان الغیب

یہ تنقید کتابی صورت مین شائع ہوئی ہے جسکو مولوی ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی نے شرح دیوان حافظ موسومہ بہ لسان الغیب، مصنفہ میر ولی اللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل ایبٹ آباد (پنجاب) کے متعلق بنظر اصلاح لکھی ہے۔ اسمین شک نہین کہ شرح مذکور سے اختلاف ظاہر کرتے ہوئے اکثر اشعار کی تشریح نہایت خوبی کے ساتھ کی گئی ہے جو دیوان حافظ کے سمجھنے مین کہین کہین نمایان مدد دے سکتی ہے۔ اور شرح سے بعض مقامات پر جس غلط فہمی کا اندیشہ ہونا ممکن ہے اُسکو رفع کرنے مین بہت حد تک کامیاب ہوئی ہے۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہون۔

(۱) سہ

شمعِ دل دمسازان بنشست چو او برخاست
افغانِ نظربازان برخاست چو او بنشست

(صفحہ ۱۰)

شارح نے مصرعہ ۲ مین "بنشست" سے "وصالِ یار" مراد لی ہے۔ مگر نقاد صاحب کی یہ تشریح بہت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ معشوق کے بیٹھ جانے پر نظربازون کی جماعت اسلیے شور و فغان برپا کردیتی ہے کہ وہ دیدارِ یار سے محروم ہوجاتی ہے۔

(۲) سہ

زجورِ کوکبِ طالع سحرگہان چشمم
چنان گریست کہ خورشید دید و مہ دانست

(صفحہ ۱۴)

اصل شارح کا دوسرے مصرعہ سے یہ مطلب نکالنا کہ "آنکھون نے گریہ کے سبب خورشید کو دیکھکر چاند جانا" درست نہین معلوم ہوتا بلکہ "خورشید نے دیکھا اور چاند نے جانا" مناسب ہے۔ سحرگہان سے اسکی مزید تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اُسوقت سورج اور چاند دونون موجود ہوتے ہین۔

(۳) سہ

مُرید پیرِ مغانم ز من مرنج اے شیخ
چرا کہ وعدہ تو کردی و اُو بجا آورد

(صفحہ ۱۸)

شارح صاحب کے موافق "وعدۂ معرفت" کے بہ نسبت "وعدۂ شراب" بیشک زیادہ موزون ہے کہ شیخ نے تو خلد مین شراب کا وعدہ کیا مگر مغان نے اُسکو یہین پورا کردیا۔

(۴)　ع　مفروش بہ باغِ ارم و نخوتِ شداد
یک شیشۂ مے صاف بے و لبِ کشتے

شارح نے "شیشۂ مے صاف بے" کو ملاکر اسکا مطلب "شراب صاف لب کا شیشہ" لکھا ہے جو واقعی مہمل ہے۔ بیشک نقاد صاحب کے بموجب یہ دونون فقرے الگ ہین اور صاف بے سے مراد معشوق ہے۔

لیکن اسکے علاوہ نقاد صاحب نے اکثر اشعار مین تصرف سے بھی کام لیا ہے جو ہمکو بعض مقامات پر بیجا معلوم ہوتا ہے مثلاً

(۱)　ع　آن چہ زر میشود از پرتوِ آن قلبِ سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشان است　(صفحہ ۹)

پہلے مصرع مین نہ جانے نقاد صاحب نے کس مصلحت سے "آن چہ" کے بجاے "آنکہ" کا ہونا زیادہ مناسب خیال کیا ہے۔ "آن چہ" کا اشارہ صریحاً کیمیا کی جانب ہے اور اسکے لئے چہ کا لفظ بہت موزون ہے۔

(۲) ع - چہ این نگفتہ ام آنکس کہ گفت بہتان گفت - (صفحہ ۱۵) مین نقاد صاحب چہ این کے بجاے من این زیادہ بامعنی خیال کرتے ہین - مگر ہماری راے مین یہان چہ این ہی ہونا چاہئے یہی بندش درست ہے - متکلم کے لئے گفتم کا م موجود ہے -

(۳)　ع　بحیاتِ ابد آن روز رسانید مرا
خطِ آزادگی از حصنِ ممانم دادند　(صفحہ ۱۹)

تنقید نگار صاحب نے حصنِ ممات کے بجاے حسنِ ممات خیال کیا ہے - مگر آزادگی کی رعایت سے حصن درست معلوم ہوتا ہے - اور آزادگی کا تعلق بحیاتِ ابدی ہے - اِسلئے حصنِ ممات کی یہان زنہار ضرورت نہین - شعر کا مطلب حصنِ ممات کے ساتھ واضح ہوتا ہے -

(۴)　ع　یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید　(صفحہ ۲۲)

یہان تن رسد بجانان کیون زیادہ موزون ہوگا؟ کیا مصرع کا یہ مطلب ٹھیک نہین کہ

یا تو جان رجوع بہ خدا ہو یا پھر دوسری صورت مین اُسکا جسم سے نکل ہی جانا بہتر ہے ؟

(۵) ؎ پیر گلرنگ من اندر حق ازرق پوشان
رخصت بحث نہ داد ارنہ حکایت ہا بود (صفحہ ۲۲)

بحث کی جگہ نہ جانے کیون خبث (بدگوئی) بتلایا گیا ہے۔ کیا بحث کے معنی اعتراض نہین؟

(۶) ؎ تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن
کہ دوست خود روش بندہ پروری داند (صفحہ ۲۸)

یہان دوست سے مراد خدا ہے جو آقاؤن کا بھی آقا ہے۔ پس نقاد صاحب کی حسب راے دوست کی جگہ خواجہ رکھنا غیر فصیح اور نامناسب تھا۔ خدا کے متعلق خواجہ سے اُن صفات کا اظہار نہین ہوتا جو دوست سے سمجھی جاتی ہین۔

(۷) ؎ مے دو سالہ و محبوب چاردہ سالہ
ہمین بس است مرا صحبت صغیر و کبیر (صفحہ ۲۶)

ہماری راے مین اسکا مطلب بیان کرنے مین شارح صاحب نے کافی کھینچ تان کی تھی لیکن تنقید نگار صاحب کی کوشش کافی سے بھی زیادہ ہو گئی۔ کیا یہ بہت ضروری ہے کہ کسی شاعر کے ہر شعر مین خواہ مخواہ معرفت ثابت کی جاے۔ اور مادی دنیا سے کبھی اُسکا مس نہ ہونے پاے۔ شعر کا مطلب بہت صاف ہے اور اسمین شعریت کا رنگ کافی موجود ہے۔

(۸) گرچہ باد فرح بخش و گلگون عیب است • مکنم عیب کز و رنگ ریا مے شویم (صفحہ ۳۱)

نہین معلوم کہ مکنم کے بجاے مکن کیون ہونا چاہئے۔ یہ اصلاح ہو گی یا صاف بات کو مغلق کر دینا ؟

(۹) ؎ الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ
کہ من در ترک پیمانہ دل پیمان شکن دارم (صفحہ ۳۴)

اس شعر مین بقول تنقید نگار صاحب بہ میخانہ کیون ہونا چاہئے جبکہ ز میخانہ کے صاف معنی میخانہ سے لئے جا سکتے ہین۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص جب شراب ترک کر چکا تو میخانہ میں کیون جاے گا۔

(۱۰) ۶　　ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر مے بینم　　(صفحہ ۳۵)

پدر کی رعائت سے شفقت کا لفظ زیادہ موزون ہے نہ کہ الفت کا جیسا نقاد صاحب لکھتے ہین۔

(۱۱) ۵　　عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجران چہ کار　　(صفحہ ۵۲)

ہماری رائے مین دوسرے مصرعہ مین لفظ (درد) نہین بلکہ (دُرد) ہی ہے تشنگی کا تعلق دُرد ہی کے ساتھ موزون ہے۔ نیز عشق محبوب کے لئے شراب تیز کا ہونا بھی لازمی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح حالت عشق مین کفر و ایمان کا خیال نہین رہتا اُسی طرح نشہ کی کیفیت مین وصل و ہجر دونون محو ہو جاتے ہین۔ جبکہ حالت درد مین دونون موخر الذکر کی یاد ضروری ہے ورنہ درد کے اسباب ہی اور کیا ہو سکتے ہین؟

ریویو کسیقدر طویل ہوگیا ہے مگر مطالب کے وضاحت کے لئے یہ بات ضروری تھی۔ نقاد صاحب کے تنقید کی خوبیون کا اعتراف پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔ اور بجا طور سے۔ لیکن موصوف نے تنقید لکھتے لکھتے شاید نادانستگی سے، خواجہ حافظ کے کلام کی اصلاح شروع کردی ہے جسکی گنجائش کسی مستند شاعر کے اشعار مین مشکل ہی سے ہو سکتی ہے۔ کاتب سے ایسی غلطیان کب ہو سکتی ہین کہ الفاظ کی ہیئت ہی تبدیل ہو جائے؟ اگر تنقید نگار صاحب زیادہ غور و خوض سے کام لیتے تو جہان اُنھون نے اپنی قابلانہ تنقید سے بہت سی غلط فہمیان رفع کی ہین وہان کتنی ہی مزید غلط فہمیان از سر نو پیدا نہ ہو جائین۔

کتاب زیر ریویو مین جہان متعدد خوبی تشریح کی مثالین بخیال طوالت چھوڑ دی گئی ہین وہان اکثر نقائص بھی نہین دکھلائے جا سکے۔ کتاب فی الجملہ اچھی ہے اور دیوان حافظ کے شائقین کے لئے خالی از دلچسپی نہین۔ بڑی تقطیع حجم ۸۰ صفحات۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی صاف قیمت ۸ر
ملنے کا پتہ: ۔ محمد ابو الحسن صدیقی بدایونی فرشوری محلہ بدایون۔

شانِ استغنا

(از افکار جناب نادر علیخان نادر کاکوروی)

نشانِ بے نشانی مین ہے پنہان شانِ استغنا ہے بے سامانیٔ غربت بھی اِک سامانِ استغنا

سکوتِ بے نیازی ترجمانِ عرض مطلب ہے لب خاموش مستغنی ہے اِک فرمانِ استغنا

کسی عارف سے پوچھو جاکے لذّت بے نیازی کی کسی کامل سے پوچھو لطفِ بے پایانِ استغنا

دو عالم سے بڑھا دی میری قیمت بے نیازی نے متاعِ بے بہا ہون بر سرِ دوکانِ استغنا

جرس کی طرح فریادی نہین اس کاروان مین ہین برنگِ گرد ہون حسرت کشِ دامانِ استغنا

فقیری مین جو عزت ہے کہان وہ بادشاہی مین کٹی اسکی ہے اِک قصرِ رفیع الشانِ استغنا

کسی گل کو نہ پایا خار کی کاوش مین پژمردہ نہ مستغنی مین دیکھی خواہشِ درمانِ استغنا

مزہ ملتا ہے کامل کو کشاکش مین حوادث کی حبابِ بحر ہے لذّت کشِ طوفانِ استغنا

کسی عارف سے پوچھو جاکے لذت تلخکامی کی اُسے اک پارہ نانِ جوین ہے خوانِ استغنا

بہارِ بےخزان ہے بس کہ حالت بے نیازی کی
پھلا پھولا رہیگا حشر تک بستانِ استغنا

نادر کاکوروی

گلِ نرگس

(از حضرت پرمانند ابابی)

تو ہجر مین کس کے زرد رُو ہے ــ اے گل! تجھے کس کی جستجو ہے
حیران تو ہے مگر کچھ ایسا ــ حیرت کی شبیہ ہو بہو ہے
تکتا ہے مجھے تو یا تجھے مین ــ مین ہون ترے روبرو کہ تُو ہے
سرسون میدان مین باغ مین تو ــ شکلِ صدبرگ زرد رُو ہے
ہے جسکے فراق مین یہ حالت ــ وہ کون سا ایسا لالہ رُو ہے
چپ چاپ ہے۔ بُت بنا کھڑا ہی!! ــ آئینہ ہے سامنے کہ تو ہے
پت جھڑ مین جھڑ گئے ہین سب پھول ــ تو ہی گلشن مین چارسُو ہے
بھاتے ہین تجھے خزانکے جھونکے ــ اُلٹی ہی جہان سے تیری خو ہے
گلشن مین کھلا ہوا ہے تنہا ــ نے دوست ہی کوئی نہ عدو ہے
گلچین خزان نے چن لئے پھول ــ اب تو بستان مین تو ہی تو ہے
کرتا ہے ہرا دلون کو اے گل ــ گو دیکھنے مین تو زرد رُو ہے
بیمار نہین مری نظر مین ــ خوش خوش ہے تو شگفتہ رو ہے
چھوٹا سا ہے دیکھنے مین لیکن ــ جاری تجھ مین خوشی کی جُو ہے
جون بادہ کشان ہی مست و مخمور ــ مستی سے بھرا ترا سبُو ہے
بُوٹا بُوٹا مہک رہا ہے ــ ٹہنی ٹہنی مین تیری بُو ہے
جوڑا ہے ترا بسنتی اے گل! ــ جوبن پہ خزان مین آج تو ہے
لالہ سے ہے اچھا تیرا جامہ ــ کیسر ہے یہان وہان لہو ہے
کیا ہی خوش چشم۔ چشم بد دور!! ــ حد سے افزون تو خوبرو ہے

آنکھوں آنکھوں مین لے لیا دل — تیری بھی دلبرون سی خو ہے
بھونرے کیونکر نہ تجھ پہ جان دین — خوشبو ہے تو اور خوبرو ہے
زردی پکھراج سے زیادہ — افزون گوہر سے آبرو ہے
سونے چاندی سے پُر ترا جام — کس چیز کی تجھکو آرزو ہے
کانٹون سے ہے پاک تیرا دامن — اس پر ہے یہ طرّہ خوبرو ہے
پھرتی ہین کسی کی آنکھین دل مین — جب سے کہ تو میرے روبرو ہے
پیلا ہے زعفران سا لیکن — عمدہ تر زعفران سے بُو ہے
شیدا ہین جوان و پیر تیرے — تیرا ہی ذکر کو بکو ہے
سُرمہ آنکھون کا تیری رنگت — دل کا آرام تیری بُو ہے

تیرا دیوانہ ہون مین اے گلؔ!
میری آنکھون مین تو ہی تو ہے

پرمانند بالی راولپنڈی
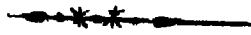
مین نے جب اپنی یہ نظم "گلِ نرگس" جناب منشی تلوک چند صاحب محروم بی۔اے کی خدمت مین بھیجی تھی۔ تو ساتھ ہی ایک علیحدہ پارسل مین نرگس کے پھول بھی ایسی طرح کہ وہ اپنی شگفتہ حالت مین رہین۔ بھیج دیئے تھے۔ کیونکہ اُدھر عیسیٰ خیل مین جو منشی صاحب کا وطن ہے۔ یہ پھول نہین ہوتے۔ اُنھون نے ازراہِ شفقت جواب مین ذیل کی نظم بھیجکر ممنون فرمایا ہے۔ مین اِسے نہایت شکریہ کے ساتھ ناظرین زمانہ کی خدمت مین بھی بھیجتا ہون۔

نرگس کے پھول

پھول نرگس کے ملے تازہ و شاداب مجھے — عین موسم مین ملا ہدیۂ نایاب مجھے
دل کھلا بوئے محبّت سے جو پایا ان کو — دیدۂ شوق نے آنکھون سے لگایا ان کو
بھینی بھینی وہ بوئے خوش ہے کہ سبحان اللہ — برگ برگ انکا وہ دلکش ہے کہ سبحان اللہ
کیا لطافت ہے بھری پنکھڑیون مین ان کی — جلوۂ حسنِ پری پنکھڑیون مین اِن کی

دستِ قدرت سے مَلا رُخ پہ کچھ ایسا غازہ ۔۔۔ چھوٹ کر باغ سے ہین بعدِ سفر بھی تازہ

خوب ان پھولون کے حق مین شُعرا کہتے ہین ۔۔۔ چشمِ معشوق جو کہتے ہین بجا کہتے ہین

نظر آجاے جو ہوجائین کبھی چار آنکھین ۔۔۔ ان سے اچھی تو نہین ہوتی ہین بیمار آنکھین

طالبِ دید سے دم بھر مین جو آنکھین پھر جائین ۔۔۔ سامنے انکے وہ نظرون سے نہ کیونکر گر جائین

ہیمنا زان مین کوئی - کوئی خمار آلودہ ۔۔۔ ان کے ہر رنگ مین نیرنگِ بہار آلودہ

ان کا باطن جو طلائی ہے تو ظاہر سیمین ۔۔۔ قیمتِ حسن مین انسے کوئی گل بڑھ کے نہین

ایک ہی جلوے سے سورج کی کرن بھی پیدا ۔۔۔ مہ جبالون کے کرشمون کا چلن بھی پیدا

لالہ کیا سامنے آئے کہ ہے داغِ گلشن ۔۔۔ ان کو خالق نے کیا چشم و چراغِ گلشن

روئے خوب ان کو گلاب آکے دکھائے اپنا ۔۔۔ پہلے دامن تو وہ کانٹون سے چھڑائے اپنا

تھوڑی تھوڑی ہوئی جاتی ہین سمن کی کلیان ۔۔۔ کہ بہت بڑھ گئے ہین نرگس کے چمن کی کلیان

خوش نصیبون کے وطن مین وطنِ نرگس ہے ۔۔۔ شامہ مستِ ہوائے چمنِ نرگس ہے

خوش رہین گلشنِ عالم مین جنابِ بآلی ۔۔۔ گلفشان نخلِ تمنا کی ہو ڈالی ڈالی

پھول بھیجے ہین انھون نے بصد الطاف و کرم
ورنہ محروم کی قسمت مین تو ہے خارِ الم

تلوک چند محروم

لطف سخن

افکار تازہ جناب عزیز لکھنوی

پرسش بھی ہے تو کس ستم دلپذیر سے
سینہ مین دلکو دیکھتے ہین نوک تیر سے

کیا خستگی کی داد نپا ئیگا کو ہکن
جب صبح حشر ہوگی عیان جوئے شیر سے

چھیڑو نہ قصۂ دل محروم عافیت
پوچھو قفس کا حال نہ مرغ اسیر سے

پردہ اُٹھا تو مرجع دل یہ جہان نہ تھا
شرمندگی ہوئی مجھے اپنی ضمیر سے

دعویٰ تو تھا بہت ارنی گوئے طور کو
ہوش اُڑ گئے ہین ایک سنہری لکیر سے

دنیا کا خون دودِ محبت مین ہے سفید
آواز آ رہی ہے لبِ جوئے شیر سے

مبتلا ازل سے دردِ محبت کا ہون عزیز
خلقت ہے غم کی میرے بقیہ خمیر سے

نتیجۂ فکر جناب حکیم ناطق صاحب لکھنوی

جوانی کی تھین وہ راتین خیال زلف پیچان تھا
پریشانی کے عالم مین مرا خواب پریشان ت

جنون مین دشت گردی خاک کرتا دل ہی ویران تھا
مگر ہان جس طرف دیکھا بیابان ہی بیابان

کسی گل کا کوئی دامن کشان تھا خواب مین شب کو
ہوئی جب صبح میرا ہاتھ اور میرا گریبان

ہوئی توفیق بارے تجھکو جوڑا باندھ لینے کی
دماغ افکار گوناگون سے عالم کا پریشان

سراپا خون چکان اس طرح کردے اے جنون تن کو
جو دیکھے یہ تو سمجھے وہ کہ اک وحشی کا زندان

لہو سے مثل مژگان تر ہوا ہر موئے تن آخر
مین اب سمجھا دلِ خون گشتہ میرا کیون پریشا

ہوتا بے نقاب بھی مگر گھبرا گیا ظالم
قیامت گاہ کا اتنا بڑا مجمع پریشان تھا

از حضرت تسکین سورونوی

کہین چھینٹین نہ پڑ جائین لہو کی جیبِ داما ن پر ۔۔۔ زرا تم ہاتھ رکھدینا دہانِ زخمِ خندان پر
نہین ملتا دلِ رنجور پہلو مین نہین ملتا ۔۔۔ زرا دیکھون تو یہ کیا شے جمی ہے نوکِ پیکان پر
مرے ہی دم سے وابستہ تھی رونق جوشِ وحشت کی ۔۔۔ مین کیا زندان سے نکلا خامشی چھائی ہے زندان پر
مرے دل کو مرے ہی سامنے پامال کر ڈالو ۔۔۔ کہ مین بھی خون کے آنسو بہا لون اپنے ارمان پر
عدو ڈھونڈین نشیمن ایک، یارب سخت مشکل ہے ۔۔۔ نظر مین آتشِ گل پر رکھون یا برقِ تابان پر
کشاکش مٹ گئی ڈوبی ہوئی نبضین ابھر آئین ۔۔۔ یہ کسنے پانون رکھا بسترِ بیمارِ ہجران پر
جنھین خوابِ جوانی دوپہر دن تک سلاتا ہے ۔۔۔ اُنھین کیا رحم آئیگا مریضِ شامِ ہجران پر

از حضرت سفیر کاکوروی

کس کا یہ آج عارضِ رنگین نظر مین ہے ۔۔۔ رعنائی جمال جو نورِ سحر مین ہے
مسجد سے کھینچ لائے جو زاہد کو سوئے دیر ۔۔۔ جادو یہ اس نگاہِ کرامت اثر مین ہے
مطلب نہ دیر سے نہ حریمِ حرم سے ہے ۔۔۔ جنت سے بڑھکے لطف ترے رہگذر مین ہے
گرد اسکے رات مجمعِ اغیار دیکھکر ۔۔۔ دھوکا یہ ہو رہا ہے کہ ہالہ قمر مین ہے
آنکھون مین پھر رہی ہے جو تصویرِ قدِ یار ۔۔۔ اِک حشر انتظار سراپا نظر مین ہے

غربت مین رنج دوریِ منزل نہین سفیر
ہو لے شوق تو راحت سفر مین ہے

از جناب مرزا احسان احمد۔ بی۔ اے۔ ایل ایل بی علیگ

چار تنکے آج جو میرے نشیمن مین نہین ۔۔۔ بیقراری سے وہ یارب برقِ گلشن مین نہین
اللہ اللہ دیدۂ خونناب افشان کی بہار ۔۔۔ کونسا وہ پھول ہے جو میرے دامن مین نہین

باغبان اُجڑے ہوئے اس آشیانے کے لیے
کیا جگہ تھوڑی سی تیرے صحنِ گلشن میں نہیں

بے سروسامانیاں ہیں رحم کے قابل مری
کوندتی ہے برق اور کچھ بھی نشیمن میں نہیں

اُف ری مجبوری کہ ہے جوشِ جنون ابتک وہی
گرچہ باقی تار کوئی جیب و دامان مین نہین

کیا خوشی قیدِ قفس سے چھوٹنے کی ہو مجھے
چار تنکے بھی تو یارب اب نشیمن مین نہین

کیا نظر آئیگا عالم اضطرابِ عشق کا
خاکِ دل کا کوئی ذرہ دشتِ ایمن مین نہین

ایک راحت سی ہے گو قیدِ قفس مین بھی مگر
غم یہ ہے مجھکو کہ اب اپنے نشیمن مین نہین

ہان کمی مجھ مین کہین آنے نہ پائے دردِ دل
آنکھ جھپکی اور مین اپنے نشیمن مین نہین

برق تو مٹی ہی تجھے کیا ہو گیا تھا اے صبا
خاک تک باقی جو تنکون کی نشیمن مین نہین

داستانِ عہدِ گل کیا چھیڑتے ہین ہمنوا
جب سے یہ آنکھین کھلی ہین مین نشیمن مین نہین

ہمارا مُلکی اعتقاد

(از لالہ لال چند جی فلک)

مسلمان - سکھ - ہندو - پارسی ہین یا کرانی ہین
بسر ہین مادرِ بھارت کے ہم ہندوستانی ہین

نہین مدِ نظر قصہ کدورت اور کینہ کا
ہمین اب داستانین مہر و اُلفت کی سُنانی ہین

حرم کی دیر کی آتشکدے کی اور گرجے کی
دلون سے اپنے تفریقین مٹانی ہین بھلانی ہین

جو دیوارین کدورت کی ہماری رہ مین ہین حائل
وہ دیوارین گرا کر ہین مٹی مین ملانی ہین

وطن والون کو اپنے باندھنا ہے ایک رشتہ مین
وفا کی چاہ کی آپس مین اب رسمین بڑھانی ہین

یہ کمتر اور برتر کی یہ ادنےٰ اور اعلےٰ کی
تمیزین غیر فطری ملک سے اپنے اُٹھانی ہین

لٹانا مال و زر اپنا ہے ملک و قوم کی خاطر
سرون کی خواہشِ سوراج مین بھینٹین چڑھانی ہین

کوئی نام و نشان پوچھے فلک تو اُس سے کہدینا
وطن ہندوستان اپنا ہے ہم ہندوستانی ہین

(فلک)

رفتارِ زمانہ

اصلاحی کونسلون کو شروع ہی سے ملک پر نئے ٹیکس عاید کرنا پڑے۔ کیونکہ یکم مارچ کو قانونی مجلس کے
سامنے جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اسکے بموجب سنہ ۲۲-۱۹۲۱ء مین گورنمنٹ ہند کے مصارف کا تخمینہ ایک ارب
انتیس کروڑ روپیہ ہے۔ اور موجودہ ٹیکسون کے بنیاد پر آمدنی کا اندازہ صرف ایک ارب ساڑھے دس کروڑ ہوتا
ہے۔ گویا اٹھارہ کروڑ سے زیادہ کی کمی ہے۔ شرح تبادلہ کے متعلق حکام ہند نے جو روئیہ اختیار کیا اسکا نتیجہ ہوا
کہ پچھلے سال ۳۵ کروڑ روپیہ کا ملک کو گھاٹا رہا۔ سرحد کی حالت ابھی تک قابلِ اطمینان نہین ہوئی ہے۔ اور ملک
مین بھی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایسی صورت مین فوج مین کمی کا سوال اُٹھ ہی نہین سکتا ہے۔ لیکن یہ بات
ضرور قابلِ غور ہے کہ ہندوستان کی آمدنی کا نصف سے زیادہ حصہ یعنی ۶۲،۲۰ کروڑ روپیہ فوجی اخراجات پر
صرف ہوگا۔ صاحب کمانڈر انچیف نے اس صرف مین کسی کمی کی گنجایش تسلیم نہین کی۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ
انگلستان کے تین لاکھ چالیس ہزار آدمیون کے فوج پر تقریب ۶۲ ملین پاونڈ کے (ملین۔ دس لاکھ) خرچ آتا ہے
مگر ہندوستان کی فوج مین صرف دو لاکھ ہی آدمی ہین سگر اسپر ۵۶ ملین خرچ ہوتا ہے۔ حالانکہ ہندوستانی فوج
کی محض ایک ثلث تعداد انگریز ہے اور باقی سب دیسی سپاہی ہین۔ فوجی مصارف کا اوسط فی کس بھی ہندوستان
بمقابل دیگر ممالک کے بہت زیادہ آتا ہے۔ مگر یہ وہ رقم ہے جسپر قانونی کونسل کو کوئی اختیار حاصل نہین ہے درحقیقت
گورنمنٹ ہند سے اصلاحی اسکیم کے رو سے بھی صرف اُنیس فیصدی مصارف ایسے ہین جنکے متعلق ممبران کونسل کو
منظوری و نامنظوری کا اختیار ہے۔ باقی سب مدین ایسی ہین جنپر محض رائے زنی اور نکتہ چینی ہوسکتی ہے کمی بیشی
کا صرف گورنمنٹ ہند کو اختیار ہے۔ رعایا کے قایم مقامون کو کوئی دخل نہین ہے۔ ہم خوش ہین کہ اس امر
کی طرف اسمبلی کے ایک انگریز ممبر صاحب نے سرکار کی توجہ مبذول کی۔ اس مرتبہ گورنمنٹ مطالبات اور نئے
ٹیکسون کی منظوری مین ہندوستانی ممبران نے جو سرگرمی دکھائی اسکا لارڈ چیمسفورڈ اور صاحب وزیر خزانہ
دونون نے قابلِ قدر الفاظ مین اعتراف کیا ہے۔ لیکن اس اعتراف کو زبانی قدردانی تک محدود نہ رہنا چاہیے
بلکہ ملک کے منتخب نمایندگان کو مزید مالی اختیارات ملنا چاہیے۔ فوجی بجٹ کی منظوری کے باوجود بھی گورنمنٹ کو تمام
تفصیلات پر غور سے نظرِ ثانی کرنا چاہیے۔ اور جہان کہین کفایت شعاری کی گنجایش ہو وہان کفایت سے دریغ
نکرنا چاہیے۔ انتظامیہ کونسل کی ایک سب کمیٹی اس کام کے لیے مقرر کردی گئی ہے اور ہمکو امید ہے کہ فوج کی ہمگی
کو قایم رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کمیٹی کے بدولت اخراجات مین کچھ نہ کچھ ضرور کمی ہوگی۔
ممبران کونسل نے دیگر اخراجات مجوزہ مین انتیس ۲۹ لاکھ کی کمی تجویز کی۔ گویا کہ خزانہ مین ایک کروڑ کے صرف کو

محاصلات کی مد سے ہٹا کر سرمایہ مین منتقل کر دیا ہے۔ گورنمنٹ نے ان سب تجاویز کو منظور کرکے اپنی کشادہ دلی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب ڈاک محصول مین وہ اضافہ نہو سکے گا جو سرکار کی طرف سے پہلے تجویز کیا گیا تھا یعنی پوسٹ کارڈ اب بھی بدستور جاری رہیگا۔ اور نصف تولہ کے لئے آدھ آنہ کا لفافہ بھی قایم رہیگا۔ نصف تولہ کے بعد ایک تولہ تک تین پیسہ کا لفافہ ہوگا۔ اور اسکے بعد ڈھائی تولہ اور اسکے کسرات پر ایک آنہ کا ٹکٹ لگانا لازمی ہوگا۔ پیکٹون اور منی آرڈر کمیشن مین بھی اضافہ کردیا گیا ہے۔ مگر ان اضافون سے بحیثیت مجموعی غریب اور متوسط طبقہ کی خط و کتابت پر کوئی مضر اثر نہ پڑیگا۔ نئے ٹیکسون مین زیادہ تر ٹیکس سامان عیش و عشرت پر تجویز کئے گئے ہین مثلاً موٹر گاڑیان۔ موٹر بائیسکل۔ ریشمی کپڑے۔ آتشبازیان۔ گھڑیان۔ شکر۔ تمباکو۔ شراب وغیرہ۔ باہر کے کپڑے پر بھی ٹیکس لگایا گیا ہے۔ اور زیادہ آمدنی والے اصحاب کے لئے انکم ٹیکس پر بھی اضافہ کیا گیا ہے دیا سلائیان بھی اضافہ محصول سے مستثنیٰ نہین رہین۔ بہر حال معمولی سے معمولی آدمی پر اس اضافہ کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑیگا۔ ملک کی موجودہ حالت دیکھتے ہوئے یہ اضافہ ضرور افسوسناک ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اسوقت یہ اضافہ گورنمنٹ کے بڑھتے ہوئے مصارف کو دیکھتے ہوئے ناگزیر بھی تھا۔ ہماری راے مین شروع سے آخر تک کل مصارف پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ بڑی بڑی تنخواہ والے عہدے آئے دن بڑھتے ہی جاتے ہین۔ ہندوستانی وزرا نے اس بارے مین جو رویہ اختیار کیا ہے وہ قابل اطمینان نہین کہا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے مین ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ اور وہ یہ کہ باہر سے آنیوالے کپڑے کی مالیت پر گیارہ فیصدی کا جو محصول عاید گورنمنٹ ہند کی تجویز پر اسمبلی نے منظور کیا ہے۔ اسپر مانچسٹر اور لنکاشائر کے کارخانہ داران نے بڑا شور و غل برپا کیا۔ اور صاحب وزیر ہند کے پاس اسکی مخالفت مین ایک بااثر وفد بھی گیا۔ لیکن ممدوح نے اس وفد کو بہت ہی مناسب جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان بھی مالی خود مختاری کا ویسا ہی حقدار ہے جیسا کہ کینیڈا۔ آسٹریلیا اور خود برطانیہ کلان۔ اسی بنا پر آپ نے گورنمنٹ ہند کے قبضہ مین دخل دینے سے انکار کردیا۔ ہم اس فیصلہ کو آئندہ کے لئے ایک فال نیک سمجھتے ہین۔ اور امید کرتے ہین کہ اس بارہ مین صاحب وزیر ہند کو قانونی طور پر اسوقت مداخلت کا جو اختیار حاصل ہے وہ جلد ہی ان سے واپس لے لیا جائیگا اور ہندوستان اس بارہ مین دیگر نوآبادیہاے برطانیہ کی طرح بالکل خود مختار جزو سلطنت قرار دیدیا جاے گا۔

لارڈ چیمسفورڈ کا عہد حکومت

آخر کار لارڈ چیمسفورڈ کا زمانہ بھی ختم ہوگیا اور ۲ اپریل کو آپ نے لارڈ ریڈنگ صاحب بہادر بالقابہ کو اپنے جلیل القدر عہدہ کا چارج دیدیا۔ لارڈ چیمسفورڈ کے پیش رو لارڈ ہارڈنگ نے ہندوستانی باشندون سے حکومت کی وہی طرز اگر اسوقت تک جاری رہتا تو لارڈ چیمسفورڈ کی روانگی پر بھی ہر جگہ افسوس کا اظہار ہوتا۔ لارڈ ہارڈنگ نے اپنے عہد حکومت مین ہندوستان پر پورا بھروسہ کیا۔ اسی کے بدولت زمانہ جنگ مین وہ ہندوستان سے ایسی قیمتی امداد حاصل کر سکے جسکے سبب سے سلطنت برطانیہ مین ہندوستان کا پایہ اسقدر بلند ہوگیا ہے۔ لارڈ چیمسفورڈ کے ملنے والے انکی شریف النفسی کی تعریف کرتے ہین لیکن پچھلے پانچ سال کے واقعات یہ

نظر ڈالکر کون شخص آپ کے عہد حکومت کو کامیاب کہہ سکتا ہے۔ ڈیوک کناٹ بہادر نے بہت صحیح فرمایا ہے کہ ہندوستان مین انگلستان کو صرف اپنے بہترین مدبر بھیجنا چاہئے۔ دوسرے درجے کے مدبریان کبھی کامیاب نہین ہو سکتے۔ یہی حال لارڈ چیمسفورڈ کا ہوا۔ شروع سے آخر تک واقعات پر نگاہ کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انکے عہدہ کی اہم ذمہ داریان اُنکی قابلیت سے بہت زیادہ تھین۔ یہی وجہ ہے کہ شروع سے آخر تک آپ ایک پالیسی پر کاربند نہ ہو سکے۔ اور کسی ایک معاملہ کو بھی آپ نے اپنی نگاہ سے نہ دیکھا۔ اور ماتحتون کی رہنمائی کرنے کے بجائے آنکھ بند کرکے خود انکی رہنمائی قبول کر لی۔ آپ کے وقت مین وائسرائے ہند گورنر جنرل کے انتظامی کونسل کا ایک معمولی ممبر ہو گیا۔ لارڈ چیمسفورڈ نے بیشتر تو قومی تحریک کو دبانے کی پوری کوشش کی۔ چنانچہ اسی پالیسی کے ماتحت مسٹر بیسنٹ کی نظر بندی ہوئی تھی۔ لیکن جب ملک اسکا متحمل نہ ہو سکا تو آپ نے وزیر سلطنت سے ہدایت چاہی اور برٹش گورنمنٹ کی پالیسی کے اعلان پر اصرار کیا۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۱۷ء کا مشہور اعلان پارلیمنٹ مین کیا گیا۔ بیشک اس اعلان کو لارڈ چیمسفورڈ کی اپنی کوششون کا نتیجہ قرار دینے مین حق بجانب ہین۔ اسکے بعد صاحب وزیر ہند تشریف لائے اور اُنھون نے اصلاحات کے متعلق لارڈ چیمسفورڈ کو اپنا ہمخیال بنایا۔ اسکے لئے بھی ہم لارڈ چیمسفورڈ کے مشکور ہین لیکن مصیبت تو یہ ہوئی کہ لارڈ چیمسفورڈ کسی ایک معاملہ مین اپنی رائے پر قائم نہ رہ سکے۔ چنانچہ جب وزیر ہندیہان سے انگلستان گئے تو گورنمنٹ ہند کی اصلاحی پالیسی مین پھر ایک ناگوار تبدیلی واقع ہوئی گو اصلاحی اسکیم کے قواعد وضوابط پر اسکا زیادہ اثر نہین پڑنے پایا۔ اسکے بعد ہی لارڈ چیمسفورڈ کی گورنمنٹ نے پھر ملکی جذبات کو پامال کرنا شروع کیا۔ چنانچہ آپ نے امپیریل کونسل کے تمام ہندوستانی ممبرون کی متفقہ مخالفت کے باوجود محض سرکاری ممبرون کی کثرت رائے سے رولٹ ایکٹ پاس کر دیا جسکی وجہ سے ملک بھر مین گورنمنٹ وقت سے مخالفت اور سخت بے چینی پھیل گئی۔ لارڈ چیمسفورڈ نے اس بارے مین عام رعایا کے جذبات کی مطلق پرواہ نہ کی۔ حتیٰ کہ ستیہ گرہ کی تحریک جاری ہوئی اور پنجاب مین اسکے دبانے کے لیے سخت ترین مظالم برپا ہوئے۔ مگر وائسرائے نے پہلے ہی سے اپنے ماتحتون کی پوری تائید کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ چنانچہ باوجود اسکے کہ صرف چند گھنٹون مین آپ لاہور اور امرتسر وغیرہ پہونچ سکتے تھے آپنے مارشل لا کے زمانہ سے لیکر اب تک ایک مرتبہ بھی موقعہ واردات پر جاکر رعایا کی تسلی و تشفی کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اسی ایک واقعہ سے لارڈ چیمسفورڈ کے دل و دماغ کا پورا پتہ چلتا ہے۔ امپیریل کونسل مین جب مظالم پنجاب کی حکایت بیان کی گئی تب بھی ممبران گورنمنٹ ہند نے رعایا کے قائم مقامون پر ہر قسم کے نازیبا حملے کیے۔ ان سب باتون سے ملک مین حکام کی طرف سے ایک مایوسی سی پھیل گئی اور لوگون کے دلون سے گورنمنٹ ہند کا وقار ہی اٹھ گیا۔ لارڈ چیمسفورڈ نے مالی معاملات مین بھی کچھ دوراندیشی سے کام نہین لیا اور ولایتی ہنڈیون کے بیچنے کا سلسلہ جاری رکھکر ملک کو کروڑون روپیہ کا نقصان پہونچا دیا۔ موجودہ تحریک ترک موالات جو حقیقتاً بعض پہلوؤن مین خودکشی کے بمنزلہ ہے آپ ہی کی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ گو اسمین بھی پچھلے چھ ماہ سے گورنمنٹ ہند کے طرز عمل مین صریحی فرق محسوس ہو رہا ہے۔ ایک معاملہ مین البتہ لارڈ چیمسفورڈ نے

ہندوستانیون کے جذبات کا احترام کیا ہے یعنی نوآبادیان مین ہندوستانیون کے لئے آپ نے ہمیشہ ویسی ہی کوشش کی ہے جیسی کہ کوئی اور درد رس حاکم کرسکتا تھا۔ بہرحال بحیثیت مجموعی لارڈ چیمسفورڈ کا زمانہ حکومت ملک کے لئے نامبارک ثابت ہوا ہے۔ خدا کرے لارڈ ریڈنگ آپ کے وقت کی اُٹھی ہوئی تمام آفتون کو دفع کرنے مین کامیاب ہوسکین۔

واقعات ننکانہ صاحب سکھ مذہب کے بانی گورو نانک دیوجی کی جائے پیدایش ننکانہ صاحب مین جو رقت انگیز واقعات حال مین ظہور پذیر ہوئے۔ اُنسے دل مین غم و غصہ اور حقارت و روحانیت کی عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ غصہ اور حقارت اُن کمبخت ظالمون کے لئے جنھون نے انسانیت کو یکقلم خیرباد کہکر اپنے تقریباً ڈیڑھ سو ہم مذہب سکھ بھائیون کو نہایت بیدردی کے ساتھ مین گوردوارہ مین قتل کرکے آگ مین جلا دیا۔ اور غم اور روحانیت کا احساس اُن مظلومون کی شہادت سے ہوتا ہے جو اپنے گورو کے مقدس مقام مین اپنے معیار مذہبی پر انواع و اقسام کی وحشیانہ اذیتین برداشت کرکے، قربان ہوگئے!

مہنتون اور پوجاریون کی جانب سے گناہ کبیرہ کی شکل مین ایسا سفاکانہ برتاؤ، ایک سخت ترین نمونہ اور ثبوت ہے اُن بے عنوانیون کا جو آئے دن مبصرین کو ہر جگہ نظر آرہی ہین۔ کیونکہ جو شکایتین ننکانہ صاحب کی بابت کے متعلق سُننے مین آتی ہین وہ محض سکھ گوردوارون ہی تک محدود نہین بلکہ بعض دیگر پرستشگاہین بھی ان سے خالی نہین ہین۔ اِس سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہین کہ معبدون کو یکلخت تباہ و برباد کردیا جائے یا عوام کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہونچائی جائے۔ البتہ بہی خواہان ملک کو ان مقامات کے انتظامات کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

سکھ مذہب کے اکالی فرقہ والی کمیٹی نے بنظر اصلاح سکھ گوردوارون کے سارے انتظامات کو لینے ہاتھ مین لینے کی تدبیر رچی ہے۔ اسکے متعلق ہم صرف یہ کہین گے کہ آئین و ضوابط کے اندر رہکر نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ سچ ہے کہ مہنتوں سے یہ امید رکھنی کہ وہ فلاح عام کے لئے اپنے غاصبانہ حقوق سے بخوشی دست بردار ہوجائینگے ایک خیال خام ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ابھی تک خود عوام کی طرف سے انکے اصلاح کی کوئی کوشش نہین ہوئی ہے۔ اور جب تک اس مسئلہ پر بلاتفریق ذات پات عام دلچسپی پیدا نہ ہوگی اُسوقت تک اصلاح کی کوشش کامیاب نہوگی۔ ہمارے خیال مین موجودہ حقوق کی مناسب حفاظت کرتے ہوئے بھی اصلاح ہوسکتی ہے اور ہونا چاہئے۔ بہرنوع اس روح فرسا سانحہ سے ایک طبقہ کی پست ترین اخلاقی حالت کا اظہار ہوتا ہے شہیدون نے اپنی روحانی قوت تسخیر کا نقش سارے ملک کے دل مین مرتسم کردیا۔ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ پنجاب کی سرکار ان گوردوارون کے مناسب بندوبست کی غرض سے کوئی خاص قانون وضع کرنے کا ارادہ کررہی ہے۔ بیشک اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ گورنمنٹ ہند کل ملکی پرستشگاہون کے تعلق سے اس اہم مسئلہ پر غور کرے اور اصلاح مناسب کی محرک اور کفیل بنے۔

نان کوآپریشن اور گورنمنٹ

اگرچہ نان کوآپریشن کی تحریک ملک مین ہنوز اس حد تک کامیاب نہین ثابت ہوئی جیسا کہ اسکے حامیون کا خیال ہے پھر بھی اسکو یکقلم ناکامیاب کہکر بھی ٹالا نہین جا سکتا - بالخصوص اِس سلسلہ مین جو ترکِ ایثار کے چند اعلیٰ نمونے ہمارے پیش نظر ہین وہ قوم مین ایک نئی زندگی اور احساس خودداری کا پتہ دیتے ہین اور آیندہ تاریخ ہند کے اوراق کی زینت ہونگے - بات یہ ہے کہ تحریک کے دو پہلو ہوا کرتے ہین - اور سچے ایثار کی جو چند مثالین حال مین دیکھنے مین آئین وہ اس تحریک کا روشن پہلو ہین - ایسی زندہ قربانیون مین ایک روحانی اثر ہوا کرتا ہے - اور غالباً یہی وجہ ہے کہ نان کوآپریشن ابتک روبہ انحطاط نظر نہین آتا - گو اسکا انجام بالآخر ملک کے لئے مُضر ہی کیون نہ ہو - مگر اس تحریک کی اصل ذمہ داری ہم گورنمنٹ ہی پر سمجھتے ہین - اب بھی گورنمنٹ کا رویّہ رعایا و حکام کے تعلقات کے لئے مفید نہین - لارڈ چیمسفورڈ نے ابھی اپنی ایک تقریر مین نان کوآپریشن کے مقابلہ کے لئے گورنمنٹ کے طریق عمل کا اظہار کرتے ہوئے یہ ارشاد کیا تھا کہ فی الحال اس تحریک کا انسداد دو طریقون سے کیا جائیگا ایک تو بذریعہ پند و نصائح اور دوسرے واقعی شکایات کے دفعیہ سے جہان کہین اسکی ضرورت ہو ہماری رائے مین ہر دو تدابیر شانِ تدبر کے عین شایان ہین - پہلا طریقہ عوام کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنا اور اپنے ملک کا نفع و نقصان بخوبی سمجھ لینے کے بعد کسی کام مین عملی حصہ لین - اور دوسری تدبیر در اصل اس تحریک کو بیخ و بن سے اُڑا دینے کا یقینی باعث ہوگی - مگر یہ امر مایوسی بخش ہے کہ بعض مقامات پر ان طریقون پر کاربند ہونے کے آثار دکھلائی نہین دیتے - بلکہ بجائے اسکے ملک مین تشددانہ رویّہ کا ہلکا سا آغاز ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے -

یہ بات قابلِ غور ہے کہ جہان رعایا کے کچھ فرائض ہین وہان سرکار کی ذمہ داریان کہین زیادہ اہم تر ہین - یہ ظاہر ہے کہ کوئی بھی انسانی گورنمنٹ قدرتاً عیوب و نقائص سے بالکل پاک و صاف نہین ہوسکتی مگر رعایا کی مدد سے اسمین بہت کچھ صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے - اور اس مدد کا ایک بہت بڑا وسیلہ رائے عامہ کے اظہار کی آزادی اور اُسکی واجب قدردانی ہے جو کسی گورنمنٹ کے بہبود، ترقی، اور جائز فخر کی بنیادین ہوسکتی ہین - پس دوسری صورت مین نان کوآپریشن کے واسطے سے مسٹر سی - الیف، اینڈریوز کا یہ کہنا کہ حکام کی جانب سے رائے عامہ کو تشددانہ افعال کے ذریعہ دبائے جانے کی کوشش کے برابر کوئی دوسری آسان لیکن مہلک غلطی نہین ہوسکتی، نہایت مناسب و بجا معلوم ہوتا ہے -

اس موقع پر ہم بخلوص نیت حامیان نان کوآپریشن سے بھی چند الفاظ کہنا چاہتے ہین - بالفرض اگر وہ اس تحریک کو ملکی فلاح کے نقطۂ خیال سے سودمند تصور کرتے ہین تو کم از کم اپنے عمل کو حبطۂ اعتدال مین رکھتے ہوئے کام کر سکتے ہین - ہمکو کوئی حق نہین ہے کہ ہم کسی کے دلی جذبات کو حقارت آمیز نگاہون سے دیکھین - تاہم ہمکو اس بات کے کہنے کا حق ہے کہ اُنھون نے ابتک بالعموم جس روش کے ساتھ کام کیا ہے وہ کسی طرح بھی قابل ستایش نہین کہی جا سکتی - اُنکو ہر وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ حکام کے زیادتیون کی اُسی وقت جائز شکایت کر سکتے ہین - جبکہ خود اُنکا رویّہ زیادتیون سے مبرّا رہے - طلبا کو جبراً شرکت امتحانات سے روکنا، بزرگانِ قوم کی نرم مزاجی کے نعرون سے تحقیر کرنا، لوگون کو زبردستی کے ساتھ نان کوآپریشن مین شمولیت کی ترغیب، تعصب، بنیاد و گورنمنٹ

یادگر سعزز بین کو سخت سست الفاظ کہنا ایسی زیادتیوں کی صریح مثالین ہین - اور ان کو اوپریشن کے بنیادی اصول کے بالکل منافی ہین - وہ اصول کیا ہے ؟ آہنسا (अहिंसा) جسکی تشریح ہے "کسی مخلوق کو کسی قول، فعل، یا خیال سے بھی کسی قسم کی تکلیف نہ دینا" چنانچہ اس تحریک کے بانی مبانی مہاتما گاندھی نے طریق عمل مین اس اصول کی پابندی پر یہان تک زور دیا ہے کہ حامیان ترک موالات کی نسبت وہ خود فرماتے ہین - کہ چاہے وہ عدم تعاون کو بھول جائین لیکن عدم تکلیف رسانی کے عقیدے کی جُرأت اصلا نہونی چاہیئے" اسکی سخت ضرورت ہے کہ شرکار تحریک مہاتما جی کے ان الفاظ کو بار بار پڑھین اور خوب غور سے پڑھین -

---

سر راس بہاری گھوش مرحوم | ابھی ملک کے دل سے مسٹر آر - این - مدھولکر اور پنڈت بشن دت شوکل کی وفات کا غم فراموش نہین ہوسکا تھا کہ اسکو پھر اپنے ایک بزرگ اور مقتدر لیڈر کا ماتم کرنا پڑا، یعنی ۲۸ فروری کی شب مین سر راس بہاری گھوش نے ۹۰ برس کی عمر مین اس دنیائے ناپائدار کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہا -

مرحوم کی فطری ذہانت کا اظہار طالبعلمی کے زمانہ ہی سے ہونے لگا تھا - چنانچہ پہلے آپ ہندوستانی تھے جنکو ۱۸۶۷ء مین ایم اے کے امتحان مین اعلیٰ کامیابی کا اعزاز نصیب ہوا تھا -

جسقدر وسیع آپ کی علمی معلومات تھی اُسی نسبت سے آپ کی قانونی استعداد بھی ایک امر مسلّمہ تھی اور باعتبار قابلیت و کامیابی آپکا شمار دنیا کے مشہور ترین وکلا مین ہوتا رہا - قدرت نے مرحوم کے دل مین فیاضی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا جسکے اثر سے آپ ہمیشہ اپنی کثیر آمدنی کے لحاظ سے لاکھون روپیہ اصلاحی کامون کیلیئے وقف کرتے رہے - خصوصًا علم ادب سے آپ کی بیحد دلچسپی کا اندازہ اس امر واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ روپیہ کا دان ہندو یونیورسٹی بنارس کو اور دو مرتبہ مین بیس لاکھ روپیہ کا گرانمایہ عطیہ کلکتہ یونیورسٹی کو پیش کیا تھا - آخری وقت بھی آپ کو زیادہ تر اشاعت تعلیم کا خیال رہا - چنانچہ آپ نے بذریعہ وصیت تقریبًا دس لاکھ روپیہ قومی جماعت تعلیم، اور ڈھائی لاکھ کلکتہ یونیورسٹی اور ڈیڑھ لاکھ اپنے دیہی مدرسہ کے نذر کیا ہے -

کانگریس سے آپ کو ایک گہری ہمدردی تھی جسکے احساس اور قدر افزائی مین قوم نے مرحوم کو سورت والی مشہور کانگریس کا پریسیڈنٹ بھی منتخب کیا تھا - آنجہانی ایک نرم خیالات والے باوضع بزرگ تھے - اور ایسے نازک وقت مین ملک کو مرحوم کی جدائی باوجود اُنکی پیرانہ سالی کے بھی یقینًا شاق گزر رہی ہے -

ع خدا بخشے بہت سی خوبیان تھین مرنے والے مین -
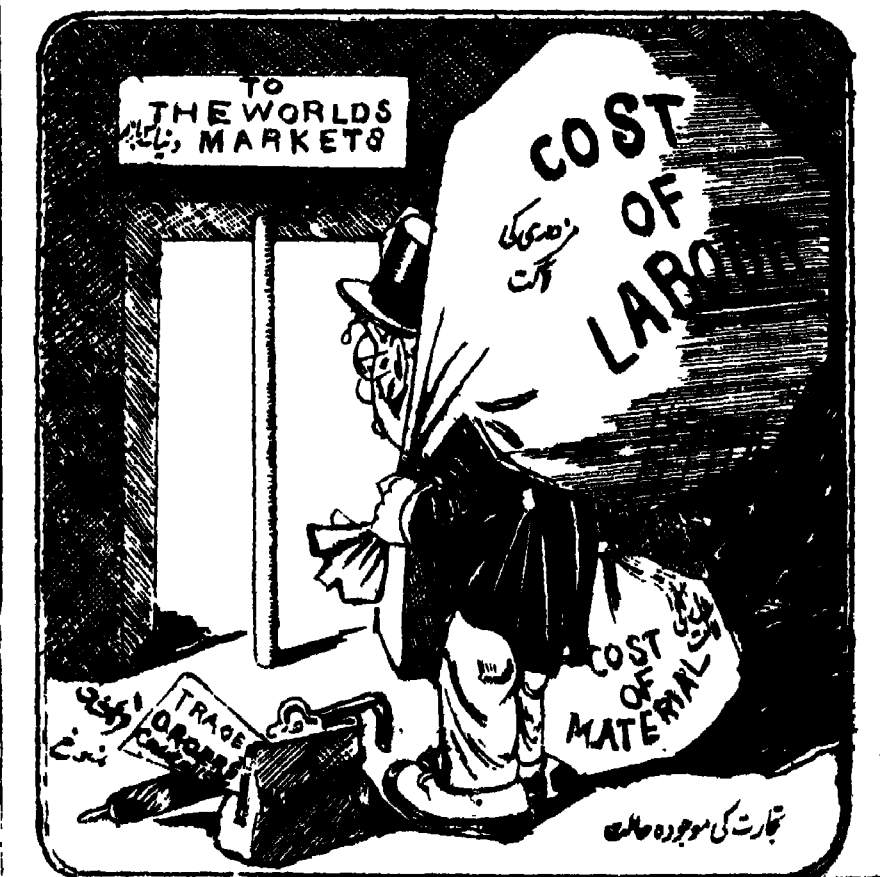
تجارت کی موجودہ حالت

علمی خبرین

ہم لکھ چکے ہین کہ ہمارے قدیم عنایت فرما حافظ ہدایت حسین صاحب بیرسٹر کانپور نے ہر سال کسی خاص بحث پر بہترین مضمون کے لیے سو روپیہ کا انعام دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سال کے لیے جو مضمون انتخاب ہوا ہے اسکا عنوان "گذشتہ نصف صدی مین اُردو نثر کی حالت" ہے سب مضامین ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء تک آجانا چاہئے۔ بہترین مضمون رسالہ زمانہ مین شایع کر دیا جائیگا۔ مضامین رسالہ زمانہ کے بیس صفحہ سے زائد نہون۔ مضمون کا عنوان اس خیال سے انتخاب کیا گیا ہے کہ گذشتہ پچاس کے اردو لٹریچر کی تنقید ہو جاے۔ امید کہ ملک کے بہترین اہل قلم اس طرف توجہ فرمائین گے۔

ہمارے دوست مولوی حکیم سید ابو العلا ناطق صاحب لکھنوی آجکل شعر و شاعری کے اصول اور حقایق پر ایک ایسی جامع کتاب لکھ رہے ہین جو شاعری کی تنقید کے علاوہ تاریخی اور فلسفیانہ حیثیت سے بھی ایک لاجواب تصنیف ہے۔ اسی کتاب کا ایک مضمون حکیم صاحب موصوف سے باصرار لیکر اس پرچہ مین زیب عنوان کیا گیا ہے۔

سنسکرت ایک مردہ زبان سمجھی جاتی ہے۔ لیکن غیر ممالک کے علما اسکی بڑی قدر کر رہے ہین۔ چنانچہ حال مین جب ہندوستان کے مشہور شاعر ربندرناتھ ٹگور اپنے یوروپ کے دورہ تشریف لے گئے تھے تو اس ملک کے علمار نے اُنکی خدمت مین سنسکرت کے سلسلے مین ہالینڈ زبان مین ایک خیر مقدمی ایڈریس پیش کیا۔

بمبئی یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ نے یہ طے کیا ہے کہ بھنڈارکر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی طرف سے مہابھارت چھاپنے کا جو انتظام کیا گیا ہے۔ اُسے پانچ برس تک تین ہزار سالانہ کا عطیہ دیا جائے۔

زمانہ

جلد سی و پنجم

بابت

جولائی لغایت دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء

مرتبہ

دیا نراین نگم بی۔ اے

دفتر اشاعت

زمانہ پریس نیا چوک کانپور

قیمت فی جلد ۳؎ قیمت سالانہ ۵؎

خاص ایڈیشن ۶؎ سالانہ

فہرست مضامین رسالہ زمانہ

جلد سی و پنجم

بابت ماہ جولائی لغایت دسمبر ۱۹۲۰ء

تصاویر (رنگین) مشعل ہدایت - نمود شام - رفیق طفل - وشنوی جوگن - (دیگر) بابو جوتش سروپ مرحوم - بھکارنی - انگلستان میں عید - حقوق طلب - خاتونان ہند اور جنیوا کانفرنس - ترکی و فدصلح اور شرائط صلح - مصطفےٰ کمال پاشاہ کی کونسل - لالہ لاجپت رائے - لوکمانیہ تلک مرحوم - آنریبل ڈاکٹر تیج بہادر سپرو - گوتم بدھ (تمثیلا) کرنیل ویجوڈ ممبر پارلیمنٹ -

نظم

میرے کا سرمہ
مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب
معزز انگریزون - میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین
ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لیے اکسیر ہے - ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھند
جالا - پڑوال - غبار - سبل - سرخی - پھولا - ابتدائی موتیا بند - ناخنہ - پانی جانا - خارش وغیرہ - معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ
کے آنکھ کے مریضون پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین - چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھجاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت
نہین رہتی - بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے - قیمت اسلئے کم رکھی گئی ہے کہ عام اس سے فائدہ اوٹھا سکین -
قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ دو روپیہ عہ - میرے کا سرمہ سفید اعلیٰ قسم فی تولہ تین روپیہ ۳ - ؏
خالص میرہ فی ماشہ بیس روپیہ ؏ - ڈاک خرچ بذمہ خریدار
اس سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے
(۱) مین بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ میرے کا سرمہ جو
سردار میا سنگھ اہلوالیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی مفید اور بیش قیمت دوا
ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے تو بمنزلہ اکسیر ہے - آنکھون سے پانی
کا بہت جانا - دھند - سوزش ہر قسم جسکو لوگ آنکھ کا آنا کہتے ہین - جلدی
کمزوری نظر - ناخنہ - باہر اور اندر کی جھلی کا زخم ، درد اور پیپ کا گرنا -
چونکہ اس سرمہ مین کوئی مضر کیمیائی شے نہین ہے - اسلئے ہر شخص کے لئے اسکا
استعمال مفید ہے - مفصلات مین جہان لایق ڈاکٹرون کا ملنا مشکل
ہے وہان ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہئے - اسلئے مین بلا شک
شبہ شہادت دیتا ہون کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے میرے کا سرمہ
ضروری ہے -
راقم - ڈاکٹر ڈی - ایم سانگلی صاحب بہادر ایم ڈی
ایس - سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرا انگلینڈ -
(۲) جناب پروفیسر میا سنگھ صاحب تسلیم - مین نے آپ کے میرے
کے سفید سرمہ کو تین مریضون پر استعمال کیا - جنکو انگریزی ادویہ
کے استعمال کرنے سے فائدہ نہین ہوا تھا - ایک مریض کو جسکی آنکھ
کے پردے مین زخم تھا ، دوسرے ہندوستانی کو جسکو شروع
مین کنرکٹ (موتیا بند) تھا - اور تیسرے کو دھند اور ناخونہ تھا
آپ کا سرمہ مثل اکسیر ثابت ہوا - جیسی تعریف سنی تھی ویسا ہی
مفید پایا - میری رائے ہے کہ یہان جہان ہر ایک قسم کی دوائی
آنکھ کے امراض کے لئے میسر نہین ہو سکتی آپ کا سرمہ مثل پوڈر
کو مین کے بذریعہ ڈاک خانجات فروخت ہونا چاہئے تاکہ ہر ایک
امیر و غریب اس نادر سرمہ سے مستفید ہو کر آپ کو یاد کرے
براہ مہربانی دو تولہ سرمہ میرے نام روانہ فرمایئے -
راقم - ڈاکٹر عبد العزیز - میڈیکل کالج انچارج
شفاخانہ جن مل - اپہ برما -
(۳) جناب پروفیسر میا سنگھ صاحب تسلیم ! آپ کا سرمہ
ایک مریض پر استعمال کیا جسکو عرصہ سے دھند - ناخونہ تھا - زنک
لوشن - کاسٹک لوشن - لیڈ لوشن - بورک لوشن کسی سے
اسکو فائدہ نہ ہوا - آپ کے سرمہ کے ایک ہفتہ کے استعمال سے
کلی فائدہ ہو گیا -
راقم ڈاکٹر نوازش علی پنشنر
مقام دوہبید
المشتہر
مہندر سنگھ منیجر کارخانہ پروفیسر میا سنگھ اہلوالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور (پنجاب)

اُردو ادب کی بہترین کتابون کا ذخیرہ

رسالہ زمانہ کے ناظرین کی علمی ضروریات پوری کرنے کیلیے دفتر زمانہ مین بک ایجنسی قائم ہے جسمین وسیع پیمانہ پر اردو کی کتابین شائقین کیلیے موجود ہین جنکی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔ امید ہے کہ آپ قدردانی فرماکر اردو مصنفین کی ہمت افزائی فرمادینگے۔

آپ کا خادم۔ مینجر زمانہ بک ایجنسی کانپور

خیالات عزیز۔ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے مرحوم کے علمی ادبی تاریخی اور ملکی مضامین کا ایک قابل قدر مجموعہ ہے۔ معہ دیباچہ نواب وقار الملک صاحب مرحوم قیمت صرف دو روپیہ ۲ ؎

پریم پچیسی حصہ دویم۔ اردو کے مشہور فسانہ نگار منشی پریم چند کے بہترین قصون کا مجموعہ ہے۔ قیمت حصہ اول بارہ آنے ۱۲ ؎

بھارت درپن یا مقدس کیفی۔ ہندوؤن کی گذشتہ عظمت موجودہ منزل اور آیندہ ترقی پر ایک عجیب نظم مصنفہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی۔ ۱۰۴ صفحے قیمت صرف آٹھ آنے ۸ ؎

یادگار قومی۔ یعنے زمانہ کا مشہور قومی نمبر بابت سنہ ۱۹۰۹ء جسمین ملک کے مشہور ترین انشاپردازون کے پندرہ دلچسپ محققانہ مضامین اور چار نادر و نایاب اور دلکش عکسی تصاویر ہین ۹۲ صفحات مرتبہ منشی دیا نرائن نگم بی۔ اے اڈیٹر زمانہ۔ قیمت ایکروپیہ عہ

نصائح چانکیہ۔ یعنی نامور ہند چانکیہ کے مشہور و معروف نیتی کا ترجمہ نصائح چانکیہ نئے ڈھنگ کی لاثانی کتاب ہے۔ اسکا مطالعہ انسان کو عقلمند اور تجربہ کار بنا دیتا ہے۔ قیمت چھ آنہ ۶ ؎

رہنمائے حجاز۔ اسمین ہندوؤن کے تمام تیرتھون کا حال۔ راستہ کا پورا بیان دکھلاتے پہنچنے کا سامان۔ ہر مقام کے حالات نہایت خوبی سے بیان کیے گئے ہین۔ یہ کتاب حاجیون کیلیے قابل رہنما کا کام دیتی ہے ایک کتاب ضرور منگائیے قیمت صرف آٹھ آنہ ۸ ؎

اُردو مضمون نویسی۔ جسمین بچون کی انشا و مضمون نگاری کے طریقے درج ہین۔ اسکو ٹیکسٹ بک کمیٹی نے پسند فرمایا ہے۔ مصنفہ بابو نانک چند بی۔ اے۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸ ؎

طریق دولتمندی۔ مصنفہ حکیم پیارے لال صاحب نگم۔ اسمین دولتمندی کے طریقے نہایت خوبی سے دکھائے ہین۔ فیجلد آٹھ آنے ۸ ؎

سیلف گورنمنٹ۔ آنریبل سری نواس ساستری ممبر امپیریل لیجسلیٹو کونسل و پریسیڈنٹ سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی کی بہترین تصنیف جس مین زیر سایہ برطانیہ کلان سیلف گورنمنٹ پر نہایت قابلیت سے بحث کی گئی ہے قیمت ۶ ؎

پیک ابر۔ سنسکرت کی بہترین نظم یعنی کالیداس کی نظم میگھ دوت کا منظوم اردو ترجمہ۔ جسمین مناظر فطرت نے دلکش نظارے دکھائے گئے ہین۔ خوبی کی رنگین آٹھ قابل دید تصاویر کے ساتھ لگائی گئی ہین قیمت ۱۲ ؎

علم سنسکرت۔ سنسکرت کی مختلف تصانیف کا ذکر مسلمانون نے اس زبان کی جسقدر کتابین ترجمہ کین اُنکا حال۔ قیمت صرف چار آنے ۴ ؎

مثنوی سحر۔ کالیداس کی مشہور و معروف شکنتلا کا لطف اُٹھانا ہو تو مثنوی سحر پڑھیے اردو مصنف کے شاعرانہ کمال کی داد دیجیے قیمت مجلد ۱ ؎

تمھارے مال متاع کی حفاظت کے واسطے چوکیدار
کی ضرورت ہے۔ مگر گھر کے رہنے والون کی
صحت کی حفاظت کیواسطے ایک انوکھے چوکیدار
امرت دھارا کی ضرورت ہے
AMRITDHARA
بابو رحمت علی صاحب ڈسٹرکٹ اورسیر ڈیرہ غازی خان سے
تحریر فرماتے ہین بتسلیم۔ امرت دھارا کی جو شیشی بندہ نے آپ کے ہان سے منگوائی
تھی وہ تمام خرچ ہو چکی ہے۔ مندرجہ ذیل بیماریون مین اسکی آزمایش
کرنے سے اسکو بہت مفید پایا ہے۔
(۱) دردشکم (۲) درد دانت (۳) درد جگر (۴) درد کان (۵) دردسر (۶) چیچک (۷) آنکھ کی نیچے رخسارون پر ورم ہوجانا (۸) ہاتھ
پانو کی انگلیان پھول جانا (۹) بچھو کا ڈنک۔ ان بیماریون کا تو میرا ذاتی تجربہ ہے اور مین یقین کرتا ہون کہ باقی بیماریون پر بھی ایسا ہی پورا اثر بموجب جناب کی
تحریر کے ظاہر کریگی۔ ایسی بے بہا چیز کا ہر ایک گھر مین ہونا ضروری بلکہ لازمی ہے۔ براہ مہربانی ایک شیشی اور
بمعہ رسالہ چند مجربات حکماے ہند بذریعہ وی پی ارسال فرماکر مشکور فرمادین ۔ ایسے ہی
۲۵ ہزار سارٹیفکٹ موجود ہین
مفصل حالات کے واسطے رسالہ امرت طلب کرنے پر مفت بھیجا جاویگا۔ نقالون سے بچو۔ بہت لوگ اسکے قریب قریب
ملتے جلتے نام رکھکر پبلک کو دھوکا دے رہے ہین۔ دراصل اسکے موجد شریمان پنڈت ٹھاکر دت شرما وید
صاحب کے سوائے اسکے بھید کو کوئی نہین جانتا ہے۔ قیمت امرت دھارا عہ فی شیشی۔ نصف عہ نمونہ ۸ر ہے۔
المشتہر
منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون
امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ۔ لاہور
خط وکتابت و تار کیواسطے اتنا پتہ کافی ہے
امرت دھارا۔ لاہور

منشی دیانرائن نگم کے اہتمام سے زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

جسٹرڈ ایل ۲۱۱

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

جلد ۳۵ | جولائی سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر ۲۲۰

فہرست مضامین

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

زمانہ

جلد ۳۷ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲

اِدراکِ رُوح[1]

قدمائے ہندوستان اس امر کے کوشان رہتے تھے کہ اپنی زندگی۔ اپنے افعال۔ اپنے انبساط کو برہمہ سے متمسک کردین۔ برمہہ وہ روح ہے جو ہر شئے مین ہے اور جسکا علم کامل ہے۔ اس مقصد کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی معلومات کو اتنی وسعت دے کہ وہ کُل عالم پر چھا جائے۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ امر انسان کے حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ اگر توسیع معلومات کا انصرام خارجی طور پر کیا جائے تو بیشک سلسلہ نامتناہی ہوگا جیسے کوئی سمندر کا پانی اُلیچ کر پار ہونا چاہے۔ اگر انسان کُل کی واقفیت کی کوشش کریگا تو یقیناً جزو ہی حاصل ہوگا۔

لیکن فی الحقیقت یہ کوشش ایسی بے سود نہین ہے جیسی بادی النظر مین معلوم ہوتی ہے۔ انسان کو روزمرہ یہ مسئلہ طے کرنا ہوتا ہے کہ اپنے دائرۂ عمل کو کسطرح وسیع اور اپنے بار کو کسطرح تقسیم کرے۔ انسان کی ذمہ داریان بہت ہین۔ اتنی زیادہ ہین کہ قابل برداشت نہین لیکن وہ محسوس کرتا ہے کہ ایک خاص طریقہ اختیار کرنے سے اُسکا بوجھ ہلکا ہو جائیگا۔ جب بوجھ بہت بھاری اور طاقت سے باہر معلوم ہوتا ہے تو اُسکا دل کہتا ہے کہ مجھے وہ طریقہ نہین دریافت ہوا جس سے کہ ہر شئے اپنی مقرّرہ جگہ پر آجائے اور بوجھ بٹ جائے۔ یہ تلاش طریقہ کی دراصل جستجوئے اتحاد واجتماع ہے۔ یہ ہماری سعی ہے اس امر کی کہ اشیائے خارجی مین جو تنوع ہے اندرونی یگانگی کی بنا پر مترتب ہو جائے۔ اس تلاش مین رفتہ رفتہ ہمین یہ علم ہوتا ہے

[1] اس سلسلے کا ایک مضمون رسالہ زمانہ بابت سنہ ۱۹۲۱ء مین ہدیۂ ناظرین ہو چکا ہے ۔۔

کہ "ایک" کو پاتے ہی "کل" مل جاتا ہے - اور یہی احساس دراصل وجہ شرف انسان ہے - اس شرف کا مدار
اُس قانون اتحاد پر ہے جو ہماری مستقل قوت ہے - اس قانون کی روح وہ قوت ہے جو راستی میں مضمر ہے
اور یہ راستی وہ وحدت ہے جو کثرت کو گھیرے ہوئے ہے - واقعات مختلف ہوں مگر اُن سب میں ایک
ہی راستی پنہاں ہے - واقعات کا علم اور ذوی الارواح کو بھی ہوتا ہے مگر راستی کا علم ذہن انسان کا
فعل ہے - سیب درخت سے گرتا ہے - پانی برستا ہے - ایسے واقعات سے اپنے دماغ کو لادتے چلے
جاؤ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا لیکن جب قانون کشش دریافت ہوگیا تو ایسے واقعات کا انبار لگانا بیکار ہے یعنی
وہ قانون وہ راستی دریافت ہوگئی جو بیشمار واقعات پر حاوی ہے - اس قانون کے دریافت ہونے سے
انسان کو خالص خوشی ہوتی ہے - جو ذہن کی آزادی کا ثمرہ ہے - محض واقعہ ایک اندھی گلی ہے جو
کسی دوسرے راستہ پر نہیں پہونچاتی - جسکے بعد کچھ نہیں - لیکن راستی ایک دنیا پیش نظر کر دیتی ہے جو
لانتہا تک پہونچا دیتی ہے - یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص مثل ڈارون کے کوئی بین راستی (قانون
قدرت) متعلق علم الارض دریافت کرتا ہے تو اُس راستی کا اثر وہیں ختم نہیں ہوجاتا بلکہ مثل چراغ کے اُسکی
روشنی دور تک پھیلتی ہے - محض ان اشیا تک محدود نہیں جنکے دیکھنے کو چراغ روشن کیا گیا تھا - بلکہ
اپنے ابتدائی منشا سے متجاوز ہوکے کل زندگی و خیالات انسان کو منور کردیتی ہے -

لہذا یہ نتیجہ نکلا کہ راستی جو ہر واقعہ میں موجود ہے اُن واقعات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اُن سے افضل
ہے بلکہ اُن پر حاوی ہے اور اُنکی حدوں کو حقیقت لاتناہی سے ملا دیتی ہے -

علم کی طرح مملکت ادراک و احساس میں بھی انسان کیلیئے لازم ہے کہ کسی مرکزی راستی (قانون)
کو دریافت کرے جسکے ذریعے اُسکی نظر حتی المقدور وسیع ہوجائے -

یہی مقصد اُپنشد کی اس تعلیم کا ہے کہ "اپنی روح کا علم حاصل کرو" یا یوں کہو کہ اُس
عظیم الشان قانون وحدت کو دریافت کرو جو ہر انسان میں موجود ہے -

ہماری تمام تحریکات و خواہشات نفسانی روح کا صحیح اندازہ کرنے میں دراندازہوتی ہیں -
اُنکی ہدایت صرف ہماری تنگ ذات کی طرف ہوتی ہے - جب ہمیں اپنی روح کا علم ہوتا ہے تو اُس
اندرونی وجود کو (دیدۂ دل سے) دیکھنے ہیں جو ہماری ذات سے بالاتر ہے اور جسکا گہرا تعلق "کل"
سے ہے -

بچوّن کو کوئی خوشی نہین ہوتی جب حروف تہجی سیکھنا شروع کرتے ہین کیونکہ سین کا صحیح منشا نہین جانتے۔ جبتک ساری توجہ صرف حروف کی طرف رہتی ہے دل اُچاٹ رہتا ہے۔ خوشی جبھی حاصل ہوتی ہے جب حروف مل کر الفاظ اور جملے بنا تے ہین اور اُنکے معنی ذہن نشین ہوتے ہین۔ اسیطرح جبتک ہماری روح ذات کی تنگ حدود مین علیحدہ رہتی ہے تو اُسکی اہمیت کا احساس نہین ہوتا کیونکہ روح کا جوہر اتحاد ہے روح کو اپنے صدق کا علم جبھی ہوتا ہے جب وہ دوسری راستیون سے ملحق ہو جاتے اور جبھی اُسے سچی خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ انسان پریشان و مخوف رہتا تھا جبتک اُسے مختلف قوانین قدرت مین اتحاد کا علم نہین تھا۔ ایسی حالت مین اُسے دنیا ہے مغائرت تھی جو قانون اُسنے دریافت کیا بجز اسکے کچھ نہین کہ روح انسان و دیگر اشیائے عالم مین موافقت و موانست ہے۔ یہی کڑی ہے جسکے ذریعہ سے انسان و عالم مین تعلق پیدا ہوا۔ اس قانون کے ادراک سے انسان کو بیحد مسرّت ہوتی ہے کیونکہ وہ تمام موجودات عالم کو اپنا ہمدرد پاتا ہے۔ کسی چیز کو سمجھنے کی یہ معنی ہین کہ اُسمین کوئی ایسی بات دریافت ہو جو ہمارے اور اُسکے درمیان مشترک ہے اور جب ہمین اپنا علم اپنی ذات کے علاوہ ہوتا ہے جبھی خوشی ہوتی ہے۔ یہ تعلق ذہنی ناقص ہے۔ لیکن محبت کا تعلق کامل ہے۔ محبّت سب اختلافات کو مٹا دیتی ہے اور روح انسانی عروج کمال حاصل کرتی ہے۔ نفس کے حدود سے گذر کر عالم نامحدود تک پہونچ جاتی ہے۔ اسیوجہ سے محبّت عظیم ترین برکات سے ہے جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ صرف محبّت کے وسیلہ سے انسان جانتا ہے کہ وہ اپنے نفس سے بڑھکر ہے اور اُسمین اور "کُل" مین مغائرت نہین۔

یہ اُصول اتحاد جو ہر شخص کی روح مین ہے ہمیشہ برسرِکار رہتا ہے اور کثیر و وسیع تعلقات بذریعہ ادب علوم و فنون و سائنس و سوسائٹی و ملک و مذہب قائم کرتا ہے۔ ہمارے جلیل التعداد کاشف حقیقت وہ لوگ ہین جو اپنے نفس کو بہبود عالم کے واسطے فنا کرکے روح کے سچّے معنی بتاتے ہین۔

انہام و ظلم۔ فاقہ و موت کی محبّت کی خدمت مین پروا نہین کرتے۔ وہ روح کی زندگی بسر کرتے ہین اور اسطرح حقیقی منشا انسان کو ثابت کرتے ہین۔ ایسے لوگون کو مہاتما کہتے ہین یعنی وہ جنکی روح بزرگ ہے۔ اپنشد مین آیا ہے۔ " تو اپنی اولاد سے اسوجہ سے محبّت نہین کرتا کہ تو اُنکا محتاج ہے بلکہ اسوجہ سے محبّت کرتا ہے کہ تجھے اپنی روح کی احتیاج ہے"۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہم جس سے محبّت کرتے ہین اُسمین اپنی روح (روح کے بلند ترین معنون مین) پاتے ہین۔ اور یہی ہماری حیات کا سب سے مقدم راز ہے۔

پرماتما (روح کامل) مجھ میں بھی ہے اور میری اولاد میں بھی - مجھے اپنی اولاد سے اسیو جہ سے محبت ہے کہ اس قانون اتحاد کا مجھے علم ہے - یہ ایک نہایت معمولی بات مگر حیرت خیز امر ہے کہ جن سے ہم محبت کرتے ہیں اُنکا رنج وراحت ہمارا رنج وراحت ہوتا ہے نہیں بلکہ اس سے زیادہ - کیونکہ اُنکی وجہ سے ہم اپنی ذات سے گذر گئے اور اُس عظیم راستی کو چھو لیا جو تمام عالم پر محیط ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اولاد احباب یا دوسرے عزیزوں کی محبت ہمیں روح کے مزید علم سے باز رکھتی ہے - دائرۂ احساسات وسیع ضرور ہو جاتا ہے مگر کامل بسط حاصل نہیں ہوتا - تاہم یہ پہلا زینہ ہے اور اسی پہلے زینہ میں سبب عجائبات ہے - اسکے ذریعہ سے ہمیں اپنی روح کی حقیقت دریافت ہوتی ہے - ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ بہترین خوشی اسی میں ہے کہ اپنے نفس کو بھول جائیں اور دوسروں میں محو ہو جائیں بقدر مراتب یہ محبت ہمیں یہ قوت بخشتی ہے ہم ہر چیز کو نظر غائر سے دیکھنے لگتے ہیں اور ہمارے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے - لیکن اگر ان حدود میں گھٹنے بڑھنے کی استعداد نہیں رہی اور جادۂ محبت سے ہٹی ہوئی ہیں تو ہماری دوستی میں شان امتیاز پیدا ہو جاتی ہے - ہمارے خاندان خود غرض وغیر مہمان نواز ہو جاتے ہیں ہماری قومیں خود پسند اور دوسری قوموں کی دشمن ہو جاتی ہیں - گویا ایک روشن چراغ کو بند جگہ میں کھدیا گیا جو پہلے تو جگمگا رہا لیکن رفتہ رفتہ اُسی کے زہریلے بخارات نے جمع ہو کر اُسے بجھا دیا تاہم فنا ہونیکے قبل چراغ اس امر کو ثابت کر دیتا ہے کہ اندھی ہیراں اور سرد تاریکی کے پنجوں سے رہائی میں کسقدر خوشی ہوتی ہے -

اُپنشد کے مطابق علم - یعنی علم خدا کی کنجی روح کا علم ہے - اپنی روح کا اپنی شخصیت سے علیحدہ ادراک نجات ابدی کا پہلا زینہ ہے - ہمیں یقین کامل رکھنا چاہیئے کہ روح ہمارا جو ہر ہے - یہ بات جبھی حاصل ہوگی جب ہمیں اپنے نفس پر پورا قابو ہو - غرور و حرص و خوف سے پاک ہو جائیں اور یہ سمجھنے لگیں کہ دنیوی نقصانات اور جسمانی موت سے ہماری روح کی درستی و عظمت میں کمی نہیں ہوتی - جب بیضۂ مرغ سے بچہ نکلتا ہے تو وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ وہ سخت چھلکا جو اتنے عرصہ تک اُسے ڈھکے رہا دراصل اسکا جز و زندگی نہیں تھا - وہ چھلکا مردہ تھا جسمیں بالیدگی نہیں تھی اور اس عظیم فراخی کی جو اُسکے باہر تھی اُسکے ذریعہ سے جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی - یہ چھلک کیا ہی سڈول اور خوبصورت ہو اُسپر چوٹ لگانا چاہیئے اور توڑنا چاہیئے تاکہ روشنی و ہوا بلا روک ٹوک کے جسم تک پہونچ سکے اور طائرانہ زندگی کا پورا پورا مقصد حاصل ہو - سنسکرت میں پرندوں کو "دوبارہ پیدا ہونے والا" کہتے ہیں - اسی طرح اُس شخص کو بھی کہتے ہیں جسنے کم سے کم بارہ برس تک مسلسل اپنے نفس کو قابو میں اور اپنے خیالات کو کثافت سے محفوظ رکھا ہو - اس جسم نفس کے بعد جس شخص

کی ضروریات سادہ ہوں دل پاک ہو اور تمام فرائض زندگی کو بلا ذاتی اغراض کی آلائش کے علاوہ روح کے ساتھ ادا کرے۔ اُسکے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اُسنے آلائش نفس کی تاریکی سے چھوٹ کر روحانی زندگی کی آزادی حاصل کی۔ دوسرا جنم لیا۔ جسکے روحانی تعلقات دیگر مخلوق سے قائم ہو گئے۔ "جو کل" سے واصل ہو گیا۔

مین ایکمرتبہ کہہ چکا ہون اور پھر کہتا ہون کہ یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ہندوستان کے معلم ترک دنیا و ترک نفس کی تعلیم دیتے تھے جسکا نتیجہ ایسی فنا ہے جسکا دوسرا نام دخلو ہے۔ اُنکا منشا ورک روح تھا یا یون کہیئے کہ کامل صدق کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا۔ حضرت مسیح نے جب یہ کہا کہ صاحب برکت ہین وہ لوگ جو منکسر مزاج ہین کیونکہ دنیا اُنکی میراث ہے تو اُنکا بھی یہی مقصد تھا اُنھون نے اس راستی کا اعلان کیا کہ جب انسان غرور نفسانی سے آزاد ہو جاتا ہے تو اُسکا حقیقی ورثہ اُسکو مل جاتا ہے۔ اپنی حیثیت برقرار رکھنے کیلئے اُسے جد و جہد کی ضرورت نہین ہوتی کیونکہ اُسکے روحانی و لاثانی حقوق روح کے سبب سے محفوظ ہونگی۔ روح کا فرض یہ ہے کہ اُسکا وصل کامل دنیا و خالق دنیا سے ہو جائے۔ غرور نفس اس عمل مین خارج ہوتا ہے۔

سادھو سمہا کو جو وعظ بدھ نے دیا تھا اُسمین کہا ہے کہ اے سمہا یہ سچ ہے کہ مین کاروبار کی تحقیر کرتا ہون لیکن صرف اُسی کاروبار کی جسکا نتیجہ الفاظ۔ خیال یا افعال کی تخریب ہے۔ اے سمہا یہ سچ ہے کہ مین تعلیم فنا دیتا ہون لیکن صرف غرور۔ خواہشات نفسانی۔ بُرے خیالات اور جہالت کے فنا کی۔ نہ کہ بخشش و محبت و سخاوت و راستی کے فنا کی۔

بُدھ نے جس مسئلہ نجات کی تعلیم دی وہ "اودیا" سے آزادی ہے۔ اودیا یہ جہالت ہے جو ہماری روح کو تاریک اور ہمارے نفس تک محدود کر دیتی ہے۔ اس اودیا۔ اسی جہالت۔ اسی تاریکی کے سبب سے ہم مین وہ علیحدگی جسکا نام خودی ہے پیدا ہوتی ہے اور جو تمام غرور و حرص و جبر کا مرکز ہے جو نفس پرستی کے لوازم ہین۔ سوتے مین انسان کا دائرہ عمل اُسکی جسمانی زندگی تک محدود رہتا ہے۔ وہ زندہ ہے مگر اُسے اپنے اُن مختلف تعلقات کا علم نہین جو گرد و پیش کی اشیا سے ہین۔ لہذا وہ اپنے آپکو نہین جانتا۔ اسی طرح جو شخص "اودیا" کی زندگی بسر کرتا ہے وہ قید خودی مین رہتا ہے۔ اُسکی روح سو رہی ہے۔ اُسے عظیم راستی کا علم نہین جو اُسے گھیرے ہوئے ہے لہذا اسے اپنی روح کی حقیقت نہین معلوم ہوتی۔ جب انسان کو "بُدھی" حاصل ہوتی ہے۔ وہ بُدھ ہو جاتا ہے۔ یعنی اُسکا نفس خواب خودی سے بیدار ہو کر روح کی تکمیل پہ آمادہ ہوا۔

ایک مرتبہ بنگال کے ایک گاؤن مین مجھے دو فقیر ایک خاص فرقے کے ملے۔ مینے اُن سے دریافت کیا کہ تمھارے مذہب کی خصوصیات کیا ہین۔ ایک نے اُنمین سے تھوڑے تامل کے بعد کہا کہ اُنکا بیان کرنا مشکل ہے۔ دوسرے نے کہا نہین بہت آسان ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ پہلے ہمین کسی گرو کی نگرانی مین اپنی روح کو جاننا چاہیئے جب روح کا علم ہوگیا تو ہم اُسکو پا سکتے ہین جو روح اعظم ہے اور ہم مین ہے۔ مینے اُس سے کہا کہ تم اس مسئلہ کی تعلیم تمام دنیا کو کیون نہین دیتے اُسنے جواب دیا کہ جو پیاسا ہوگا خود دریا کے پاس آئیگا۔ مینے دریافت کیا کہ کیا در اصل لوگ اُسکے پاس آتے ہین وہ شخص مسکرایا اور نہایت وثوق کے ساتھ جسمین بے صبری یا تفکر کا شائبہ بھی نہین تھا جواب دیا کہ وہ ضرور آئین گے سب آئینگے۔

بنگال کے اس تارک دنیا نے سچ کہا۔ انسان در اصل اُن ضروریات کے پورا کرنے کو پیدا ہوا ہے جو کھانے اور کپڑے سے اہم ترین ہین۔ وہ اسلیئے آیا ہے کہ اپنے آپکو پائے۔ انسان کی تاریخ اُسکی سیاحت نامعلوم کی تاریخ ہے جو وہ لاثانی ذات یعنی روح کی تلاش مین کرتا ہے۔ سلطنتون کا عروج و زوال۔ دولت کے انبار اور اُس کا بیدردی سے خاک مین ملنا۔ انسان کا اپنے خواب و خیال کو جسمانی لباس پہنانے کی کوشش و ہوس اور پھر جب طبیعت سیر ہوجائے تو اُنھین کھلونے کی طرح پھینک دینا۔ اُسکا طلسمی کنجیان بنانا جن سے خلقت کے رازہائے سربستہ کو کھولے۔ قرنون کی محنت کو برباد کرکے پھر سرے سے کوشش کرنا اور نئی شکلین پیدا کرنا۔ یہ تمام کیفیتین سفر ہین انسان طی منازل مین مصروف ہے تاکہ اپنی روح کو بخوبی سمجھے اُس روح کو جو تمام اُن چیزون سے جو انسان جمع کرتا ہے اُن کارنامون سے جو ظہور مین آتے ہین اُن مسائل سے جنھین وہ پیش کرتا ہے۔ بزرگ تر ہے وہ روح جسکا قدم ہمیشہ آگے بڑھتا ہے اور جسے موت یا فنا روک نہین سکتی۔ انسان کی ناکامیان اور غلطیان بھی کم یا حقیر نہین وہ اُسکے راستے مین عالیشان مسمار شدہ عمارتون کی طرح سد راہ ہین۔ اُسکی تکالیف بھی سخت ہین جسطرح کہ ایک تنومند بچے کی پیدائش مین ماں کی جان پر بن جاتی ہے باینہمہ وہ اُس کامیابی کا پیش خیمہ ہین جسکی وسعت نامحدود ہے۔ انسان نے مختلف قربانیان کی ہین اور کرتا ہے اور اُسکے عقائد قربانگاہین ہین جہان وہ روز ایسی قربانی کرتا ہے جو کثیر و حیرت خیز ہوتی ہین یہ تمام واقعات بے معنی و ناقابل برداشت ہوتے اگر اُنسے نہایت گہری روحانی خوشی حاصل نہوتی ہو اس روح کی خدایانہ قوت کا امتحان تکلیف و مصیبت مین ہوتا ہے اور جبر نفس سے اُسکی نہ ختم ہونے والی دولت کا ثبوت ملتا ہے۔ (ان آرہے ہین پوجاری آرہے ہین ہاں سب کے سب آرہے ہین۔)

اپنا حقیقی ورثہ لیتے آرہے ہین - وہ برابر اپنے احساسات کو وسیع کر رہے ہین - برابر بلند تر ائتحا
کے متلاشی ہین برابر اُس مرکزی راستی سے قریب تر ہوتے جاتے ہین جیسے ہر چیز کا ادراک ہے

جب تک انسان کو اپنی روح کا حقیقی علم نہین ہوتا اُسکی محتاجی کی تھاہ نہین اور اُسکی ضروریات کا شمار نہین
اُسوقت تک دنیا اُسکے نزدیک رنگ بدلا کرتی ہے - مثل ایک خیالی تمثال کے جو کبھی ہے کبھی نہین ہے - مگر
اُس شخص کے واسطے جو اپنی روح کو پاگیا عالم کا ایک مرکز قائم ہوجاتا ہے جسکے گرد ہر شئے اپنی مناسب جگہ پر
ہوتی ہے اور جس مرکز سے وہ ایک باترتیب زندگی برکتون سے مستفیض و لطف اندوز ہوتا ہے -

ایک وقت ایسا تھا جب دنیا کے اجزا بسبب گرمی کے منتشر تھے اُسنے کوئی شکل اختیار نہین کی تھی،
نہ خوبصورتی تھی نہ اُسکا کوئی مقصد تھا - صرف حدت و حرکت تھی - رفتہ رفتہ اُس قوت کے سبب سے جسنے اُسکے
اجزائے پریشان کو جمع کرکے ایک مرکزی کشش کا تابع کیا اُسکے بخارات منجمد ہوے اور اُسنے مجموعی صورت کرہ کی
اختیار کی تو نظام شمسی مین حسب حیثیت جگہ پائی جسطرح ہیرے کے ہار کے بیچ مین زمرد کا آویزہ ہو -

یہی حالت ہماری روح کی ہے - جب اندھی خواہشات کی حرارت و حرکت اسے چارون طرف سے گھیرتی ہے
تو ہم صحیح معنون مین نہ کچھ دے سکتے ہین نہ لے سکتے ہین لیکن جب اپنی روح مین اپنا مرکز نفس کو قابو رکھنے سے
بن جاتا ہے اُس قوت کی بدولت جو متناقض اشیا کو موافق اور جدا گانہ چیزون کو متحد کردیتی ہے -
اُسوقت ہمارے منتشر خیالات عقل مین مبدل ہوجاتے ہین اور ناقص جذبات کی تکمیل محبت مین ہوتی ہے
اُسوقت زندگی کی معمولی تفصیلات مین بھی ایک گہرا مقصد پوشیدہ معلوم ہوتا ہے اور ہمارے تمام افعال
واقوال اندرونی یگانگی مین اسطرح وصل ہوجاتے ہین کہ پھر کبھی جدا نہین ہوسکتے -

اُپنشد مین اس امر پر بہت زور دیا گیا ہے کہ اُس واحد کو جانو جو تمہاری روح ہے اسی پل کے
راستے سے ذات لایزال تک پہونچوگے -

انسان کا آخری مقصد یہی ہے اُس واحد کو پانا جو اُسمین ہے - جو اُسکی راستی ہے - اُسکی
روح ہے وہ کلید ہے جس سے روحانی زندگی کا دروازہ کھلتا ہے - بہشتی سلطنت ملتی ہے -

انسان کی خواہشات متعدد ہین اور دیوانہ وار دنیا کے پیچھے دوڑتی ہین کیونکہ اُنکی زندگانی
وکامرانی کا مدار اُنھین اشیا پر ہے - لیکن وہ وحدت جو انسان مین ہے ہمیشہ اتحاد کی جویا ہے - اتحاد علم
اتحاد محبت - اتحاد ارادہ - اسکی سب سے بڑی خوشی اسمین ہے کہ اسکے جوہر اتحاد کا وصل ذات نامتناہی سے

ہوجانے - اسیوجہ سے اُپنشد مین مذکور ہے کہ صرف وہ انفاس جنکو سکون و اطمینان حاصل ہے دوامی خوشی کو پاسکتے ہین کیونکہ وہ اپنی ارواح مین اُس وجود کو پاتے ہین جسکا جوہر ایک ہے مگر صورتین مختلف ہین - دنیا کے تمام تنوع مین وحدت افراد وحدتِ کُل" کی طرف روان ہے - یہی اسکی طینت ہے اور یہی اسکی عشرت - لیکن راستہ اسقدر پیچیدہ ہے کہ منزل مقصود تک رسائی دشوار تھی اگر اسکے پاس خود ایسی روشنی نہوتی جو طرفۃ العین مین اُس شئے کی جھلک دکھا دیتی ہے جسکی یہ متلاشی ہے - ہم اُس واحد مطلق کا اپنی روح مین براہ راست اور فوراً مشاہدہ کرتے ہین جب دیدۂ دل سے اُسکی طرف دیکھتے ہین - یہ مشاہدہ دلائل و ثبوت و بحث کا محتاج نہین - قدرتاً ہماری آنکھین ہر شئے کو مجموعی شکل مین دیکھتی ہین - اُسکے اجزار کو فرداً فرداً نہین دیکھتین بلکہ تمام اجزا کو متحد کر کے ہماری ذات سے منطبق کرتی ہین - یہی حالت ہمارے علم متعلق روح کی ہے جس سے اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ ہماری روح کا کامل و قدرتی الحاق واحد مطلق سے ہے -

اُپنشد مین ہے کہ یہ دیوتا جو اپنی صنعات کا اظہار تمام اشیائے عالم مین کرتا ہے ہمیشہ دل انسان مین بشکل روح کامل رہتا ہے - جو لوگ اُسکا علم دیدۂ دل کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہین لافانی ہوجاتے ہین -

وہ بشو اکرم ہے یعنی اختلاف اشکال و صنعات مین اُسکے بیرونی جلوے نظر آتے ہین لیکن اُسکا اندرونی مظہر ہماری روح مین وہ شئی ہے جسکا پرتو اتحاد ہے - یہی وجہ ہے کہ راستی و اتحاد علم اشیائے خارجی مین بذریعہ تحقیق و تدقیق سائنس تدریجاً ہوتا ہے - لیکن روح مین جو راستی و اتحاد ہے اُسکا علم خیالات و جذبات پر غور کرنے سے فوری اور براہ راست حاصل ہوتا ہے - ہمین روح کامل بتدریج اپنے علم مین اضافہ کرنے سے نہین مل سکتی - چاہے ازل سے ابد تک کوشش کرتے رہین - کیونکہ وہ ایک ہے مرکب نہین ہے - ہم اُسے صرف یون جانتے ہین کہ وہ دلون کا دل ہے اور روحون کی روح - وہ محبت و خوشی مین ملتا ہے جب ہم اپنے نفس کو فنا کر کے اُسکے روبرو کھڑے ہوجاتے ہین -

سب سے گہری دعا جو انسان کے دل سے نکلی یہ ہے " اے اپنے آپکو ظاہر کرنے والا مجھ مین ظاہر ہوجاؤ" ہم پریشان رہتے ہین کیونکہ نفس کے بندے ہین - وہ نفس جو ضدی اور تنگ نظر ہے - جو روشنی کا عکس نہین دیتا جو اندھا ہے اور لامحدود کو نہین دیکھ سکتا - ہمارے نفس مین ایک غرور غالب رہا،

وہ لیے مین ڈوبا ہوا ستارہ نہین ہے جسکے تار دوام کے سُریلے نغمون سے لرزش مین ہون - ہوا و ہوس کی ٹھنڈی سانسین ناکامی کی افسردگی گذشتہ کے واسطے بیسود پشیمانی آئندہ کی فکر ہمارے تنگ ظرف دلون کو پریشان رکھتی ہے - کیونکہ ہماری روح ہمکو نہین ملی اور اپنے آپ کو ظاہر کرنیوالا ہم مین جلوہ نما نہین ہے اسی سے ہم چلاتے ہین - " اے صاحب ہیبت مجھے لطف آمیز تبسم سے ہمیشہ ہمیشہ کیواسطے بچائیے" یہی موت کا گلا گھوٹنے والا کفن ہے - یہ نفس پرستی ہے - یہ نہ بجھنے والی ہوس ہے - یہ غرور ملکیت ہے یہ دل کی گت خانہ اجنبیت ہے (وہ رودرا صاحب ہیبت) اس تاریک پردے کو چاک کردے - اور اپنی نجات دینے والی مسکراہٹ سے رات کی تاریکی کو منور کردے اور میری روح کو جگا دے - توہمات سے اصلیت مین تاریکی سے روشنی مین فنا سے بقا مین لے آ" ایسی دعا کسطرح قبول ہوسکتی ہے کیونکہ نامحدود وہ فاصلہ جو صدق و کذب حیات و ممات کے درمیان حائل ہے - بایںہمہ یہ قعر جسکی تھاہ مین ایک پل مین قابل گذر ہو جاتا ہے جب اپنے آپکو دکھانیوالا روح کو نظر آجاتا ہے - یہی معجزہ ہے کیونکہ یہین محدود و لامحدود مل جاتے ہین - " اے میرے پتا میرے گناہون کو یکلخت مجھسے دور کردے!" گناہگاری مین انسان محدود کا لامحدود کے خلاف ساتھ دیتا ہے - یہ ایک خطرناک جُوا ہے جسمین انسان جزو کے جیتنے کو کُل کی بازی لگاتا ہے - گناہ راستی کو دھندلا کر دیتا ہے - روح کا نورانی چہرہ غبار آلود ہو جاتا ہے گناہ مین ہمین خوشی کی تلاش ہوتی ہے اسوجہ سے نہین کہ وہ خوشی دراصل قابل قدر ہے بلکہ اسوجہ سے کہ ہماری خواہشات کی سُرخ روشنی مین بارونق معلوم ہوتی ہے - ہمین لذات دنیوی طلب ہوتی ہین اسلیئے نہین کہ وہ شاندار ہین بلکہ اسلیئے کہ ہماری حرص اُنہین مبالغہ کرکے شاندار دکھاتی ہے - یہ مبالغہ یا ماہیت اشیا مین دھوکا ہماری زندگی کے اتحاد کو قدم قدم پر توڑتا ہے - ہر شئے کی اصلی قیمت کو ہم نظر انداز کرتے ہین اور تنوعات زندگی کے جھوٹے دعوے ایک دوسرے کے مقابلے مین آکر ہماری زندگی مین شورش پیدا کرتے ہین - جب انسان اپنی فطرت کے تمام عناصر کو واحد اعظم سے متحد و متبع کرنے مین کامیاب نہین ہوتا تو خدا سے جدائی کی تکلیف محسوس کرتا ہے اور اُسکے دل سے دعا نکلتی ہے - " اے خدا - اے باپ ہمارے گناہون کو بالکل دھودے اور ہمین نیکی کی توفیق عطا کر وہ نیکی جو ہماری روح کی غذا ہے ہم اپنی خوشیون مین نفس کے اسیر ہین - نیکی مین ہم آزاد ہین اور ملکیت عام ہین - جیسے مان کے پیٹ مین بچہ کی غذا وہی ہوتی ہے جو مان کی - کیونکہ اُسکی زندگی مان کی زندگی سے وابستہ ہے - اسطرح

ہماری روح کی پرورش نیکی سے ہوتی ہے جو احساس ہے اس امر کا کہ ہمارا اندرونی رشتہ اُس نا محدود سے ملا ہوا ہے جو ہمین گھیرے ہوئے ہے اور جو ہمارا کفیل ہے۔ اسیوجہ سے کہا گیا ہے کہ مبارک ہین وہ لوگ جو نیکی کے بھوکے ہین اور پیاسے۔ وہ سیر ہونگے۔ نیکی روح کی آسمانی غذا ہے۔ بجز نیکی کے کسی چیز سے روح کو سیری نہین ہوتی۔ اور سوا نیکی کے کوئی چیز اُسے نا محدود زندگی نہین دے سکتی نہ دوام کیطرف بالیدگی مین معاون ہو سکتی ہے۔ "ہم تیرے سامنے اپنا سر جھکاتے ہین جو ہماری زندگی کی برکتون کا منبع ہے ہم تیرے سامنے سر جھکاتے ہین جو نیکی ہے۔ نیکی مطلق ہے" تیرے سبب سے ہم سب کچھ پا گئے۔ امن و اطمینان نیکی و محبت۔

انسان کو خواہش ہوتی ہے کہ جسمانی کمال حاصل کرے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ دولت وقوت کا جویان رہتا ہے۔ لیکن اُسے جاننا چاہیئے کہ جمع کرنا پانا نہین ہے۔ اُسکی روح کی روشنی نہ کہ ظاہری تزک احتشام سے اُسکی انسانیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جب یہ نور جلوہ فگن ہوتا ہے تو انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا پورا جلوہ خدا کا جلوہ انسان مین ہے۔ اُسکی تمنا یہی ہونا چاہیئے کہ اپنی روح کو ظاہر کرے جو خدا کا ظہور اُسکی روح مین ہے۔ انسان جب ہی کامل انسان ہوتا ہے۔ اُسکا پورا ظہور جبھی ہوتا ہے جب اُسکی روح نا محدود وجود کو پا جاتی ہے جو "ابیہ" ہے جسکا ظہور جوہر ہے۔

انسان کی اصلی مصیبت یہ ہے کہ اُسکی قوتون کا پورا انکشاف نہین ہوا ہے۔ وہ خودی مین غرق ہے۔ اپنی ہی خواہشات مین محو ہے۔ سوا اپنی ذات کے وہ کسی جگہ اپنے آپکو نہین پاتا۔ اُسکی ذات جو اُسکے باہر ہے منکشف ہوئی ہے اُسکی راستی مفقود ہے۔ ایسی صورت مین جو دعا اُسکی زبان تک آتی ہے یہ ہے۔ اے وہ جو ظہور کی روح ہے اپنے آپکو مجھ مین ظاہر کر۔ یہ خواہش اپنی ذات کی کامل ظہور کی انسان مین بھوک پیاس طمع و شہرت سے زیادہ گہری ہے۔ یہ دعا محض اُسکی ذات کا ثمرہ نہین ہے بلکہ ہر چیز کی تہ مین ہے جو آئینہ اُسمین ہے۔ برابر اس دعا کو اُبھارتا ہے۔ لامحدود کا محدود مین ظہور جو کہ منشاء آفرینش ہے اپنی کامل صورت مین تارون بھرے آسمان یا پھولونکی خوبصورتی مین نہین بلکہ انسان کی روح مین ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہان ایک ارادہ اپنا ظہور ارادہ مین ڈھونڈھتا ہے اور آزادی اپنا پورا صلہ آزادی اطاعت مین پاتی ہے۔ اسیوجہ سے نفس انسانی کو خداوند عالم نے اپنے حلقہ اطاعت مین رکھا ہے اُسکو آزادی بخشی ہے۔ جسمانی ودماغی قوتون مین جہان انسان کا تعلق فطرت سے ہے

اُسے خدا کی حکومت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اپنے نفس مین اُسے اختیار ہے کہ خدا کو قبول نہ کرے وہان خدا بلایا جاتا ہے اور بحیثیت مہمان کے نہ کہ بحیثیت بادشاہ کے جاتا ہے لہذا جب تک مدعو نہ کیا جائے انتظار کرتا ہے انسان کے نفس پر سے خدا نے اپنے احکام کو اُٹھا لیا ہے کیونکہ وہان محبت کا طالب ہو کر آتا ہے اُسکی مسلم فوجین یعنی قوانین قدرت دروازے باہر کھڑے رہتے ہین۔ اور صرف حسن جو محبت کا قاصد ہے اس مکان مین داخل ہوتا ہے۔

اِس ارادون کے شہر مین مطلق العنانی کی اجازت ہے۔ کذب و بدکاری کا عمل دخل صرف انسان کے نفس مین ہو سکتا ہے اور یہ نوبت پہونچ سکتی ہے کہ وہ عاجز ہو کر چلا اُٹھے "ایسی قانون کی خلاف ورزی ممکن نہین تھی اگر خدا کا وجود ہوتا"! بیشک خدا جو کامل صبر کے ساتھ نگرانی کرتا ہے ہمارے نفس کے باہر رہتا ہے وہان زبردستی داخل ہونا نہین چاہتا اگر دروازہ اُسپر بند کر دیا گیا ہو۔ کیونکہ ہمارے نفس کو اپنا آخری مقصد (جو روح ہے) خدا کی قوت جبر سے نہین بلکہ محبت سے حاصل کرنا ہے تاکہ ہمارا الحاق خدا سے آزادی کی حالت مین ہو۔ جسکی روح خدا سے مل گئی وہ انسان کامل ہے۔ اُسوقت انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے کیونکہ وہان روح انسانی مین ایسی تخیل اُس کامل ظہور خدا کے نظر آتا ہے جسکا انسان متحمل ہو سکتا ہے۔ وہان ہمارا کامل ارادہ عظیم سے اور ہماری روح روح دوام سے مل جاتی ہے۔

اسیوجہ سے ہمارے ملک مین اُس شخص کی جو دراصل خدا سے محبت رکھتا ہے اسقدر عزت کیجاتی ہے کہ مغرب مین ہو تو شاید شرک سمجھا جائے۔ ہمین ایسے شخص مین خدا کے مقصد کی تکمیل نظر آتی ہے۔ اُسکے ظہور مین جو دشواریان تھین دور ہو گئین اور انسان مین خدا کی کامل خوشی نمایان ہو گئی۔ ایسے انسان کے سبب سے کل بنی نوع انسان پر الطاف خداوندی کا پرتو رہتا ہے۔ اُسکی زندگی جو خدا کی محبت سے منور ہے ہماری تمام دنیوی محبت کو چمکا دیتی ہے۔ ہماری زندگی کے تمام دلی تعلقات ہمارے تمام تجربات رنج و راحت اس خدائی محبت کے گرد جمع ہو کر ایک ڈراما (تماشا) بنجاتے ہین جو سبکو دکھائی دیتا ہے۔ ہر ایک معمولی اور حقیر بات مین راز سربستہ نظر آتا ہے اور اُسکے انکشاف پر کان ایسا نغمہ سنتے ہین جسے انسان کبھی نہین بھول سکتا۔ درخت۔ ستارے اور نیلی پہاڑیان ہمین ایسی نشانیان معلوم ہوتی ہین جو معنی سے لبریز ہین مگر جسکا اظہار الفاظ مین ناممکن ہے۔ حتیٰ کہ ہم اپنے مالک کو ایک

دنیا خلق کرتے دیکھتے ہیں بشرطیکہ روح نے نفس کا بھاری پردہ ہٹا دیا ہو۔ چہرے سے نقاب دور کردی ہو اور اپنے دائم اور قائم عاشق کے روبرو کھڑی ہو۔

لیکن یہ حالت ہے کیا؟ یہ بہار کی صبح ہے جسکے حسن و حیات کو نہیں با وجود بو قلمونی کے یکتائی ہے۔ جبکہ انسان کی زندگی افکار دنیوی سے چھٹکارا پاکر روح سے متحد ہو جاتی ہے تو لامحدود کا علم راہ راست اور حیرت سے بری ہوتا ہے جسطرح شعلے میں روشنی۔

زندگی کے تفرقے فیصل ہو جاتے ہیں۔ علم و محبت و افعال میں یکسوئی پیدا ہوتی ہے رنج و راحت یکسان خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ جبر نفس و شغل نفس دونوں قابل تحسین ہوتے ہیں۔ محدود نامحدود کے درمیان کا فاصلہ محبت سے لبریز ہو کر چھلک جاتا ہے ہر لمحہ ودام کا پیام آیا کرتا ہے۔ غیر متشکل شئے بھی پھول یا پتے معلوم ہوتی ہے۔ لامحدود مثل ایک شفیق باپ کے ہمیں اپنی آغوش میں لیتا ہے۔ ہمارے پہلو بہ پہلو دوست کیطرح خراماں ہوتا ہے۔ یہ صرف روح کو قدرت ہے جو تمام قیود پر غالب آجاتی ہے اور قادر مطلق سے یگانگی حاصل کرتی ہے۔ جب تک کہ ہم میں اندرونی تناسب اور ہمارے وجود میں اتحاد نہیں پیدا ہوتا ہماری زندگی غالباً تو ننگی زندگی ہوتی ہے۔ دنیا ہمیں ایک مشین نظر آتی ہے جسکے اُن پرزوں سے جو مفید معلوم ہوتے ہیں ہم واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور مخدوش پرزوں سے احتراز کرتے ہیں۔ یہ کوشش کبھی نہیں کرتے کہ جسمانی فضائل اور روحانی زندگی و حسن میں اسکے ہمراز ہو جائیں

اثر

(ٹاگور)

یہ محض اتفاقیہ امر نہیں ہو جو کسی فرد بشر کے لیے دنیا میں اس قدر مدد ترقی ہوتا ہو جیسا کہ ارادہ اور مستقل ہمت۔ کمزور سست اور بے ارادہ شخص کیلئے عمدہ سے عمدہ موقعے کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتے۔ وہ انہیں بالکل بے مطلب سمجھ کر گذار دیتے ہیں۔

مہاجرت عظیم

ایشیا کے وسط مین ایک سرزمین ہے جسے نادبوم انام یا گہوارہ اقوام کہتے ہین۔
اسکا طول قریبًا دو ہزار اور عرض ۱۲ سو میل ہے۔ اسمین عظیم الشان پہاڑون کے سلسلے موجود
ہین۔ بڑی بڑی مرتفع زمینین۔ وسیع چراگاہ۔ لق ودق میدان۔ سرسبز وادیان اور گھاٹیان ہین۔
اور اتنے بڑے ریگستان ہین جنکا اور چھور نہین ملتا۔ جسوقت تند وتیز آندھیان چلتی ہین تو ریتلی
زمین کو آسمان پر اڑا کر لیجاتی ہین اور آنًا فانًا اتنے اونچے اونچے تودے کھڑے کر دیتی ہین کہ انکے
بوجھ سے کوئی ذی روح زندہ نہین بچ سکتا۔ اور بڑے بڑے قافلے ایک لحظہ مین تباہ وبرباد ہو جاتے
ہین۔ اس ملک کی آب وہوا مختلف اور عمومًا نہایت سخت ہے۔ گرمی اور سردی دونون کی انتہا
ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اسکی مجموعی حالت پر خیال کیا جائے تو انسان وہان اپنے کو حد درجہ مجبور و
لاچار پاتا ہے۔ اور نیچر کی قوتون کے سامنے اسکی ہستی ضعیف وناچیز معلوم ہوتی ہے۔ اُسے اپنی
زیست کے لئے ہمیشہ جدّ وجہد کرنا پڑتی ہے۔ خوفناک مقامات مین۔ درندون کے درمیان
مسکن گزین ہوتا ہے۔ اپنی روزی وقوت حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے خطرون مین پڑتا ہے
اور ایسی ناقابل بیان تکالیف ومصیبتون کا سامنا کرتا ہے کہ بالآخر جب اُنسے ہار کر تھک جاتا ہے
تو وطن کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نکل جانے کی تدابیر کرتا ہے۔

زمانہ مدید گذرا۔ اتنا دور ودراز کہ تاریخ کے دہم وخیال مین بھی نہین آسکتا۔ انسان ابھی
عالم طفولیت مین تھا اور اسکی نسلین اِدھر اُدھر درہم وبرہم ومنتشر نہین ہونے پائی تھین۔ اِس کا
مامن کوہستان ومرغزار تھے۔ اسکا مشغلہ وحشیانہ جنگ وجدل وقتل وغارت تھا۔ اور اسکی
ایک بہت بڑی نسل ایک پہاڑ کے قریب جسے آلتائی کہتے ہین مسکن گزین تھی۔ تخلیہ ہم کو تھوڑی دیر
کے لئے اسی زمانہ کے قرب وجوار مین لیجاتا ہے۔ کیا دیکھتے ہین کہ چارون طرف بڑے بڑے مہیب و

سر بفلک پہاڑ ہین۔ عظیم الشان وادیان اور میدان ہین۔ اور ان سب پر ایک عجب خاموشی کا عالم طاری ہے جو حد درجہ وحشت انگیز و ڈراؤنی معلوم ہوتی ہے۔ یہ خاموشی و سکوت زیادہ دیر تک قائم نہین رہتا۔ یکایک ہم چونک پڑتے ہین ایک عجیب آواز سنائی دیتی ہے۔ آسمان پر نظر جاتی ہے کہ شاید بادل گرج رہے ہون۔ زمین پر نگاہ دوڑتی ہے کہ شاید کوئی درندہ جانور چنگھار رہا ہو۔ مگر نہین یہ آواز بالکل مختلف ہے۔ اور مسلسل کئی گھنٹون سے یکسان آ رہی ہے۔ کوہ انسانی کی طرف جسکی چوٹیان دور سے دھندلی نظر آ رہی ہین ہم دیکھتے اور بغور سنتے ہین۔ یہ آواز یقیناً اسی جانب سے آ رہی ہے اور اس درجہ ہیبت انگیز ہے کہ بیان سے باہر۔ پہلے تو دھیمی دھیمی و باریک تھی مگر جس طرح دن گھٹنے دن گذرنے لگے وہ بھی تیز ہوتی گئی اور معلوم ہونے لگا کہ پہاڑیون پر کوئی بڑا بھاری بیلن چلا رہا ہے جسکی گڑگڑاہٹ و گرج ہزارہا دن بادلون کی آواز کو مات کرتی ہے اور اسکے شور سے زمین و آسمان کے طبقات پھٹے جاتے ہین۔ ہمارا استعجاب بڑھتا جاتا ہے۔ آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہین مگر سلسلۂ کوہ کے بیچ مین حائل ہونے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہین دیتا۔ بالآخر سپیدۂ صبح نمودار ہوتا ہے اور دور افق کوئی چیز ہلتی ہوئی نظر آتی ہے آفتاب کی شعاعین کسی چمکدار شئے پر پڑتی ہین اور یکایک غائب ہو جاتی ہین۔ اِتنے مین ہوا کا ایک بڑا بھاری جھونکا وترۂ کوہ کی طرف سے آتا ہے۔ اور سیکڑون پرند و چرند خائف و پریشان ہو کر بھاگتے ہوئے نظر آتے ہین اور انکے پیچھے ہی ایک عجیب الہیئت مخلوق یکایک نمودار ہوتا ہے۔ یہ ایک برہنہ شخص ہے جو ننگی پیٹھ گھوڑے پر بیٹھا ہوا ہے۔ اسکا رنگ گندمی ہے۔ چہرے اور سر پر بال بہت کم ہین۔ ناک کسیقدر چپٹی اور آنکھین چھوٹی چھوٹی ہین۔ پیٹ نکلا ہوا۔ ہاتھ پانون نہایت مضبوط۔ بد قطع و بھدے۔ داہنے ہاتھ مین ایک نیزہ لئے ہے۔ اور پشت پر ایک لانبی سی کمان پڑی ہوئی ہے۔ کمر مین رسی سے بندھا ہوا ایک طرف ترکش۔ اور دوسری طرف ایک قسم کا جھولا لٹک رہا ہے۔ اسنے گھوڑے پر جسپر کاٹھی و لگام کچھ نہین ہے ذرا سیدھے ہو کر ایک ہاتھ کو اپنی پیشانی پر لیجا کر بغور چارون طرف دیکھا۔ اور راستہ کی دشواریون کا پورے طور سے اندازہ کر لیا تو پیچھے کی طرف اشارہ کیا جسکے ساتھ ہی اُسی کی ہمشکل اور بہت سے سوار نظر آئے جنہون نے ملکر آگے بڑھنا شروع کیا اور تھوڑی ہی دیر مین تمام میدان اُنسے بھر گیا۔ پھر بکثرت لوگ پیادہ پا

نظر آتے - انکے پیچھے لکڑی کے چھکڑے و گاڑیان ہین جنکو بیل یا گھوڑے کھینچ رہے ہین - انہین سے
بعض گاڑیون پر ضعیف عورتین اور بچے سوار ہین اور بعض پر بانون کے بُنے ہوئے بیضوی شکل کے
چھوٹے چھوٹے ڈیرے - اور بعض پر لکڑی کے بنے ہوئے مکان جو شاید سردارون کے لئے مخصوص
ہین رکھے ہوئے ہین - اور ساتھ ہی ساتھ بکثرت مویشیون اور پالتو جانورون کے گلے بھی جارہے ہین -

اِس انبوہ کثیر مین کوئی ترتیب و قاعدہ نظر نہین آتا - اکثر گھوڑون پر سوار ہین اور اس خوبی
و انداز سے کہ گویا مسند و تکیہ لگائے بیٹھے ہین - وہین بیٹھے ہوئے پانی پی لیتے ہین - یا پنیر و سوکھے
ہوئے گوشت کے ٹکڑون کو چباکر اشتہا دور کرتے ہین - اور کچھ نہین ملتا تو بھی پرواہ نہین کرتے -
اور جب نیند لگتی ہے تو یون ہی سو بھی جاتے ہین -

اِن لوگون کی نگاہین بار بار شکار کی جستجو مین اِدھر اُدھر پڑتی ہین اور جہان کوئی جانور یا پرند
نظر آیا فوراً کمان سامنے آتی ہے اور ایک تیز بجلی کی طرح نکلکر نشانہ پر بے خطا پڑتا ہے -

یہ لوگ آہستہ قدم چلے جارہے ہین اور کبھی کبھی چلاتے و باتین بھی کرتے ہین - اِنکی آوازین
نہایت کرخت و مکروہ ہین - اِنکے چیخنے - گاڑیون کی چرخ چون اور گھوڑون کی ٹاپون سے اسقدر
شور و شغب پیدا ہو رہا ہے کہ کان بہرے ہوئے جاتے ہین -

گھنٹے گذر گئے مگر اس قافلہ کا تانتا ختم نہین ہوتا - دن گذر گئے مگر یہ مجمع کثیر اسی طرح آگے
ڑھا ہوا چلا جا رہا ہے - ایک ٹڈی دَل ہے جسکی تعداد کی کچھ انتہا نہین - ایک سیلاب عظیم ہے
سکا زور ختم ہی نہین ہوتا اور بہتا ہوا اپنی رَو مین چلا جا رہا ہے - شجر و حجر کوئی اسکی رفتار کو نہین
وک سکتا - دنیا کے اور جاندار مخلوق اِنکے سامنے ہراسان و گریزان نظر آتی ہے - زمین انکے
ہوڑون کی ٹاپون اور گاڑیون کے بوجھ سے ہل رہی ہے - پہاڑیان چارون طرف سے
دبک رہی ہین - آسمان ساکت معلوم ہوتا ہے - نیچر کی تمام قوتین بیکار ہین - ہواؤن کی تندی
فتاب کی تپش و تیزی - رات کا اندھیرا و تاریکی کوئی انکی رفتار کو نہین روک سکتی - وہ بڑھتے
ہوئے چلے جارہے ہین -

روز روشن کے اُجالے مین اُفق کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک
جہان تک نگاہ کام کرتی ہے ہلتے ہوئے سرون و جسمون کا ایک جنگل نظر آتا ہے جسکے اُوپر

نکلے ہوئے لمبے لمبے بھالے و نیزے ہین جنکے پیتل کے پھلون پر شعاعین پڑکر تمام سین کو جگمگا دیتی ہین - اور شب تاریک مین ایک سیاہ لکیر سی کسی خونخوار اژدر کی طرح لہراتی و حرکت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہین - اور اسمین سے طرح طرح کی آوازین آتی ہین جنکے سُننے سے دل بیٹھا جاتا ہے گھگی بندھ جاتی ہے - اور ہیبت کے مارے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین -

ہفتے گذر گئے مگر یہ فوج ذخار اسی طرح اڑی چلی جارہی ہے - نہ اُسے اپنی بھوک پیاس کا خیال ہے نہ آرام و راحت کا - نہ کہین ٹھہرکر دم لیتی ہے نہ رُکتی ہے - بس ایکسان رفتار سے مُنھ اُٹھائے سامنے کی طرف بڑھی چلی جارہی ہے - اُسے مطلق خبر نہین کہ دنیا کا اور چھوڑ کدھر ہے - دوسرے ممالک کس سمت مین واقع ہین - وہ ایک عجیب جذبہ کے بس مین ہے - ایک عجیب قوّت و جبلت اُسے مجبور کئے ہوئے "نامعلوم" کی طرف کھینچے لئے جارہی ہے - اُسنے اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدیا ہے - نیچر کی سختیان معاش کی کمیابی اور دوسرے فوجون کے حملون و جبر و تعدی نے اُسے مجبور کر دیا کہ اب آغوشِ اور چھوڑ کر کسی اور خطۂ دنیا کو زیست کے قیام کے لئے ڈھونڈھ نکالئے -

اِس واقعہ کو قریبًا دس ہزار برس گذر گئے - اس طرح وسط ایشیا مین کوہ آلٹائی کے قرب وجوار سے قوم منگول کا سب سے پہلا اخراج شروع ہوا تھا - بعد ازان وقتًا فوقتًا ہر صدی مین اسکا اعادہ ہوتا رہا اور کئی ہزار برس بعد اسی طرح وہین سے اٹیلا قوم ہنش کا سردار اور قبلئی خان - چنگیز خان - و ہلاکو بھی اپنے اپنے بیشمار لشکرون کو زیادہ ترتیب و قاعدہ و زیادہ ساز و سامان کے ساتھ لیکر باہر نکلے تھے اور اسی طرح آجکل بھی تاتار و منگولیا کے نیم وحشی باشندے موسم کی سختیون سے بچنے کے لئے شمال و جنوبی ممالک کی طرف نقل مکان کر دور و دراز کا سفر اختیار کرتے ہین -

منگول کا پہلا سفر بڑا دشوار گذار و طویل ہوگا - اسکا پورا حال کوئی نہین بتا سکتا - مگر یہ ضرور معلوم ہے کہ راستہ مین مختلف منازل پر کچھ لوگ ٹھہر کر آباد ہوتے گئے - کچھ ایران کے کوہستانی حصون تک پہونچکر ٹھہر گئے - اور وہان اُنھون نے سلطنت اِلَم کی بنیاد ڈالی - بعض پہاڑون کو قطع کرتے ہوئے سلسلہ زگراس کو پار کرتے ہوئے پشت کوہ سے گذر کر دریائے دجلہ

کے دہانہ پر پہونچے - یہان اِنکے دو ٹکڑے ہوگئے - ایک دجلہ کو عبور کرکے فرات کے دہانہ پر پہونچا - اور اُس سرزمین مین آباد ہوکر اہل سُمیر کے نام سے مشہور ہوا - سُمیر یا شنار وہ ملک تھا جو دجلہ و فرات کے درمیان واقع تھا اور آجکل جزیرۃ العرب یا عراق کے نام سے پکارا جاتا ہے - یہان انکی حکومت عرصۂ دراز تک قایم رہی حتّیٰ کہ سامانی قوم جب آئی تو اُسنے اِنھین مغلوب کرکے نکال دیا -

دوسرے حصہ نے جنوب کا رُخ کیا اور دریائے کرخ و کارون کے دہانہ پر پہونچا - اور اوّل الذکر کے کنارے ایک بڑا شہر آباد کیا جسکا نام شوشتان یا سوسا تھا - یہان اُنھون نے سلطنت توران کی بنیاد قائم کی - یہی وہ ملک ہے جسکے بادشاہ افراسیاب کا فردوسی نے شاہنامہ مین ذکر کیا ہے - نسل منگول کی ایک دوسری بڑی شاخ ایشیا کے مشرقی حصہ مین پھیل گئی اور مُلک چین اِن سے آباد ہوا - اور وہان سے کوریا و جزائر جاپان مین بھی یہی قوم پہونچی - اور ہمالیہ کے قریب ملک تبت مین بھی یہی آباد ہوئی - ہندوستان پر بھی اس نے بہت سے حملے کیے - برہما - ملایا - و سیام وغیرہ تک پہونچی - اور خیال کیا جاتا ہے کہ جنوبی ہند کے مرہٹون مین بھی اسی نسل کا خون ہے - ایشیا کے دوسرے حصّون خصوصاً وسط مین بہت سی شاخین اس سے نکلین - چنانچہ ترک - تاتار - مغل - ترکمان - القوت - ازبک - تنگزی - و کرغزی وغیرہ سب اسی نسل سے ہین -

یورپ بھی انکی دست بُرد سے نہ بچ سکا - قوم ہنس نے جو اسی نسل سے تھی سلطنت روما کا شیرازہ درہم و برہم کردیا - اور آجکل بھی فیلینڈ - ہنگری - بلغر - اور ترک مین اسکا خون موجود ہے - تورانیون (منگول کا دوسرا نام) کے متعلق عیسائیون کی آسمانی کتاب مین مذکور ہے کہ یہ حضرت آدمؑ کے لڑکے قابیل کی اولاد سے ہین جسنے اپنے بھائی ہابیل کے قتل کے جرم مین یہ بددعا لی تھی کہ تیری نسل ہمیشہ بھٹکتی رہے گی اور دنیا مین سخت قتل و غارت و خونریزی کرے گی - بعض یہ بھی کہتے ہین کہ اسی بددعا کی بدولت طوفان نوحؑ مین انکو شامل نہین کیا گیا - اور اسطرح سزا پاکر اپنے آبائی گناہ کی تلافی کا انکو موقعہ نہ ملسکا - اور اسی لئے انکی تعداد ایک زمانہ مین اسقدر بڑھ گئی تھی کہ ایشیا کا قریباً دو تہائی حصہ انسے بھر گیا تھا -

تورانی جس نئی جگہ جا کر آباد ہوئے پھر وہان سے اپنے وطن کبھی واپس نہین گئے یہی سبب ہے
کہ انکے وطن مالوف یعنی ایشیائی وسطی مین اُن تاثیرات کا کہین پتہ نہین لگتا جو دوسرے ممالک
مثل ایران ، مصر، شام و یورپ کے تہذیب و تمدن کے اتصال سے پیدا ہوتے ہین - نیز بخلاف
اہل آشور کے انھون نے مفتوحہ قومون کو جلا وطن کر کے کبھی اپنے ملک مین لیجا کر نہین بسایا - بلکہ
انھین مین خلط ملط ہو گئے اور شادی بیاہ کر کے اپنی نسل کی مختلف قسمین کر دین جسمین سے بعض کا
ایک زمانہ کے بعد قیافہ تک بدل گیا - اسکی مثال قوم ترک - اور باشندگان ہنگری ہین - تاہم
یہ قومین خواہ ایک دوسرے سے کتنی ہی مختلف ہون مگر اصلیت انکی زبان سے معلوم ہو جاتی ہے -
یہ زبان ابھی تک نہایت نامکمل ہے - اور اسکی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظ و حروف
کی ایک ہی جز یا حرکت ہوتی ہے - اتصال حرفی ناقص ہے - یعنی جملون کے بیچ مین انھین
اسطرح چپکا دیا گیا ہے کہ زبان نہایت کرخت و ثقیل ہو گئی ہے -

تورانیون کی [illegible] عادات وخواص مثلاً سر کا مونڈنا اور قوانین ازدواج جنھین زمانہ
قدیم مین انھون نے ملک بابل مین جاری کیا تھا - آج تک ایشیائی وسطی کی بعض قومون مین
مروج ہین - انکی بیاہتا بیوی عموماً ایک ہی ہوتی تھی - اور باقی جسقدر مدخولہ ہوتین وہ اُسی کے
زیر حکم رہتین - وراثت صرف اوّل الذکر کی اولاد کو پہونچتی تھی لیکن اگر مدخولہ کے بچون کو متبنّٰی کر لیا
جاتا تو انکو بھی برابر کا حصہ ملتا تھا -

دولھا اپنے خسر کو مہر ادا کرنے پر مجبور تھا - طلاق کی بھی اجازت تھی - مگر طرفین مین سے
جو کوئی اسکا خواہشمند ہوتا اُسے اپنی کل جائداد دوسرے کو دینا پڑتی تھی -

تورانی دنیا کی تہذیب و تمدن کے بانی تصور کئے جاتے ہین - چنانچہ بابل مین انھین نے
سب سے پہلے اُسے شروع کیا - اور وہ عجیب و غریب فن تحریر جسمین ہر لفظ کے لئے ایک خاص
نشان مقرر تھا انھین کا طبع زاد تھا - اسی طرح معدنیات یعنی لوہے و تانبے وغیرہ کو بھی کام مین
لانے والے یہی تھے - اور مٹی کی اینٹین بنانا مکانات تعمیر کرنا - نہرین کاٹنا یہ سب انھین نے
سکھایا تھا - تیر و کمان - بھالے و برچھے وغیرہ بھی انھین نے بنائے تھے - اور گھوڑے کو بھی
سب سے پہلے انھین نے مطیع و فرمان بردار بنا کر اُس سے سواری و بار برداری وغیرہ کے

کام لئے تھے - لیکن سب سے زیادہ معرکۃ الآرا ایجاد "پہیے" کا بنانا تھا جسکے بغیر انسان کی ترقی ناممکن تھی اور جسکے لئے دنیا ہمیشہ انکی ممنون و مشکور رہے گی - یہی تھے جنھون نے مصر و بابل مین پہیون کے ذریعہ سے سب سے پہلے کوئون سے پانی کھینچا - جنگی گاڑیان بنائین اور باربرداری کے چھکڑے بنائے جنسے افواج کی نقل و حرکت اور دور و دراز کے سفر آسان ہو گئے۔

انھین کی نسل مین چینیون نے کاغذ بنایا - چھاپے کا فن ایجاد کیا - بارود و قطب نما کا استعمال دریافت کیا اور اسی طرح اور بہت سی چیزین اختراع کین جنکی مثال کسی دوسری پرانی قوم مین نہین ملسکتی۔

فی الجملہ تورانیون نے اس دنیا مین بڑے بڑے کارنمایان کئے - لیکن انھین اگر مجموعی طور سے دیکھا جائے تو ایک عجیب بات معلوم ہوگی یعنی ترقی کے ایک خاص درجہ پر پہونچکر یہ یکایک رک جاتے ہین اور آگے نہین بڑھ سکتے - یہ بھی قسمت کی خوبی ہے کہ زمین کو بونے و جوتنے والے تو یہ تھے مگر اُس سے فائدہ اُٹھانے والی دوسری ہی قومین ہوئین - یہ تو بڑی بڑی چیزون کو ایجاد کرکے رہ گئے مگر انپر اپنی عقل و ذہن سے ترمیم و اصلاح کرکے گوئے سبقت لیجانا دوسری اقوام کا کام تھا - انکی سب سے بڑی مثال چینی ہین کہ کسی زمانہ مین انکا تہذیب و تمدن کسقدر بڑھا چڑھا تھا لیکن اب وہ ہزارون برس سے اسی ایک حالت مین پڑے ہوئے ہین - آگے بڑھنے کی حتی الامکان کوشش کر رہے ہین مگر ابھی تک کوئی صورت کامیابی دکھائی نہین دیتی - تبت والون پر بھی یہی بات صادق آتی ہے کہ انکا تمدن بھی بہت قدیم تھا - لیکن ابھی تک اسی حالت مین ہے - البتہ صرف ایک قوم اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نظر آتی ہے یعنی جاپانی - انکی ترقی ضرور یہ امید دلاتی ہے کہ اگر دوسری تورانی نسلین بھی انکی تقلید کرینگی تو شاید انکے بھی دن کبھی پھر جائین گے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ جب تورانیون مین دوسری اقوام کا خلط ہو گیا تو انمین ترقی کرنیکا مادہ بھی پیدا ہو گیا ہے - یہ دوسری نسلین آریا و سامانی ہین جو عیسائی روایات کے مطابق حضرت آدمؑ کے دوسرے لڑکے ہابیل کی اولاد سے ہین اور اُس بد دعا سے بچ گئی ہین جسنے تورانیون کو ہمیشہ ذلیل و خوار کرکے آجکل پستی و تنزل کے غار مین ڈال دیا ہے۔

ل - ح - خ

قومی زبان
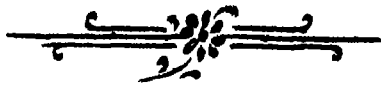
مہاتما گاندھی نے نان کواپریشن تحریک سے بہت پیشتر اس بات پر زور دیا تھا کہ ہندوستانیوں کو ہندوستانی زبانوں کی ترقی کے لیے سخت کوشش کرنا چاہیے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ ہندی ایک ایسی زبان ہے جو آسانی سے تمام ہندوستان مین رائج ہو کر سمجھی جا سکتی ہے - وہ اُردو اور ہندی مین کچھ تمیز نہین کرتے کیونکہ زبان تو ایک ہی ہے صرف حروف کی شکل مختلف ہے - اُن کے پولیٹکل خیالات سے کسی کو اتفاق ہو یا نہ ہو مگر اسمین کچھ شبہہ نہین کہ ہندی اور اُردو کی نسبت اُن کا خیال بالکل درست ہے - قومی زبان قومیت کی جان ہے پولیٹکل نکتہ خیال سے بھی اگر یہ ضروری ہے کہ تمام ہندوستان کے لوگ ایکدوسرے کے خیالات کو سمجھ سکین تو یہ بھی ضروری ہے کہ ملک مین ایک عام فہم زبان موجود ہو اور اُس کی ترقی کے لیے اہل ملک کوشش کرین - اِسوقت یہ پایہ کچھ حد تک انگریزی زبان نے حاصل کیا ہے - آسام - بنگال - بمبئی - مدراس - پنجاب - آگرہ اور اودھ و دیگر حصص ہندوستان کے لوگ اِسوقت انگریزی زبان کے ذریعہ سے اپنے خیالات دوسرے صوبون کے لوگون تک پہونچاتے ہین - تبادلہ خیالات کے لیئے عام مجمعون مین انگریزی زبان مین تقریرین کیجاتی ہین تاکہ سب لوگ آسانی سے سمجھ سکین - ورنہ اہل پنجاب کیلیئے اہل مدراس کی زبان کا سمجھنا ناممکن ہے - ایسا ہی حال اخبارون کا ہے - انگریزی اخبارون کی بدولت ملک کے مختلف حصون کے رہنے والے ایک دوسرے کے خیالات سے فائدہ اُٹھاتے ہین مگر زبان انگریزی کا یہ زور قومی زندگی کے لیے جہان ایک حد تک مفید ہے زیادہ حد تک مضر بھی ہے انگریزی ایک غیر ملک کی زبان ہے اُسکا ہندوستان کی زبانون سے کچھ تعلق نہین اور اہل ہند انگریزی زبان مین خواہ کتنی ہی لیاقت پیدا کرین یہ قومی زبان نہین بن سکتی - ہر ایک قوم کی زبان اس قوم کی قدیم زندگی اُسکی

قدرتی احساس اور اُسکی دل و دماغ کا نچوڑ ہوتی ہے اور اس لیئے قومی زبان وہ ہوتی ہے جسکو ملک کے بچے سمجھتے ہین یا تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر سمجھ سکتے ہین۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ بنگالی۔ ہندی۔ پنجابی۔ اور کئی زبانین ایسی ہین جو زبان سنسکرت کی بنیاد پر بنی ہوئی ہین اگر کوئی شخص سنسکرت جانتا ہو تو وہ اس بیان کی آسانی سے تصدیق کر سکتا ہے اِسی لیئے ہندوون مین اس بات پر قریبًا اتفاق ہے کہ ہندی زبان تمام ملک کی عام فہم زبان ہوسکتی ہے۔ اور جبکہ کئی سو برس سے ہندوٗن نے شوق سے عربی کو پڑھا ہے اور فارسی اور اُردو مین کمال حاصل کیا ہے کوئی وجہ نہین ہے کہ مسلمان صاحبان موجودہ زمانہ مین جبکہ ہندو مسلمانون کا اتفاق ملک کی ترقی کے لیئے نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے ہندی مین لکھنے کی لیاقت پیدا نہ کرسکین۔ وہ اُردو کو بھی جاری رکھین جیسا کہ خود ہندو بھی اُردو مین کتابین اور اخبار لکھتے ہین مگر موجودہ ضروریات کی مطابق مسلمانون کے لیئے ہندی سے واقف ہونا ایک اعلیٰ ترین فرض ہے وہ ہندی پڑھکر ہندو قوم کی روحانیت سے واقف ہوجائینگے اور اُن کو معلوم ہوگا کہ ہندو قوم کے خیالات و جذبات کیا ہین۔ کئی سال ہوے بابو ساردا چرن متر جج ہائی کورٹ کلکتہ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہندوستان کے مختلف حصون کی سب زبانین اگر دیوناگری حروف مین لکھی جائین تو بہت تھوڑے عرصہ مین وہ لوگ جو دیوناگری سے واقف ہین ہندوستان کی تمام زبانون کو سمجھنے لگین گے۔ اس تجویز کی ترقی کے لیئے مرحوم نے دیوناگر نامی ایک رسالہ بھی شایع کیا تھا جس مین ہندوستان کے مختلف صوبون کے انشا پرداز اپنے مضامین دیوناگری حروف مین لکھتے تھے افسوس ہے کہ ملک نے اِس بیش بہا مشورہ سے فائدہ نہین اُٹھایا۔ بنگالیون کو اس بات کا گھمنڈ ہے کہ ہم بنگالی حروف کو کیون چھوڑین سکھون کو اس بات کی شکایت ہے کہ اگر دیوناگری مین پنجابی الفاظ کو لکھنا شروع کردیا تو ان کی گورمکھی حروف کو نقصان پہنچیگا اسی طرح کا اعتراض دوسرے لوگ بھی کرتے ہین مگر قومی ضرورت کو کوئی نہین سمجھتا۔ انگریزون کے ملک کی طرف دیکھیئے۔ اسکاٹ لینڈ والون کی زبان انگلینڈ والون کی زبان سے مختلف ہے دونون ملکون مین تین چار سو برس ہوے سخت دشمنی تھی اُن مین بڑی

بڑی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ اہل ویلز کی زبان انگریزی زبان سے مختلف ہے ایرلینڈ کی زبان انگریزی سے مختلف ہے مگر قومی ضرورت نے ان سب ملکوں کو انگریزی زبان کا حامی بنا دیا اور اب بہت عرصہ سے سکاٹ لینڈ۔ آئرلینڈ۔ ویلز مین انگریزی زبان ایک عام فہم زبان ہے وہان کے لوگ انگریزی سیکھتے ہین اور اِس زبان مین نثر و نظم لکھکر قومی ترقی کرتے ہین شمالی امریکہ کا وسیع براعظم ہے جس مین سب سے پہلے انگریز لوگ آباد ہوے تھے انگریزی زبان کا حامی ہے وہان سب سرکاری کاروبار انگریزی مین ہوتا ہے اور گو وہان یورپ کیا تمام دنیا کے آدمی ہر سال لاکھون کی تعداد مین جاکر آباد ہوتے ہین قانوناً ہر ایک شخص کے لیئے انگریزی زبان سیکھنا ضروری ہے۔ مختلف قومون کے لوگ امریکہ مین اپنی اپنی ملکی زبان مین بھی اخبار اور کتابین شایع کرتے ہین مگر مشترکہ قومی اغراض کے لیئے انگریزی سیکھتے ہین اور اُسکا استعمال کرتے ہین۔ کوئی وجہ نہین کہ مشترکہ قومی ضرورتین اہل ہند کی آنکھین نہ کھولین۔ انگریزی زبان اس ملک مین ضرور سیکھی جائے گی اور ضرور سیکھنی چاہیئے۔ یہ ایک زبردست اور ترقی کرنے والی قوم کی زبان ہے سیکڑون برس کی کوشش سے یہ زبان ایسی ترقی کر چکی ہے کہ ہر شخص جو اُسکو جانتا ہے اسکو لکھ پڑھکر اور سنکر خوش ہوتا ہے کون سا باریک خیال ہے جو انگریزی زبان مین بیان نہین ہوسکتا کون سائنس ہے جسکی ادق اصطلاحین انگریزی زبان مین موجود نہین۔ تمام دنیا مین اس زبان کا ڈنکہ بج رہا ہے کوئی تعجب نہین کہ اہل ہند اوس پر ایسے دلدادہ ہین کہ دن اور رات انگریزی پڑھنا چاہتے ہین انگریزی بولنا چاہتے ہین مگر اس شوق کی حد ہونی چاہیے سو ڈیڑھ سو برس سے اہل ہند ترقی کی دُھن مین حب الوطنی کے جوش مین انگریزی لکھ پڑھ رہے ہین مگر ذرا دریافت فرمایئے تو معلوم ہوگا کہ چالیس پچاس کتابون کے سوا ابتک ہندوستانیون نے انگریزی کتابین نہین لکھین اِن کتابون کو کتنے آدمی پڑھتے ہین اور قومی زندگی پر ان کتابون کا کیا اثر ہوا ہے۔ اِس سوال کا جواب تسلی بخش نہین ملے گا۔ جسقدر محنت رامیش چندر دت۔ شوشی چندر دت۔ تورودت کیشب چندر سین۔ مسٹر راناڈے۔ مسٹر تلک اور چند دیگر مصنفون نے انگریزی زبان کی تحصیل مین کی اگر اسیقدر محنت وہ اپنی قومی زبان کی ترقی مین کرتے تو نتیجہ بالکل مختلف

ہوتا۔ مین یہ نہین کہتا کہ انگریزی تعلیم سے ہمارے ملک کو فائدہ نہین پہونچا۔ فائدہ ضرور پہونچا ہے مگر باوجود سخت محنت کے ہم انگریزی زبان مین بہت کم ترقی کر سکتے ہین اُسکے مقابلہ مین ہماری بہت تھوڑی سی محنت سے ہماری قومی زبان بلند پایہ پہونچ سکتی ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ گو ہمارے ملک کے سچے خیرخواہ باواز بلند اس بات پر زور دے رہے ہین کہ ہندوستانی زبانون کی ترقی کرنی چاہئے مگر جسقدر زور دوسرے معاملات پر دیا جا رہا ہے اسقدر جوش ملکی زبان کی ترقی کے واسطے ظاہر نہین ہوتا ہم تمام دن انگریزی بولتے ہین انگریزی پڑھتے ہین انگریزی مین بات چیت کرتے ہین انگریزی لکھنے بولنے اور سننے سے ہمکو خاص خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بعض ہندوستانی ججان انگریزی کے ایسے عاشق ہین کہ گو انگریزی دان وکیل جج صاحب کو جواب ہندوستانی مین دیتے ہین اور بحث ہندوستانی مین کرتے ہین مگر جج صاحب اپنی گفتگو انگریزی مین کرتے ہین۔ انبالہ مین ایک ڈسٹرکٹ سشن جج ایسے آئے تھے کہ وہ ہندوستانی زبان اچھی طرح بولتے اور سمجھتے تھے اُنھون نے وکیلون کو حکم دیا کہ ہندوستانی مین بحث کیا کرین یہ حکم وکیلون کو شروع مین بہت ناگوار گزرا کیونکہ انگریزی مین بحث کرنیکی عادت تھی مگر آہستہ آہستہ ہندوستانی مین بحث کرنا ایک معمولی بات ہوگئی نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہندی زبان مین اسوقت کئی رسالے اچھے پایہ کے چھپ رہے ہین۔ الہ آباد کا رسالہ سرسوتی۔ گریہ لکشمی اور دیگر رسالے بہت ہی مفید ثابت ہو رہے ہین اون مین ایسی سبق آموز کہانیان۔ ایسے عمدہ جیون چرتر (سوانح عمری) اور قدیمی حالات چھپتے ہین کہ ہمارے لڑکے لڑکیون کے لئے بالخصوص وہ بہت ہی عمدہ ثابت ہو رہے ہین۔ سائنس کے مختلف شاخون کے متعلق بھی اب ہندی مین بہت اچھی کتابین چھپ رہی ہین پنجاب احاطہ متحدہ الہ آباد و آگرہ راجپوتانہ صوبہ وسط ہند۔ بہار حیدر آباد دکن کلکتہ اور بمبئی مین ہندی آسانی سے سمجھی جاتی ہے صرف بنگال بمبئی اور مدراس احاطون مین کوشش کی ضرورت ہے وہان ہندی زبان کا پرچار کرنے سے لوگون مین ہندی کا شوق بڑھتا جائیگا۔ مہاتما گاندھی اور پنڈت مدن موہن

کل آریہ سماج اور سناتن دھرم سبھائین جینی - دیو سماج اور رادھا سوامی مت والے
سب کے سب ہندی کے مددگار ہین - مہاتما گاندھی کے مشورہ سے ڈاکٹر پران جیون مہتہ بیرسٹر
ایٹ لا نے کئی قابل قدر رسالے ہندی کی حمایت مین خصوصًا اور دیگر ہندوستانی زبانون کی
حق مین عمومًا لکھے ہین - یہ رسالے مہاتما گاندھی کے احمد آباد آشرم سے مل سکتے ہین - اُردو کی
ترقی بھی اچھی ہو رہی ہے ایک طرف یہ حالت ہے کہ مسلمان صاحبان ہندی سے بالکل ناواقف
ہین مگر لاکھون ہندو اُردو کو آسانی سے پڑھتے لکھتے اور بولتے ہین وجہ یہ تھی کہ مسلمانون کے
عہد حکومت مین ہندو فارسی پڑھتے تھے - اُردو کا پڑھنا ایک معمولی بات تھی رفتہ رفتہ
ہندوون مین بہت لوگ اُردو انشا پردازی اور شاعری مین باکمال ہو گئے اِسوقت بھی
اُردو کے کئی رسالے اور اخبارات ہندوؤن کی ایڈیٹری مین شایع ہو رہے ہین - اِس
معاملہ مین اب مسلمانون کو بھی کچھ فیاضی اور کچھ موقع شناسی ظاہر کرنی چاہیئے - ضرورت
زمانہ کے مطابق دونون قومون کو اپنے باہمی جھگڑے چھوڑ کر یکتائی پیدا کرنا چاہیئے مسلمانون
کے ساتھ مین سکھون سے بھی مخاطب ہوتا ہون ہندوؤن کی طرح ہمارے سکھ بھائی بھی
فارسی اور اُردو مین اچھا کمال حاصل کرتے رہے ہین اسوقت بھی غالبًا اُن کے چند اخبار
اُردو مین شایع ہوتے ہین - اُنکو کسی وجہ سے یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہندو قوم اُن کی سخت
دشمن ہے اور اُن کو ہندوون کی مخالفت اور اُن سے علیحدگی اختیار کرنی چاہیئے - معلوم
نہین ہندوؤن کا قصور ہے یا سکھون کا - اب بہتر ہے کہ گذشتہ کو صلوٰۃ کہا جائے اور
آیندہ کے لیئے احتیاط کی جائے ورنہ اِس تو تو مَین مَین مین بیش قیمت وقت ضائع ہوجائیگا
اور بیشتر کہ ترقی کے لیئے جو کام کرنا ہے وہ رہجائیگا - جو لوگ گورمکھی پر دلدادہ ہین وہ ضرور
گورمکھی سیکھتے رہین اُسکے ساتھ اگر وہ ہندی اور اُردو بھی سیکھ لین تو کیا مشکل ہے - زبان
مین تو فرق تھوڑا ہے صرف لکھنے کے حروف مختلف ہین - ہندوؤن کے لیئے بھی اُردو یا
گورمکھی کا سیکھنا مشکل نہین اگر دل مین محبت ہو تو سب کام آسان ہو جاتے ہین - ایک سے
زیادہ زبانون کا جاننا ایک لیاقت کی بات ہے - انگریزون کی ولایت مین اکثر آدمی کئی
کئی زبانین جانتے ہین لارڈ ہالڈین جرمن زبان سے ایسے واقف ہین جیسے انگریزی سے -

پروفیسر میکس مولر نے سنسکرت زبان دانی مین بڑا کمال پیدا کیا تھا۔ ملک فرانس کی زبان کو تو قریبًا ہر ایک انگریز جانتا ہے وہ دوسری زبانون سے اپنی زبان مین عمدہ عمدہ کتابون کے ترجمے کر کے اپنی زبان کے علمی خزانہ کو مالامال کرتے ہین۔ کیا ہی اچھا وقت ہوگا جبکہ تمام ملک کے ہندو اور مسلمان ہندی مین لکھنا اور پڑھنا سیکھ جائینگے بنگال اور مدراس اور بمبئی احاطہ کے مرد وزن ہندی کتابین پڑھکر پریاگ اور کاشی نواسیون کے خیالات سے ویسے ہی واقف ہو جائینگے جیسے کہ وہ اپنے صوبہ کے مصنفون کے خیالات سے واقف ہوتے ہین تمام ملک یک دل اور یک جان ہو جائیگا پچھلے دنون مین انگلستان کے ملک الشعرا شیکسپیر کے برسی کے متعلق بڑے دھوم دھام سے جلسے ہوتے رہے ہین انکے ناٹکون کا کھیل بڑی لیاقت سے تھیٹرون مین دکھایا گیا ہے اور لوگون نے اپنی قومی شاعر کی لیاقت کی وہ داد دی ہے کہ باید وشاید۔ پرماتما وہ دن جلد لادین کہ اہل ہند بھی قومی زبان کو قومیت کی جان سمجھنے لگین۔

مادھورام

دودھ بچون کی قدرتی خوراک ہے۔ اس مین پانی کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اس لیئے اسکو پی کر بھوک اور پیاس دونون مٹ جاتی ہین۔ جو چھوٹے بچے پانی پینا نہین چاہتے اور نہ اناج کھا سکتے ہین انکو دودھ سے پوری تسلی ہو جاتی ہے جن ملکون مین اچھا اور کافی دودھ ملجاتا ہے وہان چھوٹے بچے بہت کم مرتے ہین اسکے برخلاف ہمارے ملک مین دودھ پینے والے بچون کی موت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ آنجہانی لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء کانفرنس مین استقبالیہ کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے حسبذیل اعداد پیش کیئے تھے۔

عمر	انگلینڈ اور ویلز	آسٹریلیا	ہندوستان
۱ سے ۲ تک	۵ فیصدی	[illegible] فیصدی	۸،۴ فیصدی
۲ سے ۳ تک	[illegible] فیصدی	۱۲ فیصدی	۱۲ فیصدی
۳ سے ۴ تک	۶ فیصدی	۱۰ فیصدی	۱۳ فیصدی
۴ سے ۵ تک	۹ فیصدی	۱۳ فیصدی	۱۱ فیصدی

ان سے ظاہر ہے کہ جس وقت بچون کو دودھ
پینے کی ضرورت رہتی ہے اس وقت تک ہندوستان
مین بچون کی موت کی تعداد اور ملکون کی نسبت
بہت زیادہ ہے لیکن جب بچے اناج کھانا
شروع کر دیتے ہین پھر یہ تعداد یکسان ہو جاتی

اعلیٰ تعلیم کے سارے مرکزون مین سے جوکہ زمانہ قدیم مین ہمارے ملک مین تھے سب سے مشہور ٹکسیلا کا شہر تھا۔ جوکہ گاندھار کا دارالخلافہ تھا۔ باوجود اس کے کہ بہت زیادہ فاصلطے کرنا پڑتا تھا۔ اور سفر مین مشکلات اور خطرے تھے۔ سارے ملک سے سب فرقون کے طالب علم اس یونیورسٹی کے مشہور عالم پروفیسرون کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے یہان اکٹھے ہوتے تھے کسی کی تعلیم مکمل خیال نہین کیجاتی تھی۔ جبتک کہ وہ ٹکسیلا مین پڑھکر نہ آئے ہمین 'تیلا شتی جتکا' سے پتہ لگتا ہے کہ دُور دُور کے بادشاہ اپنے لڑکون کو ٹکسیلا بھیجتے تھے۔

اس یونیورسٹی کا سب سے زیادہ ضروری اور قابل توجہ پہلو اسکا رہائشی طریقہ تھا۔ سب طالب علمون کو یونیورسٹی کے بورڈنگ ہوسٹون مین رہنا پڑتا تھا۔ 'تیلا مشتی جتکا' سے ہمین پتہ لگتا ہے کہ ٹکسیلا مین دو قسم کے طالب علم رہا کرتے تھے۔ ایک تو وہ جو پروفیسرون کو فیس ادا کرتے تھے۔ دوسرے وہ جو مفت تعلیم پایا کرتے تھے۔ جب طالب علم یونیورسٹی مین داخل ہونے کے لئے آتے تھے۔ تو انھین پروفیسرون کو بتانا پڑتا تھا کہ وہ کس قسم کے طالب علم بنینگے۔ مثلاً شہزادے برہمدت سے پروفیسر نے پوچھا کہ تم فیس لائے ہو یا تعلیم کے عوض مین کام کرنے کو ترجیح دیتے ہو۔ جو لڑکے فیس ادا کرتے تھے اُن کو پروفیسرون کے گھر مین اسکے بیٹون کی طرح رہنے کی اجازت مل جاتی تھی۔ اور وہ اپنا سارا وقت محض مطالعے مین گذارتے تھے۔ لیکن جن لڑکون کے پاس روپیہ ادا کرنے کیلئے نہین ہوتا تھا وہ دن مین کوئین سے پانی کھینچنے اور لکڑیان وغیرہ لانے کے کامون مین مصروف رہتے۔ اور رات کو مطالعے مین مشغول ہوتے تھے۔

نوجوان جو ٹکسیلا کو حصول تعلیم کیلئے جاتے تھے عام طور پر اپنے ساتھ ایک ہزار کرشن پان [1] KARASHA PANS لاتے تھے اسمین سب خرچ شامل تھے۔ جوکہ یونیورسٹی کی رہایش مین برداشت کرنے پڑتے

[1] ایک کرشن پن وزن ماشہ سونے کی برابر ہوتا تھا۔

تھے - مگر اُن طالب علمون کیلئے بھی جو افلاس کی وجہ سے خرچ ادا نہین کر سکتے تھے علم کے دروازے کسی طرح سے بند نہین تھے - بہت جگہون پر غریبون کو مفت تعلیم دینے کا خاص انتظام تھا - روخٹ کے سے ہمین معلوم ہوتا ہے کہ BODHI SATWA بودھی ستوا نے معلم کی شہرت حاصل کرنے کے بعد بنارس مین پانچسو طالب علمون کو علوم و فنون سکھائے - ہمین پتہ لگتا ہے کہ اُسوقت بنارس کے باشندون نے غریب طالب علمون کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا تاکہ وہ تعلیم مفت حاصل کر سکین -

اُستادون اور طالب علمون مین نہایت گہرے تعلقات ہوتے تھے اور استاد اپنے طالب علمون سے اپنے لڑکون کیطرح سلوک وا رکھتے تھے - نوعمر شہزادے بھی ٹکسیلا کو اپنے ساتھ صرف ایک جوڑی کھڑاؤن کی اور ایک چھتری لے جاتے تھے - ایک ہزار کرشں پان کی رقم جو وہ اپنے ساتھ لے جاتے تھے تعلیم کے شروع ہی مین پروفیسرون کو دیدیتے تھے - وہ کوئی جیب خرچ تماشون یا سیر کیلئے نہین رکھ سکتے تھے - ایک واقعہ سے جسکا ذکر "جوٹسنہ جٹکا" مین آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ شہزادون کو بھی اپنے ذاتی اخراجات کے لیئے ایک کوڑی رکھنے کی اجازت نہین تھی - یونیورسٹی کے طالب علمون کو اپنے حسب منشاء دریا پر نہانے تک کیلئے جانے کی بھی اجازت نہین تھی - نہانے کے موقعہ پر پروفیسر اُن کے ساتھ جاتے تھے - معمولی سی معمولی بیقاعدگی کی سخت سزا ملتی تھی -

طالب علمون کو علی الصباح مرغ کی بانگ دینے کے وقت جاگنا اور اپنے مطالعہ مین مشغول ہونا پڑتا تھا - اگر وہ مرغ کے غلط وقت پر بانگ دینے پر جاگ پڑتے تھے - تو اُن کو بہت تکلیف ہوتی تھی - اگر وہ آدھی رات کے وقت جاگ پڑتے تھے اور مطالعہ مین مشغول ہو جاتے تھے - تو اُن کو نیند کے زور سے صبح تک پڑھنا مشکل ہو جاتا تھا برعکس اس کے اگر وہ دیر کر کے سورج کے چڑھنے کے وقت اٹھتے تھے - تو اُن کے پاس اپنے سبق یاد کرنے کیلئے کافی وقت نہین رہتا تھا - گھر مین مطالعے کے دو حصے ہوتے تھے - کتابون کی مدد سے پڑھنا اور اس کے بعد سبقون کو دوہرانا اور زبانی یاد کرنا -

ہمین جٹکون سے پتہ لگتا ہے - کہ پروفیسر تمام مشہور علما تھے جنکی شہزادے سے لیکر کسان تک بڑی عزت کرتے تھے - اس بات کو یقین کرنے کے دلائل ہین کہ وہ سب برہمن نہین تھے - پانچ سو طالب تک ایک پروفیسر کے پاس پڑھتے تھے - البتہ پروفیسرون کے کئی نائب پروفیسر مدد کرتے تھے - بعض حالتون مین بڑے کلاسون کے طالب علم بھی مدد کرتے تھے -

یونیورسٹی مین تین بڑے وید ون اور اٹھارہ علوم اور فنون کی تعلیم ملتی تھی - ان اٹھارہ علوم کے نام مذکور نہین - کہین کہین بعض کا ذکر آتا ہے - علاوہ اس عام نصاب کے ہر ایک طالب علم ایک خاص علم یا حرفت مثلاً تیر اندازی - ہاتھیون کو قابو کرنے کا علم اور حکمت مین کامل دسترس حاصل کرتا تھا -

ہمکو یہ نہین فرض کر لینا چاہیے کہ ٹیکسلا کی یونیورسٹی اپنے طالب علمون کو محض کتابی تعلیم دینے پر اکتفا کرتی تھی - اس بات کو ثابت کرنے کی کافی شہادت موجود ہے - کہ اعلیٰ عملی تعلیم دیجاتی تھی اور ہر ایک طالب علم کو سیکھنا پڑتا تھا کہ اپنے علم کو کسطرح عمل مین لائے -

جب بنگال کا باشندہ جیوکا اس یونیورسٹی مین پڑھ رہا تھا تو اسے چھ یا سات میل کے نصف قطر دائرہ مین سب پودون اور بوٹیون کا عملی استعمال سیکھنا پڑا - اور اسکا بعد کا جراحی عملی استعمال ثابت کرتا ہے کہ یونیورسٹی اپنے آپ کو محض کتابی تعلیم پر محدود نہین کرتی تھی -

نصاب تعلیم ختم کرنے کے بعد طالب علم ملک مین سفر کرتے تھے تاکہ مختلف صوبون کی تاریخ اور علوم کا صحیح تجربہ اور براہ راست علم حاصل کرین - ایسے سفرون کا ذکر "سوما کیتو جتکا" اور "دری میکھ جتکا" مین آتا ہے اور ہمین پتہ لگتا ہے کہ ایسے سفر یونیورسٹی کی تعلیم کے کورس کو مکمل کرنے کیلیئے ضروری خیال کئے جاتے تھے -

ٹیکسلا کی کھنڈرات نہایت دلچسپ ہین - راقم سطور اُن کے مطالعہ مین محو ہے ہنوز کچھ حصہ ہی کھدا ہے محققین کا خیال ہے کہ ابھی بہت کچھ باقی ہے - خاک مین کیا موتی ہونگی کہ نہان ہونگی

سرائے کالہ راولپنڈی سے ۲۰ میل پر ایک اسٹیشن ہے وہان سے بہ کھنڈرات قریب ہین سرجان مارشل نے اپنا بنگلہ مقام مناسب پر بنا لیا ہے انھون نے ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے جسمین اپنی تحقیقات کا مفصل ذکر کیا ہے - جو واقعی قابل پڑھنے کے ہے بقول انکی ٹیکسلا کم از کم دو ہزار برس قبل مسیح آباد ہوا تھا - مہابھارت مین ذکر ہے کہ ٹیکسلا مین راجہ جنم نے ناگ کی قربانی کا یگ کیا تھا اور ساری مہابھارت یہان اُس موقعہ پر سُنائی گئی تھی - شہنشاہ کنشک کے عہد مین پشاور (پشپ پورہ یعنی پھولون کا شہر) دارالخلافہ قائم ہوا تھا - اسکندر اعظم نے ۳۲۶ قبل از مسیح ٹیکسلا کا علاقہ فتح کیا - اور یہان کے راجہ

نے اطاعت کی - پانچوین صدی عیسوی مین قوم ہن HUN نے اسکو تباہ کردیا - خیال کیا جاتا ہے کہ عرصۂ بدال تک یونیورسٹی کی تعمیرات نکلین گی -

زمانہ حال کو ناز ہے کہ یونیورسٹی کی زندگی اور اُسکی تعلیم نے ملک سدھار دیے ہین - حق تو یہ ہے کہ زمانہ حال کی یونیورسٹیان صرف طوطے تیار کر رہی ہین دماغ پر اتنا بوجھ ڈال رہی ہین کہ جسم کی پرورش اچھی نہین ہوتی اور تعلیم یافتگان کی ذہنی طاقتین پوری طور پر نشو و نما نہین پاتین مثل ٹیکسیلا یونیورسٹی کے نالندا یونیورسٹی (جو بڑاگاؤن کے پاس تھی) ایک دوسری یونیورسٹی اُسی پایہ کی زمانہ قدیم مین تھی - چینی سیاح ہیننگ تھینگ نے اُسکا مفصل حال اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری موجودہ یونیورسٹیان مقابلۃً گوے سبقت نہین لیگئین اور نہ کوئی خاص فضیلت دکھلا سکین ہین -

شمیم

آسودگی اور خوشی کسی صورت مین بالضرور توام نہین ہوتی، کئی آدمیون کو بظاہر تمام سامان راحت میسر ہوتے ہین - لیکن انھین زندگی وبال معلوم ہوتی ہے فطرت اپنے "چاہتے فرزندوں" کو جسقدر چاہیے دولت ثروت اعزاز - طول حیات بخش دے - لیکن اسے خوشی نہین عطا کر سکتی خوشی حاصل کرنا اپنا کام ہے

کوئی تو یہ خیال کرتا ہے کہ دنیا غیر آباد جگہ ہے جہان غم کے سوا کچھ بھی نہین - اور ہر طرف ظاہر داری نظر آتی ہے - دوسرے کے خیال مین دنیا وہ مقام ہے جہان دل لگی کا سامان موجود ہے - جس طرح رباب کا بجانا مشق سے آتا ہے - اسی طرح خوشی حاصل کرنیکے لیئے بھی مشق مددگار ہے - اگر درست وسائل استعمال کیے جائین تو خوشی حاصل ہو سکتی ہے - لیکن ہاتھ دھو کے اس کے پیچھے بھی نہ پڑنا چاہیئے - ورنہ وہی حال ہوگا جو زمانہ قدیم کے "شاعر" اور فیس کا ہوا - جونہی اس نے مڑ کے پیچھے کیطرف دیکھا وہ برزخ مین چلی گئی - اسی طرح خوشی کے پیچھے پڑنے سے خوشی دور ہو جاتی ہے -

---

لال فیتہ

(۱)

ذہانت کسی طبقہ کی میراث اور کسی اصول وراثت کی مطیع نہین، مسٹر ہری بلاس اسکی مجسم دلیل تھے وہ ذات کے کُرمی تھے، آبائی پیشہ زراعت تھا مگر بچپن ہی سے اُنکا شوق تعلیم دیکھکر والدین نے مصلحت سے کام لیا، اُنھین ہل مین نہ جوتا۔ خود موٹا کھاتے تھے موٹا پہنتے تھے اور موٹے کام کرتے تھے۔ لیکن ہری بلاس کیلئے مین چیزونکی کمی نہ تھی۔ باپ لڑکے کو رامائن پڑھتے دیکھکر پھولا نہ سماتا۔ گانون کے لوگ اسکے پاس سمَن، چٹھیان، لگان کی رسیدین پڑھوانے آتے تو اُسکا سر غرور سے اونچا ہو جاتا تھا۔ لڑکے کے "پاس" ہونے کی خوشی اور فیل ہونیکا غم اُسے لڑکے بھی سے زیادہ ہوتا تھا۔ اور اُسکے انعامات دیکھکر تو اُسکا [illegible] عرش معلےٰ پر جا پہونچتا تھا۔ ہری بلاس کا نشۂ علم ان ہواؤن سے اور بھی تیز ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ وہ ابتدائی مرحلے طے کرتے ہوئے میٹرکولیشن تک پہونچے۔ بوڑھے رام بلاس نے سمجھا تھا اب فصل کاٹنے کے دن آئے جب معلوم ہوا کہ تعلیم کی انتہا نہین بلکہ آغاز ہے تو اُسکا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ مگر ہری بلاس کا شوق طلب اس گرمی اور سردی سے مستغنی تھا۔ اس عزم قوی کے ساتھ جو اکثر نادار لیکن ذہین طلبا کا مابہ الامتیاز ہے وہ کالج مین داخل ہو گیا۔ اگرچہ وہ ایک رئیس کے لڑکے کو پڑھا کر تعلیمی مصارف نکال لیا کرتا تھا مگر وقتاً فوقتاً اُسے یکمشت رقمونکی ضرورت ہوتی تھی۔ اسکا بار رام بلاس پر تھا۔ غریب اب ضعیف ہو رہا تھا۔ اور کھیتی مشقت کا دوسرا نام ہے، کبھی موقع پر سینچائی نہ کر سکتا، کبھی وقت پر جُتائی نہ ہو سکتی۔ فصلین خراب ہو جاتین مگر ہری بلاس کی ضرورتون کو زاہدانہ توکل کیساتھ پورا کرتا تھا۔ کچھ اراضی بیع کرنی پڑی، کچھ رہن ہو گئی، کچھ قرضہ کی علّت مین نیلام ہو گئی۔ ہری بلاس کا ایم اے اسکی جائداد کا مرثیہ تھا۔ حسن اتفاق سے ملازمت کے دروازہ بھی اُس زمانہ مین انتخاب کا پہرہ نہ تھا۔ ہری بلاس مقابلہ کے امتحان مین شریک ہوئے۔ کامیابی یقینی تھی۔ ڈپٹی مجسٹریٹی کا منصب ہاتھ لگا۔ رام بلاس نے یہ خبر سُنی تو دیوانون کی طرح دوڑا ہوا ٹھاکردوارہ مین گیا اور ٹھاکر جی کے پیرون پر گر پڑا۔ اور دوسرے ہی دن سے نہ جانے کہان غائب ہو گیا۔ حقیقت خواب سے بھی زیادہ ہوشربا تھی۔

(۴)

ہری بلاس مین طباعی کیساتھ حُسنِ طبع کا میل ہوگیا تھا۔ صاف گو شیرین زبان، عزیب دوست تھے۔ اُنکے اوصاف کا سب سے نمایان پہلو انکی حق پسندی تھی۔ آئین کے دائرے سے جو بھر بھی نہ ٹلتے تھے۔ رعایا اُن سے دبتی تھی پر انھین پیار کرتی تھی۔ حکام اُنکی عزت کرتے تھے پر دلاً اُن سے بدظن رہتے تھے۔

اُنھون نے سیاسیات کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ اس شعبہ سے اُنھین خاص مناسبت تھی۔ اُنکا افسر قانون تھا۔ شخصی اور ذاتی احکام کی تعمیل اُنھون نے کبھی نہین کی۔ اسے وہ اپنا فرض نہ سمجھتے تھے۔ افسرونکو خوش ضرور رکھنا چاہتے تھے لیکن اُسی حد تک کہ اُنھین قانون کے پاک دائرون سے باہر نہ نکلنا پڑے۔

ملازمت کے پانچ سال گذر چکے تھے۔ وہ متھرا مین تعینات تھے۔ ٹھاکر جیت سنگھ کے گھر ڈاکہ پڑا۔ پولیس کو آسامیون پر شبہہ ہوا۔ کئی گانون کے آسامی ماخوذ ہوئے۔ شہادتین تیار ہوئین اور استغاثہ شروع ہوگیا۔ بیچارے کسان ناکردہ گناہ تھے۔ حاکم ضلع کے پاس فریاد لیکر دوڑے۔ لیکن حاکم ضلع ٹھاکر صاحب کے منت شناس تھے۔ سال مین دو چار بار اُنکے یہان دعوتین کھاتے۔ اُنکے علاقہ مین شکار کھیلتے۔ اُن کے موٹر اور فٹن پر سیر کرتے۔ آسامیونکی استدعا پر برہم ہوگئے۔ اُنھین سخت سُست کہکر دھتکار دیا۔ شعلہ اور بھی مشتعل ہوا۔ سارے علاقہ مین آگ لگ گئی۔ مسٹر ہری بلاس کے اجلاس مین استغاثہ پیش ہوا۔ صاحب بہادر نے انھین بنگلہ پر بلایا اور اس معاملہ مین انصاف مصلحت آمیز سے کام لینے کی تاکید کی۔ ہری بلاس نے بڑے غور سے مقدمہ کی سماعت کی۔ معلوم ہوگیا کہ شہادتین مصنوعی ہین۔ ٹھاکر صاحب کی زیادتی معلوم ہوئی۔ ملزمون کو بری کردیا۔ حاکم ضلع کو یہ فیصلہ ناگوار گذرا۔ اُنکی رپورٹ کی۔ تبادلہ ہوگیا۔

اسی طرح ایکبار انھین پنچ ذاتون کی حمایت کرنیکا یہی صلہ ملا۔ لکھنو مین مقیم تھے۔ وہان دیہاتی مدارس مین پنچ ذاتون کے لڑکے داخل نہ ہونے پاتے تھے۔ کچھ تو مدرسون کو احتراز تھا۔ اُن سے زیادہ طلبا کے والدین کو۔ ہری بلاس دورہ پر گئے تو یہ شکایت سُنی۔ مدرسونکی تنبیہہ کی۔ کئی آدمیون پر جرمانہ کیا۔ اُنکے پرگنہ کے زمینداروں نے یہ کیفیت دیکھی تو بگڑے۔ گمنام عرضیان فرضی شکایات سے بھری ہوئی حکام کے پاس پہونچنے لگین۔ تحصیلدارون نے زمیندارونکو اور بھی مشتعل کیا۔ کرمی ہوکر ایسے منصب پر مامور ہو۔ یہ سبھی کی نظرون مین کھٹکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی مدرسے بند ہوگئے۔ کئی مدرسون نے استعفے پیش کردیئے۔ ہری بلاس کی خاصی بدنامی ہوگئی۔ حاکم ضلع نے انکا وہان رہنا مصلحت کے

خلاف سمجھا۔ انکا تبادلہ کرادیا اور تنزل کیساتھ۔

ان نارسائیون کے باوجود ہری بلاس کا سا دیانت پرور، فرض شناس ملازم سارے صوبہ مین نہ تھا۔ اُنکے ذہن مین شاہی اعلان کے وہ پرشکوہ الفاظ نقش حجر ہو گئے تھے جنمین قانون کے احترام اور حق کی حمایت کو نظام سیاست کا مدار قرار دیا گیا ہے۔ فرہی حکام کی ناشناسیون کا اس نقش اطاعت پر مطلق اثر نہ پڑتا تھا۔ یہ اسی دور کی برکت ہے کہ مین ایسے منصب پہ مامور ہون ورنہ میرے لیئے یہ موقع کہان تھے؟ زیر دستون اور بیکسون کی اتنی بیکسو نکی اتنی حمایت کب ہوئی۔ مساوات کے اصول پر کب اسطرح عمل ہوا تعلیم کو یہ فروغ کب حاصل ہوا ایسی خیالات تھے جن سے متاثر ہو کر دوران جنگ یورپ مین مسٹر ہری بلاس نے ہر ایک ممکن طریق سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا اور رائے بہادری کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

(۳)

کرسمس کے دن تھے۔ رائے ہری بلاس اپنے بڑے بیٹے شیو بلاس سے باتین کر رہے تھے جو لاہور میڈیکل کالج کا طالب علم تھا اور تعطیل منانے گھر آیا ہوا تھا۔ اسی اثنا مین دو تین زمیندار صاحبان بھی آگئے اور شکار کی گفتگو شروع ہو گئی۔

ایک خانصاحب نے فرمایا۔ حضور آجکل مرغابیان خوب آئی ہوئی ہین۔ شکار کا اچھا موقع ہے۔

دوسرے ٹھاکر صاحب بولے۔ جس دن حضور چلئے کہین بیگار ٹھیک کر لیئے جائین۔ دو تین ڈونگیان بھی طے کر لی جائین

شیو بلاس نے پوچھا۔ کیا ابھی آپ لوگونکو بیگار ملتے جاتے ہین۔

خانصاحب۔ جی ہان ابھی تک تو مارپیٹ سے مل جاتے ہین اور ہمین چاہے نہ ملین حکامون کیلیئے تو محض حکم کی دیر ہے۔ ہان آیندہ خیریت نہین نظر آتی۔

ٹھاکر صاحب۔ جب سے کوئی لوگ بھرہ بھرتی ہوئے کے گئے تب سے کو کا مجاج نا ہین ملت ہے۔ بات تک تو سُنت نا ہین ہین۔ ای لڑائی ہمکا ملیا میٹ کے دیہس۔

شیو بلاس۔ آپ لوگ مزدوری بھی تو بہت کم دیتے ہین۔

ٹھاکر۔ ہجور پہلے دن بھر کے دوئی پیسا دیت رہن۔ اب تو چار دیت ہین۔

شیو بلاس۔ خوب! آپ چار پیسے تو مزدوری دیتے ہین اور چاہتے ہین کہ آدمیونکو غلام بنالین شہرون مین عام مزدورونکی مزدوری ۸ سے کم نہین ہے۔

خانصاحب - حضور بجا ارشاد فرماتے ہین - چار پیسے تو ایک آدمی کیلئے چبینہ بھر کو کافی نہین ہو سکتے - مگر رعایا جو تشدد کی ایسی عادی ہو گئی ہے کہ ہم چاہے مر رہو مہی کیون نہ دین پر بلا سختی کیئے مخاطب ہی نہین ہوتی - بیگار کا نام پڑا ہے - ہان یہ تو بتلایئے حضور جو کالج اور مدرسے بند ہو گئے تھے وہ ابھی کھلے یا نہین - سنتے ہین لوگ سرکاری عدالتون کو توڑ کر قومی عدالتین قائم کرنا چاہتے ہین - اور اس کام کیلئے کرورون کے چندے ہو رہے ہین -

رائے صاحب کو معلوم تھا کہ فیبو بلاس کیا جواب دین گے - اُنکے سیاسی خیالات سے واقف تھے - دونون آدمیون مین ان مسائل پر اکثر مباحثہ ہوا کرتا تھا - لیکن انھین یہ نہ منظور تھا کہ ان زمیندارون کے روبرو وہ اپنے خیالات ظاہر کرین - اسمین اُنکی سبکی تھی اور اُنکے منصبی وقار کو بھی نقصان پہونچتا تھا - اسلیئے اُنھون نے شیبو بلاس کو بولنے کا موقع نہ دیا - خود ہی بولے - مین تو اسے جنون سمجھتا ہون - اور کچھ نہین - لوگون کا گمان ہے کہ وہ ان کارروائیون سے ہماری سرکار کو شکست دین گے - اسی خیال سے پنچایتین کانگریس کمیٹیان، قومی مدارس، قائم کیئے جا رہے ہین - لیکن لوگ یہ بھول جاتے ہین کہ کسی ملکی نظام کا مدار ہمیشہ حق اور انصاف پر ہوتا ہے - اور جبتک ارباب حکومت ان اصولون سے گریز نہ کرین سلطنت کا زوال پذیر ہونا غیر ممکن ہے - ہماری سرکار نے ہمیشہ حق کو اپنا مطمح نظر رکھا ہے - ہر ایک فرقہ کو ہر ایک فرد کو اس حد تک قول و فعل کی آزادی ہے کہ اس سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہونچے - یہی حق پسندی ہماری سرکار کی سب سے زبردست معاون طاقت ہے اور کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہین ہو سکتی کہ سرکار نے جادۂ حق سے جو بھر بھی انحراف کیا ہے -

اتنے مین ڈاکیئے نے خطوط کا پلندا لا کر ڈپٹی صاحب کے سامنے رکھدیا - وہ پہلے سرکاری خطوط کھولنے کے عادی تھے - آج صرف ایک لفافہ سرکاری تھا - اُسے کھولا تو اندر سے سُرخ فیتہ مین بندھا ہوا ایک سرکاری مراسلہ نکل پڑا - اُسے غور سے پڑھنے لگے -

(۴)

آدھی رات گذر گئی تھی مگر مسٹر سری بلاس ابھی تک کروٹین بدل رہے تھے - سامنے میز پر ایک لیمپ جل رہا تھا - وہ اُسی سُرخ فیتے والے مراسلے پر بار بار نگاہین ڈالتے اور پھر خیال مین ڈوب جاتے وہ سُرخ فیتہ انھین حق اور راستی کے خون مین رنگا ہوا معلوم ہوتا تھا - وہ کسی قاتل کی خونبار آنکھین

تھین جو اُنکی طرف گھور رہی تھین، یا ایک شعلۂ سُرخ تھا جو اُنکے ضمیر در احساس حق کو نگل جانے کیلیئے اُنکی طرف لپکا آتا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے ابتک مین سمجھتا تھا کہ میرا کام انصاف کرنا ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ مین غلطی پر تھا میرا کام انصاف کرنا نہین، انصاف کا خون کرنا ہے۔ میرا فرض ہے کہ دیہاتون مین اخبارون مین لوگونپر نگاہ رکھون، جو لوگ کسانون کی حمایت پر آمادہ نظر آئین، جو لوگ انھین رسد اور بیگار دینے سے علانیہ یا اشارۃً روکین اُنکی تنبیہ کرون۔ ان سادھو سنیاسیون سے باز پرس کرون جو عوام مین دھرم اُپدیش کرتے پھرتے ہین۔ نہین جن لوگون کو چرخے اور کرگھے کے استعمال کی ترغیب دیتے ہوئے دیکھون، جیسے گاڑھے اور کھدر کے کپڑے پہنے ہوئے پاؤن اُسکا نام بھی اپنے روزنامچہ مین درج کرون۔ جو لوگ قومی مدارس کی امداد کرین، جو قومی مجلسون مین شریک ہون، نہین بلکہ اُن پاک نفسون کو بھی جو اپنی جان خطرہ مین ڈالکر وبا اور طاعون مین رعایا کی جان بچاتے ہین اور مفت دوائین تقسیم کرتے پھرتے ہین، سرکشون مین شمار کرون۔ اور مسکرات کے معاملہ مین چون وچرا کرنیوالونکو فوراً شکنجہ مین کس دون۔ خلاصہ یہ کہ مجھے قوم کے دوستون اور قوم کے خادمون کا دشمن بننا چاہیئے۔

انھون نے ایکبار پھر سُرخ فیتہ کیطرف دیکھا۔ جو نکیلے کے جھونکون سے کسی مار آتشین کی طرح اِدھر اُدھر رینگتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ہان تو ایسی حالت مین میرا کیا طرز عمل ہونا چاہیئے۔ مین سرکار کا غلام ہون مگر حکومت کا رُعب قائم کرنیکے لیئے نہین، بلکہ رعایا کی خدمت کرنیکے لیئے۔ تو جب قوم اور سرکار کے مفاد مین اسقدر تباین ہے تو میرے لیئے اسکے سوا اور کیا تدبیر ہے کہ اپنے تئین اس شکنجہ کا پرزہ نہ بننے دون۔ میرا منصبی تعلق عارضی ہے وطنی تعلق دائمی ہے۔

پھر کیا مین اپنے ذاتی مفاد کے خیال سے ضمیر کا خون کرون؟

ایک تو وہ ہین جو اپنے تئین قوم کی خدمت کیلیئے وقف کر دیتے ہین اُسکے لیئے طرح طرح کی اذیتین جھیلتے ہین۔ مین اپنے تئین ان سے کہین زیادہ قوم کا دوست سمجھتا تھا۔ ایک دیانتدار سرکاری ملازم کی ذات سے رعایا کو جتنا فیض پہونچ سکتا ہے اتنا دس قومی جان نثاران سے ممکن نہین لیکن جب سرکاری ملازمت مین قوم اور ملک کے خلاف کارروائی کرنا پڑے تو اس سے بڑھکر اور کیا ذلت ہوسکتی ہے کہ وہ پھر بھی اُسکی ہواخواہی کا دم بھرتا رہے۔ نہین نہین مین ایسا نہ کرونگا۔

لیکن گذران کی کیا صورت ہوگی؟ اتنا سرمایہ بھی تو نہین کہ دو چار مہینے بھی فراغت سے بیٹھ سکون

آہ جن بچون کو ناز و نعمت میں پالا انھیں اب بینوائی کا شکار بننا پڑیگا۔ جو خاندان ابتک امیرانہ طریق پر بسر کرتا تھا اُسے عسرت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ خاندانی جائداد میری تعلیم کے نذر ہو چکی نہیں اور کچھ نہوتا تو کاشتکاری ہی کرتا۔ کیسی قناعت کی زندگی تھی۔ پسینہ کی روٹی کھاتے تھے اور مزے کی نیند سوتے تھے تعلیم نے تکلفات کا عادی اور نمود کا غلام بنا دیا۔ غیر ضروری ضرورتون کا خوگر ہو گیا۔ تہذیب کے نشہ نے ستیاناس کر دی۔ ابتو اُس سادہ اور بے لوث زندگی کا خیال کرتے ہی روح فنا ہو جاتی ہے

افسوس! دل مین کیا کیا ارمان تھے، کیسے کیسے خیالی پلاؤ پکاتا تھا۔ شیو بلاس کو ولایت بھیجنے کا قصد تھا۔ سنت بلاس وکالت کا فیصلہ کر چکا ہے۔ سری بلاس ابھی سے مجسٹریٹی کی دُھن مین مست ہے۔ لڑکو نکو تو خیر اُن کے حال ہی پر چھوڑ دون تو وہ کسی نہ کسی طرح گذر کر ہی لین گے۔ لڑکیون کو کیا کرون سوچا تھا انکی شادی اونچے خاندان مین اور بلاقید تفریق کرونگا۔ وہ سب آرزوئین دل ہی مین رہی جاتی ہین نوکری تلاش کرون تو اتنی تنخواہ کہان ملی جاتی ہے۔ اور پھر رئیسون کے دربار مین سائی مشکل۔ سرکاری ملازمت سے دستکش ہونیوالے کیلئے کہین ٹھکانہ نہین اگر کسی نے ازراہ پرورش رکھ بھی لیا تو ہمیشہ اسکی مزاج داری کرنی پڑیگی۔ جو کبھی نہ کیا اُسی پر اپنے تعلق کا مدار رہیگا۔ یہ ذلت اب کس سے برداشت ہوگی۔ پرماتما مجھے اس مخمصے سے نکالو۔ میرے ہاتھون سے انصاف کا خون نہ کراؤ۔

(۵)

لال فیتہ کا مراسلہ آئے ہوئے ایک ہفتہ گذر گیا۔ رائے ہری بلاس نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہین کیا وہ ہر دم کچھ افسردہ خاطر رہتے۔ اجلاس پر بہت کم آتے اور آتے بھی تو مقدمات کی تاریخین ملتوی کر کے پھر چلے جاتے۔ لڑکون لڑکیون سے بھی بہت کم مخاطب ہوتے۔ بات چیت پر جھنجلا پڑتے۔ بیوی سے اپنی دقتو نکا ذکر کیا۔ لیکن وہ ترک ملازمت پر راضی نہوئی۔ لڑکون سے ذکر کرتے ہوئے انھین بہت تامل ہوتا تھا۔ انکی دلشکنی کا خیال مانع تھا۔ سرکار کے نیک ارادون پر اب اعتبار نہ تھا۔ اُسکی ملازمت کو اب وہ ذریعۂ نجات نہ سمجھتے تھے۔ ملازمت کا ایک ایک لمحہ اُن پر گران گذرتا تھا۔ مگر اپنی بیکسی کا احساس کشمکش کا خاتمہ نہونے دیتا تھا۔ کوئی ہنر۔ کوئی پیشہ، نہ جانتے تھے جسپر تکیہ کر سکتے۔ یہانتک کہ معمولی خرید و فروخت بھی جو ہزارون حرف ناشناسو نکا وسیلہ معاش ہے انکے لیے منزل ہفتخوان سے کم نہ تھی۔ وہ ملازمت کے سوا اپنے تئین کسی دوسرے کام کے قابل نہ پاتے تھے۔ یہ مجبوری اور بھی سوہان روح ہو رہی تھی

غرض اور قرض کی اُلجھن میں پڑے ہوئے انکی حالت واقعی قابل رحم تھی۔
آٹھویں دن اُنھیں خبر ملی کہ قریب کے کسی موضع میں منشیات کی روک تھام کیلئے کوئی پنچایت ہونیوالی ہے۔ اُپدیشک ہو بھی بھیجے جائیں گے، اور نشہ بازوں سے تاوان لیے جانے کے مسئلہ پر بھی غور کیا جائیگا۔ وہ تسلیم کرتے تھے کہ نشہ کا رواج ملک اور بالخصوص ادنیٰ طبقہ کے جان کا گاہک ہو رہا ہے۔ اور اُسکے انسداد کی کوشش ہمہ وجوہ قابل تعریف ہے۔ کئی سال قبل وہ صیغہ مسکرات کے کمشنر رہ چکے تھے۔ اسوقت وہ اس مسئلہ کو حاکمانہ نقطۂ نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مسکرات کی تخفیف کو خفیہ سازی اور خفیہ فروشی کا مترادف سمجھتے تھے۔ ٹیمپرنس فارمروں کی خیر سگالیاں انھیں گورنمنٹ کی بیجا مخالفت پر مبنی معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن زمانہ اور تجربہ کے ساتھ اس خیال میں بہت کچھ ترمیم ہو چکی تھی۔ اس لائل فیتہ والے مراسلے کے مطابق انکا فرض تھا کہ پنچایت کی کارروائیوں کو دیکھیں اور اگر اُسے ترک مسکرات کیلئے کسی کیساتھ سختی یا بیجا دباؤ ڈالتے دیکھیں تو اُسکا تدارک کریں۔ یہ طرز عمل انھیں سخت ناگوار معلوم ہو رہا تھا۔ انسانی اور منصبی فرائض کی کشاکش میں پریشان بیٹھے ہوئے تھے کہ حلقہ کا داروغہ پولیس کئی مسلح چوکیداروں کے ساتھ ان کی امداد کیلئے آپہونچا۔ ہری بلاس اسکی صورت دیکھتے ہی جل گئے۔ تحکمانہ انداز سے بولے، آپ کا یہاں کیا کام ہے؟
سب انسپکٹر۔ حضور کو اس پنچایت کی اطلاع تو ملی ہی ہوگی۔ وہاں شر و فساد کا اندیشہ ہے حضور کی ہمراہی کیلئے حاضر ہوا ہوں۔
ہری بلاس۔ مجھے اس قسم کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ہاں آپ کی بیجا مداخلت سے فساد ہونا یقینی ہے۔
سب انسپکٹر نے حیرت سے دیکھکر کہا۔ میں تو حضور کے ہمرکاب رہونگا۔
ہری بلاس۔ آپ کو میرے ساتھ چلنے کی ضرورت نہیں۔
سب انسپکٹر۔ مجھے سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر کا تاکیدی پروانہ ملا ہے کہ حضور کی امداد کیلئے حاضر رہوں۔
ہری بلاس۔ میں آپکے سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر دام اقبالہ و حشمتہ کا غلام نہیں ہوں۔
سب انسپکٹر۔ تو میرے لیے کیا ارشاد ہوتا ہے؟
ہری بلاس۔ آپ جاکر کچھ دنوں گھر بیٹھیے اور گناہوں کی تلافی کیجیے۔ امن عامہ کی بہت کچھ حفاظت کی۔ ڈاکے اور سرقے کا خوب انسداد کیا۔ غریبوں کا گلا بہت گھونٹا۔ زندگی کے باقی دن یاد الٰہی کی نذر کیجیے ممکن ہے اسکی رحمت سے چلتے چلتے اعمال کا بوجھ ہلکا ہو جاوے۔

یہ مجذوبانہ تقریر سنکر سب انسپکٹر صاحب کچھ سٹ پٹا سے گئے۔ خیال کیا یا تو ان حضرت نے آج شراب پی لی ہے یا اور کوئی ایسا صدمہ آپڑا ہے جس سے ان کے حواس مین فتور آگیا ہے۔ سلام کیا اور رخصت ہو گئے۔

ان الفاظ مین مسٹر ہری بلاس کی روحانی کشمکش اور انکا آخری فیصلہ دونون مخفی تھے۔ یہ گویا ان کے فیصلہ کا اعلان تھا۔ داروغہ جی نے ادھر رخصتی سلام کیا اور ادھر ہری بلاس نے اپنا استعفے لکھنا شروع کیا

(۶)

جنابمن! میرا عقیدہ ہے کہ نظام سلطنت مشیئت ایزدی کی ظاہری صورت ہے اور اُس کے قوانین بھی رحم، حق، اور انصاف پر قائم ہین۔ مین نے پندرہ سال تک سرکار کی خدمت کی۔ اور حتی الامکان اپنے فرائض کو دیانت داری سے انجام دیا۔ ممکن ہے حکام بعض موقعون پر مجھسے خوش نرہے ہون۔ اسلیئے کہ مین نے شخصی احکام کی اطاعت کو کبھی اپنا فرض نہین سمجھا۔ جب کبھی میرا احساس قانون اور حکم حاکم مین تناقض ہوا مین نے قانون کی پیروی کی۔ مین ہمیشہ سرکاری ملازمت کو خدمت ملک کا بہترین ذریعہ سمجھتا رہا۔ لیکن مراسلہ نمبر...... مورخہ...... مین جو احکام نافذ کیئے گئے ہین وہ میرے ضمیر اور اُصول کے مخالف ہین۔ اور میرے خیال مین اُنمین ناحق پروری کا اتنا دخل ہے کہ مین اپنے تئین اُنکی تعمیل کیلیئے کسی حالت مین آمادہ نہین کر سکتا۔ وہ احکام رعایا کی جائز آزادی مین مخل اور اُنکی سیاسی بیداری کے قاتل ہین۔

ان حالات پر نظر کرکے میرا اس نظام حکومت سے تعلق رکھنا قوم اور ملک کی ہتک کرنا ہے۔

دیگر حقوق کیساتھ رعایا کو سیاسی جد جہد کا بھی حق حاصل ہے اور چونکہ گورنمنٹ اس حق کو پامال کرنیکے درپئے ہے لہذا مین ہندوستانی ہونیکے اعتبار سے یہ خدمت انجام دینے سے معذور ہون اور استدعا کرتا ہون کہ مجھے بلا مزید تاخیر اس عہدہ سے سبکدوش کیا جائے۔

(۷)

احباب نے استعفے کی خبر سنی تو ہری بلاس کو سمجھانے لگے۔ مگر وہ اپنے ارادہ پر ثابت رہے۔ استعفے داخل کر دیا۔ اب بھی لوگونکو امید تھی کہ شاید حکام اسے جلد نہ منظور کرین۔ لیکن دوسرے ہی دن تار کے ذریعہ سے منظوری آگئی۔ ہری بلاس بہت خوش ہوئے۔ علی الصباح خوش خوش دفتر گئے اور ہنس ہنس کر چارج دیا۔ مگر شام ہوتے ہوتے اُنکی زندہ دلی غائب ہو گئی اور گوناگون تفکرات نے

آگھیرا۔ بزازکے کئی سو روپئے باقی تھے۔ ملازمونکی تنخواہین باقی پڑی ہوئی تھین۔ مکان کا کرایہ چھ مہینے سے نہ دیا تھا۔ حلوائی اور گوالے کا حساب بھی چکانا تھا۔ ان حساب داروں کا مجمع دیکھکر ہری بلاس کا دل بیٹھ گیا وہ ماہوار ادائیگی کے ایسے عادی ہو گئے تھے اور ایک معیّن تاریخ پر ایک معیّن رقم کا ہاتھ آجانا اُن کے لیئے ایسا فطری امر ہوگیا تھا کہ آج دوران ماہ مین یہ حساب کتاب کرنا انھین بلائے جان معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ بھی تہی دستی کی حالت مین۔ مجبوراً سیونگ بنک سے روپئے منگوائے اور حساب بیباق کر دیا یون معمولاً وہ کچھ حال اور باقی ملاکر اپنے سمجھنے کے مطابق روپئے دیا کرتے تھے لیکن آج حال اور باقی کی رقمین ملکر اسطرح بڑھین جیسے صاف فرش کو اُٹھا دینے سے نیچے خاک کا ایک انبار نظر آنے لگتا ہے انھین ابتک گمان بھی نہوا تھا کہ مین اس حد تک مقروض ہوگیا ہون۔ پاس بک مین ایک تشویشناک تخفیف ہوگئی۔ آخر ساز و سامان نیلام کرنیکا فیصلہ کیا۔ اب انھین رکھنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ دوسرے دن نیلام شروع ہوگیا اور چیزین ایک ایک کرکے اُن سے ترک موالات کرنے لگین۔ ہری بلاس برامدے مین مغموم بیٹھے ہوئے اس خانہ تباہی کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ کتنی ہی چیزین ایک مدت سے انکے پاس تھین۔ اب اُنکا جدا ہونا شاق گذرتا تھا۔ سب سے دلشکن وہ موقعہ تھا جب انکا گھوڑا اور فٹن نیلام ہونے لگے۔ وہ اس نظارہ کے متحمل نہ ہو سکے۔ گھر مین گئے تو انکی آنکھین آنسوؤن بھری تھین۔

سمترا نے ہمدردانہ انداز سے کہا۔ ناحق دل اتنا چھوٹا کرتے ہو۔ رنجیدہ ہونیکی کونسی بات ہے۔ یہ تو اور خوشی کی بات ہے کہ جس کام کے کرنے مین ادھرم ہوتا تھا۔ اُس سے نجات ہوگئی۔ اب کسی کا گلا کاٹنے کے لیئے کوئی تمھین مجبور تو نکریگا۔ روزی کا یہی ایک وسیلہ نہین ہے۔ بھگوان نے منھ چیرا ہے تو آہار بھی دینگے آخر اپنے بھائی بندون پر ظلم کرتے تو اُسکا دوش پاپ ہمارے ہی بال بچون پر نہ پڑتا۔ بھگوان کو کچھ اچھا ہی کرنا تھا۔ تبھی اُسنے تمھارے من یہ بات ڈالی۔"

ہری بلاس کو ان باتون سے گونہ تشفی ہوئی۔ پہلے ہی سمترا استعفے پر راضی نہوتی تھی لیکن شوہر کی روحانی کشمکش کا خاتمہ کرنے کے ارادے نے اس کی قناعت اور توکل کو بیدار کر دیا تھا۔

ہری بلاس نے سمترا کی طرف عقیدتمندانہ نظرون سے دیکھکر کہا جانتی ہو کتنی تکلیفین اُٹھانا پڑین گی۔

سمترا۔ تکلیفون سے کیا ڈرنا۔ دھرم کیلیئے آدمی سب کچھ سہ لیتا ہے۔ جان تک کی

پرواہ نہیں کرتا۔ آخر ہمیں بھی تو ایشور کے دربار میں جانا ہے۔ جب وہ پوچھتا کہ تم نے اپنے سکھ چین کیلئے اپنی آتما کا خون کیوں کیا تو اُسے کیا جواب دیتے؟

سری بلاس - کیا بتاؤں - یہ پاک اعتقاد مجھ میں نہیں ہے۔ مجھے تو مادی تعلیم نے نفس اور خواہشات کا غلام بنا دیا ہے۔ ایشور پر سے بھروسا ہی اُٹھ گیا۔ گو میں نے انھیں وجوہ سے استعفے دیدیا ہے لیکن مجھ میں وہ زندہ جاگتا ہوا ایمان نہیں ہے جو انسان کو فنافی الحق کر دیتا ہے۔ مجھے ابھی تک کچھ سوجھ نہیں پڑتا کہ آیندہ گذران کی کیا صورت ہوگی؟ شیو بلاس اگر سال بھر اور تعلیم جاری رکھ سکتا تو وہ اپنی تدبیر سنبھال لیتا۔ سنت بلاس کو ابھی کم سے کم تین سال تک سہارے کی ضرورت ہے اور غریب سری بلاس کی تو ابھی کوئی گنتی ہی نہیں۔ اب یہ بیچارے کہیں کے نہ رہیں گے۔ معلوم نہیں دل میں مجھے کیا سمجھتے ہونگے۔

شسترتا - اگر ایشور نے انھیں سمجھ دی ہے تو وہ اب تمھیں اپنا پیارا باپ سمجھنے کے بدلے دیوتا سمجھتے ہونگے۔

(۸)

رات کا وقت تھا شیو بلاس اور اُسکے دونوں چھوٹے بھائی بیٹھے ہوئے انھیں معاملات کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

شیو بلاس - اسوقت دادا کی حالت دیکھکر ارادہ ہوتا ہے کہ شادی نہ کروں کئی بار جی چاہا کہ چلکر اُنکی تشفی کروں لیکن اُنکے روبرو جاتے ہوئے مجھے خود رونا آتا ہے۔ آخر انھیں ہمیں لوگوں کی فکر ہے نہ، ورنہ ابھی کیا فکر تھی۔ چاہیں تو کسی کالج میں ملازمت کر سکتے ہیں۔ فلاسفی اور علم اقتصاد میں اُنھیں اچھا درک ہے۔

سنت بلاس - آپنے کالج سے اپنا نام خارج کرانیکی درخواست ناحق دیدی۔ ڈاکٹری کا صیغہ تو بُرا نہ تھا۔ آپ خانگی طور پر کام کر سکتے تھے۔ دادا سے بھی آپنے نہ پوچھا - انھیں خبر سنکر سخت رنج ہوگا۔

شیو بلاس - اسی وجہ سے تو میں نے ابتک اُنسے کہا نہیں۔ صیغہ کتنا ہی اچھا ہو لیکن میں اُسے معاش کا وسیلہ نہیں بنانا چاہتا۔ بس جو طے کر لیا ہے اُسی پر قائم ہوں۔ کیوں تم میری مدد کروگے نہ؟

سنت بلاس - میں تو ایم اے کے قبل شاید ہی آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔ اس سال مجھے معاف ہی رکھئے آیندہ سے کچھ نہ کچھ وقت ضرور آپ کے نذر کر دونگا۔

شیو بلاس - ایم - اے سے تمھیں کیوں اتنا عشق ہے؟

سری بلاس (شرارت آمیز تبسم کیساتھ) ایم اے کے معنی ہیں ماسٹر آف ......

سنت بلاس ۔ یہ میری بہت پُرانی آرزو ہے اور اب منزل مقصود سے اسقدر قریب پہونچکر قدم ہٹانا نہین چاہتا ۔

شیو بلاس ۔ اسکے بعد پھر وہی ایل ایل بی کا معینہ دور آئیگا اور تم موٹے حروف کے سائن بورڈ لگا کر موکلون سے دون کی لینا شروع کروگے ۔

سنت بلاس ۔ آپ تو اس انداز تحقیر سے کہہ رہے ہین گویا مین ایسا کرون تو کوئی شرمناک بات ہوگی بیشک مجھے یہ ہوس ہے اور مین اپنے تئین اسکے لیے قابل سرزنش نہین سمجھتا ۔ وکالت کے پیشہ سے مجھے عشق نہین چاہے ضرورت سے مجبور ہوکر اُسے اختیار ہی کیون نکرنا پڑے ۔ لیکن ڈگری سے ضرور محبت ہی ۔ آجکل انسان کی وقعت ڈگریون ہی پر منحصر ہے ۔ ابھی تک شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہوگا جو اپنی علمی ڈگریون سے دست بردار ہوگیا ہو ۔ وہ حضرات بھی جو تعلیمی عدم زعافت کے پیشوا بنتے ہین اپنے نامون کے پیچھے بڑی بڑی ڈگریون کا پچھلا لگانا معیوب نہین سمجھتے ۔ قومی مدرسون اور کالجون مین بھی انھین حضرات کی قدر ہے جو ولایت کی ڈگریان پائے ہوئے ہین ۔ یہی ہماری قیمت کا معیار ہی ۔ تو پھر مین ہی کیون اپنے اوپر جبر کرون بُرا نہ مانیئے گا اخبار کے ابتدائی ہفتون مین غالباً آپ بھی میرے مضامین ڈگریون کے اظہار کے بغیر ہی چاہینگے

شیو بلاس (نادم ہوکر) ہان یا ربات تو سچی کہتے ہو ۔ اسی کو روحانی غلامی کہتے ہین ۔

سنت بلاس ۔ اپنی پالیسی تو آپنے سوچ ہی لی ہوگی ۔ اگر آپ نے بھی وہی آئین اختیار کیا جو دوسرے اخبارون کا ہے تو علیحدہ اخبار نکالنے کی ضرورت ہی کیا ہی ؟

سری بلاس ۔ مجھسے تو آپ لوگ کچھ پوچھتے ہی نہین ۔ مین بھی مدرسہ چھوڑ رہا ہون ۔ کل میرا نام بھی اخبارون مین نکلے گا ۔

شیو بلاس ۔ تم میرے اخبار کے دفتر مین کلرک ہوجانا ۔

سری بلاس ۔ جی ہان سارے دن میز پر بیٹھے بیٹھے سر کون کھپائیگا ۔ مین نے تو کھیتی باری کرنیکا فیصلہ کر لیا ہے ۔ ہل جوتونگا اور نئی نئی فصلین پیدا کرونگا ۔

شیو بلاس ۔ ہان اخبار کی پالیسی کے متعلق تم سے گفتگو کرنیکا مجھے ابتک موقعہ ہی نہین ملا ۔ مین سیاسات کے اُلجھن مین نہ پڑکر تمدنی اصلاحون پر اپنی ساری قوت صرف کرنا چاہتا ہون ۔ ہم اسوقت آنکھین بند کیے ہوئے مغربی معاشرت کے پیچھے دوڑے جارہے ہین ۔ مین تکلف اور نمایش کی زندگی کے خلاف آواز

بلند کرونگا۔ "بیدار اور سادہ معاشرت" میرا اصول عملی ہوگا۔ مغرب کی تقلید نے دولت کو شرافت، انسانیت اعزاز اور وقار کا پیمانہ بنا دیا ہے۔ ہم اپنے اسلاف کی قناعت، اور اعتدال اور پاک نفسی کو بھول گئے ہین۔ جہان دیکھیئے وہین سرمایہ دارون کی، اہل دولت کی، زمیندارونکی نمود ہے۔ مین یکسونکی حمایت کو اپنا دستورالعمل قرار دونگا۔ گو یہ خیالات نئے نہین ہین، کبھی کبھی اخبارون مین ان مباحث پر مضامین نظر آجاتے ہین لیکن ابھی تک انکی وقعت عالمانہ استدلال سے زیادہ نہین ہے۔ اور وہ بھی یوروپ کے بعض فلاسفرونکی تقلید ہے۔ مثلاً ایڈورڈ کارپنٹر۔ رسکن۔ ٹالسٹائی وغیرہ۔ اِن خیالات کے موید اپنے اصول اور عمل مین ذرا بھی مطابقت نہین رکھتے اور اسیوجہ سے انکی تلقین کا کسی پر اثر بھی نہین پڑتا۔ میری زندگی ان اصولون کی زندہ مثال ہوگی۔ مین تم سے سچ کہتا ہون دولت کی یہ گرم بازاری دیکھکر کبھی کبھی مین اپنے ملک کیطرف سے مایوس ہوجاتا ہون۔ چھوٹے بڑے امیر و غریب سب اسکے غلام بنے ہوئے ہین۔ علم و کمال کی عزت ہی اٹھ گئی۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ بڑے بڑے تاجدار اہل کمال کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ ایک زمانہ یہ ہے کہ مذہبی تحریکین بھی اہل زر کی دست نگر رہتی ہین۔ ہمارے سادھو مہاتما اپدیشک کبھی دیہاتون مین بھولکر بھی نہین جاتے۔ وہ پرتکلف پنڈالون مین تقریرین کرتے ہین، موٹرون پر ہوا کھاتے ہین اور اہل زر کے مہمان ہوتے ہین۔ علما و فضلا بھی اسی معبود زرین کی پرستش مین سرگرم ہین جنھین بیدار اور سادہ معاشرت کا نمونہ بنا چاہیے تھا وہ نفس کے غلام بنے ہوئے ہین۔ ایثار دنیا سے معدوم ہوگیا۔

سنت بلاس۔ آپکے خیالات تو بالکل بالشویکون کے سے ہین۔ آپ کو معلوم نہین ہے کہ انھون نے علما اور فضلا کی کیا قدر کی ہے؟

شیو بلاس۔ خوب معلوم ہے۔ وہ علما اور فضلا اسی سلوک کے سزاوار تھے۔ جسطرح اہل زمین اپنی جائداد کو، اہل تجارت اپنی مصنوعات کو تن پروری کا وسیلہ بناتے ہین اُسی طرح ہمارے علما بھی اپنے کمال اور روشنی کو دولت پر قربان کرتے ہین۔ انکے لیئے تعلیم گاہون مین بیش قرار مشاہرے رکھے جاتے ہین انکی قدر و منزلت کا یہی معیار ہوگیا ہے۔ کیا یہ حالت افسوسناک نہین ہے؟

سنت بلاس۔ تو کیا آپ کا منشا ہے کہ ہم دو ہزار سال پیچھے کی نیم وحشیانہ طرز معاشرت اختیار کرین اس ترقی کے دور مین اس سادہ معاشرت کو واپس لانیکا خیال مضحکہ خیز ہے۔

شیو بلاس۔ تم مجھے خواہ مخواہ ایک طولانی مباحثہ مین کھینچے لیئے جاتے ہو۔ تم اس زمانہ کو اس نیچے

ترقی کا دور کہتے ہو کہ اسمین طبیعات نے حیرت انگیز ایجادین کی ہین - انسانی معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے اور دولت کمانے کیلیئے بے انتہا ذرائع نکل آئے ہین - اور قدیم زمانہ کو نیم وحشیانہ اور وحشیانہ دور اس لیئے کہتے ہو کہ اسوقت یہ ایجادین، یہ علمی انکشافات، یہ وسائل تجارت اور حصول زر نہ تھے - کیا مین تم سے پوچھ سکتا ہون کہ انسان کی زندگی کا تمھارے خیال مین کیا منشا ہے؟

سنت بلاس - انسان کی زندگی کا منشا ہے زندہ رہنا، قدرت کے عطا کیئے ہوئے وسائل سے فائدہ اُٹھانا، قدرت کے چھپے ہوئے خزانون کو ڈھونڈھنا انسانی زندگی کو زیادہ کامل، زیادہ وسیع زیادہ رفیع بنانا -

شیو بلاس - میرا تمسے کلی اتفاق ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ تم طبیعات اور نظریات کے قائل ہو مین تزکیہ اور تہذیب نفس کا، تم مجاز کے پیرو ہو - مین حقیقت کا - یہ لو دادا خود ہی ادھر آرہے ہین -

(۹)

تینون لڑکون نے اُٹھکر باپ کی تعظیم کی اور سر جھکا کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے - راجا صاحب نے متفکرانہ انداز سے شیو بلاس کیطرف دیکھکر پوچھا تمھارا کالج کب کھلے گا؟

شیو بلاس - کالج تو دوسری تاریخ کو کھل جائیگا - لیکن اب مین وہان نہین جانا چاہتا - استعفٰی بھیجدیا -

ہری بلاس - یہ تمنے کیا حماقت کی - کم ازکم مجھ سے پوچھ تو لیتے - کیا مجھے اتنا جاننے کا حق بھی نہین ہے

شیو بلاس - اتنی خطا ضرور ہوئی - لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا کورس ختم ہوگیا ہے اب صرف امتحان دینا باقی ہے - اور چونکہ مین اس پیشہ کو معاش کا وسیلہ نہین بنانا چاہتا اسلیئے امتحان مین شریک ہونیکی کوئی ضرورت بھی نہین سمجھتا -

ہری بلاس - مگر کسب معاش کا مسئلہ تو حل کرنا ہی پڑیگا - اُسکی کیا صورت نکالی ہے -

شیو بلاس - اسکی مجھے زیادہ فکر نہین کیونکہ مین اپنی ضرورتون کو گھٹا کر بہت قلیل آمدنی مین گذر کرسکتا ہون - کچھ باغبانی کا کام کرکے گذران کرلونگا - باقی وقت خدمت مین صرف کرنیکا ارادہ کرتا ہون - میرا مقصد ایک اخبار نکالنے کا ہے -

ہری بلاس - تمھارے خیال مین اخبار نکالنا آسان ہے؟ اوّل تو کافی سرمایہ چاہیئے - پھر زمانہ کے ملکی حالات کا مقابلہ - ابھی تمنے مشکلات کا کافی اندازہ نہین کیا ہے - سمجھتے ہو کہ یہ راستہ آسان ہے

مگر چند ہی قدم چلکر تمھین معلوم ہو جائیگا کہ یہان قدم قدم پر کانٹے ہین۔ مین اتنا خود غرض اور دنیا پرست نہین ہون کہ تمھارے قومی جوش خدمت کو دبانا چاہون لیکن اتنا جتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہون کہ خوب سوچ سمجھکر اس میدان مین آنا ورنہ چند قدم چلکر ہمت ہار دی تو ہمین سراسر سب کی رسوائی ہوگی۔ مین تم سے امداد کا طالب نہین ہون اور نہ میرے لیئے یہ کم فخر کی بات ہے کہ میرا لڑکا قوم کا سرفروش بنے۔ صرف تمھین مشکلات سے باخبر کر دینا چاہتا ہون۔ تم کبتک جاؤگے سنتو۔؟

سنت بلاس۔ میرا کالج تو ۱۵ جنوری کو کھلیگا۔

ہری بلاس تمھین کتنے روپیونکی ضرورت ہے۔

سنت۔ کم از کم ڈھائی سو۔ کیونکہ اسی مہینہ مین چھ ماہ کی فیس بھی داخل کرنی ہوگی۔

ہری بلاس۔ (بغلین جھانکتے ہوئے) اس سے کم مین کام نہین چل سکتا؟ مین آجکل ذرا زیر بار ہو رہا ہون۔

سنت۔ میری عادت سے آپ واقف ہین۔ مین خود ہی حتی الامکان کفایت سے رہتا ہون۔ اس سے کم مین کچھ انتظام نہ کر سکونگا۔ فیس کے علاوہ ایک سوٹ بھی بنوانا ہے۔ میرے پاس کوئی اچھا سوٹ نہین ہے۔

ہری بلاس۔ ابھی اسوقت سوٹ کو ملتوی رکھو۔ مین کوئی وسیلہ نکال لون تو اسکی فکر کر لینا۔ ہان فیس اور بورڈنگ کا انتظام کیئے دیتا ہون۔ اس سے کہان نجات۔ پڑھو تو دو، نہ پڑھو تو دو،

سنت۔ مین آپکے اوپر خواہ مخواہ بوجھ ڈالنا نہین چاہتا۔ اگر آپ انتظام نہین کر سکتے تو مین خود ہی کوئی فکر کرونگا۔ مگر اس تخمینہ مین میننے کمی کی مطلق گنجایش نہین رکھی ہے۔

ہری بلاس۔ یہ تمھاری بڑی عادت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر چڑھ جاتے ہو۔ میری حالت دیکھ رہے ہو، پھر بھی تمھاری آنکھین نہین کھلتین۔ معلوم نہین سارا فرنیچر نیلام کر کے بھی مطالبون سے نجات ہوتی ہے یا نہین،

سنت۔ اگر آپ کا یہی منشا ہے کہ مین بھی کالج سے نام خارج کرا لون تو مجھے کوئی عذر نہین ہے۔

ہری بلاس۔ (جھنجلا کر) بہتر ہے نام خارج کرا لو۔

آجکل ہندوستان ہی نہین، یورپ مین بھی بیدار مغزون کا میلان سادہ اور بے تکلف معاشرت کیطرف ہو رہا ہے۔ اہل علم سے اب ایثار اور خدمت کی امید کیجاتی ہے۔ نہ کہ نمود اور جاہ طلبی کی۔ سوسائٹی مین اب فیشنیلون پر اعتقاد کی نگاہین نہین پڑتین۔ لوگ اُنسے بدظن ہوتے جا رہے ہین اور فی الواقعی یہ طبقہ اسی برتاؤ کا سزاوار ہے۔ میننے بھی عام دستور کے موافق تمھین اس پیشہ کیلیئے تیار کرنا نہین چاہا تھا۔

لیکن اب مجھے اسکی بُرائیاں نظر آرہی ہیں۔ اس پیشہ کی بدولت ہماری عدالتوں میں انصاف اتنا گران ہو گیا ہے کہ عوام کے لیے قریب قریب ناممکن الحصول ہو۔ جب ایک ایک پیشی کے دو دو چار چار سو اینا تک کہ ایک ایک ہزار روپئے لیئے جاتے ہیں تو ظاہر ہو کہ یہ محنت اور وقت کا معاوضہ نہیں بلکہ محض لوگوں کے بغض اور حسد اور دنیا طلبی کا تاوان ہو۔ جس پیشہ کا مدار اور قیام محض نفسانی خباثت اور مکر وریوں پر ہو وہ کبھی سوسائٹی کیلیئے فلاح و برکت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ میں تمھیں مجبور نہیں کرتا لیکن وکالت کے بجائے اگر تم کوئی زیادہ حلال صورت معاش نکالو تو مجھے زیادہ اطمینان ہوگا۔

سنت بلاس نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ چین بچین ہو کر چلے گئے۔ تب ڈپٹی صاحب نے سری بلاس سے پوچھا تم تو امتحان کی تیاری کر رہے ہو نہ؟

سری بلاس۔ جب آپ فرما رہے ہیں کہ دولتمندوں کی آج کل کوئی قدر نہیں کرتا تو پھر ایسی تعلیم سے کیا فائدہ جسکا منشا دولت پیدا کرنا ہو۔ میرا نام بھی مدرسہ سے خارج کروا دیجیئے۔ میں آپ ہی کی خدمت سے فیض اُٹھانا چاہتا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہو کھیتی کرنیکو۔ آخر آپ دیہات میں ہیں گے تو کچھ نہ کچھ کھیتی باری ضرور ہی کرائیں گے یہ کام میرے سپرد کر دیجئے۔ میں نئے تجربوں اور اصولوں کے مطابق کھیتی کرونگا۔ بھینسیں پالونگا۔ فرصت کیوقت اپنے گانو کے لڑکوں کو پڑھاؤنگا۔ اور آپ سے پڑھونگا۔

اسی اثنا میں سُمترا آ گئی۔ ہری بلاس نے اسکی طرف دیکھکر کہا، لو سری بلاس نے تمھاری فکروں کا خاتمہ کر دیا۔ تم سوچ رہی تھیں کہ کیسے کیا ہوگا۔ اب چلکر آرام سے گانو میں رہو۔ یہ کھیتی کریں گے۔ تم کھلیان میں اناج بھرنا۔ اور رام کا نام لینا۔

(۱۰)

تیسرے دن بابو ہری بلاس اپنے موضع میں آ گئے۔ مکان بے مرمت پڑا ہوا تھا۔ چاروں طرف گھاس جم گئی تھی۔ گانوں والوں نے دروازے پر کھاد اور کوڑے کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ ادھر کئی سال سے بابو صاحب گھر نہ آئے تھے۔ گھر میں قدم رکھتے کراہیت سی ہوتی تھی۔ صاف بنگلوں میں رہنے کے عادی ہو گئے تھے۔

شیو بلاس نے اسباب اُتارے اور جھاڑو لیکر دروازہ کی صفائی کرنے لگے۔ انجنی جو ڈپٹی صاحب کی بڑی لڑکی تھی اندر جھاڑو لگانے لگی۔ سری بلاس کچھ دیر تک تو کھڑا تاکتا رہا۔ تب ایک ٹوکری لیکر کوڑا پھینکنے لگا سنت بلاس یہاں نہ آئے تھے۔ ماں سے ضد کرکے روپے اینٹھ لیئے تھے اور الہ آباد کی راہ پکڑی تھی۔

گانوں میں جونہی معلوم ہوا کہ ہری بلاس نے استعفیٰ دیدیا ہے لوگ ادھر اُدھر سے مزاج پرسی کو آنے لگے۔
ہری بلاس باہر ایک ٹوٹی کھاٹ پر غمزدہ بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ موروثی جائداد کیونکر ہاتھ آئے۔ ہمشیرا
اندر کھڑی سوچ رہی تھی کہ یہ کوڑے کرکٹ کا انبار کیونکر ہٹیگا۔ اسکے قبل یہ لوگ جب گھر آتے تھے تو گانوں والے
اُنپر حیرت آمیز رشک کرتے تھے اور انکے ساز و سامان کو اسطرح دیکھتے تھے گویا کسی عجائب خانہ کی سیر
کر رہے ہوں۔ اُن غریبوں کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ ان سے کچھ بولیں۔ مگر اب کی وہ سارے سامان غائب
تھے۔ نہ لڑکوں میں وہ رعونت تھی، نہ ڈپٹی صاحب اور ہمشیرا میں وہ مربیانہ اندازِ گفتگو۔ لوگوں کو انکے
ساتھ ہمدردی سی ہوگئی۔ عورتیں انکی کیساتھ گھر کی صفائی کرنے لگیں۔ کئی مردوں نے شیو بلاس کو جھاڑو
اور ہری بلاس کو نوکری سے نجات دی۔ یہ دونوں پسینے میں شل ہو رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ موٹا کام مفید
خیال میں چاہے کتنا ہی دلاویز ہو، واقعات کی دنیا میں وہ اتنا پسندیدہ نہیں۔ رام بھروسے پنڈت نے
بابو ہری بلاس سے کہا، بھیا تمنے اچھا کیا استیپھا دیدیا۔ دیس بدیس مارے مارے پھرتے تھے۔ اب سُکھ سے
گھر میں رہوگے۔ گھر مٹی میں ملا جاتا تھا۔ اب بس جائیگا۔

شیخ عیدو بولے، چاکری چاہے چھوٹی ہو چاہے بڑی چاکری ہی ہے۔ جب اللہ نے سب کچھ تمہارے
گھر میں دیا ہے تو کیوں کسی کی بندگی کرو۔

گوبر چوکیدار بولا۔ مُدا بابو ہُدّا بڑا تھا۔

بھوجو کرمی نے کہا۔ ہُدّا تو بڑا تھا مُدا کتنے غریبوں کا گلا ریتنا پڑتا تھا۔ سیکڑوں کو جیل بھیجا ہوگا
اس لڑائی میں پرجا کو مار مار کے سرکار کو کرج دلایا ہوگا۔ دوڑے پر جاتے ہونگے تو بیگار لینا پڑتی ہوگی۔ انکے
ہاتھوں کتنے کسانوں کا اکھراج اور بیدخلی ہوئی ہوگی۔ اب گھر میں رہینگے تو اس جھنجھٹ سے تو گلا چھوٹ جائیگا

گوبر چوکیدار۔ روآب کتنا تھا۔ حکومت کتنی تھی۔

بھوجو۔ روآب ہُدّے سے نہیں ہوتا۔ روآب بھل منسی سے ہوتا ہے۔ بدیا اور دھرم سے ہوتا ہے
رام بھروسے پنڈت کون ہُدّے والے ہیں۔ لیکن کیوں سب لوگ کھاٹ سے اُٹھکر پالاگن کرتے ہیں۔ تھانیدار
آتے ہیں تو انکی کھاتر ایک چلم تماکھو دینا سب کو اکھرتا ہے۔ لیکن ساستری مہاراج جنکے گھر اپنا دس پانچ چیلوں
سمیت آجاتے ہیں وہ اپنے بھاگ کو سراہتا ہے۔ ضلع میں ایک سے ایک حاکم پڑے ہیں مُدا ساستری جی کیطرح
کسکا روآب ہے۔ وہ آج جو حکم دیدیں تو لوگ آگ میں کود پڑیں۔

رام بھروسے۔ بابو سنت بلاس نہیں دکھائی پڑتے۔
ہری بلاس۔ وہ وکالت پڑھنے چلے گئے۔
رام بھروسے۔ بھیا یہ بدیا تو تم انھیں ناحق پڑھاتے ہو۔ بڑے کو کرم کرنے پڑتے ہیں۔ وکیلوں کا ملدا سارا چلا تواہ ہو گیا۔ سبکو لڑا لڑا کے بھکاری کر دیا۔
عیدو۔ بھیا تم اب اپنی جمین چھڑا لو اور مجھ سے کھیتی کراؤ۔ چاکری بہت کی، اب کچھ دن گرہستی کا مجا چکھو۔ یہاں آنا میں تو نہ ملیگا لیکن چولا مست رہیگا۔ پردیس میں جو کچھ کماتے تھے سب کا سب کپڑے لتے۔ کری بیچ میوہ مٹھائی، دودھ ملائی میں اُڑجاتا ہوگا۔ بیس پچیس کا تو دودھ ہی پی جاتے ہوگے۔ اور نہیں تو بجاس پچیس گھر کا کرایہ ہوگا۔ کھاپی کے سب برابر ہو جاتا ہوگا۔
عیدو۔ تو میں چھڑانے کے واسطے روپے کہاں سے لاؤں۔
سب آدمیوں نے انکی طرف حیرت آمیز اشتیاق سے دیکھا گویا وہ کوئی انوکھی بات کہہ رہے ہیں۔ آخر بھوجو بولا۔ کیا کہتے ہو بھیا کون بہت روپے چاہیے ہونگے۔ تین چار ہجار تو تمھارے بکس کے ایک کونے میں دھرے ہونگے۔ اتنی بڑی طلب پاتے تھے، بجر بجرانہ لیتے ہی رہے ہوگے۔ یہ سب کہاں اُڑا دیا۔
ہری بلاس۔ میں کسی سے نذر نذرانہ نہ لیتا تھا۔ تنخواہ میں گذر مشکل سے ہوتا تھا بچت کہاں سے ہوتی،
بھوجو۔ ایسا کیا ہوگا۔ دس بیس ہجار تو بٹورا ہی ہوگا۔
ہری بلاس۔ نہیں چچا سچ مانیئے۔ میں بالکل خالی ہاتھ ہوں،
بھوجو۔ تب گُجر بسر کیسے ہوگا۔
ہری بلاس۔ پرماتما مالک ہیں۔ ابھی تو کچھ نظر نہیں آتا۔
یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ٹھاکر کرن سنگھ جو اُس نواح میں سب سے بڑے زمیندار تھے اپنے دو مصاحبوں کیساتھ ہاتھی پر بیٹھے آتے ہوئے نظر آئے۔ لوگ چارپائیوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہری بلاس جبتک برسر اختیار تھے ایسے کتنے ہی زمیندار روزانہ انھیں سلام کرنیکو حاضر ہوتے تھے۔ پر کرن سنگھ کو دیکھکر وہ اضطراری طور پر تعظیماً اُٹھ بیٹھے۔ ہاتھی سامنے آکر رُکا۔ کرن سنگھ اتر پڑے اور ہری بلاس کو چارپائی پر بٹھا کر خود بیٹھتے ہوئے بولے، بابو صاحب آپکے مبارک قدموں سے آج یہ گاؤں پوتر ہو گیا۔ آج اخبار کھولا تو پہلے آپ ہی کی خبر نظر آئی۔ غرور سے متوالا ہو گیا۔ آپ کی ہمت اور ایثار کو آفرین ہے۔

ہری بلاس نے احسانمندانہ انکسار سے کہا، آپ کا مزاج تو اچھا ہے کچھ دُبلے نظر آ رہے ہیں ۔
کرن سنگھ ۔ اب آپکی دعا سے بہت اچھی طرح ہوں ۔ مہینوں سے بیمار تھا ۔ آج آپکی خبر دیکھکر خود بخود چنگا ہو گیا پرماتما نے شاید ہماری ہی کاربرآری کیلیئے آپکے دل مین یہ تحریک کی ۔ ہمنے ادھر کچھ دنون سے ایک پنچایت قائم کر رکھی ہے ۔ پر اُسکا کوئی سرپنچ ایسا نہ ملتا تھا جسپر خاص و عام کو بھروسہ ہو ۔ آپکو پرماتما نے اُسکا بیڑا پار کرنیکے لیئے بھیجدیا ۔ مین آج صبح ہی اُٹھکر راجہ صاحب ملاؤن، ٹھاکر صاحب کھا اور رووتی چند ساہ کی پاس گیا تینوں اصحاب آپ کا نام سُنکر اچھل پڑے ۔ ان لوگون کیطرف سے مین آپسے یہ درخواست کرنے کیلیئے حاضر ہوا ہون کہ آپ سرپنچی کا عہدہ قبول فرمائین ۔ عین نوازش ہو گی ۔
ہری بلاس ۔ مین آپکی خدمت کرنیکے لیئے حاضر ہون ۔ پر اپنے تئین اس اعزاز کے قابل نہین سمجھتا ۔ جس پنچائت کے اراکین ایسے ایسے صاحب ثروت لوگ ہون اُسکے صدر بننے کی جرأت مین نہین کر سکتا ۔
کرن سنگھ ۔ بابو صاحب یہ نہ کہیئے ۔ آپ کو معلوم نہین ہے اس جوار میں اسوقت آپکو لوگ کن نظرون سے دیکھ رہے ہین کیا چھوٹے کیا بڑے سب آپکے معتقد ہو گئے ہین پہلے آپ ایک پرگنہ کے حاکم تھے ۔ اب آپکی حکومت رعایا کے دلون پر ہے میری یا جسکا استدعا قبول کیجیے
ہری بلاس اعزاز کے بارسے سر نہ اُٹھا سکے ۔ انکی خموشی رضامندی کی معترف تھی ۔ کرن سنگھ اُٹھے اور پھولون کا ہار اپنے ایک مصاحب سے لیکر اُنکے گردن مین ڈال دیا ۔ اور تب ایک لمحہ تک کسی تشویش انگیز خیال مین غرق رہنے کے بعد تبسم کرتے ہوئے بولے ۔ بابو جی آپنے میری ایک عرض تو قبول کی ۔ اب مجھے دوسری درخواست کرنیکی جرأت ہو رہی ہے اجازت ہے عرض کرون ۔
ہری بلاس ۔ شوق سے فرمائیے ۔ مین آپکی خدمت کیلیئے دل و جان سے حاضر ہون ۔
کرن سنگھ نے جیب سے ایک لفافہ سر بمہر نکالا اور بولے مین اسے آپکے قدمون پر نثار کرنیکی اجازت چاہتا ہون
ہری بلاس نے دبی ہوئی متجسس نگاہون سے لفافہ کیطرف دیکھا ۔ لکھا ہوا تھا ۔
"[illegible] نامہ رام بلاس کورمی ۔ موضع بڑوکھر"
احسان کے آنسوؤن سے انکی آنکھین نم ہو گئین ۔ شکریہ اور احسانمندی کا اظہار کرنیکے لیئے الفاظ ڈھونڈھ رہے تھے ۔ لیکن کرن سنگھ نے انھین بولنے کا موقعہ نہ دیا ۔ اسیوقت اس لفافہ کے پرزے کر دیئے ۔
ہری بلاس نے لوگون کی طرف دیکھکر کہا آپکو یہ معلوم ہوا یہ کیسا کاغذ تھا ۔ یہ دادا کے لکھے ہوئے بیعنامہ اور رہن نامے تھے ۔ یہ کہتے کہتے رقت سے اُن کی زبان بند ہو گئی ۔

پریم چند

تنقید کتب

مکتی فوج کے نام سے ہندوستانی کان ناآشنا نہین ہین۔ اس جماعت نے مذہب عیسوی کی اشاعت کے لیئے اس مُلک مین بھی کام کیا ہے اور ہمکو افسوس ہے کہ اس سلسلہ مین جن جن ترکیبون سے مقصد برآری کی کوشش کی گئی ہے انہین بعض وقیع نہین کہی جاسکتین ہمنے کہین پڑھا تھا کہ اس جماعت کے لوگ اپنے پاک مذہب کی توسیع کے لیئے ہماری ملکی وضع تک اختیار کرنے مین نہین ہچکتے کہ کافی رسوخ و اعتبار کا وسیلہ بن سکے۔ ایسی باتون کے ہوتے ہوئے ہمکو واجب طور پر شک ہو سکتا ہے کہ اس مسیحی فوج کا 'سیوا بھاؤ' بالکل بے لوث یا محض باعتبار فرض نہین بلکہ اسکی تہ مین اشاعت مذہب کا خیال پنہان ہے۔ عموماً یہی بات کل مشنون کے متعلق کہی جاسکتی ہے جبکہ غیر عیسائی ممالک کے تعلق سے ہو۔ تاہم اس کام مین بہت سی دشواریان ہوتی ہین اور جس حوصلہ کے ساتھ اُنکا مقابلہ کیا جاتا ہے وہ بہرصورت قابل داد ہے۔ نیز اس حوصلہ کی بدولت جو ٹھوس فائدے دُنیا کو پہونچے ہین وہ کسی طرح نظر انداز نہین کیئے جا سکتے۔ کامیاب زندگی مین انھین باتون کا ذکر ہے۔ مگر اسکو بیشتر اجزا مین مکتی فوج کے بانی جنرل ولیم بوتھ کی سوانح عمری کہنا چاہیئے جسمین اُن بیشمار دقتون کا تذکرہ کیا گیا ہے جنکے باوجود جنرل موصوف اپنی اوائل عمری ہی کے زمانہ سے برابر اپنے کام مین مشغول رہے اور بالآخر کامیاب ہوئے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل صاحب نہایت منکسر مزاج مگر بہت بڑے خیالات کے آدمی تھے۔ اور اُنکے سینہ مین ایک دردرس دل تھا۔ بلاشبہہ ایسے بزرگ ہماری دلی عزت کے مستحق ہین اور عوام کو اور خصوصاً اپنے مقلدون کو اپنے اُصول و حالات کے ذریعہ ایک نہ بھولنے والا اخلاقی سبق سکھا سکتے ہین۔

بہتر ہوتا کہ کتاب کے مولف ڈاکٹر گنگا رام صاحب اپنے کسی ضمیمہ مین اُن باتونکا بھی تذکرہ کر دیتے جو مکتی فوج کی جانب سے ہمارے ملک مین وقوع پذیر ہوئین یا ایسے حوالجات کتاب کے درمیانی حصہ مین بھی دیئے جاسکتے تھے۔ کیونکہ یہ کتاب عجیب بے سلسلہ طریقہ پر قلمبند کیگئی ہے۔

کہ کہین کچھ کسی کی طرف سے کہا گیا معلوم ہوتا ہے - اور کہین کسی کی طرف سے - ممکن ہے کہ اسکا باعث ترجمہ ہو - کہین کہین عبارت بھی مغلق اور خلاف محاورہ ہے - چھوٹی تقطیع کی ۹۱ صفحات کی کتاب - قیمت ۸ر مطالعہ زیر چند بھولا - دفتر بندے ماترم لاہور سے مل سکتی ہے -

بہاء اللہ کی تعلیمات

بقول مترجم و مؤلف منشی حشمت اللہ - یہ کتاب حضرات باب و بہاء اللہ و عبد البہار کے مختصر سوانحی حالات کا مجموعہ ہے جسمین حضرت بہاء اللہ کے تعلق سے زیادہ وسیع نظر ڈالی گئی ہے اور کتاب کا تقریباً نصف آخری حصہ اس بزرگ دین کے قیمتی نصائح کے وقف کیا گیا ہے -

'باب' مذہب کی جائے پیدائش سرزمین ایران ہے - لیکن کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً گزشتہ ۵۰ - ۶۰ سالون مین اسکا اثر قریب قریب عالمگیر ہو چکا ہے - اور کوئی تعجب نہین جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ اسکے بانیان اور پیروان نے اشاعت مذہب کے لئے بڑی بڑی زبردست قربانیان کی ہین اور ہر ممکن ظلم کو خدا کی راہ مین ہنستے ہوے برداشت کیا ہے - نیز احکام متعلقہ ایسے عام اور غیر متعصبانہ ہین کہ ہمکو باوجود کسیقدر اختلاف کے بھی بیشتر اُنکے ہر نفیر ری کا معترف ہونا پڑتا ہے -

کتاب زیر ریویو ہر طبقہ اور ہر مذہب والے اشخاص کے لئے سبق آموز ہے اور اسکے مطالعہ سے بادشاہ اور فقیر خاص و عام تعلقات کی نسبت سے یکسان مستفید ہو سکتے ہین - کاغذ و کتابت نہایت صاف اور پسندیدہ، حجم ۱۱۲ صفحات، چھوٹی تقطیع - قیمت نسبتاً بہت کم یعنی صرف عه ملنے کا پتہ :- منشی حشمت اللہ - گھٹیا اعظم خان - آگرہ -

شتہ رامائن

رامائن ہندوستان مین گھر گھر کی چیز ہے اور اسلئے ناظرین کے لئے اُس سے کسی قسم کا

خاص تعارف کرانے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ البتہ راماین زیر تنقید کی امتیازی خصوصیت کے بارہ مین کچھ نہ کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اسمین تلسی کرت راماین کے بعض [illegible] واقعات پر تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے۔ اور بشیتر والمیکی رامائن، نیز دیگر کتب کے حوالجات سے اُنکی تشریح کی گئی ہے۔

یہ کتاب زیادہ تر والمیکی رامائن کے تعلق سے لکھی گئی ظاہر ہوتی ہے اور جابجا اُسکے اشلوکون کا بھی اقتباس ہے اسنس کتاب مین جنک پور والے باغ کی سیر اور میگھ ناد کی استری سلوچنا کے ساتھ میں درمیان جنگ مین، رام چندرجی کا فیاضانہ سلوک جیسے اہم واقعات کا تذکرہ نہین ہے۔

شذہ راماین باعتبار تصحیح واقعات قابل مطالعہ ہے۔ اس کے مصنف یا مؤلف پنڈت سنت رام وید رتن جی ہین۔ اور مترجم لالہ خوشحال چند خورسند ہین۔ لیکن ہمکو افسوس ہے کہ اسکی نثر بہت ہی معمولی اُردو مین لکھی گئی ہے۔ کتاب مین اکثر ہندی الفاظ بھی لائے گئے ہین لیکن شکر ہے کہ اس حد تک نہین کہ اُردو خوان ناظرین کو نفس مضمون سمجھنے مین دشواری ہو۔ ہم اُردو کے ساتھ بامحاورہ ہندی الفاظ استعمال کئے جانے کے خلاف نہین۔ لیکن کتاب لکھنے والے کو ہر وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اُسے اپنی تصنیف کو کس زبان کے جاننے والون کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اگر ہندی چوپائیان ہندی ہی مین رکھی جاکر اُردو مین اُنکا پورا مطلب لکھدیا جاتا تو پڑھنے اور سمجھنے مین سہولیت ہوتی۔

کتاب کا حجم ۳۵۲ صفحات، چھوٹی تقطیع، چکنے سفید کاغذ پر چھپی ہے اور سنہرے حروف والی جلد کے ساتھ تیار کی گئی ہے۔ قیمت دو روپیہ ۶ار غیر مجلد عہ ۱؎۔

ملنے کا پتہ۔ سنسکرت پستکالیہ (لاہور روڈ) لاہور۔

سیرت خیر البشر

اس عنوان سے مولنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی نے بڑے سائز کے ۴۴۴ صفحات پر بانی دین اسلام حضرت محمد صاحب کے حالات قلمبند فرمائے ہین جسکے ساتھ

شروع کتاب مین ملک عرب کے جغرافیائی حالت کا بھی نقشہ کھینچا گیا ہے۔

آنحضرتؐ کے ظہور سے قبل والے زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ بتلایا گیا ہے جو غالبًا اس بنا پر درست کہا جا سکتا ہے کہ قرآن شریف کا نزول وقت مذکورہ کے پیشتر نہین ہوا تھا۔ ورنہ اگر مسیحی مذہب مین خدا اور اُسکے بیٹے پر ایمان لانا جائز قرار دیا گیا ہے تو دین اسلام خدارسی کے لئے رسول پر ایمان لانا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے بارہ مین صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ توحید، اور غیر مشترکہ توحید، ہندوستان کی جبلتی خاصیت ہے۔ اور کسی قسم کی بت پرستی یا دیوتا پرستی اُسکو سلب نہین کر سکی اور نہ شاید آیندہ کر سکے۔ البتہ ہر زمانہ مین موافق و مخالف طبائع قدرتًا موجود ہوا کرتی ہین۔ اور محض اسوجہ سے کوئی ملک الضافًا جاہل نہین کہا جا سکتا۔

کتاب مین خواب، اور پیشینگوئیون وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ اور اسکو ہم مؤلف کی خوش عقادی خیال کرتے ہین۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہین کہ ہر بڑے ریفارمر کے تعلق سے کچھ نہ کچھ عجیب باتون کا ہونا عمومًا لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے تو ہمکو کوئی تعجب بھی نہین ہوتا کیونکہ حضرت محمدؐ بلاشبہ ایک زبردست ریفارمر تھے اور اُن برگزیدہ مصلحان دین مین سے ایک تھے جنکے وساطت سے خدائے پاک برترین اغراض کو پورا کیا کرتا ہے۔ ایسے بزرگون کی ذات صفات حسنہ کا مجموعہ ہوتی ہے۔

ایک مقام پر کل مذاہب کو مشترکہ اُصولون کے ماننے اور ایسے اصولون کے مطابق فروعات کے استقرار کو مذاہب عالم کے اتحاد کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ مشترک باتون کو فی الجملہ سبھی مانتے ہین۔ یا بصورت عدم واقفیت شاید بمشکل مان بھی سکتے ہین لیکن "فروعات" کے بارہ مین بلحاظ جملہ امور انسانی خیالات کا محدود ہونا اسوقت تک قطعی ناممکن ہے جبتک کہ وہ بتدریج سچائی کے اعلیٰ ترین معراج پر پہونچ کر مجتمع نہ ہو جائین۔ دوسری صورت مین دماغی طاقتون کو معطل اور مفلوج بنانا ہوگا۔ اور نا کامیاب وسائل کے مدد سے۔

اگرچہ مؤلف کی کوشش اسکو زیادہ قابل قبول بنا سکتی تھی تاہم کتاب زیر تنقید ایک

بزرگِ عالم کے سوانح عمری ہونے کے علاوہ معلومات سے خالی نہین اور قدردانون کے لئے یقینی کام کی چیز ہے۔ کاغذ نہایت صاف چکنا۔ قیمت بلحاظ عمدگی ہے ۸ ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور سے ملسکتی ہے۔

سحر ہنگامی

کلام محروم کا پہلا حصہ زیر طبع ہے۔ دوسرے حصے کی چند جلدین باقی رہ گئی ہین۔ شایقین منشی تلوک چند صاحب محروم بی۔ اے۔ مقام عیسیٰ خیل ضلع میانوالی (پنجاب) سے طلب فرمائین۔

اُردو۔ نام سے انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن نے ایک اعلیٰ درجہ کا سہ ماہی ادبی رسالہ سنہ حال سے جاری کیا ہے۔ اسکے کئی نمبر شائع بھی ہو گئے ہین۔ مضامین۔ لکھائی۔ چھپائی اور انتظام سب ہی نہایت قابل قدر ہین۔ اسکے ایڈیٹر انجمن مذکور کے نامور سکرٹری مولانا عبدالحق صاحب بی۔ اے ہین۔ قیمت غالباً آٹھ روپیہ سالانہ ہے۔

ہندوستان مین ذمہ دار حکومت کی توسیع کے ساتھ دیسی زبانون کی ترقی بھی وابستہ ہے۔ چنانچہ جدید صوبہ داری کونسلون مین اب اکثر تقریرین دیسی زبانون مین ہونے لگی ہین۔ بعض صاحبون نے وفاداری کا حلف بھی اپنی مادری زبان مین لیا ہے۔ اور ممالک متوسط مین تو سرکاری ممبران اور انگریز حکام نے بھی ہندی مین تقریرین کی ہین۔ صوبہ متحدہ کے قانونی کونسلون مین اکثر تقریرین اُردو ہندی مین ہوتی ہین اور مشہور شعرائے اُردو کے منتخب اشعار بھی سُننے مین آجاتے ہین۔

منیجر صاحب دارالاشاعت پنجاب ریلوے روڈ لاہور ہمکو اطلاع دیتے ہین کہ وہ پبلشنگ کے کام کو بہت وسیع پیمانہ پر شروع کرنا چاہتے ہین۔ اور اس سلسلے مین وہ قابل اہل قلم کی ہر طرح پر حوصلہ افزائی کرنے کو تیار ہین۔ بنگال ناول شاہجہان کے مترجم صاحب کو بھی آپ سے خط و کتابت کرنا چاہئے۔

انجام بخیر ہوگا ہر کام

مفصلۂ ذیل چھوٹی سی نظم انگلستان کے دورِ جدید کے ایک شاعر جان آکسنہم کی نظم "آل از ویل" کا لفظی ترجمہ ہے۔ نظم کرتے وقت میں نے ترتیب بھی انگریزی نظم کی سی رہنے دی ہے۔ بعض انگریزی طرزیں مقبول ہو چکی ہیں، امید ہے کہ یہ جدت بھی بنظرِ استحسان دیکھی جائیگی۔ آٹھ مصرعوں کے ہر بند میں پہلے چار مصرعے ایک ایک چھوڑ کر مقفیٰ ہیں۔ اور آخری چار مصرعے مثنوی کی طرز کے ہیں۔ اردو کی ترکیب بندوں میں تو آخری دو مصرعوں کا تکرار ہوتا ہے، یہاں دوسرے اور چوتھے مصرعے کا بھی تکرار ہے، اور وہ ضرورت مضمون کے خیال سے نہایت موزوں ہے۔

(۱)

تاریک ہے راہ اور دشوار — وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے!
کیا تو ہے شکستہ، چور، بیمار، — کیا تیرا کفیل وہ نہیں ہے؟
مٹ جائے گا منزلوں کا خطرہ
جوڑے گا خدا دلِ شکستہ،
انجام بخیر ہوگا ہر کام — ہر کام بخیر ہوگا انجام

(۲)

طاقت سے بعید بار ہے کیا، — وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے
دل یاس سے بیقرار ہے کیا؟ — کیا تیرا کفیل وہ نہیں ہے
ہو جائیگا بوجھ بٹ کے ہلکا
ٹھیک نہیں آج کا کہ کل کا

انجام بخیر ہوگا ہر کام　　　ہر کام بخیر ہوگا انجام

(۳)

رُوپوش ہے تجھ سے روشنی کیا!　　　وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے!
دن رات ہے دلمیں سنسنی کیا!　　　کیا تیرا کفیل وہ نہین ہے!
بازو ہین محیط اُس کے ہر سو
تھا اُسکا کرم کہ بچ گیا تو
انجام بخیر ہوگا ہر کام　　　ہر کام بخیر ہوگا انجام

(۴)

تیرہ ہے اَلَم سے عاقبت کیا،　　　وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے!
کیا ایسی مہیب شئے ہے "فردا"　　　کیا تیرا کفیل وہ نہین ہے!
ہے جنبشِ برگ تک سے آگہ،
بخشندہ ہے سب کا وہ شہنشہ
انجام بخیر ہوگا ہر کام　　　ہر کام بخیر ہوگا انجام

ولتستہ پرشاد فدا بی آے [illegible]

سمجھتا ہون کہ زندہ رہنے کا امکان باقی ہے　　　مصیبت ہے کہ مجھ مین ابتک اتنی جان باقی ہے
زمین تو گھد گھدا کر ہو گئی ہے کمپ مین شامل　　　فلک کی جانب البتہ خدا کی شان باقی ہے
ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اسکو کہتے ہین　　　فرشتے ہو گئے رخصت فقط شیطان باقی ہے
طبیعت کو ابھی تیلون سے سیری نہین اکبر
یہ سچ ہے کٹ گئی ہین پانون لیکن ران باقی ہے

برسات کا سمان

فطرۃ کا بادشاہ ہے برسات کا سمان   کیا کیا اُمنڈ اُمنڈ کے آتی ہین بدلیان
ہر پیر اور جوان نظر آتا ہے شادمان   قربان فیضِ خالقِ جان بخش انس وجان

آئی اُمنڈ اُمنڈ کے گھنگھور ہے گھٹا   چلتی ہے سائین سائین عجب جانفزا ہوا
باغِ جہان پہ اندنون جوبن ہے اِک نیا   موسم تو اور بھی ہین مگر یہ سمان کہان

کیلون کے ہین درختون پہ موتی کی آبشار   ہے رقص تِلیون کا کہ تالاب مین بھوہار
ہین تاڑ کے درخت بجاتے کھڑے ستار   پتّون پہ گِر رہی ہین پٹاپٹ جو بوندیان

میدان مین رنگ رنگ کے پھولون سے ہی بہار   صحنِ چمن کو کر دیا بارش نے سبزہ زار
بیلین لپٹ رہی ہین درختون کو باربار   اور نالیون کی نقرئی ہین جدولین رَوان

چلّا رہے ہین مور پپیہون کی ہے پُکار   گاتی نسیمِ باغ بھی ہے ہر قدم مَلار
ہے یاسمین و سوسن و سنبل پہ اِک نکھار   سب دل سے شکرِ نعمتِ حق مین ہین تر زبان

بھونرے کنول کے گِرد ہین گردش مین صبح و شام   طائر چہک رہے ہین بہت ہو کے شادکام
لائی صبا بہار کا گلشن مین ہے پیام   جھک جھک کے سجدہ کرتی ہین پھولون کی ڈالیان

بگلون کی آسمان پہ چلی ہے سفید ڈار　　آئی صدا گرج کی ہوا اُن مین انتشار
اِنمین سے کچھ جدا بھی ہوئے چھوڑ کر قطار　　لو پھر وہ اُسکے مِل بھی گئے زیرِ آسمان

کچھ انمین سلسلہ سے نکل کر بہک گئے　　موسم کی تازگی سے ہوئے خوش چہک گئے
ابرِ سیہ مین تارون کی صورت چمک گئے　　گھبرائے جاتے ہین جو چمکتی ہین بجلیان

شاداب کیاریان ہوئین تختے ہرے ہوئے　　ہین رنگ رنگ پھولونسے تھالے بھرے ہوئے
پتون مین چھپ کے بیٹھے ہین طائر ڈرے ہوئے　　اور انمین دیدنی ہین کبوتر کی بازیان

برسات مین نہ کیون رہین مسرور خاص عام　　ہوتی ہے روح تازہ چھما چھم سے شاد کام
آبِ حیات اسکا ہے ہر قطرہ لاکلام　　ہے یہ ہمارے واسطے رحمت کا ارمغان

ممنون عام خلق پہ ہے مہر ذوالجلال　　ہر ذرہ اسکی رحمتِ بیحد سے ہے نہال
انسان وہ ہے کہ جسکا سدا پاک ہو خیال　　شکر خدا مین صرف ہون ہر دم دل و زبان

سید حکیم الدین احمد ممنون حیدرآبادی

دل سے اب سنتا نہین شیطین کوئی وعظ دین　　پا رہی ہے ارتقا عقل ہلاکت آفرین
یا تو پھر اک قوت غالب سے دب جائینگے سب　　ورنہ تمہید قیامت اسکو جان اے ہمنشین

اکبر

فلک مشتاق ہو پھر نئی دنیا بسانے مین　　زمین کو دیر کیا گزرے ہو ذکو ہو گل جانے مین

علمی خبرین

ہمکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حافظ ہدایت حسین صاحب بیرسٹر کے انعامی مضمون کی تجویز کی طرف ابتک کسی صاحب نے توجہ نہین کی - انعامی مضمون کا عنوان تھا " گذشتہ نصف صدی مین اُردو نثر کی حالت" اور پانچ سنہ حال کے زمانہ مین ملک کے اہل قلم کو اس مضمون پر طبع آزمائی کی دعوت دی گئی تھی - اور ۳۱ جولائی تک کی میعاد مقرر ہوئی تھی - لیکن اسوقت تک ایک مضمون بھی نہین آیا - اب بھی اس تغافل کی تلافی ہو سکتی ہے - اور ہمکو امید ہی کہ ہمارے معزز معاصرین اہل قلم کی توجہ اس طرف مبذول کرنے مین ہماری امداد فرمائین گے

خوشی کی بات ہی کہ لکھنؤ کا مشہور رسالہ الناظر جو ہمارے دوست ظفر الملک صاحب کی گرفتاری کے بعد بند ہو گیا تھا اب پھر جاری ہونے والا ہے - اب اسکی قیمت (صہ) مقرر کی گئی ہے ہم اہلیہ ظفر الملک صاحبہ کے ہمت کی تعریف کرتے ہین جو اپنے شوہر کی غیر حاضری مین انکے علمی مشاغل کو جاری رکھنے کی بہادرانہ کوشش کر رہی ہین - قدردانان اُردو کا فرض ہے کہ اس کوشش کی حوصلہ افزائی کرین -

---

صاحب چیف کمشنر دہلی نے حسب سفارش پنجاب یونیورسٹی مولوی بشیر الدین احمد صاحب کو دہلی کی تاریخ لکھنے کے صلہ مین ایک ہزار روپیہ کا انعام عطا فرمایا ہے - مولوی صاحب موصوف اُردو کے نامور مصنف شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہین -

---

افسوس کہ لکھنؤ کے مشہور خوشنویس اور خطاط منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم ۱۵ جولائی

کو وفات پا گئے۔ فن کتابت مین مرحوم کی ذات سے ہزارہا آدمیون کو فیض پہونچا ہے۔ اور اسوقت ہندوستان کے بہت سے مقامون مین انکے شاگرد موجود ہین۔

انجمن ترقی اردو کے سہ ماہہ رسالہ "اردو" کا ہم کسی دوسری جگہ ذکر کر چکے ہین۔ حال مین اسکا تیسرا نمبر بھی موصول ہوا ہے۔ اسمین شک نہین ہے کہ محاسن ظاہری و باطنی دونون لحاظ سے یہ اُردو کا ایک بہترین رسالہ ہے۔ اسکے مضامین اُردو ادب کے لئے باعث فخر ہین اور ہم ایسے اعلیٰ تنقیدی مضامین کے اشاعت پر اسکے لائق اڈیٹر مولوی عبدالحق صاحب کو مبارکباد دیتے ہین۔ بعض دیگر نئے رسالون کے برعکس "اردو" مین مستقل دلچسپی کے ادبی مضامین شائع ہوتے ہین۔ ہمکو امید ہے کہ قدردانانِ ادب اس رسالہ کی قدر کرینگے۔

عربی زبان مین کئی رسالے اور اخبار امریکہ اور یورپ مین شائع ہوتے ہین۔ حال مین اُردو زبان کا پہلا رسالہ "نوائے کیمبرج" کے نام سے کیمبرج (انگلستان) سے جاری کیا گیا ہے۔ اِس کا پہلا نمبر شائع بھی ہو گیا ہے۔ گو یہ ہندوستان ہی مین چھپا ہے۔ رسالہ مذکور ہندوستانی طلبہ مقیم انگلستان کے زیر اہتمام جاری ہوا ہے۔ یہ سال مین تین بار نکلیگا۔ قیمت تین روپیہ سالانہ رکھی گئی ہے۔ ہندوستان مین اسکی اشاعت "مسلم انسٹیٹیوٹ" کلکتہ کے ذریعہ ہوگی۔

خوشی کی بات ہے کہ ہمعصر مخزن اب پھر شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس مرتبہ اسکا سائز زمانہ کے سائز کے برابر کر دیا گیا ہے۔

ہندوستان مین اسوقت تک ایسے کتب خانے نہین ہین جہان پر ہر قسم کا تواریخی سامان موجود ہو جسکی بنیاد پر ملک کی مکمل تاریخ لکھی جا سکے۔ قلمی نسخون کا تو ذکر ہی کیا کتب مطبوعہ کا بھی آسانی سے دستیاب ہونا مشکل ہے۔ ہندوستان کے بعض کتب خانے مثلاً کلکتہ کی امپیریل لائبریری اور بانکی پور کی خدا بخش لائبریری نے اس ضرورت کو رفع کرنے کی کوشش

شروع کی ہے۔ اور تاریخ نویسون کو اُن کتب خانون سے بہت مدد بھی ملنے لگی ہے۔ چنانچہ زمانہ موجودہ کی بہترین تاریخی کتابین انھین کتب خانہ کی بدولت تصنیف ہو سکی ہین۔

ہندوستان کی پرائیویٹ لائبریریون سے بھی ایک بیش بہا تاریخی خزانہ نکل سکتا ہے۔ پنجاب ممالک متحدہ آگرہ و اودھ و نیز صوبۂ بہار کے اکثر مقامات تاریخی دلچسپیان رکھتے ہین۔ اور اکثر مقامات مین ایسے اصحاب بھی موجود ہین جنکے پاس تاریخی دلچسپی کے قلمی یا مطبوعہ نسخے موجود ہین۔ مگر تاریخ لکھنے والون کی ان نسخون تک رسائی نہین ہے۔ اب الہ آباد یونیورسٹی کے صیغہ تاریخ نے اس قسم کے قلمی نسخون اور نادر الوجود کتابون کے خواہ وہ کسی زبان مین ہون فراہم کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ یہ صیغہ ایسے قلمی یا مطبوعہ کتب کو مناسب قیمت پر خریدنے یا اُنکی نقل لینے کو بھی تیار ہے۔

خط و کتابت ڈاکٹر ایس۔ اے۔ خان۔ یم۔ اے۔ یونیورسٹی پروفیسر آف ہسٹری۔ الہ آباد کے نام ہونا چاہیے۔

عرض حال

زمانہ مین اس ماہ کوئی تصویر ہدیۂ ناظرین نہین ہو سکی۔ تصاویر کا سلسلہ دوبارہ اس امید پر جاری کیا گیا تھا کہ اُردو کے قدردانان کی توجہ سے ہمارے بڑھے ہوئے مصارف آسانی سے پورے ہو سکین گے۔ کاغذ اور سامان طباعت کی گرانی بدستور قایم ہی بلکہ مطبع نے گزشتہ ماہ سے اپنے نرخ مین پھر اضافہ کر دیا ہے۔ اور عملہ کی تنخواہین وغیرہ سب مدون مین پہلے ہی سے اضافہ ہو گیا ہے۔ خریدارون کی تعداد کچھ ضرور بڑھی ہے لیکن قیمت طلب پیکٹون کی واپسی نے اس اضافہ کے اثر کو بالکل زایل کر دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہان سنہ ۱۹۱۹ء مین مبلغ للعہ/ کا گھاٹا آیا وہان سنہ ۱۹۲۰ء مین مبلغ ۱۶۲۲ روپیہ کا خسارہ رہا۔ ایسی صورت مین ہمکو تخفیف مصارف کی طرف پھر متوجہ ہونا پڑا ہے۔

ہم اس رسالہ کے ذریعہ کوئی دولت کثیر اکٹھا کرنا نہین چاہتے ہین لیکن اتنا ضرور ہے کہ کسی مزید نقصان اُٹھانے کی استطاعت نہین رکھتے ہین۔ رسالہ کی زندگی کے اول دس بارہ سال کے نقصانات کا بار ہنوز سر پر ہے۔ اس دو سال کے نقصانات نے دیگر ذرایع سے مطبع کو جو آمدنی ہوئی اسکو نہ صرف بالکل زایل کر دیا بلکہ گھر سے بھی کچھ رقم برد ہو گئی۔ یہ حالت قدردانان اُردو کیلئے غور طلب ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ملک کے دوسری زبانون کے رسالون کی اشاعت دس دس ہزار تک پہونچ جاتی ہو لیکن اُردو مین پندرہ سولہ سو کی اشاعت بھی ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ دو ہزار سے کم اشاعت مین عموماً کوئی اخبار یا رسالہ اپنی زندگی نہین قایم رہ سکتا ہے۔ زمانہ کی زندگی جس طرح اٹھارہ سال تک قائم رکھی گئی اسکا حال کچھ اسکے کارپرداز ہی جانتے ہین اس طرف اُردو کا ایک اور رسالہ دلکش مرادآباد بھی پبلک کی ناقدری سے بند ہو گیا ہے۔ زمانہ کی سخت جانی ہے یا اسکے ایڈیٹر کی دیوانگی جو ابھی تک اسکا وجود باقی ہے۔

مراسلات و مباحثہ

فلسفہ اور اردو شاعری

دنیا مین وہ کونسا فن ہے جسکو شائقین زمانۂ حال نے جلا دیکر کمال پر نہ پہونچادیا ہو۔ باعتبار اس جدت کے دنیائے قدیم آج نئی دنیا ہوگئی جسکی ہر قدیم ناممکمل شے آج اعلیٰ تکمیل پر نظر آتی ہے۔ مگر آہ۔ دنیائے شاعری ابتک خواب غفلت ہی کے جھونکے لے رہی ہے۔ اس چمنستان شاعری کے سرو و شمشاد غالب و آتش عرصہ ہوا کہ صرصر حوادث سے پامال ہوگئے۔ اس گلشن کے آخری پھول امیر و داغ بھی مرجھا کر خاک مین مل گئے۔ اب یہ چمن تاراج نظر آتا ہے۔ اور صرف جابجا دل نامراد کی طرح کچھ مرجھائی ہوئی کلیان اس چمن کی یادگار باقی ہین۔ اب ایسے لوگ خال خال نظر آتے ہین جنھون نے بہار کا وہ زمانہ دیکھا ہو جبکہ چمنستان شاعری مین عروس سخن کے متوالے اُترتے تھے۔ جبکہ عروس سخن بادۂ شباب سے متوالی ہوکر محفل شعرا مین بے حجابانہ اٹکھیلیان کرتی تھی۔ جبکہ اُسکی ہر ادا مردہ دلون کے لئے روح القدس کا کام کرتی تھی۔ جبکہ اُسکی مسکراہٹ سے ہر غنچۂ دل باغ باغ ہوجاتا تھا۔ مگر آہ۔ وہ بہار کی پری حسن کی دیوی آج اس دنیا سے بیگانہ وار رخصت ہورہی ہے۔ اور اُسکا ہر طالب اُس سے بزبان سوز یہ کہہ رہا ہے۔

ٹھہر ٹھہر کہ تجھے ہمکنار کرلون مین — دم اخیر ہے جی بھر کے پیار کرلون مین

اے حسن ازل کی موہنی صورت۔ تیرے اس معصومیت کے صدقے کہ باوجودیکہ تیرے شباب کا زمانہ چاندنی کی طرح ڈھل گیا اور تو اب دنیا کو مفارقت کا پیغام سنا رہی ہے تاہم اس الوداعی حالت مین بھی تو کبھی کبھی اپنی سہیلیون کی مشاطہ گری سے جنھین پاک جذبات کہتے عالم شباب کا لطف دکھا جاتی ہے۔

اے میرے مایۂ ناز پری اس ادا کے قربان۔ کہ باوجودیکہ آفتاب لب بام ہے تیری غروب ہونے والی ہلکی ہلکی شعاعین جو عنقریب پردۂ ظلمات مین پوشیدہ ہونے والی ہین اب بھی کبھی

جذبات کے آسمان پر قوس قزح بنکر دنیائے شاعری کو اپنا نرالا رنگ روپ دکھا جاتی ہیں۔
گو بچو پر جہالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہیں تاہم ہرجاہے۔ تیری شوخی حسن کا اب بھی کبھی کبھی سحر
جذبات کی لہرین بجلی بنکر چمک جاتی ہیں۔

مرزا جعفر علیخان صاحب اثر ایسے معدودے چند لوگ بھی اس زمانہ مین شاعری کے
مایہ ناز ہین جنکی طبع رسا فلسفہ کے ایسے ناتراشیدہ سنگ خارا کو شاعری کے سانچے مین ڈھال کر
اسمین جوہر آبدار پیدا کر دیتی ہے۔ مگر نہ معلوم ایسے لوگ گمنامی کی تاریکی سے شہرت کی دنیا مین آنا
کیون پسند نہین کرتے۔ شاید اس ناقدردان زمانہ کے غبار کی آلودگی سے علیحدہ رہنا چاہتے ہین۔

فلسفہ اور شاعری کو ظاہرا ایک دوسرے سے مناسبت نہین معلوم ہوتی بقول حافظ شیرازی
علیہ الرحمۃ۔ سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا چہ نسبت است برندی صلاح و تقوی را

فلسفہ ایک ایسا خشک ریگستان ہے جسمین گنگا و جمنا کی لہرین نہین اٹھ سکتین۔ یہ ایک
ایسی زمین ہے جسمین موجون کے جویا کو بجز سراب کے اور کچھ نہین ملتا۔ مگر اس دنیا کے کچھ گوشون مین
جناب اثر صاحب ایسے نچلے لوگ بھی موجود ہین جنھون نے اس فلسفہ کے صحرائے عظیم مین جذبات
شاعری کا سمندر پیدا کرکے اسمین تلاطم بپا کر دیا ہے۔ مین تو یہ کہونگا کہ آب و آتش بہم آمیختہ از لب لعل۔
آپ کی غزل کا[1] یہ شعر۔ جلوہ آرائے ازل کی منتشر قین تو ہین * شوق خود بینی سے یکجا ہو کے انسان ہو گئین۔
فلسفہ کی روح اور جذبات کی جان ہے۔

یہ شعر تصوف اور شاعری کی ایک دو رخی تصویر ہے جسکا ایک رخ عالم ملکوت کی سیر کراتا ہے
اور دوسرا گل و بلبل کی داستان سناتا ہے۔

یہ شعر کبھی ناقوس و اذان کی آواز بنکر کانون مین گونجتا ہے۔ اور کبھی موسم بہار مین کوئل کی رسیلی
کوک اور پپیہے کی پی کہان کی ہوک بنکر دلون کو تڑپاتا ہے۔

فلسفہ تو یہ ہے کہ جن صفات باری تعالی سے تمام عالم معمور ہے جو اجسام عالم مین فرداً فرداً
دیکھی جاتی ہین۔ وہ تمام صفات انسان مین بشکل مجموعی پائی جاتی ہین جسکی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات
کہتے ہین۔ اسلئے انسان کی ذات سراپا صفات باری تعالی ہے۔ اور اسکا اصلی مسکن لامکان ہے

[1] یہ غزل زمانہ کے گذشتہ نمبر مین ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے۔

خود انسان ایک عالم صغیر ہے۔

جذبات ایسے پاکیزہ ہین کہ مجنون کی انا لیلیٰ اور منصور کے انا الحق کا جوش پیدا کرتے ہین۔ فی الواقع اُن جذبات کا احساس جو اس شعر سے پیدا ہوتے ہین کچھ دل ہی کو ہو سکتا ہے۔ اُنکی تصویر اِس زبان سے جو ایک نامکمل آلۂ نطق ہے نہین کھینچی جا سکتی۔

اِسی طرح آپ کی غزل کا دوسرا شعر۔

کارفرمائے دو عالم ہین ادا ئین حسن کی ۔۔۔ جزو ہستی سنگین اجزائے ایمان ہوگئین

باعتبار فلسفۂ تصوف کے کبھی کن فیکون کی خبر دیتا ہے۔ کبھی الست بربکم قالو بلیٰ کی یاد دلاتا ہے۔ یعنی دنیا کی تمام ہستیان اُس ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت سے جسکو حسن یا نور ازلی کہتے ہین عالمِ وجود مین آئین۔ اور جب اُس حسن کے نور سے منور ہوگئین تو اُس حسن یعنی ذاتِ پاک کی طرف رجوع ہوئین۔ فی الواقع یہ اُس حسن ہی کی کشش ہے جسکی وجہ سے تمام ہستیان قائم بالذات ہین اور با ایمان ہین۔

جذباتِ شاعری ایسے نفیس ہین جس سے انسان مست و بیخود ہو کر اپنا جان و ایمان سب کچھ حسن کی سرکار کے نذر کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اِسی طرح آپ کی غزل کا تیسرا شعر۔

دل سے آنکھون تک تھے کیا کیا آہ جلوے وصل مین ۔۔۔ بستیان یہ سب سحر ہوتے ہی ویران ہوگئین

فلسفۂ تصوف اور جذباتِ شاعری کی مکمل تصویر ہے۔ تصوف اس شعر مین اپنا رنگ اس طرح جماتا ہے کہ جب تک معشوقِ حقیقی کی قربت حاصل تھی یعنی ذکر و شغل جاری تھا اُس معکوس کے عکس سے دل سے لیکر آنکھون تک ہر ایک عضو اُسکی تجلیات سے معمور تھا لیکن اُس حالت کے قائم نہ رہنے سے اُن انوار و تجلیات کا نظارہ بھی جاتا رہا۔ بقول مولانائے روم علیہ الرحمۃ۔

کارِ لیلیٰ نیست این کارے من است ۔۔۔ حسنِ لیلیٰ عکس رخسارے من است

جذباتِ شاعری کے اعتبار سے یہ شعر وصل و فراق کی ایک مجسم تصویر ہے۔ جب تک وصل یار رہتا ہے عاشق کی کیا حالت رہتی ہے۔ اُسکے آنکھون مین نور اور دل مین سرور قایم رہتا ہے۔ اور جب فراق یار ہوتا ہے تو عاشق یاس و حرمان کی ایک خاموش

تصویر بنجاتا ہے۔ اُسکی بہترین تشبیہ اس سے زیادہ اور کیا دیجا سکتی ہے جیسا کہ اس شعر مین دیگئی۔
گویا وصل مین عاشق کی حالت اُس مکان کی سی ہے جسمین چراغ روشن ہے۔ جو آبادی کی دلیل ہے۔
اور فراق مین اُس مکان کی سی ہے جسکا چراغ گل ہوگیا ہو جو ویران ہو جانے کی دلیل ہے۔

چونکہ شاعر بلند پرواز نے صرف لطیف جذبات کی تصویر کھینچی ہے اسلئے صرف وہ اجزائے بدن جذبات کے لئے مخصوص کئے ہین جو دل سے آنکھون تک ہین اسلئے کہ انکا ان مقامات سے نیچے اُترنا فی الواقعہ لطافت سے کثافت مین آجاتا ہے۔

اسی طرح آپ کی غزل کا چوتھا شعر۔

نزع مین اِک دوسری دنیا ہوئی پیشِ نظر　　مشکلین ہم تو سمجھتے تھے کہ آسان ہوگئین

ایک عجیب اچھوتا خیال ظاہر کرتا ہے۔ یعنی یہ خیال کہ موت تمام دنیوی مصائب و آلام کا خاتمہ کردیتی ہے صحیح نہ نکلا کیونکہ عالم نزع مین جبکہ موجودہ مصائب و آلام کو الوداع کہنے والے ہوئے اُسوقت ایک آگے آنے والی نئی دنیا کا خیال دامنگیر ہوگیا۔ یہ شعر ہندو و مسلمان دونون کے فلسفون کو ایک ہی بات مین حل کردیتا ہے۔ یعنی مسلمانون کا خیال ہے کہ دوسری دنیا یعنی عقبیٰ مین پرسشِ اعمال ہوگی جہان انسان کو اُسکے اعمالون کی سزا ملیگی۔ اور ہندوؤن کا خیال ہے کہ مسئلہ تناسخ کے اعتبار سے انسان کو بعد وفات پھر کسی دنیا مین کسی نہ کسی ہستی مین آنا ہوگا۔ اور دنیوی تکالیف پھر برداشت کرنا ہونگی۔

اِسی طرح آپ کی غزل کا پانچوان شعر۔

دل کے زخمون کی طرف اُٹھا بہا زہراب خون　　بند آنکھین ضبط گریہ سے نمکدان ہوگئین

کیا نفیس جذبات پیدا کرتا ہے۔ اور کیسا نیا خیال ظاہر کرتا ہے۔

یعنی خون کا قاعدہ ہے کہ زخم سے باہر کی طرف بہا کرتا ہے۔ عاشق کا خونِ دل ہمیشہ آنکھون سے آنسو بنکر بہا کرتا ہے۔ گویا آنکھین ہی اُسکے نکلنے کا راستہ ہین۔ بقول مرزا غالب۔ جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو وہ لہو کیا ہے۔ اسلئے اگر مین ضبط گریہ نہ کرتا بلکہ برابر روتا رہتا تو دل کے زخمون کا خون آنکھون سے آنسوؤن کی شکل مین بہ جاتا۔ مگر ضبط گریہ سے نتیجہ یہ ہوا کہ عالم سکوت مین آنکھین بند ہوگئین۔ اور آنسو بجائے باہر نکلنے کے اندر کی طرف یعنی دل کے زخمون کی طرف رجوع ہوگئے۔ اور چونکہ اُنمین ایک

قسم کی شوریت ہے۔ اسلئے ہر قطرۂ آنسو آنکھوں سے دل تک واپس جا جا کر دل کے زخموں پر نمک چھڑکنے لگا۔ آنکھوں کا بند ہونا انتہائے ضبط گریہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور چونکہ تمام آنسو آنکھ ہی میں رہتے ہیں۔ اسلئے آنکھوں کا نمکدان ہو جانا عجیب خیال ظاہر کرتا ہے۔

کشن سہائے وکیل

حیدرآباد دکن

زمانہ کے مئی و جون نمبر میں حاجی محمد موسیٰ خانصاحب کا جو مضمون "حیدرآباد دکن" پر نکلا ہے وہ دار الحکومت آصفیہ کی تاریخی عظمت و شان کے اعتبار سے مجمل و نامکمل ہے کہ پیشکردہ تصویر سے اصلی خد و خال کا پتہ نہیں چلتا۔ اکثر ضروری مقامات کا جو ایک سیاح کے لئے مخصوص دلچسپی و کشش رکھتے ہیں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ نہ سارے مضمون میں کہیں تسلسل بیان کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسکا اندازہ بھی ناظرین کیلئے مشکل ہے مثلاً ہائیکورٹ جدید یا جامع عثمانیہ شہر کے کس حصے میں واقع ہیں۔ ان جزوی فروگذاشتوں سے قطع نظر کرنے پر بھی یقین کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ حاجی صاحب نے واقعی "منماڑ کے رستہ سے ۳۰ مارچ ۱۳۵۱ھ ہجری کو صبح کی ریل سے حیدرآباد ہو کر" یہ حالات چشم دید قلمبند کئے ہیں۔ مثلاً چارمینار کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حیدرآباد کے چارمینار بازار کے ایک چوک میں واقع ہیں اور قطب شاہی دور کے بنے ہوئے ہیں . . . . ہر مینار کے دروازوں میں ہو کر سڑک جاتی ہے۔ اس طرح ان میناروں کے ذریعہ سے چوراہے بن گئے ہیں۔

آخری حصہ عبارت کا تک درازِ حقیقت ہے اسکا اندازہ وہ لوگ بخوبی کر سکتے ہیں جنھوں نے اس باجبروت تاریخی کو بچشم خود دیکھا ہے ورنہ حاجی صاحب کا بیان صرف اس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ موجودہ عہد میں عمارت کی ترمیم کر کے "مینار" کے کمانوں سے سڑکیں نکالی گئی ہیں۔

اسی سلسلے میں حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ "حیدرآبادی سکے میں انھیں چارمیناروں میں سے ایک کی تصویر ہے۔"

غالباً حاجی صاحب کو تسامح ہوا ہے اور وہ "چارمینار" کو جداگانہ چار مینار میں سمجھ رہے ہیں۔ ورنہ وہ کبھی یہ نہ لکھتے کہ سکے پر انھیں چار میناروں میں سے ایک کی تصویر ہے۔ پھر سکے پر بھی "چارمینار" کی عمارت کا جو نقشہ ہے اسمیں چار مینار میں نمایاں طور پر موجود ہیں۔ "ایک کی تصویر" کے کیا معنی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ چشم دید حالات ہیں یا واقعی اس عمارت کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔

"چارمینار" عہد قطب شاہیہ کی ایک مستقل سنگین عمارت ہے جسکو ۱۵۹۱ء میں محمد قلی قطب شاہ نے مشہد مقدس کے روضۂ اطہر کے نمونہ پر تعمیر کرایا تھا۔ یہ عمارت ایک چوراہے پر عین وسط شہر میں واقع ہے۔ چاروں کونوں پر ایک ایک مینار ۱۸۰ فیٹ مرتفع ہے۔ نیچے کمانیں ہیں جنکا وسط زمین سے پچاس پچاس فیٹ ہے۔ بیچ میں ایک عالیشان گنبد ہے۔ "چارمینار" علیحدہ علیحدہ چار میناروں کا نام نہیں نہ چار چار میناروں کی جداگانہ چار عمارتیں ہیں بلکہ یہ ایک مستقل اور واحد عمارت ہے۔ چوراہے کی سڑکیں اسکے کمانوں یا دروازوں سے نہیں بلکہ گرداگرد ہو کر آپس میں ملی ہیں۔ حیدرآبادی سکے میں اسی عمارت کی کل تصویر ہے نہ کہ صرف ایک مینار کی۔ اسکے بالائی حصے میں نہ کہ ہر مینار پر ایک ایک مسجد و مندر کا ہونا بیان کیا جاتا ہے لیکن محلات شاہی کا سامنا ہونے کی وجہ سے اوپر چڑھنے کی ایک عرصہ سے ممانعت ہے۔ نیچے حصہ میں پٹی پولیس کا ایک دستہ رہا کرتا تھا۔ اب خدا جانے کیا کیا تغیرات ہو گئے ہوں۔ ع یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا۔

سید محمد فاروق (شاہپوری)

نئی چیز ہیلک نئی ایجاد

ڈاکٹر ایس کے برمن کے ریسرچ لائبریری کا تیار کردہ ہیلک - ہر قسم کے گھاؤ - درد - ہاتھ موچ جانا - کھجلی - جھائی - جھانسا - چکتہ - ہاتھ پیرون کا پھٹنا - روکھاپن - بواسیر - آگ سے جلے ہوئے گھاؤ - جلن - چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لئے عمدہ دوا ہے - چوہے - بلی - مکڑی - بھڑ - بچھو - وغیرہ کے کاٹے ہوئے جگہ سے زہر دور کرنے کے لئے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے - فوٹ بال - کریکٹ - جمناسٹک - کھلاڑیون کے لئے "ہیلک" روزانہ استعمال کی چیز ہے - اسکے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی - فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیون کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے مفید ثابت ہوئی ہے - ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہئے - قیمت فی ڈبیہ ۱۲ محصول ڈاک ۶ ر

منہرا منہرا منہرا

اپنی خوشبو سے لوگون کو متوالہ بنا دیتا ہے

یون تو خوشبو ہر سنٹ میں ہوتی ہے گر اسکی بھینی بھینی خوشبو معطر پائدار تازہ کھلے ہوئے پھولون کی سی ہے منہرا مین ایک خاص بات یہ ہے کہ اسکی خوشبو پائداری کے ساتھ دور تک پھیلتی ہے اور چار پانچ روز تک قائم رہتی ہے خوشبو کے شوقینون کو اسکا ایک بار امتحان ضرور کرنا چاہئے - قیمت فی شیشی ۱۲ ر محصول ڈاک ۶ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

باہتمام منشی دیا نراین نگم بی اے زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

قوت بڑھانیوالی عجیب طاقت دینے والی تمام قسم کے جریان اور سیلان کو دور کرنیوالی

ہمالیہ پربت کی اکسیر اعظم دوا

شدھ سلاجیت

حکیمو ں اور ڈاکٹرون نے متفق ہوکر تجربہ کرکے یہ ظاہر کردیا ہے کہ دنیا بھر کی ادویات میں شدھ سلاجیت کے برابر ہر قسم کے جریان کو دفع کرکے طاقت لانے والی کوئی دوا نہیں ہے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اسکے استعمال سے خواب میں احتلام ہونا اور دھات کا پتلا پڑجانا تمام قسم کے جریان اور پیشاب کا زیادہ آنا۔ بدن کی سستی۔ درد کمر تھکاوٹ۔ بھوک کم لگنا۔ دماغی طاقت کا کم ہوجانا۔ کف۔ کھانسی اور منھ سے خون آنا۔ گٹھیا ہوجانا۔ تمام بدن میں درد رہنا۔ بواسیر خونی و بادی۔ سفید کوڑھ۔ سوزاک جدید و کہنہ اور مرگی کی بیماری کو دور کرتا ہے زیادہ تر اسکے فوائد مصرانی و یونانی کتابون مین لکھے ہین۔ ہمنے بڑی کوشش اور جانفشانی اور زر کثیر صرف کرکے ہمالیہ و تبت کے پہاڑون سے تلاش کرکے سلاجیت منگواکر خاص طور پر شدھ کیا ہے جسکو ہر موسم مین استعمال کرسکتے ہین۔ پرچہ ترکیب استعمال بھیجا جاتا ہے۔ پانچ تولہ سے کم روانہ نہین کیا جاتا قیمت بھی اسوجہ سے کم رکھی گئی ہے کہ ہر صاحب اس عجیب وغریب دوا سے فائدہ اٹھائین۔

یعنی ۵ تولہ کی قیمت ۸ محصول خرچ ڈاک وغیرہ ۵ر
،، ۱۰ ،، ،، للعہ ،، ،، ،، ،،
،، ۲۰ ،، ،، ،، ۳ ،، ،، ،، ،،
،، ۴۰ ،، ،، ،، ۵ ،، ،، ،، ،،
،، ۸۰ ،، ،، ،، ۵ ،، ،، ،، ،،

نوٹ

اکثر لوگون نے سلاجیت سکے [illegible] دے رکھے ہین لیکن جن صاحبون نے منگواکر دیکھی ہے وہ جانتے ہین کہ کیسی ہے۔ ہمالیہ ڈپو سے شدھ سلاجیت منگواکر استعمال کرین۔

المشتہر منیجر ہمالیہ ڈپو مرادآباد۔ یوپی

زمانہ

مرتبہ دیانرائن نگم - بی - اے -

جلد ۳۷ | اگست ۱۹۲۱ء | نمبر ۲

فہرست مضامین

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

زمانہ

جلد ۳۷ اگست ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲۱

بین الاقوامی تعلقات

متحدہ اٹلی کے جنم داتاؤن کے سرتاج کیوُر نے ایک دفعہ کہا تھا کہ اگر ملکی مُدبّر اپنے ہمسایون کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرین جیسا کہ وہ غیر ملکی حکومتون اور مُدبّرون سے کرتے ہین تو لوگ اُنھین فوراً بدمعاشون کی صف مین شمار کرنے لگین اور اُنکا مجلسی بائیکاٹ ہوجائے۔ بادی النظر مین یہ قول بین القوامی تعلقات پر ایک بڑا سخت حملہ معلوم ہوتا ہے لیکن جن واقعات کو ہم ناظرین کے سامنے رکھینگے اُن پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے سے ماننا پڑیگا کہ بین القوامی پالٹیکس کے کئی پہلو ایسے گندے اور ایسے سیاہ ہین کہ کوئی منصف مزاج آدمی اُنکو نفرت کی نگاہ سے دیکھے بغیر نہین رہ سکتا ہے۔

سَو سال سے زیادہ عرصہ گذرا جبکہ یورپ نیپولین کے ہاتھون تنگ ہوا تھا۔ انگلستان کے غزلنے۔ اٹلی کے سرپرست پہاڑ۔ آسٹریلیا کی فوجین۔ پرشیا کا تدبر سب اُسکے آگے ہار چکے تھے۔ اُسکے ہاتھ مین ایک شعلہ تھا جس سے وہ جہان جاتا تھا آگ لگا دیتا تھا۔ یہ شعلہ قومیت کا جوش تھا۔ اور نیپولین اسے کئی سال تک محکوم قومون کو اُنکے حکمرانون کے برخلاف اُکسانے کے لئے استعمال کرتا رہا۔ آخر جنون حکومت اُسکے سر پر بھی سوار ہوا۔ اور بجائے اسکے کہ وہ محکوم قومون کو غلامی کے جوئے سے آزادی دلاتا۔ اُسنے مختلف

علاقون مین اپنے رشتہ دارون اور سپہ سالارون کی حکومتین قایم کرنا شروع کردین۔ اُسوقت اُسکے دشمنون نے اُسکے برخلاف بھی وہی ہتھیار استعمال کرنے شروع کئے جنکو نیپولین اُنکی تباہی کے لئے ایسی کامیابی سے استعمال کر رہا تھا۔ اُنھون نے بھی قومیّت کا علم بلند کیا۔ اسپین۔ جرمنی۔ اور روس مین غرض ہر جگہ اُسکو اُسی طاقت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جو خود اُسکی پیداکردہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ واٹرلو کے میدان مین اُسکو شکست فاش ہوئی۔ حال مین یورپ کے سامنے مختلف علاقون کی قسمت کا فیصلہ تھا۔ مگر نتیجہ جو ہوا اُس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ انگریزون روسیون۔ آسٹرین اور پرشیون سب کے قومیت کے متعلق دعوی بے بنیاد تھے۔

جسوقت یورپ کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا اُسوقت لوگون کو معلوم ہوا کہ مختلف قومون کو کن کن وعدون کے سہارے پر میدان جنگ مین لایا گیا تھا۔ دراصل مختلف فرمان رواؤن نے آپسمین عہدنامے کرکے نیپولین کے مفتوحہ علاقون کو بانٹنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ وہی لوگ جو نیپولین پر اصولِ قومیّت کو پاؤن تلے روندنے کا الزام لگاتے تھے اب اُس سے زیادہ بلند حوصلگی نہ دکھلا سکے۔ اور خودغرضی کے جوش مین اندھے ہوکر جو نہ کرنا تھا وہ بھی کرگذرے۔ ملک گیری کی ہوس اس حدتک بڑھ گئی کہ خانہ جنگی کا امکان ہوگیا خیر لے دے کر فرمانرواؤن کے جھگڑے تو طے ہوگئے۔ لیکن اسکے بجاے قومون کے جھگڑون کی بُنیاد قایم ہوگئی۔ اور یورپ کو سنہ ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۸ء مین ۱۸۱۵ء کے مدبّرون کی غلطیون کا خمیازہ اُٹھانا پڑا۔

جب جنگ یورپ ۱۹۱۴ء مین شروع ہوئی تھی تب بھی جرمنی کے خلاف اتحادیون کے گروہ مین شامل ہونے والے ملکون سے سو سو نیک ارادے اور عالی حوصلہ خیالات منصوب کئے گئے۔ جرمنی کے برخلاف ملک گیری کے اندھا دھند جذبے کا الزام لگایا گیا۔ ملکی مُدبّر اب فلاسفر اور رہنما بن گئے اور دنیا کو نئے سرے سے سچائی کی بنیادون پر کھڑا کرنے کا دعویٰ ہونے لگا۔ جب امریکہ جنگ مین شامل ہوا تو پریزیڈنٹ ولسن نے اپنے چودہ اُصولون کی اشاعت کی اور یہ معلوم ہونے لگا کہ اب بین الاقوامی پالٹیکس مین بھی دیانت دارون کا درجہ مقدم ہونے لگا ہے۔ خیر عارضی صلح کا وقت آیا اور دُنیا کو اِسبات کا

پہلا اعلان ہوا کہ ابھی تک ملکی تدبر کے میدان مین اُنھین لوگ کا ہاتھ ہے جنکو پہلے دخل تھا۔ آخر کار صلح کانفرنس کے اجلاس کا بھی آغاز ہوا۔ امریکہ کے اخبار نویسون نے پریزیڈنٹ ولسن کے چودہ اُصولون کا حوالہ دے کر کانفرنس مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ لیکن اُنھین ایک رُوکھا سا جواب ملگیا۔ کانفرنس مین جانے کی اجازت ملی بھی تو وہ خاص شرطون کے ساتھ اور دُنیا پر دوسری دفعہ واضح ہوگیا کہ ابھی تک خفیہ کانفرنسون اور اُسکے ساتھ ہی ٹیڑھی چالون کا زمانہ ختم نہین ہوا۔ کانفرنس کا اجلاس ختم ہونے کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ اتحادیون کے بہت سے دعوی تو بے دلیل ہی تھے۔ چین نے جیسے جرمن کے تجارتی عہدنامون سے آزاد ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب جاپان کو وہان پاؤن جماتے پایا اور اُسکی خودداری نے گوارا نہ کیا کہ ایک ایسے صلحنامے پر دستخط کرے جو اُسکی قومی بے حرمتی کے برابر تھا۔ جو علاقے کہ جرمنی کے فتح کئے گئے تھے اُنھین چھوڑنے کا کسی کو خیال تک نہ تھا۔ غرض ۱۸۱۵ء کا نظارہ پھر دیکھا گیا۔ اور جن اُصولون کے لئے کہا جاتا تھا کہ لڑائی شروع کی گئی تھی اُنھین کو ردّی کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ وقعت نہ دی گئی۔

دراصل بات یہ تھی کہ لڑائی کسی خاص اُصول کے لئے نہ تھی۔ یہ تو صرف زندگی اور موت کا سوال تھا۔ جتنے نیک منصوبے اتحادی مُدبّرون کے نام سے وابستہ کئے گئے اُنکی ہستی صرف پبلک لیکچرون ہی کے لئے ثابت ہوئی۔ "فارن آفس" (دفتر خارجہ) مین بیٹھکر ملک گیری کی وہی پُرانی ہوس دامنگیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو جنگ کو ختم ہوئے قریباً تین سال کا عرصہ ہوگیا۔ لیکن حقیقی صلح کے کوئی آثار نظر نہین آتے ہین بلکہ آئے دن کسی نہ کسی کشمکش ہی کی خبر آتی رہتی ہے۔

جو کچھ کہ اوپر کہا گیا ہے وہ اُن عہدنامون سے اچھی طرح ثابت کیا جا سکتا ہے جو کہ وقتاً فوقتاً دورانِ جنگ مین مختلف طاقتون کے درمیان ہوتے رہے ہین۔ یہ عہدنامے خفیہ تھے۔ لیکن بالشوکون نے چند حالات سے مجبور ہوکر اُنکو شائع کردیا۔ یہ اتحادیون کی ملک گیری کی طمع کو اچھی طرح واضح کرتے ہین۔

نومبر ۱۹۱۴ء مین ٹرکی اتحادیون کے برخلاف لڑائی مین شریک ہوا۔ اور مارچ ۱۹۱۵ء

مین ایک عہدنامہ فرانس۔ روس اور انگلینڈ کے درمیان لکھا گیا جسمین قرار پایا کہ روس کی پرانی خواہش (قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا) کے پورے کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اور فرانس اور انگلینڈ نے اس بات مین اپنی رضامندی ظاہر کی کہ فتح کی صورت مین روس قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے۔

انگلستان نے ٹرکی کی لوٹ مین تو کوئی حصّہ نہ لیا۔ لیکن اُسنے فارس مین معاوضہ ڈھونڈھا۔ عملی طور پر اُسوقت فارس کے تین حصّے تھے۔ دو حصّے تو انگلستان اور روس کے زیر سایہ تھے اور درمیان مین ایک حصّہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ تاکہ آپسمین کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ اب قرار پایا کہ انگلستان اس حصّے کو بھی ہڑپ کرجاے۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد ایک اور عہدنامہ ہوا جسکے ذریعہ اٹلی کو ایک اور رشوت پیش کی گئی تاکہ وہ اتحادیون کے ساتھ شامل ہوجائے۔ یہ رشوت ساحل ایڈریاٹک پر کے علاقے تھے جو کوئی دو سو سال پہلے اٹلی کے ساتھ شامل تھے۔ اٹلی کا جرمنی اور آسٹریا کے ساتھ عہدنامہ تھا وسطی طاقتون (جرمنی اور آسٹریا) اور اتحادیون کے طرف سے لگاتار کوششین ہوتی رہین کہ اٹلی کو کسی نہ کسی طرح سے جنگ کے دائرے مین لایا جائے۔ آخر اتحادیون کی پیش کش زیادہ قیمتی معلوم ہوئی اور اٹلی اتحادیون کے ساتھ شامل ہوا۔ یہ عہدنامہ ۲۶ر اپریل ۱۹۱۵ء کو لنڈن مین ہوا۔ اسکے بعد ۱۹۱۶ء کے موسم بہار مین انگلستان۔ روس اور فرانس کے درمیان ایک عہدنامہ ہوا جسمین ایشیائی ٹرکی کے حصّے بخرے کرنے کا کام سرانجام دیا گیا۔

تقریبًا ایکسال یورپ کے محکمۂ خارجیہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ لیکن فروری ۱۹۱۷ء مین روس اور فرانس کے درمیان ایک عہدنامہ ہوا جسمین فیصلہ کیا گیا کہ اگر جرمنی کو شکست ہوجائے تو روس تو اُس کے مشرقی علاقون کو نگلنے کی کوشش کرے گا۔ اور فرانس مغربی علاقون پر دعوی جمائے۔

لیکن اس عہدنامے کے ہونے سے پیشتر اور ایشیائی ٹرکی کے متعلق عہدنامہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی ۳۔ جولائی ۱۹۱۶ء کو روس اور جاپان کے درمیان بھی ایک عہدنامہ ہوا۔ جسکے ذریعے سے دونون طاقتون نے ایک دوسرے کے چین مین حاصل شدہ خاص حقوق اور غیر حاصل شدہ فوائد کے قائم رکھنے مین مدد دینے کا اقرار کیا۔ یہ عہدنامہ ایک طرح سے جنگ

روس و جاپان کا تتمہ تھا۔ اس عہدنامے نے خوب ہی گل کھلائے۔ چین مین جو حقوق جرمنی کو حاصل تھے اُنکے حاصل کرنے کے لئے جاپان نے ہاتھ پانون مارنے شروع کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شرائط صلح پر دستخط کرنے سے چین کے نمایندون نے صاف انکار کر دیا مگر معاملہ یہین ختم نہین ہوا بلکہ آپس کی رنجش بڑھتی گئی۔ جاپان نے کوریا مین وہ وہ ظلم کئے اور ایسے ایسے ذرائع برتے کہ یورپ کی قومون کو بھی پیچھے چھوڑ گیا اور اب نتیجہ یہ ہوا ہے کہ چین امریکہ کے ساتھ شامل ہوگیا ہے۔ اور اگر اضلاع متحدہ امریکہ اور جاپان کے درمیان کبھی جنگ کی نوبت آئی تو چین اپنی خودداری کی حفاظت کے لئے امریکہ کے ساتھ ہوگا۔

ان عہدنامون پر کسی قسم کی رائے زنی کرنا فضول ہے۔ جبکہ دُنیا کو یہ یقین دلایا جا رہا تھا کہ ہم آزادی اور مساوات کی حفاظت کے لئے برسر جنگ ہین۔ اور جرمن ملک گیری کے برخلاف آوازے کسے جا رہے تھے۔ عین اُسوقت ملک گیری کے سامان ہو رہے تھے بلکہ کئی قومون کے گلے گھوٹنے کا بندوبست بھی ایسی خوبی سے کیا جا رہا تھا کہ آواز تک بھی سُنائی نہ دے سکے۔ لیکن آدمی منصوبے تو کچھ باندھتا ہے لیکن ہو کچھ جاتا ہے۔ رُوس مین انقلاب عظیم ہوگیا اور نئی حکومت نے ملک گیری کے خیالات سے دست برداری کی۔ اُدھر اضلاع متحدہ امریکہ جنگ مین شامل ہوا اور جنگ کے مقاصد کچھ اعلیٰ تبلائے گئے۔ یہ بھی ایک معمّہ ہے کہ آیا اتحادیون نے امریکہ کو اِن خفیہ عہدنامون کی بابت کوئی اطلاع بھی دی یا یونہی اُسکو لڑائی مین گھسیٹ لیا گیا۔

اِس دورخی حکمت عملی کی مثالین اِس سے پہلے بھی یورپ کے مُدبّر دے چکے تھے۔ ہم صرف دو مثالون کا ذکر کرینگے جو کہ اوپر کے واقعات سے تعلق رکھتی ہین اور جنکا تازہ واقعات سے بھی خاصہ تعلّق ہے۔

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ مارچ ۱۹۱۵ء مین ٹرکی کی کاٹ چھانٹ کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اِسی ذیل مین یہ بھی تبلایا جا چکا ہے کہ انگلستان نے ٹرکی مین کسی حصّے پر بھی دعویٰ نہ کیا بلکہ فارس مین غیر جانب دارانہ حصّے کو ہضم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ سوال پیدا ہوگا کہ فارس کا معاملہ کیسے پیش ہوگیا۔ فارس جرمنی کے ساتھ شامل نہین تھا۔ جنگ کے دنون مین اُسنے تلوار بندوق تو کیا اینٹ پتھر تک نہ اُٹھائے بعد کس قصور پر آزاد فارس کا خاتمہ کر دینے کا فتویٰ لگا دیا گیا؟

فارس کا ایک بڑا بھاری قصور تھا جسکا وہ خمیازہ دیر سے اُٹھا رہا تھا - اور یہ قصور اُسکا کمزور ہونا تھا - طاقتوروں کی دنیا مین کمزوروں کے لئے جگہ نہین ہے - اور کمزور ہونا بذاتِ خود ایک گناہ ہے - اسلئے جس ایشیا مین روس اور برطانیہ جیسی طاقتین تھین اُسمین کمزور فارس کے لئے کوئی جگہ نہ تھی - مُدت سے روس اور برطانیہ کے درمیان ایک خلش تھی - برطانیہ افغانستان مین چند حقوق جتاتا تھا اور روس کی آنکھ فارس پر تھی - دونون طاقتور قومون نے فیصلہ کیا کہ اس خلش کو مٹانا چاہئے - رُوس نے انگلستان کے حقوق افغانستان مین تسلیم کرلئے جسکے عوض مین اُسنے فارس مین اپنے حقوق کی حفاظت چاہی - نتیجہ کیا ہوا - ایک عہد نامہ مرتب ہوا جسمین ایک طرف تو دنیا کو یہ یقین دلایا گیا کہ روس اور انگلستان فارس کی آزادی کی حفاظت کا ذمہ اُٹھاتے ہین - دوسری طرف فارس کے تین حصے کئے گئے اِسکا جو نتیجہ ہوا وہ زمانہ کے پُرانے ناظرین بھولے نہین ہونگے کیونکہ جسوقت وہ واقعات ظہور پذیر ہو رہے تھے رسالۂ زمانہ مین اُنکے متعلق کئی حالات کا انکشاف کیا گیا تھا لیکن اتنا کہنا بیجا نہ ہوگا کہ عین جسوقت یہ عہدنامہ مرتب ہوا تھا فارس مین مطلق العنان بادشاہی کا خاتمہ ہوکر لوگون کو کچھ حقوق ملے ہی تھے اور فارس کی مجلس یعنی پارلیمنٹ کا انتخاب ہوا ہی تھا - فارس والون نے ایک امریکن کو مشیر مال کی حیثیت سے بلایا - اُسے آتے ہی رشوت دینے کی کوشش کی گئی جسمین ناکامیابی ہوئی اور اُسنے باقاعدہ اعلان کردیا کہ وہ فارس مین ایک آزاد سلطنت کا وزیر ہوکر حکومت کریگا - اور کسی غیر قوم کو فارس کے معاملات مین دخل نہ دینے دیگا - فارس کے نئے بادشاہ اور اُسکی پارلیمنٹ کے درمیان کچھ جھگڑا پیدا ہوگیا - اور روسی سفیر نے فارس کے وزیراعظم کو اطلاع دی کہ اُسے فارس کے بادشاہ کی تجاویز کو قبول کرنا ہوگا - ورنہ خیر نہین - خیر پارلیمنٹ اور بادشاہ کے درمیان لڑائی ہوئی جسمین روس نے مطلق العنان بادشاہ کی خوب پیٹھ ٹھونکی لیکن بالآخر قومیت کا جوش غالب آیا بادشاہ کو معزول کردیا گیا - اُسکے لڑکے کو تخت پر بٹھادیا گیا - لیکن روس کو چین کہان تھی - اُسکا بھلا تو اسمین تھا کہ فارس ایک کمزور طاقت رہے اور اُسے اپنے داؤ پیچ چلانے کا موقع ملتا رہے - اُسنے معزول شاہ فارس کو اپنے علاقہ سے گذر کر فارس مین خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کی اجازت دی - اِسمین بھی روس کو کامیابی نہوئی

اور آخر کار علم کھلا روسی سپاہی فارس مین گئے اور حریت کا بیڑا ڈبونے مین مدد دی۔
یہ ہے کہانی روس کے سلوک کی ایک ایسی طاقت کے ساتھ جسکی آزادی کا وہ خود ذمہ دار بنا تھا۔ لیکن لطف یہ ہے کہ گو انگلستان کو جنوبی فارس مین وہی حقوق حاصل تھے جو روس کو شمال مین تھے۔ لیکن انگلستان نے کبھی وہ دعوے نہین کئے۔ انگریزی وزیر خارجیہ سر ایڈورڈ گرے نے کئی موقعون پر روسی طرز مداخلت پر اعتراض بھی کیا لیکن انگلستان اور روس کے درمیان سمجھوتہ فارس کی آزادی سے زیادہ قیمتی تھا اور سر ایڈورڈ گرے بھی روس کے طرز عمل پر کوئی خاص نکتہ چینی نہ کر سکے۔ شکر کا مقام ہے کہ جو ظلم زار روس کی مطلق العنان حکومت نے یورپین حکمت عملی کے زیر سایہ کیا تھا روس کی نئی گورنمنٹ نے اُسکی تلافی کر دی ہے اور بالشویک اور فارسیون کے درمیان ایک عہدنامہ ہو گیا ہے جسکی رو سے روس اپنے سارے پرانے حقوق سے دست بردار ہو گیا ہے۔
اب چین پر جو حالت گذری وہ بھی سنئے۔ ۱۸۹۵ء مین چین اور جاپان کے درمیان لڑائی ہوئی۔ جاپان نے فتح پائی اور ایک عہدنامہ ہوا جسکی رو سے جاپان نے چین کے چند مقامات پر قبضہ پانے کا حق حاصل کیا۔ لیکن جرمنی۔ فرانس اور روس چین کے محافظون کی شکل مین نمودار ہوئے اور جاپان کو چین مین دخل پانے سے روکا اس دلیل پر کہ اس سے چین کی آزادی خطرے پر پڑ جاتی تھی۔ اگر یہ کہانی یہین ختم ہو جاتی تو معاملہ صاف تھا لیکن دوسرے سال ہی جرمنی نے چین کے کچھ علاقون پر فوج کشی کی دھمکی دے کر قبضہ کر لیا۔ روس نے وہی علاقے آ دبائے جن پر قبضہ کرنے سے جاپان کو روکا گیا تھا۔ فرانس نے بھی ایک ٹکڑا ہڑپ کر لیا۔ انگلستان بھی کب چوکنے والا تھا۔ اُسنے بھی ایک بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ یون معلوم ہوتا تھا کہ بس چین بھی افریقہ کی طرح مختلف طاقتون کے درمیان بٹ جائے گا۔ جبکہ چینیون کو ہوش آیا اور اُنھون نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ جتنے یورپین چین مین مقیم تھے سب قتل کر دیئے گئے۔ یورپ کی طاقتون نے اِسکا بدلہ تو لیا لیکن وہ ڈر گئین اور چین کی تقسیم ہوتے ہوتے رہ گئی۔
اسی ذیل مین ایک اور بات قابلِ ذکر ہے۔ انگلستان اور جاپان کے درمیان

سنہ ۱۹۱۰ء مین ایک عہدنامہ ہوا تھا جسمین دونون طاقتون نے چین اور کوریا کی آزادی اور سلامتی کا بیڑا اُٹھایا۔ لیکن جیسا کہ اس سے پہلے ہوتا رہا تھا جاپان نے کوریا کو ہضم کرنے کی ٹھانی۔ اور اسوقت تک جاپان کوریا مین وہ ظلم کر چکا ہے کہ اغلبًا یورپین قومین بھی اُنسے شرمندہ ہونگی۔ لیکن لطف کی بات ہے کہ گو انگلستان نے کوریا کی آزادی اور سلامتی کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ لیکن اُسے ہمت نہین پڑی کہ وہ کوریا کے حقوق کی حفاظت مین اپنی آواز اُٹھائے۔

افریقیہ کی کہانی اس سے بھی زیادہ شرمناک ہے۔ آج ایک عہدنامہ شائع کیا جاتا ہے کہ مراکو کی آزادی کے ذمہ وار انگلستان۔ فرانس اور اٹلی بنتے ہین۔ دوسرے ہی دن ایک خفیہ عہدنامہ ہوجاتا ہے کہ فرانس اور اٹلی مراکو کے حصے بانٹ لین۔ جیسا کہ ایک مشہور مورخ نے لکھا ہے "یورپین قومین بھی اپنی سختی۔ لوٹ کھسوٹ۔ اور حیوانیت مین دوسری قومون کی مانند ہین"۔ اِس بات سے غرض نہین کہ اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ وہ ان باتون مین کن قومون کی مانند ہین۔ لیکن اس بات مین کوئی شبہہ نہین ہے کہ بین الاقوامی تعلقات مین ہر ایک قوم نے اپنے ظلم۔ لوٹ کھسوٹ کی عادت اور انسانیت کی صفات سے گریز کرنے کی کافی مثالین پیدا کی ہین۔

سری رام شرما

ایک عالم لوار سمی ایلیہو برٹ نے اپنی ترقی و کامیابی کو ذہن سے منسوب نہین کیا بلکہ محض اپنے بیش بہا وقت کے باحتیاط استعمال سے۔ اس نے قریبًا ۱۸ قدیمی اور حال کی زبانون اور بائیس یورپین زبانون مین مہارت حاصل کی۔

ڈاکٹر ڈرا روانے قریبًا اپنی تمام کتب اس عرصہ مین تصنیف کین۔ جب وہ ملک مین ایک مریض سے فارغ ہو کر دوسرے مریض کے گھر گاڑی مین سوار ہو کر جاتا تھا۔

انگریزی فسانہ نگاری کی تاریخ

قدرتاً انسان کے لیے دنیا مین سب سے زیادہ دلچسپی کے اسباب خود اُسکے ہمجنسون کے افعال مین جنکا آغاز ابتداے آفرینش سے ہی ہوتا ہے اور حقیقتاً یہی اسباب فن تاریخ کی بنیاد ہین لیکن فسانہ نگاری کی ابتدا کے متعلق کوئی صحیح راے قائم کرنا نہایت دشوار ہے۔ مغربی فسانہ نگاری کے متعلق محققین کا خیال ہے کہ اسکی ابتدا انجیل مقدس کے دفتر اول سے ہوئی جسمین تخلیق عالم کے بارہ مین بعض نہایت دلچسپ اور سبق آموز قصے درج ہین۔

اگرچہ انگریزی فسانہ نگاری کی ابتدا گیارہوین صدی عیسوی مین ہوئی تھی لیکن سولھوین صدی تک اس نے کوئی خاص ترقی نہین کی کیونکہ اسوقت تک اسمین کوئی اوریجنلٹی یا خاص خوبی نہین پائی جاتی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ولیم آف نارمنڈی نے انگلستان پر قبضہ کرکے وہان ایک نئے خاندان اور نئے رسم و رواج کی بنیاد ڈالدی تھی۔ اہالیان نارمنڈی (جو فرانس کا ایک صوبہ ہے) باعتبار اپنی زبان اور طرز معاشرت کے بالکل فرانسیسی تھے لیکن اینگلوسیکسن باوجود بے انتہا نفرت اور قومی مغائرت کے قوانین قدرت کے موافق فاتح قوم کے اثرات سے متاثر ہوچلے تھے۔ چنانچہ میلوے جس کا نام فسانہ نگاری کی تاریخ مین آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے کی تصنیف مین اگرچہ ایک حد تک اصلیت موجود ہے تاہم اُسکا طرز عبارت و ترکیب فرانسیسی انشاپردازی کی نقل ہے۔

ملکہ الزبیتھ کا زمانہ انگلستان کی علمی اور ادبی تاریخ مین ایک قابل یادگار عہد ہے پاپاے روما کی مذہبی استبداد نے یورپ کے دماغون کو عرصہ دراز سے معطل اور بیکار کر رکھا تھا لیکن پندرھوین صدی کے آخر مین ردعمل بھی ہونا شروع ہوگیا تھا۔ قسطنطنیہ کے مفرور یونانی اپنی زبان اور قدیم علوم کا درس اٹلی فلارینس اور دیگر ممالک یورپ کو دینے لگے حکیم ارسطاطالیس اور دیگر حکماے یونان کے فلسفون کے عربی تراجم مسلمانان اندلس و بغداد کی علمی کوششون کی بدولت یورپ تک پہونچ گئے۔ باوجود پوپ کی مخالفانہ کوششون کے لوگون نے ان سے استفادہ کرنا شروع کیا۔

اسطرح پوپ کے مذہبی اقتدار کی جڑ کھوکھلی ہوتی گئی اور یورپ مین اس مشہور عہد بیداری کا آغاز ہوا جسنے جرمنی مین اصلاح کنیسا کی شکل اختیار کرکے تمام ملک مین ایک زبردست مذہبی تلاطم برپا کردیا اور یورپ مین تہذیب جدید کے دور کی بنیاد ڈالی - انگلستان بھی ان مذہبی مناقشات اور کیتھولک و پروٹسٹنٹ فرقون کی خانہ جنگیون سے محفوظ نہ رہ سکا اور ہنری ہشتم کے قضیۂ طلاق سے شروع ہوکر ملکہ میری کے خونی عہد تک فرقہ آرائیون کا بازار گرم رہا حتی کہ الزبیتھ کی دانشمندانہ اور اعتدال پسند پالیسی نے انکا خاتمہ کردیا - اس عرصہ مین علمی تحقیقات کا وہ پودہ جو ارسمس اور سر طامس مور کے ہاتھون سے لگایا گیا تھا وہ برابر پروان چڑھتا رہا لیکن الزبیتھ دور امن وعافیت مین اُسکی جو نشو ونما ہوئی وہ حیرت انگیز ہی - اسوقت کم از کم انگلستان مین مذہبی مناقشات کچھ عرصہ کے لیے دب گئے تھے - چنانچہ لوگون کو مختلف شعبہائے علوم وفنون کیطرف راغب ہونے کا موقع ملا -

اب فسانہ نگاری نے بھی ایک قدم اور آگے بڑھایا - لیکن کچھ تو اسوجہ سے کہ انگریزی نثر نگاری ہنوز حالت تکمیل کو نہین پہونچی تھی اور کچھ دیگر وجوہات سے یہ فن اسقدر ترقی نہین کرسکا جتنا کہ اس عہد کا فن شعر گوئی و ڈراما نویسی - اس لیے اس زمانہ کے فسانے کچھ وقتی کامیابی اور عارضی شہرت حاصل کرنے کے بعد بہت جلد گمنامی اور کس مپرسی کیحالت مین پڑ گئے - اُسوقت کا مشہور فسانہ نگار گرین ہے جسکی تصنیفات مغلق الفاظ پیچیدہ عبارات اور تصنع سے معمور ہین - اور جن مین اکثر قصہ کے سلسلہ اور ربط کو توڑکر وعظ وپند کا درمیان مین آنا پایا جاتا ہے حالانکہ فسانہ کے لئے بالخصوص یہ ایک مہلک غلطی ہے - علاوہ ازین تاریخی فسانون مین نتو واقعات کی صحت کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ اشخاص افسانہ کی حیثیت اور اُن کے افعال واقوال مین باہمی مناسبت کا جسکے سبب سے شکسپیر ایک کامیاب اور بیمثل ڈراما نویس ہوگیا تھا - ان ہر دو خصوصیات کی طرف ہم اردو مصنفین کو خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتے ہین کیونکہ دراصل یہی قصہ کی جان ہے - اس صدی کا دوسرا کامیاب فسانہ نگار طامس دیلونی ہے جو ۱۵۴۳ء مین پیدا ہوا اور ۱۶۰۰ء تک زندہ رہا - اپنی عمر کے آخری چند سالون مین اُس نے کئی نہایت عمدہ افسانے لکھے اسکا طرز تحریر اور طریقہ ادائے مطالب زیادہ مربوط اور مکمل ہے - اور جا بجا ظرافت کا رنگ بھی جھلکتا ہے کسی واقعہ کو سادگی سے بیان کرنے پر قناعت کرتا ہے - اپنے ذاتی تجربہ اور بینی

مشاہدہ سے کام لیتا ہے اور کریکٹروں کی جن خصوصیات کے متعلق اُسکو کافی معلومات ہین اُن سے
بحث کرتا ہے یہی اُسکی کامیابی کے بڑے وجوہ ہین - اگرچہ تصنع - بے ربطی اور غیر ضروری
باتون سے اُسکی عبارت بالکل بری نہین ہے، تاہم وہ اپنی لیاقت کے بیجا اظہار اور واقعات کی
توڑ مروڑ سے بالکل آزاد ہے - ڈیلونی کے فسانون نے اس فن کو کامیابی کی حد تک پہونچا
دیا، لیکن پھر اُسکے بعد کئی صدی تک اسطرف توجہ نہین کی گئی - کیونکہ عوام کا رجحان ڈرامون کیطرف
زیادہ تھا جو قصون کو بجاے پڑھنے کے اسٹیج پر دیکھنا زیادہ پسند کرتے تھے -

لیکن فن فسانہ نگاری کی قسمت مین بالآخر ترقی کرنا لکھا تھا سترھوین صدی کے وسط مین
فرقہ پیوریٹن کے غلبہ اور اثر سے ڈراما کا زور کم ہوا - خانہ جنگیون کے خاتمہ - چارلس اول کے قتل اور
جمہوریہ کے قوت استقرار سے اس پُرجوش مخلص مذہبی فرقہ کو ملک مین کامل سیاسی اقتدار حاصل
ہوگیا - کرامویل کی قوت و تدبر اور ملٹن کے دماغ و قلم نے اُس کی عظمت اور رعب کا سکہ تمام یورپ
مین بٹھا دیا - جن لوگون کو ملٹن کی نظمین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس فرقہ کی خالص مذہبی زندگی
اور سادہ درویشانہ طرز معاشرت کا اندازہ کرسکتے ہین - یہ پیوریٹن فرقہ مذہبًا اور اعتقادًا تمام مشاغل
تفریحات و رقص و سرود کو معیوب سمجھتا تھا اور اُس کو ڈراما اور تھیٹر سے سخت نفرت تھی - چنانچہ
اُس نے تمام تھیٹر ہاؤس بند کرا دیے تھے - لیکن ڈراما کی بیقدری اور انحطاط نے بھی فن فسانہ نگاری
کو کچھ زیادہ فائدہ نہین پہونچایا - لوگون کو اپنی دماغی تگ و تاز کے لیے مذہبی اختلافات اور سیاسی
مناقشات کا ایک وسیع میدان مل گیا تھا اور اُس وقت کے لیئے یہی بس تھا -

اٹھارھوین صدی مین البتہ ہم فن فسانہ نگاری کو ترقی پذیر حالت مین دیکھ سکتے ہین اگرچہ
شروع صدی کے افسانے کچھ زیادہ اُمید افزا نہین ہین - سوفٹ نے قدرتًا وہ تمام اوصاف
پائے تھے جو فسانہ نویس کے لئے ضروری ہین، لیکن اُس نے اپنے قصون کو مطائبہ نویسی کا آلہ
بنا لیا تھا - اس فن کا دوسرا اُستاد ڈیفو ہے اور اُس کا مشہور افسانہ رابنسن کروسو اُس کی
اوستادی کا بین ثبوت ہے - ملک مین مختلف رسائل کے بکثرت جاری ہونے سے اس فن کو اور
زیادہ تقویت ملی - کیونکہ شارٹ اسٹوری کو ناول وغیرہ کی طرح کتابی صورت مین شایع کرنے کا
دستور نہین تھا - اِن رسالون مین عمدہ عمدہ افسانے نکلے اور اُن کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی

ان مین سے ایک فسانہ امورس ہے جو جدت مضامین - رنگینی خیالات اور واقعات و مناظر کے اعتبار سے اِس فن کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے - لیکن علانیہ اخلاقی وعظ اور ناصحانہ صلاح کی تلخی اسمین اس قدر موجود ہے کہ تخیل کی چاشنی اور محاکات کی شیرینی بھی اس کو دبا نہین سکی -
اُنیسوین صدی مین اس فن کو حیرت انگیز ترقی ہوئی - اِس وقت انگریزی نثر مکمل اور تمام خصوصیات انشا پردازی سے مالا مال ہوگئی تھی - اخبارات اور میگزینون کی کثرت نے اِس کی ترقی مین بہت مدد دی - اسلیئے ادبی حیثیت سے اُنیسوین صدی فسانہ کی صدی کہلاتی ہے -
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر اُنیسوین صدی کے فسانہ کی خصوصیات اور اُسکی ارتقائی حالت پر کچھ روشنی ڈالی جائے - اِس صدی کے قصے بھی اخلاقی فسانے کہے جا سکتے ہین - لیکن ان مین اور اُن کے پیشرووُن مین بڑا فرق ہے - اٹھارہوین صدی کا ایک مشہور فسانہ نویس ہاکسورتھ (HANKS WORTH) ہے - اُس کے فسانون کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اُس کے دماغ مین اخلاقی تعلیم کا خیال پیدا ہوا - اُس نے اُس کے اظہار کا طریقہ دریافت کرنے کی کوشش کی اور اِسی مناسبت سے پلاٹ اور کریکٹرز وغیرہ تلاش کیئے - لیکن اُس کے قصے وعظ و پند کے غیر ضروری بار سے دبے ہوئے ہین جن کو پڑھنے والے کا دماغ بھی محسوس کرتا ہے - انیسوین صدی کا ایک شہرۂ آفاق فسانہ نگار ہاتھارن (HAWTHORN) ہے جو فسانہ اور اخلاق مین پورا پورا توازن قایم رکھتا ہے اور اگر ہم اُسکے اخلاقی درس کی نوعیت دریافت کرنا چاہین تو پہلے ہمکو قصہ کا خول جدا کرنا پڑیگا - اول الذکر کی ناکامی اور موخر الذکر کی مقبولیت کا یہ ایک بہت بڑا سبب ہے - دوسری خصوصیت اس صدی کے ماہرین فن کی یہہ ہے کہ وہ قصہ کی ترتیب و ادائے مطالب مین باعتبار عبارت و وضاحت اپنے متقدمین سے بہت بڑھے ہوئے ہین اٹھارھوین صدی مین یہ فن خارجی اسباب کے ماتحت ترقی کر رہا تھا لیکن اُنیسوین صدی مین اس کی ارتقائی حالت کا اندازہ کرکے یہ رائے قائم کی گئی کہ اس کی ترقی اندرونی لوازمات کے زیر اثر ہونا چاہیئے -

سب سے زیادہ ضروری چیز فسانہ نگار کے لیئے یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے ذہن مین قصہ کے اصلی مقصد کو قائم کرلے اور اس بات کا پورے طور سے اندازہ کرلے کہ وہ ناظرین کے

والپر کیا اثر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ پھر اُسی مطابق پلاٹ سین۔ کریکٹرز اور الفاظ و محاورات کا استعمال کرے قصے کے مقصد پر ایسی زبردست گرفت ہونی چاہیے کہ یہ کسی وقت بھی ہاتھ سے نہ چھوٹ سکے غیر ضروری و بے ربط چیزون کو قصہ مین ہرگز نہ داخل کیا جائے۔ ناول مین بیشک یہ خامیاں نظر انداز کی جا سکتی ہین اور ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے اُس کی خوبی مین کوئی فرق نہ آئے، لیکن قصہ کی تمام خوبی ایسے اسقام کے نہ ہونے ہی پر منحصر ہے اسی صدی کے شہرۂ آفاق ناولسٹ تھکرے اور ڈکنس، باوجود ان خامیون کے، نہایت دلچسپ اور مشہور ناولون کے لکھنے مین کامیاب ہوئے۔ تھیکرے اپنے قصہ کے سلسلہ کو ساقط کر کے وعظ کرنے لگتا ہے اور ڈکنس نے بہت سے ایسے اشخاص اپنے ناولون مین داخل کر دیئے ہین جنکا اصل واقعہ سے کچھ بھی تعلق نہین، لیکن انہی اسباب سے جو رنگینی اور بوقلمونی پیدا ہو گئی ہے، وہ بے ربطی اور غیر ضروری طوالت کا کافی معاوضہ ہے۔ اگر اسٹوری مین فضول اور بے ربط باتین داخل کر دی جائین اُسکی اصلی خوبصورتی یقینی مٹ جاتی ہے۔ لیکن ان اصول کی پابندی اُسوقت تک ناممکن ہے جبتک کہ قصہ اور اُسکا مفہوم خود ہی نہایت سادہ نہو۔ اگرچہ اس سے قصہ کا بالکل عامیانہ ہونا مراد نہین۔ ہاتھارن نے نہایت سلیس قصون مین نہایت مشکل مسائل اور دقیق نظریات سے بحث کی ہے لیکن بلندی مضامین اور علویت مقصود مین اُسنے پیچیدگی اور اطناب کو داخل نہین کیا، پیچیدگی خواہ عبارت مین ہو یا مفہوم قصہ مین اُس کے لیے طوالت لازمی ہے اور طوالت کے ہوتے ہوئے ضروری اور غیر ضروری امور مین امتیاز قائم رکھنا مشکل ہے فسانہ کا طرز تحریر اور اُسکا پلاٹ ایسا ہونا چاہیئے کہ پڑھنے والے کا دماغ شروع سے آخر تک ایک خاص اثر سے متاثر ہوتا رہے، اور اُسکی توجہ مرکز اصلی سے ہٹنے نہ پائے۔
فسانہ کی خصوصیت اُس کو ڈراما سے الگ کرتی ہے، کیونکہ موخر الذکر انسان کے دماغ پر مختلف اثرات کے عکس ڈالتا ہے، جبکہ اول الذکر کے اثر مین یکسانیت اور یکرنگی ہوتی ہے۔ اُنیسوین صدی کے افسانون مین یہ خوبی بدرجہ اتم موجود ہے اور ساتھ ہی انسانی جذبات کا کوئی ایسا پہلو نہین ہے جو چھوڑ دیا گیا ہو۔ محض تفنن طبع کے لیئے پڑھنے والا آدمی بھی اُنسے اسی طرح استفادہ کر سکتا ہے، جس طرح کہ فطرت انسانی کا غائر مطالعہ کرنے والا۔

انگریزی افسانہ نگاری کی تاریخ اور تدریجی ترقی کے اس مختصر تبصرہ کے بعد صرف اس قدر کہنا باقی ہے کہ اس طرف کچھ عرصہ سے قدردانان اردو کی توجہ بھی ادب کی اس شاخ کی جانب منعطف ہوئی ہے اور اُن کی کوششون سے اردو لٹریچر مین بعض مفید قصون کا اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اس فن کو ایک مستقل اور مکمل حالت پر پہونچا دینے کے لیئے چند لوازمات کی بھی اشد ضرورت ہے اور اُن کی صراحت مضمون ہذا مین کافی طور پر کر دی گئی ہے۔

محمد حامی الدین خان رفیق

اگر ہم صرف اپنے فرصت کے اوقات سے فائدہ اُٹھائین تو کیسے کیسے کام کر سکتے ہین۔

سپنسر و فخریہ کہتا تھا کہ اسکا مطالعہ علم فلسفہ کا بھی ان خدمات کا حارج نہین ہوا۔ جو اس نے عوام کی کین اور کہ اُس نے محض وہ وقت علم فلسفہ کے مطالعہ مین صرف کیا۔ جو دوسرے لوگ کھیل کود اور سامان تفریح مین صرف کرتے ہین۔

ڈیگولیسیانے (جو کہ فرانس کا ایک اعلیٰ ترین چانسلر تھا) وقت کے تمام حصتون کو خوش اسلوبی سے صرف کرنے سے کھانا کھانے کے بے عرصہ انتظار کرنے کے دوران مین ایک ضخیم اور پُر لیاقت کتاب لکھی۔

ڈاکٹر برنی نے فرانسیسی اور اطالین زبان دانی اسپ سواری پر جب وہ ایک شاگرد موسیقی سے دوسرے شاگرد موسیقی کے پاس پڑھانے کے لیے جایا کرتا تھا سیکھی۔

کرک وائیٹ نے یونانی زبان دانی سیکھی اور کسی قانون پیشہ شخص کے دفتر مین آنے جانے کے دوران مین اسم اور فعل کا مطالعہ کر لیا۔

ڈاکٹر میسن گوڈ نے لوکیریٹس کا اپنی گاڑی مین ترجمہ کیا۔ جب وہ ایک مریض سے ہو کر دوسرے مریض کے پاس جاتا تھا۔

فارغ

تاریخ فن طباعت

انسان کی جب یہ خواہش پوری ہوچکی کہ وہ اپنے آوازون کی علامات مقرر کرے تاکہ اُسکی غیر حاضری مین دوسرون پر اُسکے خیالات ظاہر ہوسکین یعنی جبکہ وہ فن تحریر ایجاد کرچکا تو روزافزون ترقی کرنے والے زمانہ نے اُوسے بےچین کیا اور یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اب کوئی طریقہ نکالنا چاہیئے کہ جس سے تحریر کی محنت مین کمی ہو اور خاص کر اُس صورت مین جبکہ ایک ہی خیال کی اشاعت کیلیئے بہت سی تحریرون کی ضرورت ہو۔ موجودہ فن طباعت کے محرک کا یہی خیال تھا۔

ایجاد نقاشی نے اُسکے خیال کو اس طرف رجوع کیا کہ اگر وہ لکڑی کے حروف کی صورت کندہ کرکے اُنکے نشانات کسی ذریعے سے کسی چیز پر سے لے سکے تو اس سے وہ ایک ہی تحریر کو باربار لکھنے کی زحمت سے بچ جائیگا اور اسطرح اُسکا وقت بھی بہت کم صرف ہوگا۔ چنانچہ ابتدا مین یہ طریقہ اختیار کیا گیا لکڑی پر عبارت کندہ کی گئی لیکن بہت جلد اس کا خیال اسطرف رجوع ہوا کہ الفاظ کو کندہ کرنے کے بجائے ہر حرف لکڑی کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر کندہ کیا جائے اور پھر حرفون کو جوڑ کر لفظ بنالیے جائین۔ چنانچہ تمام و کمال حروف تہجی اس طرح طیار کرلیئے گئے۔

اکثر ایجادات ہندوستان کی گذشتہ عظمت کا بین ثبوت ہین اور مصر و ایران و عرب کا چکر لگاتی ہوئی یورپ پہونچی ہین۔ لیکن اس ایجاد کا سہرا یورپ کے سر ہے موجودہ تحقیقات بتاتی ہے کہ لکڑی کے حروف پندرھوین صدی اور اس سے قبل رائج تھے لیکن لکڑی کی ناپائیداری نے جان گٹن برگ نامی جرمن کو اسطرف متوجہ کیا کہ دھات کے حرف بنائے جائین چنانچہ اُسنے لکڑی کے سانچے بناکر اُسمین حرف ڈھالے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ گٹن برگ نے سنہ ۱۴۵۰ء اور سنہ ۱۴۶۰ء کے درمیان یہ ایجاد کی۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ گٹن برگ سے پیشتر نہین تو اُسی کے زمانہ مین ہالینڈ مین بھی حروف ڈھالے گئے۔ لیکن شہادت زیادہ تر گٹن برگ کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔

گٹن برگ کی ابتدائی زندگی کے حالات پر لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۳۹۷ء یا ۱۳۹۸ء میں شہر مینز (MAINZ) میں پیدا ہوا اور اہل یورپ کے مروجہ طریقہ کے خلاف یعنی باپ کا خاندانی نام اختیار کرنے کے بجائے ماں کا خاندانی نام اختیار کیا۔ اور ۱۴۲۰ء میں اسٹراس برگ میں مقیم تھا ۱۴۳۹ء میں ایک تحقیقات کے دوران میں یہ راز کھلا ہے کہ وہ مخفی طور پر کسی بات کا تجربہ کر رہا ہے اور اس تجربہ کی تکمیل کیلئے اسنے لکڑی کے آلات بنائے ہیں۔ اوسنے عدالت سے درخواست کی کہ لکڑی کے چار ٹکڑے جو پریس (یعنی چھاپنے کی کل) میں رکھے ہوئے ہیں "تلف کر دیئے جائیں یا کم سے کم ان کو الگ الگ کر دیا جائے تاکہ انھیں کوئی دیکھنے نہ پائے۔ اُسنے ان چاروں ٹکڑوں سے پریس نہیں بنایا تھا بلکہ ان کے ملانے سے ایک آلہ بنتا تھا جسمین حروف ڈھالے جاتے تھے اور یہی موجودہ ٹائپ کی ایجاد کا آغاز ہے۔

یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ تنگ خیالی صرف ایشیائیوں ہی کا حصہ نہین ہے بلکہ اگر تحقیقات کیجائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی تمام اقوام اس مرض مین گرفتار رہ چکی ہین۔ اگر ایشیا کے ہزاروں اہل کمالات کے کمال زندگی بھر انکے سینہ مین مخفی رہے اور اُنکے ساتھ ہی زیر زمین دفن ہوگئے تو اور ممالک مین بھی ایسا ضرور ہوا۔ گٹن برگ کی درخواست اس کا ثبوت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طبع انسانی اکثر صورتوں مین یکساں واقع ہوئی ہے۔ ہوس تفوق اُسکا ایک خاصہ ہے۔ بس جس چیز کی نسبت اُس کا خیال ہوتا ہے کہ اُسکی ذات مین اُسکا وجود اُسے اوروں سے بلند سطح پر پہونچا دیتا ہے۔ اُسے وہ اوروں کی ذات مین نہین دیکھ سکتے۔ کیونکہ تعمیم تفوق کی جڑ کاٹتی ہے اور یہی خیال اُسے بخل کیطرف مائل کرتا یا بلحاظ دیگر مانع تعمیم ہوتا ہے۔

جان فسٹ نامی ایک سُنار روپیہ قرض دیکر گٹن برگ کی ہمت افزائی کیا کرتا تھا۔ اس سُنار نے ایکبار گٹن برگ پر اپنے روپیہ کیلیئے نالش کی اور عدالت نے اُسے مطبع پر قبضہ دلا دیا۔ گٹن برگ نے ساٹھ سال کی عمر مین دوبارہ مطبع جاری کیا مگر ضعیفی صحت پر اپنا اثر کر رہی تھی اس لیئے مجبوراً مطبع بند کر دیا۔ ۱۴۶۸ء یا اُسکے قریب وہ اس عالم فانی سے چل بسا۔

۱۴۶۲ء مین مینز پر حملہ ہوا اور اسکے باشندے یورپ کے مختلف ممالک مین نکل گئے گٹن برگ کے مطبع کے آدمی بھی اس تباہی کے زمانہ مین خانہ ویران ہوگئے اور یون یہ فن یورپ مین پھیلا۔

سنہ ۱۴۷۲ء مین بروجس (BRUGES) مین ایک مطبع تھا جس کا بانی کولارڈ منشن (COLARD MANSION) تھا اسکے کارکنون مین ولیم کیکسٹن (WILLIAM CAXTON) نامی ایک انگریز تھا کیکسٹن نے اس فن کو جسکے ذریعہ اُسکی تصنیفات کے متعدد نسخے آسانی سے بہم پہونچ سکتے تھے۔ بہت پسند کیا اور کولارڈ سے اپنے لیئے ایک خاص وضع کا ٹائپ ڈھلوایا سنہ ۱۴۷۷ء مین کیکسٹن وطن کو لوٹا اور جوش قومی ہمدردی نے اُسے اس فن کو انگلستان مین رائج کرنے پر آمادہ کیا۔ قدردانی کا زمانہ تھا۔ ایڈورڈ چہارم شہنشاہ وقت نے اُسے اپنے سایہ عاطفت مین لیا اور رفتہ رفتہ ملک مین ٹائپ ڈھالنے والے پیدا ہوگئے اور یہ فن عروج پر پہونچ گیا۔ محتاج بیان نہین اگر کیکسٹن شاہی حمایت مین نہ آجاتا تو اُسوقت کی اوہام پرستی اس فن کو شاید عرصہ کے بعد وہان مروج ہونے دیتی۔ لوگون کا خیال تھا کہ چھاپنے والے (پرنٹرس) شیطان کے ہاتھ بک گئے ہین اور اُسنے معاوضہ مین اُنکو یہ فن سکھایا ہے۔ ایڈورڈ ایکدفعہ مع ملکہ شہزادون اور ارکان دولت کے مطبع دیکھنے گیا۔ ایک پادری صاحب بھی ہمرکاب تھے حضرت پر خوف طاری ہوا اور دفع بلا کیلیئے سینہ پر دونون ہاتھ صلیب نما شکل سے باندھکر سب سے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ وہ لوگ جو آج اورون کو اوہام پرست وباطل پرست کہتے ہین وہ اپنے گریبان مین منہ ڈال کر دیکھین کہ وہ بھی ارتقا کی منزلین طے کرتے ہوئے اس منزل سے گذرے ہین یا نہین۔

پادریون کے ذوق اشاعت انجیل نے اس فن کو سنہ ۱۸۱۲ء مین بمقام سیرام پور جلوہ گر کیا اور رفتہ رفتہ یہ فن تمام ہندوستان مین پھیل گیا۔

ہندوستان کی ہر زبان کے حرف یہان ڈھالے گئے۔ دیوناگری خط جن زبانون کے خطون کا ماخذ تھا اُنکے ڈھالنے مین نہایت ہی آسانی ہوئی اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ جن اُصول پر یورپین زبانون کے حرف ڈھالے گئے ہین وہی ان پر منطبق ہوسکتے تھے یعنی جسطرح ان زبانون کے حرف جُدا جُدا لکھے جاتے ہین اسیطرح سنسکرت ماخذ زبانون کے الفاظ کے حرف لکھے جاتے ہین۔ پس ٹائپ عمدہ اور خوشنما ڈھل گیا۔ لیکن جن زبانونکے خط کا ماخذ عربی خط تھا اُنکے ڈھالنے کیلیئے ایک اُصول ایجاد کرنا پڑا یعنی ہر لفظ کے حروف کے تین درجے مقرر کرلینے پڑے اور حرفون کو ان درجون مین سے کسی ایک درجہ مین رکھنا پڑا۔ عربی خط تو پھر بھی اپنی پوری شان قائم رکھ سکا لیکن مفرس عربی خط (PERSO ARABIC) تاہنوز اپنی ذاتی خوبصورتی کے ساتھ نہین ڈھالا جاسکا۔ اگرچہ انڈین پریس الہ آباد اور گجراتی ٹائپ فونڈری بمبئی کے ساعی اس کے

مین قابل داد ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران نے جب عربی خط اختیار کیا ہے تو اُسکو خوبصورت بنانے کی بہت کوشش کی اور خوبصورتی کے خیال مین اسقدر محو ہوگیا کہ اسنے عربی خط کے اصول نظرانداز کرکے حرف کے اوپر حرف رکھ دیا اور بعض صورتون مین کچھ اسطرح کا قصر کیا کہ اب اُسکو معلومہ اصول کے تحت مین لاکر ڈھالنا بہت دشوار ہوگیا ہے۔ اسکی خوبصورتی کا دار و مدار کچھ اس پر بھی ہے کہ لفظون مین زیادہ فصل نہو اور ٹائپ مین اکثر اوقات یہ فصل ناگزیر ہو جاتا ہے اور یہی اسکی خوبصورتی کو زائل کر دیتا ہے۔ مفرس عربی خط جہانتک ہمارا خیال ہے کبھی حسب منشا نہین ڈھالا جا سکتا اور جو کوششین اب تک کیجاچکی ہین اور جو نتائج اُس سے کتر تب ہوئے ہین اگر اون سے بہتر نتائج کبھی پیدا بھی ہوئے تو اسین کم سے کم پانچ درجہ مقرر کرنے پڑین گے۔ چند حرفون کی صورتاین کچھ کاٹ چھانٹ کرنی پڑیگی اور یہ تو بالکل ہی ناممکن ہوگا کہ حرف پر دوسرا حرف آسکے۔ پس اگر مفرس عربی خط کیلیئے کبھی کوئی عمدہ ٹائپ نکلا بھی تو وہ اس قدر خوبصورت ہوگا جتنا کہ قلم کا لکھا ہوا خط۔ تاہم وہ لوگ جنکو قدرت نے دماغ عطا کیا ہے فرصت دی ہے۔ اور ساتھ ہی دولت۔ اُن کا فرض ہے کہ پہلے مفرس عربی خط کے اُصول دریافت کرین پھر ان اصولون کے مطابق ٹائپ ڈھال کر نتیجہ دیکھین اور حسب ضرورت خط مین بھی ترمیم کرین۔

سلیم جعفر

اسحاق نیوٹن صاحب نے اپنی کتاب تواریخ موسومہ "کرانولوجی" پندرہ دفعہ ایڈورڈ گبن صاحب نے اپنی کتاب میموائرز نو دفعہ لکھی۔

سر میتھو ہیل بہت سالون تک بشرح ۱۶ گھنٹہ فی یوم پڑھتا رہا اور جب مطالعہ قانون سے تھک گیا۔ تو وہ علم فلسفہ اور ریاضی کے مطالعہ سے تفریح طبع حاصل کیا کرتا تھا اور اس نے اپنے خیالات دقیق دوران گشت مین لکھے۔

ڈیوڈ ہیوم جب وہ اپنی کتاب تواریخ انگلینڈ تیار کر رہا تھا۔ تو بشرح ۱۳ گھنٹہ فی یوم لکھا کرتا تھا۔

جارج سٹیفنسن

انگلستان کے شہر نیوکاسل سے پانچ میل کے فاصلے پر وائیلم نام کا ایک چھوٹا سا گانوٗن تھا جسمین کوئلے کی کان تھی اور بہت ممکن ہے کہ یہ گانوٗن اِسی کان کی بدولت آباد ہوا ہو۔ اس کان مین ایک پمپنگ انجن تھا۔ رابرٹ سٹیفنسن اسمین آگ جلانے اور کوئلہ جھونکنے کے کام پر مامور تھا۔ جارج سٹیفنسن اِسی فائرمین کا دوسرا بیٹا تھا جو ۹ جون ۱۷۸۱ء کو ایک جھونپڑی مین پیدا ہوا تھا۔ رابرٹ سٹیفنسن ان دنون بارہ شلنگ ہفتہ وار اُجرت پاتا تھا جس سے اُسکو چھ لڑکے لڑکیون کی پرورش کرنی پڑتی تھی۔ اِتنی قلیل آمدنی مین اولاد کو تعلیم دینے کا تو ذکر ہی کیا معمولی رزق کا بھی ٹھیک ٹھیک انتظام ہونا مشکل تھا۔ اسوجہ سے جارج سٹیفنسن اپنی آیندہ زندگی کمل بنانے کے لئے مناسب سامان نہ پا سکا اور اُسکا لڑکپن قلیون کے لڑکون کے ساتھ کھیلنے کودنے اور کبھی کبھی کسی کا چھوٹا موٹا بوجھ ڈھو کر دو چار پیسے کما لینے مین گذرا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بھی اسکے دل مین بڑے بڑے کام کرنے کے خیالات ضرور موجود رہے ہونگے۔ کیونکہ بڑا ہونے پر وہ کام مین اس خوبی سے دلچسپی لینے لگا گویا خود پہلے ہی سے اِسکی تیاری مین مشغول رہا ہو۔ جارج کا باپ اپنا کام نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کرتا تھا جس سے اسکی اولاد پر نہایت عمدہ اثر پڑا۔ جارج کا بدن مضبوط تھا اسلئے وہ چھوٹی عمر مین بھی اپنے گذر بسر کے لئے کافی کما لیا کرتا تھا۔ اس زمانہ مین اسکے دل مین ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ وہ دن کب آئیگا جب وہ اپنے باپ کی حیثیت سے ملازمت پا سکیگا۔ یہ خواہش بہت جلد پوری ہوئی کیونکہ چودہ برس کی عمر مین جارج اسسٹینٹ فائرمین ہوگیا اور اُسکو ایک شلنگ یومیہ ملنے لگا۔

جب رابرٹ کے اور بچے روزگار کی تلاش مین دوسری جگہ چلے گئے تو جارج ڈیوحل دمنن مین فائرمین کا کام کرنے لگا جہان اُسنے اپنے انجن کے متعلق پوری پوری واقفیت حاصل

کرنے کی سخت کوشش کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُس حالت مین شاید اُسکو "انجن مین" کی اسامی ملجائے جس سے معقول تنخواہ کا ملنا ممکن تھا۔ جارج کا یہ اُصول تھا کہ بتدریج ترقی کرنی چاہیے اسی پر کاربند ہوتے ہوئے وہ اپنا سارا وقت انجن ہی کی جانچ پرتال مین لگایا کرتا تھا اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ جارج اُن بدشعاریون سے بھی بچ سکا جنمین اُسکے ساتھی فرصت کے وقت مبتلا ہو جایا کرتے تھے ان ساتھیون کو جارج کی لیاقت و قابلیت کا خواب مین بھی علم نتھا کہتے ہین کہ جسوقت اُسکی تنخواہ بارہ شلنگ ہفتہ وار ہوگئی تو اُسنے دفتر سے باہر نکلکر اپنے ساتھیون سے کہا کہ "اب مین آدمی ہوا" لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اُسکو زیادہ ترقی کی خواہش ہوئی۔

جارج سترہ سال کی عمر مین انجن مین مقرر ہوا اور اب اُسکا باپ فائرمین ہونے کی وجہ سے اسکے ماتحت ہوگیا اسوقت جارج کی ذمہ داری تو ضرور بڑھ گئی لیکن ساتھ ہی اُسکو انجن کے متعلق پوری پوری واقفیت بہم پہونچا لینے کا موقع بھی خوب ملا۔ فرصت کے وقت جارج انجن کے ایک ایک پرزے کو علیحدہ رکھتا اور صاف کرتا جسمین اُسکو ذرا بھی گھبراہٹ معلوم نہ ہوتی قاعدہ یہ تھا کہ جب کبھی کوئی انجن بگڑ جاتا تھا اور انجن مین اسکو ٹھیک نہ کرسکتا تو چیف انجنیر کو خبر دیجاتی تھی لیکن جارج سٹیفنسن کو انجن کے پرزون سے اسقدر واقفیت ہوگئی جتنی کسی معمولی انجنیر کو بھی نہ ہوتی تھی۔ اسلیئے جہان کہین انجنیر کی عقل کام نہ کرتی وہان جارج کو مشورہ کیلیئے طلب کیا جاتا تھا۔

جارج نے سُن رکھا تھا کہ اُسکے دیکھے ہوئے کل انجنون مین واٹ اور بولٹن کے انجن سب سے اچھے ہین اسلیئے اُسکے دل مین زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ ان انجنون کے بارہ مین بھی واقفیت حاصل کرنی چاہیئے لیکن ان کا حال محض کتابون مین درج تھا اور جارج علم سے بالکل بے بہرہ۔ پس اسنے پڑھنے لکھنے کی غرض سے اسکول مین نام درج کرایا تحصیل علم کی خواہش اسقدر زبردست تھی کہ ڈاڑھی مونچھ والا آدمی ہوتے ہوئے اُسکو چھوٹے چھوٹے بچون کے ساتھ بیٹھکر گنتی پہاڑے اور اب پ وغیرہ سیکھنے مین ذرا بھی شرم نہ معلوم ہوئی۔ جارج رات کے وقت انجن کی آگ کی روشنی مین اسکول کا کام کیا کرتا تھا۔ اِسنے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ شاہراہ ترقی مین جو رکاوٹین بے لکھے پڑھے ہونے کی وجہ سے حائل ہوتی ہین

ان سب کو عملاً دور کردینا چاہئے۔ انجن کے متعلق جو حالات کتابون مین درج تھے۔ اُنسے واقف ہونے کے لئے قریبی کانون کے نائٹ اسکول کے ایک غریب اسکول ماسٹر کا شاگرد ہوگیا اور تھوڑے ہی دنون مین اتنی ترقی کی کہ لوگ دیکھکر حیران ہوگئے۔ انجن مین سے اُدھر بریکسمین کا عہدہ ہوتا ہے۔ اُسکا کام انجن کی اُن کلون کی دیکھ بھال کرنا ہوتا ہے جن سے کوئلہ اوپر کھینچا جاتا ہے۔ جارج کو یہ کام سیکھنے مین ذرا مشکل پیش آئی کیونکہ اسکے ساتھی حسد کی وجہ سے اسکے راستے مین رکاوٹین ڈالتے تھے۔ لیکن جارج ان مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرکے سنہ ۱۸۰۱ء مین جب اسکی عمر صرف بیس سال کی تھی ڈولی پٹ کا بریکس مین مقرر ہوا وہان یہ ایک معمولی کسان کیساتھ رہنے لگا اور یہین اسنے فینی ہینڈرسن سے اپنی شادی کرلی جو پہلے اسی گھرانے مین خادمہ کا کام کرتی تھی۔ یہ عورت متحمل مزاج، رحم دل، اور کام کاج مین نہایت ہوشیار تھی۔

جارج سٹیفنسن نے اپنی پہلی ایجاد اکیس سال کی عمر مین پیش کی یعنی ایک بریک بنایا جو مفید ثابت نہ ہوا۔ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۰۳ء مین جارج کا اکلوتا بیٹا مشہور رابرٹ ولنگٹن کوے مین پیدا ہوا اُسکے ایک سال کے بعد جارج کی بیوی نے وفات پائی۔ اسوقت تک جارج نیوکاسل کے آس پاس کی کوئلہ کی کانون مین ہی کام کیا کرتا تھا۔ لیکن اب اُسنے بہت فاصلہ پر موٹر یز کے پتلی گھر مین بولٹن اور واٹ کے بنائے ہوئے انجنون کی سپرنٹنڈنٹی منظور کرلی اور ایک سال کام کرنے کے بعد چار سو بیس روپیہ بچاکر گھر چلا آیا جسکا کچھ حصہ تو اُسنے اپنے والدین کے نذر کیا اور باقی روپیہ ادا کرکے فوجی خدمت سے اپنا نام کٹایا اُسوقت سے لیکر سنہ ۱۸۰۸ء تک جارج کو برابر تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن چونکہ جارج عقلمند اور اپنے کام مین ہوشیار تھا بس تیس سال کی عمر مین کچھ روپیہ اسکے ہاتھ لگا۔ کلنگ ورتھ ہائی پٹ کا ایک انجن بگڑ گیا تھا جسکو درست کرنے کے لئے بڑے بڑے انجنیر آئے لیکن سب کی عقل چکرا گئی اور سب مایوس ہوکر چلے گئے۔ تب سٹیفنسن بلایا گیا اسنے انجن کو ٹھیک کردیا جسکے صلہ مین اسکو ایکسو پچاس روپیہ کا انعام ملا اس واقعہ کے ٹھیک بیس سال بعد اسنے اپنے ہاتھ سے ایک انجن تیار کیا جو ایک گھنٹے مین بائیس میل جاسکتا تھا۔ پھر لورپول سے مانچسٹر تک ریلوے بنائی جسکا بنایا جانا بڑے بڑے انجنیرون نے بھی ناممکن خیال کرلیا تھا۔ کلنگ ورتھ ہائی پٹ کا انجن درست کرنے کے لئے جارج کو صرف ڈیڑھ سو روپیہ

انعام ہی نہین ملا بلکہ ۱۸۱۲ء مین وہ بمشاہرہ پندرہ سو روپیہ سالانہ انجن رائٹ کے عہدہ پر مامور کیا گیا۔

اِسوقت تک تو جارج کو اپنی ترقی کے لئے ہی سر توڑ کوشش کرنی پڑتی تھی لیکن اب اُسکا بیٹا رابرٹ بھی پڑھنے کے لائق ہوگیا تھا۔ جارج نے اپنے تجربات سے کافی سبق لیتے ہوئے اسکا معقول بندوبست کیا۔ ۱۸۱۵ء تک جارج نے ڈیڑھ ہزار روپیہ بچا کر اپنے لڑکے کو نیوکاسل کے بڑے سکول مین بھیجنا شروع کیا۔ اِسی مستعدی سے جارج نے اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ جسکا اثر اُسکے بیٹے پر اسقدر ہوا کہ شاید ہی کسی اور مدرسہ کی تعلیم سے پڑتا۔ لڑکا جو نئی بات سکول مین سیکھتا اُسکو جارج خود بھی پوچھکر جان لیتا۔ رابرٹ کا یہ قاعدہ ہوگیا تھا کہ لائبریری سے اچھی اچھی کتابین گھر لیجا کر اپنے باپ کے ساتھ مطالعہ کیا کرتا تھا جس سے باپ بیٹے ملکر اتنی واقفیت بہم پہونچا لیتے تھے جتنی شاید ہی کسی پروفیسر کے ذریعہ نصیب ہوسکتی۔

جہان کہین اور جب کبھی جارج کسی انجن کے متعلق کوئی نئی بات سُنتا تو دل و جان سے اُسکے سیکھنے مین مشغول ہوجاتا تھا۔ چنانچہ اُسوقت تک جس جس قسم کے انجن بن چکے تھے اُنسے جارج نے پوری واقفیت حاصل کرلی تھی اور یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ لوگون مین انکے متعلق کس کس قسم کی تبدیلیون کا خیال پیدا ہوسکا ہے۔ سعی پیہم اور فکر اعلیٰ اُسکی زندگی کو معراج پر پہونچانے کے لئے بہت کافی تھین۔

اُسوقت انجن مین ایک پہیّہ دندانہ دار تھا اور ریل (پٹری) کے دندانون سے ملتے ہوئے آگے بڑھتا تھا جو آجکل کی پٹری کی طرح صاف اور چکنی نہین ہوتی تھی

وائیلم کے کوئلے کی کان کے مالک مسٹر بینسکیٹ نے ہیڈلے کا بنایا اور پیٹنٹ کرایا ہوا پفنگ بلی نام کا انجن کھڑا کیا جو متواتر کوشش کے بعد ۱۸۱۳ء مین کام دینے لگا اور ۶ جون ۱۸۷۲ء تک کام دیتا رہا۔ اس تاریخ کے بعد یہ انجن (پیٹنٹ آفس) مین رکھے جانے کے لئے خرید لیا گیا۔ اس انجن کے پہیے بغیر دندانون کے اور صاف تھے۔ یہ تبدیلی وائیلم مین ہی کی گئی تھی اسکے ساتھ ہی یہ بھی تبدیلی کی گئی تھی کہ دھوآن نکلنے کی نلی بوائلر مین سے ہوکر لگائی گئی تھی جس سے پانی کا زیادہ حصّہ آگ کے سامنے جانے لگا۔ اور کم کوئلے سے زیادہ بھاپ پیدا ہونے لگی

بعدہٗ اور بھی بہت سی ضروری تبدیلیان کی گیئن۔

کلنگ ورتھ مین ملازم ہوجانے پر سٹیفنسن کان کے متعلق کارآمد طریقون مین سہولیت پیدا کرنے کے وسایل پر غور کرنے لگا کان مین ہوا آنے جانے کے سوراخ کے نیچے ایک انجن لگا ہوا تھا جس سے اسوقت تک کبھی کبھی پانی کھینچنے کا کام لیا جاتا تھا۔ سٹیفنسن نے یہ طریقہ نکالا کہ اسی انجن کے ذریعہ کان کی گہری تہون سے کوئلہ اوپر لایا جانے لگا۔ جہان جہان ممکن تھا اسنے کان سے ندی کے گھاٹون تک ڈھلوان سڑکین بنائین جن پر کوئلہ سے لدی ہوئی ٹرام گاڑیان اترتے وقت خالی گاڑیون کو اوپر کھینچتی ہوئی چلین۔

اِسوقت وہ مسٹر بلنکیٹ والے انجن کو دیکھنے کے لئے اکثر جایا کرتا تھا اور وہ دیکھتا تھا کہ اسمین کیا کیا خوبیان اور کون کون نقائص ہین۔ سنہ ۱۸۱۳ء مین جارج نے خود اپنے ہاتھ سے ایک انجن بنانے کا قصد کیا۔ اسکو اس بات کا تو یقین ہی نہ تھا کہ اول ہی مرتبہ اس قسم کا انجن تیار ہوجائیگا جس مین کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ کیونکہ اُسکا تجربہ تھا کہ غلطیون اور نقصون کو دیکھ دیکھکر ہی انکو درست کرنے کا موقع ملتا ہے اور جو آدمی غلطی کے خوف سے کسی کام مین ہاتھ نہین ڈالتا وہ کبھی بڑا آدمی نہین ہوسکتا۔ بلکہ جو آدمی غلطی کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اسکو درست کرنے کی ترکیب بھی سوچتا ہے وہی آگے چل کر بڑا آدمی بن سکتا ہے۔ اور وہی بڑے بڑے مفید کام کرسکتا ہے۔ اپنے پہلے انجن مین سٹیفنسن نے ایک دو تبدیلیان کی تھین۔ اپنے تجربہ سے اسنے یہ معلوم کرلیا تھا کہ صاف ریل پر بھی اتنی رگڑ ہوتی ہے کہ پہیئے یا ریل کو دندانون کی ضرورت نہین ہے۔ ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۱۴ء کو کلنگ ورتھ مین جارج کا پہلا انجن چلایا گیا۔ چند ماہ بعد اس انجن کے نقائص کی اصلاح کرکے ایک اور سادہ مشنیری اور کم خرچ والا اور زیادہ طاقت کا نیا انجن تیار کیا گیا۔ جسکو جارج نے سنہ ۱۸۱۵ء مین پیٹنٹ کرالیا

آجکل جتنے انجن دیکھنے مین آتے ہین وہ سب سٹیفنسن کے دوسرے انجن کی نقل ہین۔

اُن دنون انجن بنانے کے لئے ہوشیار مستری بھی کہین نہ ملتے تھے اسلئے سٹیفنسن کو مستری تیار کرنے کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ جسکے لئے انکو مستقل ملازمت اور معقول تنخواہ کی امید دلائی جاتی تھی۔

جارج سٹیفنسن کی حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے یہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان خواہ کتنی ہی گری ہوئی حالت میں ہو اگر وہ چاہے تو اپنے کو، اپنے وطن کو اور دنیا کو زیادہ ترقی یافتہ حالت میں لا سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی بات بھی ناممکن نہیں۔ متواتر کوشش، مضبوط خیالات، عمدہ چال چلن اور زبردست شوقِ واقفیت کے سامنے تمام تکالیف اور رکاوٹیں غائب ہو جاتی ہیں۔

(ترجمہ) رام سروپ کوشل۔ بی۔ اے، ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔

"شریف انسان کی تعریف تقریباً اس فقرہ میں آجاتی ہے کہ وہ ایسا انسان ہوتا ہے جو کبھی کسی کو آزار نہیں پہنچاتا۔ حقیقی شریف انسان ہمیشہ ایسی باتوں سے احتراز کرتا ہے جو ان لوگوں کے دلوں میں رنج پیدا کرنے یا ٹھیس لگانے کا موجب ہوں جنکے ساتھ اسے سابقہ پڑتا ہے۔ یعنی تمام [illegible] اسکی بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر شخص کے لیے اطمینان اور آرام کی کیفیت پیدا کرے۔ اپنے آشناؤں میں اُسکی ہر ایک پر نگاہ ہوتی ہے۔ وہ شرمگین لوگوں کے ساتھ نرمی اور لطف سے پیش آتا ہے۔ بیگانوں سے شرافت کا برتاؤ کرتا ہے اور فضول آدمیوں سے رحم کا سلوک کرتا ہے۔ باتیں کرنے میں وہ اپنے مخاطب کا خیال رکھتا ہے۔ ناپسندیدہ اشارات یا رنجدہ اذکار سے پرہیز کرتا ہے۔ گفتگو میں وہ کبھی بڑھ چڑھ کر نہیں بولتا۔ نہ کبھی تھکا دینے والی باتیں کرتا ہے۔ جب وہ کسی کے ساتھ سلوک کرتا ہے تو اس میں نمائش نہیں ہوتی اور جب وہ کچھ کسی کو دیتا ہے تو اس طرح کہ گویا خود لے رہا ہے۔ وہ اپنے متعلق کبھی کچھ نہیں کہتا جب تک بالکل مجبور نہ ہو اور طنزیہ کلام سے اپنا بچاؤ نہیں کرتا۔ وہ کسی کی بدی یا غیبت نہیں سُن سکتا۔ اور جو لوگ اسکے کام میں دخل اندازی کریں وہ ان کی نیت پر شبہہ کرنے میں تامل سے کام لیتا ہے۔ اور ہر بات کی بہترین تعبیر کرتا ہے وہ اپنے قضیوں میں کبھی سفلہ پن یا تنگدلی کا ثبوت نہیں دیتا۔ وہ کبھی بیجا فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ اس سے ذاتیات اور کلمات کو دلائل قرار دینے کی غلطی کبھی سرزد نہیں ہوتی۔ نہ وہ مبہم الفاظ میں ایسی بُری بات جتانے کی کوشش کرتا ہے جسے وہ صاف الفاظ میں نہیں کہہ سکتا۔"

کارڈینل نیومن

خون

(اسکی ماہیت اور فوائد)

خون کی ماہیت جاننے کے لئے ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ زندہ مینڈک کو پکڑ کر اسکی انگلیون کے درمیان مین جو باریک جھلی ہوتی ہے پھیلا کر خوردبین سے دیکھین ایک نہایت دلچسپ منظر پیش نظر ہوگا - بالون سے بھی زیادہ باریک نلیونمین ہوکر سرخ خون باریک باریک دھارون مین بہتا ہوا دکھائی دیگا - یہ نلیان اسقدر قریب قریب واقع ہوئی ہین اور اس نئے ترتیبی سے ایک دوسرے مین ہو کر گذری ہین کہ اوپر سے دیکھنے سے ایک نہایت گھنا جال معلوم ہوتا ہے ان نلیون مین ہوکر نہایت چھوٹے سرخ رنگ کے دانے قطار کی قطار جنبش کرتے دکھائی دینگے - کچھ نلیان دوسری نلیون سے بڑی ہین اور انمین سے کچھ مین یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ خون چھوٹی نلیون کی طرف جارہا ہے اور انمین پھیل رہا ہے - کچھ چھوٹی نلیان اسقدر باریک ہوتی ہین کہ اسمین سے ایک مرتبہ مین ایک ہی دانہ نکل سکتا ہے - انکا قطر صرف ۱/۲۰۰۰ انچ ہے انہین کہین کہین یہ دانے ایک قطار مین یکے بادیگرے نکلتے دکھائی دیتے ہین - انکو کچھ دیر تک دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دانے باریک باریک نلیون سے نکلکر پھر دوسری نلیون مین داخل ہوجاتے ہین جو کہ دوسری بڑی نلیون سے ملی ہوئی ہین لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اب یہ خون کے دانے برخلاف پچھلی مرتبہ کے بڑی نلیون مین ہوکر چھوٹی نلیون مین نہین بلکہ چھوٹی نلیون مین ہوتے ہوئے بڑی نلیون مین جارہے ہین - ان باریک نلیون کو کیپیلریز کہتے ہین جن بڑی نلیون مین سے خون چھوٹی چھوٹی نلیون کی طرف آرہا ہے انکو شریان کہتے ہین اور وہ نلیان جو نہایت چھوٹی نلیون سے خون واپس لئے جارہی ہین عروق کہلاتی ہین - ان عروق کے ذریعہ سے سارے بدن سے خون واپس ہوکر دل مین جاتا ہے اور دل کی دھڑکن اور اسکی عجیب و غریب ساخت کی بدولت شریان کے ذریعہ پھر سارے بدن کو پہونچتا ہے -

کل اعلیٰ مخلوق انسان- بندر- گھوڑا- بیل- مینڈک- مچھلی وغیرہ کے بدنون مین خون کا دورہ دن رات جاری رہتا ہے- دل- دماغ- پھیپھڑے- کھال- ہڈی- الغرض بدن کے تمام اعضار مین خون اسی سرعت سے دوڑتا پھرتا ہے- خون کی نلیان کل بدن مین اسقدر گھنی اور قریب قریب واقع ہوئی ہین کہ کسی مقام پر سوئی چھیدنے سے خون کا دو ایک قطرہ نکل آتا ہی-

اب سوال یہ ہے کہ بدن بھر مین دورہ کرنے والا یہ خون کس چیز کا بنا ہے- اور دورے کا مقصد کیا ہے؟ خون پانی کی طرح ایک رقیق چیز ہے- خون کے ایک بوند کو صاف شیشے پر پھیلا کر اچھی خوردبین سے دیکھین تو بہت سے سرخ دانے جنکو خون کا دانہ یا بلڈ کارپسل[1] کہتے ہین نظر آئینگے غور سے دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ ان دانون مین اکثر گول ہین لیکن کبھی کبھی کچھ دانے ایسے بھی نظر آئینگے جو گول نہین ہین بلکہ بیچ مین پچکے ہین- ایک دانہ کو علیحدہ دیکھا جائے تو وہ زردی مائل معلوم ہوتا ہے لیکن کئی ایک دانونکے گروہ کو یکجا دیکھنے سے انکا رنگ سرخ لگتا ہے یہ دانے سخت اور مضبوط نہین ہوتے ہین- بلکہ باریک اور ملائم ہوتے ہین تاہم اس قابل ہوتے ہین کہ جسم مین دورہ کرنے مین جو زور پڑتا ہے اُسکو برداشت کر سکین- یہ سرخ دانے مختلف جانورون مین مختلف شکل کے ہوتے ہین- سرخ دانون کے علاوہ غور سے دیکھنے سے کچھ دانے ایسے بھی دکھائی دینگے جو ان دانون سے قدرے بڑے ہین اور جن مین کسی قسم کا رنگ نہین ہے- گو کہ یہ بھی گول ہوتے ہین یہ اپنی صورت کو وقتاً فوقتاً تھوڑا بہت بدل بھی سکتے ہین- انکو بدن کا نگہبان کہنا مناسب ہے- گذشتہ چند سالون کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ سفید دانے جسم کو بیماری سے بچانے اور حالت صحت مین کار منصبی سرانجام دینے مین بہت مدد دیتے ہین- یہ آنتون سے ٹھوس اور گھلے ہوئے دونون طرح کے ذرے جذب کر سکتے ہین اور انکو خون مین پہونچاتے ہین- یہ اعضار سے وہ چیزین جو بیکار ہوگئی ہین ہٹا سکتے ہین- لیکن انکا سب سے زیادہ مفید کام چھوٹے چھوٹے جاندارون کو جنکو بکٹیریا کہتے ہین- ہلاک کرنا ہے- ہوا- پانی- اور کھانے کے ساتھ یہ دشمن کثیر تعداد مین ہر وقت ہم پر حملہ کرتے رہتے ہین- ہمارے محافظ انکا مقابلہ کرتے ہین اور انکو مار کر کھا جاتے ہین- لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بکٹیریا زیادہ زوردار ہوتے ہین اور یہ ذرے انکے مقابلہ مین ہار کر ہلاک ہوتے ہین- جو مواد پھوڑون وغیرہ سے نکلتا ہے انھین ہلاک شدہ ذرون کا بنا

---

[1] BLOOD CORPUSCLE

ہوتا ہے۔ (بکٹیریا) کی فتح ہونے پر اکثر ہمارا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

سرخ اور سفید دانون کے علاوہ خون مین ایک لعاب ہوتا ہے جسکو (پلاسما) کہتے ہین یہ دانے اس لعاب مین تیرا کرتے ہین اسمین کسی قسم کا رنگ نہ ہونے کی وجہ سے ہم اسے خوردبین مین پہچان نہین پاتے۔ اور بھی کچھ ایسی چیزین خون مین موجود ہین جو خوردبین کی مدد سے دیکھی نہین جاسکتین۔ لیکن جب خون کو ہم کسی برتن مین بند کر کے رکھتے ہین تو وہ ایک عرصہ کے بعد منجمد ہو جاتا ہے۔ اسکو خون کا (منجمد ہونا) کہتے ہین۔ لیکن اس خون کو اگر کسی لکڑی سے تیزی کے ساتھ برابر ہلایا جاوے تو یہ بات ظہور مین نہ آویگی۔ اس لکڑی کو نکالکر پانی سے دھویا جاوے تو اسپر جو سُرخی آگئی ہے جاتی رہیگی۔ اور ایک سفید لعاب دار چیز لگی رہ جاوے گی اس چیز کو (فائبرن) کہتے ہین۔ خون کو ہلانے کی وجہ سے (فائبرن) اسمین سے نکل آتا ہے اور اسلئے اسکا منجمد ہونا رک جاتا ہے۔ اگر خون کو کسی برتن مین چھوڑا جاوے تو وہ جم جاتا ہے لیکن کچھ مدت گذرنے پر اسکا سکڑنا شروع ہوتا ہے اور بالآخر سرخ رنگ کی ایک ٹھوس چیز سفید لعاب مین تیرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ سرخ چیز سکڑتی ہی جاتی ہے اس لعاب دار چیز کو (سیرم) کہتے ہین۔ اس کل واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بدن سے علیحدہ ہونے پر خون مین ایک چیز جسکو کہ (فائبرن) کہتے ہین نمودار ہوتی ہے جسکے ریشے ایک دوسرے سے ملکر ایک جال بنا دیتے ہین۔ یہ جال سکڑنا شروع ہوتا ہے اور خون کے دانے اس جال مین پھنس جاتے ہین۔ لیکن خون کا رقیق حصہ باہر نکل آتا ہے جسکو (سیرم) کہتے ہین۔ پس سیرم وہ رقیق چیز ہے جو (پلاسما) یا اس لعاب "جسمین کہ خون کے دانے رہتے ہین" مین سے (فائبرن) نکل جانے پر باقی رہ جاتا ہے۔ ابھی تک یہ بات تحقیق معلوم نہین ہوئی ہے کہ بدن سے باہر نکلنے ہی پر کیون (فائبرن) بننا شروع ہوتی ہے۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات (فائبرن) بدن کے اندر بھی بن جاتی ہے اور خون کے جم جانے سے آدمی ایک مہلک عارضہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ خون کے (CLOTHING) یا بدن سے باہر نکلنے پر منجمد ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ جس ARTERY یا VEIN کے کٹنے سے خون نکل رہا ہوتا ہے وہان پر کچھ خون جم جاتا ہے اور اندر سے خون کے بہاؤ کو روکتا ہے۔

اگر سیرم کو اُبالیں تو وہ جم جاویگا اسکی وجہ یہ ہے کہ اسمین ایک چیز جسکو (البومن) کہتے ہین موجود ہوتی ہے یہ وہی چیز ہے جو کہ انڈے کی سفیدی مین موجود ہوتی ہے - یہ چیز کاربن - ہائیڈروجن نائٹروجن آکسیجن وغیرہ کی بنی ہوتی ہے (فائبرن) بھی اسی قسم کی ایک چیز ہے اور اسمین بھی یہ ہی عنصر موجود ہین لیکن کیمیائی ساخت کے مختلف ہونے کی وجہ سے یہ دونون چیزین طبعی طور پر مختلف ہین - خون کا بڑا حصہ اسی قسم کی دوسری چیزون کا بنا ہوا ہے جنکو (پروٹینز) کہا جاتا ہے - انکے علاوہ بھی خون مین کچھ اور چیزین تھوڑی مقدار مین موجود ہین - خون کو جلا کر باقیماندہ خاک کو لٹسر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انمین سے خاص یہ ہین - گندھک - فاسفورس کلورین - پوٹیشیم - سوڈیم - کیلشیم - اور لوہا - یہ آخری چیز ان سب مین زیادہ مقدار مین ہوتا ہے اسکا جو سانس سے خاص تعلق ہے آیندہ بتلایا جاویگا -

خون کی کیمیائی اور طبعی ساخت کے بارے مین اتنا کہنا کافی ہے - خون کے فوائد یا استعمالون کو سمجھنے کے لئے ہمکو جیسا اوپر کہا گیا ہے خیال رکھنا چاہئے کہ خون ایک رقیق چیز ہے جو کہ دل کی دھڑکن کی وجہ سے (شریان) کے ذریعہ دن رات سارے بدن کا طواف کیا کرتا ہے - سارے بدن سے خون عروق کے ذریعہ سے واپس آکر پھر دل مین اکٹھا ہوتا ہے - خون نہایت گرم ہوتا ہے اور ہمیشہ دورہ کرنے کی بدولت ہر حصہ مین پہونچکر وہان کی گرمی کو بڑھا کر اپنا سا گرم کر دیتا ہے - اسلئے خون کے متواتر دورے کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا بدن متوسط طور پر گرم رہتا ہے - کسی عضو مین بیجا طور پر سردی یا گرمی کا اثر ہونے نہین پاتا - یہ بات اسلئے ضروری ہے کہ حد سے زیادہ یا کم گرمی ہونے مین ہمارا بدن تندرست نہین رہ سکتا ہے -

اِسکے علاوہ جو کام خون سرانجام دیتا ہے انکو جاننے کے لئے ہمکو پہلے کچھ اور باتین سمجھنا پڑینگی - جب ہم کوئی کام کرتے ہین تو ہمین طاقت کی ضرورت ہوتی ہے - جب ہم کویلہ جلاتے ہین تو گرمی پیدا ہوتی ہے جسکو ہم کسی کام مین لاسکتے ہین - لیکن اس گرمی (طاقت٭) کا مخزن کویلہ اور ہوا کی آکسیجن سے ملکر کاربونک ایسڈ گیس کا بنتا ہی ہے - اسی طرح اگر موم بتی جلاوین تو روشنی اور گرمی نکلتی ہے - موم بتی کاربن - ہائڈروجن اور آکسیجن کے مرکبون سے ہی بنی ہوتی ہے

٭ یہ سب عنصرون کے نام ہین - ٭ گرمی - بجلی - مقناطیسی قوت - یہ سب طاقت کی مختلف صورتین ہین اور ایک دوسرے مین تبدیل ہو سکتی ہین یا کسی شکل مین پائی جاتی ہین

اسکو جلانے مین کاربن اور ہائڈروجن ہوا کی آکسیجن سے ملکر کاربونک ایسڈ گیس اور پانی بناتے
ہین اور اس کارروائی مین جو طاقت نمودار ہوتی ہے وہ گرمی اور روشنی کی شکل مین محسوس ہوتی ہے۔
ہمارا بدن بھی کاربن اور ہائڈروجن وغیرہ کے نہایت پیچیدہ مرکبون سے بنا ہوا ہے طاقت حاصل
کرنے کے واسطے ہمین بھی اپنے بدن کے کاربن اور ہائڈروجن کو ہوا کی آکسیجن سے ملانا پڑتا ہے۔
سانس کے ذریعہ سے ہوا بدن مین پہونچتی ہے اسمین جو آکسیجن موجود ہوتی ہے وہ بدن کے
کاربن اور ہائڈروجن کے بنے ہوئے مرکبون سے ملکر کاربونک ایسڈ گیس اور پانی بناتی ہے جو
طاقت نمودار ہوتی ہے ہمارے بدن کو قائم رکھنے مین استعمال ہوتی ہے۔ بدن کا ہر ایک حصّہ
کام کرتا ہے۔ اور اسلئے ہر حصّہ مین طاقت درکار ہے۔ کاربن وغیرہ تو ہر جگہ موجود ہے لیکن
کوئی ایسا سیدھا ذریعہ نہین ہے جس سے کہ ہوا بدن کے ہر حصہ مین پہونچ سکے اور طاقت
بہم پہونچانے کا کل سامان اکٹھا ہو۔ خون چونکہ سارے بدن کا دورہ کرتا ہے اور چھوٹے سے
چھوٹے حصہ مین پہونچتا ہے اسلئے بدن کے ہر حصّہ کو ہوا سے لی ہوئی آکسیجن پہونچانے کا
کام اسی سے لیا جاتا ہے۔ ہوا سے آکسیجن جذب کرنے کے لئے خون دل سے پھیپھڑون مین
بھیجا جاتا ہے۔ جو ہوا ہم سانس کے ذریعہ سے بدن کے اندر لیتے ہین وہ بھی اسی عضو مین آتی
ہے۔ بدن بھر مین دورہ کر چکنے کے بعد جو خون کثیف حالت مین دل کو واپس آیا تھا۔ اب
یہان آکر (CAPILLERIES) مین پھیل جاتا ہے۔ یہ خون تازی ہوا سے ملتا ہے۔ خون کے
سرخ دانون مین لوہے کا ایک مرکب جسکو (ہیموگلابن) کہتے ہین موجود ہوتا ہے۔ جو کہ آکسیجن کو
باسانی جذب کر سکتا ہے اور پھر نکال سکتا ہے۔ بدن مین دورہ کرنے مین پہلے جو آکسیجن
(ہیموگلابن) مین جذب تھی۔ بدن مین طاقت فراہم کرنے کے لئے صرف ہو جاتی ہے۔ اس
کارروائی مین جو کاربونک ایسڈ گیس بنتی ہے وہ خون کے رقیق حصّہ یعنی (پلازما) مین گھل جاتی
ہے۔ اب پھیپھڑون مین جو ہوا اندر آکر خون سے ملتی ہے تو خون مین گھلی ہوئی کاربونک ایسڈ
گیس خون سے علیحدہ ہوکر ہوا مین ملجاتی ہے اور سانس کے ساتھ باہر چلی جاتی ہے۔ (اور ہیموگلابن)
پھر ہوا سے آکسیجن لے لیتا ہے اور اس طریقہ پر خون صاف ہوجاتا ہے۔ اور شوخ سرخ رنگ
اختیار کر لیتا ہے۔ اب یہ دل کو واپس جاتا ہے۔ وہان سے یہ صاف شدہ خون (شریان)

کے ذریعہ سے بدن بھر مین پہونچتا ہے - اِس طریقہ پر ہر حصّہ کو بقدر ضرورت آکسیجن ملجاتی ہے -
خون سے آکسیجن لیکر جہان کہین ضرورت ہوتی ہے (پروٹوپلازم*) سادی چیزون مین تبدیل
ہوجاتا ہے - اور کاربونک ایسڈ گیس اور پانی پیدا ہوجاتے ہین - یہ دونون خون مین ملکر جہان بنتے
وہان سے ہٹائے جاتے ہین اور خون کے ساتھ جب وہ واپس ہوکر دل مین یکجا ہوتا ہے دلین آتے
ہین اور وہان سے اُن مقامات پر بھیجے جاتے ہین جہان وہ بدن سے باہر کر دیئے جاتے ہین کاربونک
ایسڈ گیس جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہین پھیپھڑون مین خون سے علیحدہ ہوکر سانس کے ساتھ باہر نکالی جاتی ہے
پانی اور اسمین گھُلی ہوئی دوسری فاضل چیزین یا تو پسینہ کی صورت مین بدن سے خارج ہوتی ہین یا
جگر مین ہوکر پیشاب کی صورت اختیار کرکے گُردہ مین چھنکر باہر بھیجے جاتے ہین - اس طریقہ پر خون
کی بدولت سارے بدن مین آکسیجن پہونچتی ہے جس سے ملکر بدن کے کُل جزو ضروری طاقت مہیّا
کرتے ہین - خون ہی کی بدولت جو فاضل چیزین مثلاً کاربونک ایسڈ - پانی وغیرہ بنتی ہین وہ بدن
سے ہٹاکر باہر بھیجی جاتی ہین گویا خون بدن کو طاقت کا سامان بھی پہونچاتا ہے اور صفائی بھی کرتا ہے -

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ جب ہم کوئی کام کرتے ہین تو ہمارے بدن کا کچھ حصّہ صرف
ہوجاتا ہے - سوال یہ ہے کہ جو جزو کسی کام کرنے کے واسطے طاقت فراہم کرنے مین صرف ہوجاتا
ہے وہ پھر حالت اصلی پر کس طرح آتا ہے اور اس کارروائی مین خون کا کیا تعلق ہے - اسکو جاننے
کے لئے ہمکو خیال رکھنا چاہیئے کہ ہمکو وقتاً فوقتاً بھوک لگا کرتی ہے اور زیادہ مشقت کرنے سے بھوک
بھی زیادہ لگتی ہے یہ گویا قدرت کی طرف سے آواز ہوتی ہے کہ ہمارے بدن مین جو کمی واقع ہوگئی ہے
اسکو پورا کرنے کے لئے مصالحہ داخل کرین - ہم کھانا کھاتے ہین - اس کھانے مین جو چیزین ہوتی ہین
بجنسہٖ ہمارے بدن کا جزو نہین بن سکتین اِس لئے یہ کھانا کئی گھنٹہ تک معدہ اور آنتون مین طرح
طرح کی چیزین ملاکر ابالا اور جوش دیا جاتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر ضروری چیزین فضلہ کی صورت
مین بدن سے علیحدہ کردی جاتی ہین اور وہ چیزین جو دراصل ہمارے بدن کے لئے ضروری ہین
اور جو بدن کا جزو بنانے مین کام لائی جاسکتی ہین عرق کی صورت مین تیار کیجاتی ہین - یہ عرق بھی
خون مین ملجاتا ہے اور جس طرح آکسیجن خون کے ساتھ ساتھ بدن کے ہر حصّہ مین پہونچتی ہے یہ عرق

* ہمارا اور کل مخلوق کا بدن پروٹوپلازم کا بنا ہوا ہے یہ نہ منجمد ہوتا ہے اور نہ رقیق بلکہ درمیانی حالت مین ہوتا ہے وہ نہایت پیچیدہ مرکبون کا بنا ہوا ہے اور زندگی کی یہی بنا ہے -

بھی ہر جگہ لیجایا جاتا ہے اور وہاں کی کمی پوری کرتا ہے خون کے علاوہ کوئی ایسا ذریعہ نہین جس سے کہ ہمارے بدن کے ہر حصہ کو ہر لمحہ یکی پوری کرنے والا عرق پہونچ سکے۔

اب ہم پر ظاہر ہو گیا کہ خون کتنی مفید چیز ہے اور اسکی بدولت ہمارے کتنے کام ہمیشہ ہوا کرتے ہین۔خون کے ذریعہ سے ہمارے بدن کی گرمی متوسط رہتی ہے کسی عضو پر سردی اور گرمی کا بیجا اثر نہین ہونے پاتا۔اسی کی بدولت ہمین حیات قایم رکھنے کے لئے طاقت بہم پہونچتی ہو۔ اور یہی اس کارروائی سے جو فاضل چیزین پیدا ہو جاتی ہین بدن سے ہٹاتا ہے اسی کے ذریعہ سے طاقت بہم پہونچانے مین جو کمی واقع ہو جاتی ہے اُسکو پورا کرنے والا کھانے سے حاصل شدہ عرق سارے بدن مین پہونچتا ہے۔الغرض ہماری حیات قایم رکھنے کے لئے خون اور اسکا دوامی دورہ نہایت ضروری ہین۔زندگی کا دارومدار اسی دورہ پر ہے جسوقت یہ بند ہوا ہمارا خاتمہ ہے۔

دھرم نراین
ہندو بورڈنگ ہاؤس الہ آباد

ایک لاٹ پادری کہتے ہین کہ خوش طبعی کا راز یہ ہے کہ افروختہ کرنیوالے خیالات سے پرہیز کیا جائے۔اگر غصہ آجائے تو غروب آفتاب سے پیشتر دور کیا جائے قاعدے کی بات ہو کہ جھگڑا کرنیکے واسطے دو آدمیون کا ہونا ضروری ہو۔آدمی کو چاہیئے کہ دونون مین سے ایک بننا گوارا نہ کرے۔

شکسپیر کہتا ہو کہ بشاش بشاش آدمی دن بھر چلتا ہے۔مگر غم آلودہ کو ایک میل چلنا بھی تھکن محسوس ہونے لگتی ہے۔

ٹگور

ٹگور کے اندازِ بیان کی یہ خاص صفت ہے کہ سادہ ترین نظمون مین بھی گہرے معنی نکلتے ہین۔ ذیل مین دو نظمون کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے ۔مین نے ٹگور کی سادگی قائم رکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ مطلب پُورے طور پر واضح ہوجائے ۔اِن نظمون مین جو سبق مجھے نظر آتا ہے یہ ہے ۔ انسان کو زندگی اِسطرح بسر کرنا چاہئے کہ موت سے بیخوف ہوجائے۔ نہین بلکہ موت کا خوشی خوشی استقبال کرے ۔موت کے واسطے اس طرح تیّار رہے جس طرح عروسِ نو اپنے خاوند کی آمد کا مژدہ سُنکر بناؤ سنگار کر کے منتظر رہتی ہے ۔ یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب انسان کی ذات اعمالِ حسنہ کے سبب سے دُلہن بنی ہوئی ہو۔

اسکے علاوہ یہ نظمین ہندوستان کے پاک و سادہ طرزِ معاشرت اور سچّے اور قدرتی جذبات کی بے نظیر تصویرین ہین۔

(۱)

دُلہن کام چھوڑ دے ۔مہمان آگیا ! سُن ! سُن !! وہ آہستہ کُنڈی کھٹکھٹا رہا ہے۔

دیکھ ! کڑے زنجین اور قدم اُسکی طرف تیزی سے نہ بڑھے۔

دُلہن ! کام چھوڑ دے ۔ شام ہوگئی اور مہمان آگیا۔

دُلہن ! ڈر نہین ۔ یہ بھیانک ہوا نہین ہے (جو زنجیر ہلاتی ہے) چاندنی خوب چھٹکی ہے۔

اپریل کا مہینہ ہے ۔سائے مین بھی زیادہ اندھیرا نہین اور آسمان پر خاصی روشنی ہے۔

اگر ایسی ہی شرم ہے تو گھونگھٹ نکال لے ۔ ڈر لگتا ہے تو دروازے تک چراغ لیجا۔

دُلہن ! ڈر نہین ۔ یہ بھیانک ہوا نہین ہے۔

اگر ایسی ہی غیرت ہے اُس سے بات نہ کر۔جب سامنا ہو دروازے کی آڑ مین کھڑی ہوجا۔

اگر وہ کچھ پوچھے تو چپ چاپ آنکھیں نیچی کر لے۔

ہان! یہ خیال رہے کہ جب اُسے چراغ دکھائی گھر مین لائے تو چوڑیون مین جھنکار نہو۔ شرمیلی ہے تو اُس سے بات نہ کر۔

اری دُلہن! ابھی تک کام ختم نہین ہوا اور مہمان آپہونچا۔ گوندے مین چراغ نہین جلا۔ شام کی پوجا کے لئے ٹوکری ٹھیک نہین ہوئی۔

ارے! ابھی تک مانگ مین سیندور نہین بھرا۔ اور رخصتی کا جوڑا نہین پہنا۔

اری دُلہن سُنتی ہے! مہمان آگیا۔ کام چھوڑ دے۔

(۲)

جیسی ہے ویسی ہی چلی آ۔ بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا۔ بال کھُلے ہین تو کھُلے رہنے دے۔ مانگ سیدھی نہین نکلی تو نہ سہی۔ کرتی کا تکمہ کھلا ہے تو . . . اُونہ۔

یون ہی چلی آ۔ بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا۔

آ! پھرتی سے آ! گھاس کو روندتی آ! اگر تیرے پانون کی مہندی چھُٹی جاتی ہے تو چھوٹ جانے دے۔ گھونگھرو ڈھیلے ہو گئے تو رہنے دے۔ مالے سے موتی گر گئے تو جانے دے۔ آ! گھاس کو روندتی آ۔

دیکھ آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہین۔

لبِ دریا سے بگلون کے جھُنڈ کے جھنڈ اُڑتے آتے ہین۔ آوارہ رہ کے میدان مین فرّانے بھرتی ہے۔ مویشی گھبرا کر گانون کی طرف اپنے اپنے ڈیرون کو بھاگے جاتے ہین۔

دیکھ آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہین!

سنگار کے واسطے چراغ جلانا بیکار ہے۔ ہوا کے جھونکون مین بجھ بجھ جاتا ہے۔

کون جانیگا کہ تو نے آنکھون مین کاجل نہین لگایا۔ تیری آنکھین خود مینھ بھرے بادلون سے زیادہ کالی ہین۔ چراغ جلانا بیکار ہے۔ وہ بجھ جاتا ہے۔

جیسی ہے ویسی ہی آ! بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا۔

پھولون کا گجرا نہین گوندھا تو کیا ہوا۔ دست بند نہین تیار ہین تو نہون۔ بادل اُمڈے

آتے ہین - دیر ہوگئی - آ! جیسی ہے ویسی ہی آ!! بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا!!!

بقائے رُوح

اخلاق انسانی کا مدار اسی عقیدے پر ہے اور یہی خیال ہماری آرزوؤن اور مسرتون کا سرچشمہ ہے۔ بقائے روح کے متعلق منجملہ اور دلائل کے خاص طور پر قابل توجہ یہ ہین:-

(۱) خود روح کی ترتیب - بالخصوص اُسکا غیر مادّی ہونا (اگرچہ اِس امر کا یقین کامل نہین ہو سکتا) بہت زبردست ثبوت اسکی بقا کا ہے -

(۲) روح مین جو خواہشات وجذبات ہین مثلاً زندگی کی محبّت - فنا کا خوف - لافانی ہونے کی اُمّید - وہ خوشی جو اِسے نیکو کاری مین حاصل ہوتی ہے اور وہ بیچینی جو افعال قبیحہ کے ارتکاب سے لاحق ہوتی ہے اسکے لافانی ہونے کی دلیل ہین۔

(۳) قادرِ مطلق کا انصاف ورحمت - صدق وحکمت - اسی کا مقتضی ہے کہ روح لافانی سمجھی جائے -

مگر سب سے بڑا ثبوت روح کے لافانی ہونے کا یہ ہے کہ روح کو کبھی کمال حاصل نہین ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے - باوجودیکہ کمال کی ہمیشہ ساعی رہتی ہے - ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ جس شئے مین اسقدر استعداد حصول کمال کی ہو اور جو برابر ترقی کے مدارج طے کر رہی ہو کیونکر (یہ کہنا چاہئے کہ) پیدائش کے ساتھ ہی فوت ہو جائیگی - کیونکہ حیات انسانی کا وقفہ بہت کم ہے - انسان مین جو قدرت وکمالات ہین کیا اُنکا منشا کچھ نہین ؟ بہائم البتہ ایک معینہ درجہ پر پہونچکر آگے ترقی نہین کر سکتے - اُسکے بعد اگر وہ دس ہزار سال بھی زندہ رہین تو اُنکی حالت مین فرق نہ ہوگا - برخلاف اسکے اگر روح انسانی کو ایسا سکون حاصل ہو - اگر اُسکی قوتین تکمیل کو پہونچ جائین حتّٰی کہ مزید ترقی کی گنجائش نہ رہے - تو تو یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اب بجز فنا کے کوئی درست نہین کُھلا ہے - مگر کوئی ذی شعور باور کر سکتا ہے کہ جو شئے برابر ترقی کر رہی ہے اور جس نے ابھی صانع مطلق کی چند نقاشیون کے علاوہ

کی سیر نہین کی ہے۔ اُسکی لامحدود برکت و علم و قوت کا محض سطحی ادراک کیا ہے بُلبلے کی طرح وجود مین آکر فنا ہو جائیگی۔

انسان کی خلقت کا منشا کیا صرف اِسقدر ہے کہ نسل کو قائم رکھے اور عدم کا رستہ لے۔ کیا انسان کو برکاتِ زندگی سے متمتع ہونا نہ چاہئے۔ بلا تخم زندگی دوسرون کو حوالہ کر کے مرجانا چاہئے۔ دیگر حیوانات کا اگر یہ منشا ہو تو ہو مگر انسان کا ہرگز نہین ہو سکتا۔ مثلاً ریشم کا کیڑا انڈے دیکر اور اُنکو پتے مین بند کر کے وہین مرجاتا ہے۔ مگر انسان اپنے فرائض اُس حصۂ عمر مین جو اُسے عطا ہوا ہے کہان ادا کر سکتا ہے۔ اُسے اپنی خواہشات پر قابو نہین ہونے پاتا۔ اُسکی روح نیکی کا پُتلا نہین بننے پاتی۔ اُسے عروج کمال حاصل نہین ہونے پاتا کہ پیغامِ اجل آجاتا ہے۔ اُس حکیم مطلق نے ایسی شاندار مخلوق کو کیا محض مبتذل اُمور کے واسطے پیدا کیا۔ اُسکی حکمت بالغہ ایسی ضعیف الدماغ وضعیف العقل مخلوق کو پیدا کر کے خوش ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہین۔ اگر ایسا فرض کیا جائے تو اُسکی عقل کامل کے نمونے ہر شئے مین بجز انسان کے پائے جائینگے۔ جب تک ہم یہ نہ یقین کرین کہ یہ دُنیا گہوارہ ہے ایک دوسری دنیا کا۔ جو انسان یہان آتے ہین اور تھوڑے عرصے تک رہ کے چلے جاتے ہین وہ دراصل یہان ہستی کے ابتدائی سبق حاصل کرتے ہین۔ جسکے بعد دوسری دنیا مین منتقل کر دئے جاتے ہین جہان کی آب و ہوا زیادہ عمدہ و موافق ہے اور جہان ممکن ہے کہ وہ ابد تک رہین۔

(اقتباس) آثر

ایک شاعر کا قول ہے "عیش سے اجتناب کرو تو عیش خود ہی حاصل ہوتا ہے +
خود بینی سے پرہیز کرو۔ دنیا مین تم ہی تم نہین ہو۔
بیکن نے خوب کہا ہے" دل لگی کی تلاش مت کرو لیکن دل بہلانے والی شئے نظر آجائے تو
خوش ہونے کیلئے تیار رہو"

جمہوری حکومت اور جنگی مسائل

ہندوستان جمہوری طریقۂ حکومت سے جیسا کہ زمانہ حال مین یورپ اور امریکہ مین رائج ہے۔
قدیم الایام سے نا آشنا ہے - انگریزی راج اور مغربی تعلیم اور دیگر قومون کی دیکھا دیکھی اہل ہند کے درمیان
قومیت کا خیال پیدا ہوا اور اسکے ساتھ نیابتی حکومت کی تمنا طبعی اور لابدی ہے - چالیس پچاس سال کی باقاعدہ
جدوجہد سالِ رواں مین عملاً پوری ہوگئی - اور نیابتی طریقۂ حکومت کا پہلا دور شروع ہوگیا ہے - حکومت
کی ذمہ داری جو سنہ ۱۹۲۰ء کے آخر تک انگریزی حکام ہی تک محدود تھی - اب اہل ہند پر ڈالی گئی ہے - انگریزی
علاقہ کے حسن انتظام کے لئے مجلس شوریٰ قائم کی گئی ہے کہ جسکے اراکین کی بہت بھاری تعداد منتخب
ہندوستانیون کی ہے مجلس شوریٰ کو یہ مجاز ہے کہ وہ قیصری ہند کے ہر گروہ حکام اور ہر طبقہ کے
آدمیون کے لئے قانون وضع کرے - مروجہ اور پرانے قوانین منسوخ کرنے کا بھی اسے اختیار کلی ہے
آمد و خرچ پر بھی اسے اختیار ہے - وہ نئے ٹیکس لگا سکتی ہے جنگی مصارف - سول سروس کے آدمیون
کے مشاہرون اور پنشنون کی تخفیف اور سیندیلیات کے اخراجات کی منظوری مجلس شوریٰ کے اختیار مین
نہین ہے - مقامی معاملات مین بھی بہت وسیع اختیارات عطا کئے گئے ہین - صوبون کے انتظام کا
بہت اہم حصہ اہل صوبہ کے اہتمام مین منتقل ہوگیا ہے - اور اگزیکیٹو کونسلون مین نصف ہندوستانی
ہین - اور منتقلہ محکمہ جات کے انتظام کے لئے وزرا مقرر کئے گئے ہین - اس تمہید سے ہم دکھانیکے خواہان
ہین کہ ہندوستان مین عملاً جمہوریت شروع ہوگئی ہے اور اسکے ساتھ کئی انوکھے مسائل معرض وجود مین
آگئے ہین کہ جنکا تذکرہ اجمالی بیان پر دینا ضروری ہے -

جمہوری حکومت سے مراد وہ طریقۂ حکمرانی ہے کہ جس مین ہر ایک حکومتی کارروائی جمہور کے چیدہ
نمائندون کی وساطت سے انجام پذیر ہوتی ہے - جمہور کی خواہش سب باتون مین مقدم رہتی ہے -
برعکس اسکے شاہی اور مطلق العنان حکومتون مین محکوم کی خواہشات نہین بلکہ حاکم کی مرضی غالب

رہتی ہے - چاہے طریقۂ حکومت کوئی ہو - وہ کئی قسم کے مسائل سے دوچار ہوتی ہے لیکن سب سے
زیادہ مسائل جمہوری اور قومی حکومت کے سامنے آتے ہین شخصی حکومت صرف فرد واحد یا اسکے
وزراء کے فوائد کی نگہداشت تک محدود ہوتی ہے - کیونکہ وہ افراد کو اپنے غلام تصور کرتی ہے اور
اُنسے اپنے مقاصد حاصل کرنا اسکے لئے معمولی بات ہے - مگر قومی اور نیابتی حکومت جمہور کے فلاح
کی محافظ اور نگران ہوتی ہے - اسوجہ سے اسے قومی فلاح و بہبودی کے بیسیون مسائل سے دوچار
ہونا پڑتا ہے - بدینوجہ جمہوری حکومت کے مسائل دوسری حکومتون سے کہین زیادہ اور سنگین ہوتے
ہین - اور انکے سُلجھاؤ کے لئے قوم کے نمائندے باہم ملکر کوشش کرتے ہین اور انکے کئے کو
قوم بسر و چشم قبول کرتی ہے -

ہندوستان کی جمہوری حکومت شروع ہی مین کئی اہم مسائل سے دوچار ہو رہی ہے - اور
انکا حل امر لازمی ہے کہ جس پر ہمارا مستقبل موقوف ہے -

حکومت ہند کے اہم مسائل - جن اہم مسائل سے ہم دوچار ہین اُنکا مختصر تذکرہ یہ ہے - ہندوستان قدیم الایام
مین تمدن اور لوازم تمدن کا بانی اور موجد سمجھا جاتا تھا - مگر صدیون سے اُس کی ترقی
مسدود اور معطل ہے - اب دیگر ترقی یافتہ قومون کی حالت دیکھ کر انکی برابری کا رشک پیدا ہوگیا
ہے - اِس وجہ سے ہم ان مسائل کے سلجھانے کو مجبور ہین کہ جو اورون نے مدت ہوئی حل کئے تھے -
اور اُنکے سُلجھاؤ کے بغیر ہماری ترقی ناممکن ہے - ہمارے سب سے بڑے مسائل یہ ہین - (۱)
جہالت اور خرافات پرستی عالم گیر ہے - جسکا رفع دافع تعلیم عام ہی سے ہوسکتا ہے - گویا تعلیم پر
ہماری قوم کا مستقبل اور ہر قسم کی ترقی موقوف ہے - دنیا کی مہذب قومون کے ناخواندہ باشندے
سو مین چھ سے لیکر تیرہ تک ہین - ہمارے یہان فیصدی ایک آدمی بھی بمشکل خواندہ ملیگا - کیسی
تعلیم ہو کہ جس سے جہالت اور باطل پرستی فی الفور نابود ہوجائے - پھر اُسکے خرچ کا سوال بھی
زبردست ہے - ٹیکنیکل تعلیم سب سے ضروری ہے - تاکہ اہل صنعت اور نیز تعلیم یافتہ جوان روزگار
کمانے کے قابل ہون - تعلیم کے درجنون سوالات ہین کہ جنکی بحث اور ذکر کے لئے بہت جگہ درکار
ہوگی - (۲) مختلف وباؤن نے صدیون سے ہندوستان کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے - انواع و
اقسام کے امراض آئے دن باشندگان ہند پر مصیبت لانے کے موجب ہوتے ہین - ہندوستان

[illegible]ات سب ملکوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ مُردوں میں آدھے کے قریب دس سال سے نیچے [illegible]لڑکیاں ہوتی ہیں۔ حفظانِ صحت اور انسدادِ امراض سب سے ضروری ہے۔ اِس شعبہ کے مسائل خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اور وہ فوری توجہ کے محتاج ہیں۔ (۳) ہندوستان کا افلاس سارے جہان میں ضرب المثل ہے۔ اہلِ ہند اقتصاداً سب قوموں سے غریب ہیں۔ قحط صدیوں سے نازل ہوتا اور لاکھوں بندگانِ خدا کی بے وقت ہلاکت اور آفت کا موجب ہوتا ہے۔ اس کا رفع دفع ضروری ہے۔ اور یہ اقتصادی مسائل کی ذیل میں شمار ہوتا ہے۔ اس شعبہ کے مسائل نہایت گہری اہمیت رکھتے ہیں۔ اِنکے سلجھاؤ پر ہماری خوشحالی اور آسودگی موقوف ہے۔ اس ضمن میں زراعت۔ صنعت و حرفت۔ ریلوے۔ انہار۔ سڑکیں وغیرہ شمار ہوتی ہیں (۴) آخیر میں سوشیل قباحتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ بُرے دستور اور مذموم رسمیں ہیں کہ جنکی موقوفی سے اہلِ ہند کی اقبال مندی وابستہ ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ نہیں ہے کہ ان مسائل پر بیان بحث کیجائے۔ اور نہ اسکی سردست ضرورت ہے بلکہ ایک اور ہی اہم مسئلہ کا ذکر ضروری ہے کہ جس سے ہم اسوقت دوچار ہیں۔

جنگی مسائل ہر ایک حکومت اور ملک کو اغیار کی دست برد سے محفوظ رہنے کی ضرورت لاحق رہتی ہے۔ حملہ آور قومیں ہمیشہ اس تاک میں رہتی ہیں کہ دوسروں کو لوٹ کر اپنا خزانہ پُر کریں۔ اور اپنی حکومتی شان و شوکت کا سکہ ہر جگہ قائم کیا جائے۔ فی زمانہ حکومت کا مقصود اولیٰ یہ ہے کہ محکوم کے جان و مال کو محفوظ رکھا جائے۔ اور قومی ترقی کے واسطے راستہ صاف رہے۔ چاہے خالص جمہوری حکومتیں ہوں۔ جیسے سویٹ زرلینڈ۔ فرانس۔ اور امریکہ میں۔ چاہے محدود الاختیار سلطنتیں جیسے اٹلی۔ جاپان۔ سوئیڈن ناروے۔ انگلستان وغیرہ۔ یا چاہے جرمنی اور آسٹریا جیسی نیم مطلق العنان بادشاہتیں ہوں۔ غیر ملکی حملہ کی پیش بندی اور اندرون ملک میں امن و سکون قائم رکھنا حکومت کا ابتدائی اور اولیٰ فرض ہے۔ ہر قسم کی حکومتوں کو اس سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ غیروں کی لوٹ مار اور حفاظت جان و مال کا سب سے بڑا وسیلہ سپاہ ہے۔ سپاہ سے حکومت کی نہ صرف ہستی ہے۔ بلکہ اغیار کے درمیان اُسکا رعب داب بھی فوجوں ہی کی بدولت قائم رہتا ہے سپاہ قوم کی ترقی اور ہستی کا جزو لاینفک ہے۔ امن و سکون سپاہ سے ہے۔

ہندوستان بھی اسوقت جنگی مسائل سے رو در رو ہے - اور وہ اسکی جداگانہ ہستی سے وابستہ ہین - اگرطرز حکومت مثل سابق کے ہوتی - تو اہل ہند کو سردردی کرنے کی ضرورت نہ تھی - مگر سال رواں سے حکومت کا بار گران اہل ہند پر پڑگیا ہے - اِسوجہ سے جنگی مسائل کا سلجھاؤ انکی دلچسپی کا نہایت ضروری سوال ہے - اس سلسلہ مین یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ فوجی مصارف - سرحد کی حفاظت - اندرون ملک مین قیام امن وسکون اغیار کے حملہ کی روک تھام اور سرحد پار کے قبائل کا انتظام ہمارے جنگی مسائل مین شمار ہوتا ہے -

شمال مغربی سرحد پر تاریخی خطرہ کی تجدید

شمال مغربی سرحد کی ہماری تاریخ مین نہایت اعلیٰ اہمیت ہے کیونکہ ہندوستان پر جتنے حملے غیرون نے کئے تھے وہ سب کے سب ماسوا ایک دو کے شمال مغربی گوشہ سرحد کے راستہ سے ہوتے رہے - ملکہ سیمی راس - آسوریہ کے دلاور فرمان روا کے حملہ سے لیکر احمد شاہ ابدالی کے حملہ تک سب حملہ آور خیبر اور گومل وغیرہ کے شمال مغربی دروں سے آئے تھے - اب ڈیڑھ سو سال کے بعد پھر نئے خطرہ کی تجدید ہوئی ہے - اور اسکا محرک اعظم بالشیوک گروہ کا عروج اور اقتدار ہے کہ جو اِسنے گذشتہ تین سال کے عرصہ مین وسطی ایشیا مین اپنی عیاریون اور حیلہ سازیون سے حاصل کرلیا ہے - بالشیوکون نے اپنا ناپاک مذہب یورپ مین پھیلانے کی کوشش کی - مگر وہان کے سمجھدار اور پڑھے لکھے عوام اُسکے حالات سے بخوبی آگاہ تھے اسوجہ سے انکے پانؤن نہ جمے - آخرکار اُنھون نے ایشیا کا رُخ کیا -

سرحد پر جنگی تیاریان

بالشیوکون کی ہندوستان پر بھی خاص نگاہ ہے - کیونکہ بعض غدّارون اور ناعاقبت اندیشون نے اُسکے رجعت پسندون کو وہی بھلاوا دے رکھا ہے - جو اُنھون نے جرمنون کو دیکر بھاری رقمین ہضم کرلی تھین کہ ہندوستان بغاوت پر آمادہ ہے - علاوہ ازین بالشیوکون نے تمام ایشیا کی قومون کو اپنے جال مین پھنسانے کی مثال رکھی ہے تو بھلا ہندوستان انکی عیاریون سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے - مئی ۱۹۱۹ء مین جب کہ پنجاب مین ستیہ گرہ کا اضطراب زورون پر تھا - تو بالشیوکون کے حسب ارشاد افغانی لشکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا - کیونکہ ہندی غدّارون نے جو روپیہ کی خاطر ہر کسی سے دوستانہ گانٹھنے کو اُدھار کھائے پھرتے ہین - ہندوستان مین انقلاب شروع ہونے کی خبر دی اور اُنسے اپنی چال اور کوشش کی کامیابی سے محمول کیا - مگر پھر جلد ہی

ظاہر ہو گیا کہ پنجاب مین بغاوت نہین ہے اور انگریز کیل کانٹے سے تیار ہین۔ صلح کے واسطے استدعا کی۔ جو منظور ہوئی۔ جب افغانون کو سبز باغ دکھا کر ملک گیری کے واسطے تحریک دیجا رہی تھی۔ تو اس منصوبہ کی کامیابی کو زیادہ پختہ اور یقینی بنانے کے واسطے سرحدی قبائل کے درمیان خاص جاسوس بھیجکر اور انہیں افغانی لشکرون کے ساتھ شریک ہونے کی ترغیب دی۔ اور غالباً انگریزی علاقہ کے باشندون کی دولت سے مالامال ہو جانے کی امید سے وحشیون کے منھ مین پانی بھر آیا۔ اور از راہ استمداد جنوبی وزیرستان کے قبائل نے ڈیرہ جات اور ژوب کو تاراج کر ڈالا۔ اور شمالی وزیرستان کے لٹیرون نے کوہاٹ بنون اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے باشندون کا دم ناک مین کر دیا۔ پشاور کے ضلع مین بھی سرحدیون کے ڈاکے پر ڈاکے پڑنے لگے۔ افغانون نے صلح حاصل کر لی۔ مگر قبائل برابر شرارت پر تلے ہے۔ سنہ ۱۹۲۰-۱۹۱۹ء مین (۶۱۱) ڈاکے ڈالے جسمین دوسو (۹۸) مقتول۔ (۳۹۲) مجروح ہوئے اور (۴۶۵) آدمیون کو پکڑ کر لے گئے۔ مال و متاع کے نقصان کا تخمینہ تیس لاکھ ہے۔ بالشیوکون کو اپنے ارادہ مین ناکامی ہوئی۔ اسواسطے وسیع پیمانہ پر تجویز مرتب ہوئی۔ جمال پاشا کے سپرد یہ کام ہوا کہ وہ افغان سپاہ مرتب کرین۔ چنانچہ جنگی تیاریان وسیع پیمانہ پر ہو رہی ہین۔ چترال سے لیکر نوشکی تک ہزار میل کے محاذ مین استحکامات اور مورچے تیار ہو رہے ہین۔ اور انھین انوکھے اسلحہ سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی توپین بہم پہونچائی گئی ہین۔ کابل مین ہر قسم کے اسلحہ کے کارخانے قائم ہو گئے ہین جو ترک اور روسی اور جرمن ماہران فنون کے زیر اہتمام ہین۔ ہوائی جہاز بنانے کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔ تار اور ٹیلی فون کا سلسلہ بھی قائم ہو گیا ہے۔ چالیس پچاس ترک جرنیل جمال پاشا کے معاون ہین۔ اب انور پاشا برلن سے سامان حرب خریدنے اور جرمن ماہر بھرتی کرنے کیواسطے مامور کیے گئے ہین۔ اس طرح پر افغانستان ایک جنگ جو اور ہنگامہ آرا کمپ کی صورت پیش کرتا ہے۔ افغانستان کی ان تیاریون کی کوئی علت غائی نہین ہے۔ جب اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ وسطی ایشیا کے معاملات کی باگ ماسکو کے لیڈرون کے ہاتھ مین ہے تو اسکے معنی سمجھ مین آسکتے ہین۔ انور پاشا اور انکے رفقاء کا اتحاد بالشیوکون کے ساتھ امن ہند اور نیز امن دنیا کے لئے کسی صورت مین نیک فال نہین ہے۔ جیسے ابابیلون کی آمد اور کلیلون سے مینھ کی آمد آمد کی پیشگوئی کیجاتی ہے۔ اسی طرح انور۔ جمال وغیرہ آنیوالے زلزلہ کی علامات خاص ہین۔ بالشیوکون نے قبائل کو

افغانون کے ساتھ شامل کرنے مین بہت کوشش کی اور لنگ خاودولا اور حاجی عبدالرزاق ان
وحشیون کو طرح طرح کی پٹیان پڑھانے مین مصروف ہین۔ وزیرستان کی حال کی معرکہ آرائیون
سے یہ ثابت ہے کہ محسودون اور وزیریون کے پاس تازہ ترین نمونہ کا اسلحہ ہے۔ انکے لڑنے
کا طریقہ قواعدان سپاہ ایسا ہے۔ اور یہ باتین سابقہ لڑائیون مین سرحد پر دیکھنے مین نہ آئی تھین۔
سرحدی لڑاکون کی نقل و حرکت ترتیب یافتہ سپاہیون کی سی ہے وہ سیٹی اور اردریا کرتے آگے بڑھتے
اور پیچھے ہٹتے ہین۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے کمان افسرون کے زیر ہدایت کام کرتے ہین۔ حملہ
کے وقت وہ بلّون سے بھی کام لیتے ہین۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سامان قبائل کے پاس
کہان سے آئے۔ اور فن جنگ کون سکھاتا ہے۔ مختصر جواب یہ ہے کہ یہ بالشیوکی سازشون کا
کرشمہ ہے۔ یہان بھی اس بات پر زور دینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ ۲۷ اگست ۱۹۱۹ء کی کانفرنس صلح
منعقدہ راول پنڈی اور پچھلے سال کی منصوری کانفرنس مین افغان وکلاء کی طرف سے اس امر کا
مطالبہ کیا گیا تھا کہ قبائل افغانستان کے سپرد کئے جائین۔

خطرہ کا انسداد اور اہل ہند کا فرض اولیٰ

جو معاملات اجمالاً پیچھے مذکور ہوئے ان سے یہ عیان ہے کہ ہمارے شمالی مغربی
سرحد پر نیا خطرہ نمودار ہو رہا ہے۔ اسکے بانی اور موجد ناہنجار۔ سفاک۔ بنی آدم
کے دشمن۔ بالشیوک لوگ ہین اور وہ اپنے ناپاک شیطانی مذہب کی تبلیغ کے لئے انور پاشا ایسے قوم فروش
ترک مشنریون سے کام لے رہے ہین۔ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد سے تیس چالیس میل پر
افغانستان ہے۔ وہان پر عظیم پیمانہ پر جنگی تیاریان۔ جرمن۔ ترک اور روسی ماہرون کے
زیر ہدایت ہو رہی ہین۔ قبائل کے ملک کی حد ہمارے علاقہ سے عین وابستہ ہے۔ انھین بالشویکی
عملاً مسلح اور تیار کرنے مین مصروف ہین۔ کیا یہ آثار ایسے ہین کہ آپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تماشا
دیکھا کرین؟ کیا ان عظیم تیاریون سے امن و ترقی ہند کو کوئی خطرہ نہین ہے یا خطرہ برابر ہے۔
اگر قومی وقار اور ملکی رعب قائم رکھنے اور صدیون کے اُلجھے ہوئے تانے کو سلجھانا مقصود ہو۔ تو اس
خطرہ کی پیشبندی لازمی ہے۔ سال روان سے اہل ہند پر حکومت کا بار ڈالا گیا ہے۔ اب اس
مسئلہ کا سلجھاؤ حکام پر نہین چھوڑا جا سکتا۔ مدبران ہند کو اسمین ڈبل حصہ لینا چاہئے۔ خوشی کی
بات ہے کہ مدبران ہند اس سے غافل نہین ہین۔ سر سد اشیو سوامی آئر معہ نصف درجن [illegible]

اسمبلی کے سرحد کے حالات معائنہ کرنے کو اپریل مین گئے تھے ستمبر کے اجلاس مین غالبًا وہ اپنی رپورٹ پیش کرینگے۔ گورنمنٹ ہند نے اس جانب عملدر وائی شروع کر دی ہے۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ اہل ہند انکی دستگیری کرین۔ اس نازک مسئلہ کے سلجھاؤ کے دو پہلو ہین ۔ اوّل سرحدی قبائل سنہ ۱۸۴۹ء سے قبائل کا علاقہ انگریزی اثر مین شمار ہوتا ہے ۔ اور اسوقت سے لیکر اب تک سترہ مرتبہ مہمین انکی سرکوبی کے لئے روانہ ہو چکی ہین ۔ جب وہ ہمارے سرحدی علاقہ مین مار دھاڑ کرتے ہین ۔ تو انکی گوشمالی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے ۔ اس سے امن اور ترقی ہند پر بہت مضر اثر پڑتا ہے ۔ ہمارے ہم وطنون کی مصیبت اخلاقی اثر پیدا کرتی ہے ۔ اور معہ کروڑون روپے خرچ ہونے کے علاوہ ہزارون جوان مجروح و مقتول ہوتے ہین ۔ فوج کشی پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے وہ اشاعت تعلیم اور وباؤن کے رفع داد پر خرچ ہونا چاہئے اور اقتصادی ترقی کے واسطے بھی روپیہ درکار ہے ۔ ماہ فروری مین بجواب ایک سوال کے ڈاکٹر سپرو نے یہ فرمایا کہ گذشتہ تیس سال مین سرحدی مہمون پر ساڑھے (۳۶) کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے جسمین جنگ افغانستان کے اخراجات (۲۳) کروڑ بھی شامل ہین ۔ اگر سنہ ۱۸۴۹ء سے اب تک کے اخراجات شمار ہون تو یہ ساٹھ کروڑ سے کم نہ ہونگے ۔ اس رقم سے چھ عظیم الشان نہرین اور عظیم بند تیار ہو سکتے ہین کہ جن سے کرورون ایکڑ اراضی سیراب ہو سکتی ہے ۔ اور قحط و افلاس کا احتمال رفع ہو سکتا ہے

لارڈ کرزن کی قائم کردہ پالیسی بدل گئی ۔ اسی کی رو سے قبائل کو سالانہ رقم گذارہ کے لیے ملتی تھی تاکہ وہ لوٹ مار نہ کرین اور انکی نگرانی کے لئے قبائل ہی کے جوان تعینات کئے گئے جو ملیشیا کے نام سے مشہور تھے نئی پالیسی کو بے سود سمجھ کر منسوخ کر دیا اور نئی پالیسی کا اعلان لارڈ چیمسفورڈ نے ۲۲ اگست سنہ ۱۹۲۲ء کو امپیریل کونسل مین کیا کہ جسکی رو سے وزیرستان پر فوجی قبضہ قایم کیا گیا ۔ قبائل کے ملک مین چارون طرف سڑکین بنائی جا رہی ہین ۔ اور مناسب حد تک سرحد کے پار ریلوے بھی بڑھائی گئی ہے ۔ نہرین جاری ہونے والی ہین تاکہ زراعت کی ترقی ہو نئی پالیسی کا مقصود یہ ہے کہ قبائل کی اقتصادی حالت درست کی جائے اور انھین مہذب بنایا جائے ریلون اور سڑکون سے تجارت اور صنعت کو فروغ حاصل ہوتا ہے ۔ اور یہ تہذیب پھیلانے کا بھی بہترین وسیلہ ہین ۔ نہرون سے زراعت ترقی پکڑتی ہے ۔ جمرود سے لنڈی کوتل تک بھی جو نئی پٹری کی

ریلوے بنائی گئی ہے۔ ریلون سڑکون اور نہرون پر روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اور یہ معمولی مصارف فوجی مین شمار ہوتا ہے۔ سال روان مین سوا ساٹھ کروڑ روپیہ علیحدہ کیا گیا ہے۔ پچھلے سال ستر کروڑ سے اوپر خرچ آیا تھا۔ یہ کارخیر بھی ہے اور اپنے فائدہ کا کام بھی ہے۔ قبائل کے علاقہ مین امن اور نیز اقتصادی ترقی سے اہل ہند تجارت سے مستفید ہونگے۔ اور آئے دن کی مہمون اور انکے مصارف سے رستگاری حاصل ہوگی۔ تہذیب پھیلانے اور غیر مہذب قومون کو تہذیب سکھانے کا کام انگریزون ہی کا حصہ ہے۔ مسوپتامیہ مین عربون کو تین سال سے زراعت اور صنعت سکھانے کی تجاویز پر برطانیہ نے کروڑون روپے خرچ کر دیئے۔ امریکہ دیوداسے جزائر کیوبہ اور فلیپائن مین وہان کے باشندون کو مہذب بنانے کے واسطے کروڑون روپے سالانہ پندرہ بیس سال تک خرچ کرتے رہے۔ قبائل کو تہذیب سکھانے کا روپیہ فضول خرچ نہین ہے۔ جب وہ مہذب ہو جائین گے۔ تو پالشیوکون یا اور نا ہنجارون کے بھلاوے مین نہ آئین گے۔ بلکہ ہمارا احسان ہمیشہ انکے سرون پر رہیگا۔ محسن کشی مین انھین ضرور تامل ہوگا۔

دوم حفاظت سرحد اور قیام امن۔ اسپر شروع ہی مین بحث ہو چکی ہے کہ مدار امن اور حفاظت ملک سپاہ پر موقوف ہے۔ اگر زبردست لشکر ہون اور تیاری سامان جنگ ہو۔ اول الذکر کی حالت سے اغیار کو حملہ کرنے اور امن مین رخنہ انداز ہونے کی کبھی جرأت نہین ہوتی۔ فی زمانہ تخفیف سپاہ کا مسئلہ مہذب دنیا مین گشت زن ہے۔ عرصہ سے فوجین کم کرنے کی تجویز امن پرستون کی طرف سے پیش ہوتی رہتی ہین۔ اور اسے انسداد جنگ کا بہترین وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ مگر ایک اور فریق یہ کہتا ہے کہ کیل کانٹے سے ہر وقت مسلح رہنا امن کی ضمانت ہے۔ پریسیڈنٹ ہارڈنگ نے دو تین مہینے ہوئے اپنی جمہوری پارلیمنٹ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اسی بات پر زور دیا تھا۔ کہ امریکہ کے شاندار بحری بیڑے اور زبردست لشکر امن عالم کے کفیل ہونگے۔ چنانچہ کروڑون ڈالر جنگی سامان بہم پہونچانے کے واسطے مخصوص ہوئے۔ تمام مہذب قومون کے یہان بڑے بڑے جنگی سامان ہین۔ جنگ اعظم سے پیشتر یورپ کے ہر ملک مین سوائے برطانیہ کے فوجی ملازمت لازمی اور جبری تھی۔ اور قومی خزانہ کا جزو اعظم سپاہ بحر و بر پر خرچ ہوتا تھا۔ اور اب بھی یہی کیفیت ہے۔ جاپان۔ امریکہ۔ فرانس اور دیگر ملکون کے جنگی مصارف بہت بڑھے ہوئے ہین۔ سرحد کی

ہر قوم کی ہستی اور حکومت کی شان موقوف ہے۔ اسوجہ سے ہمین بھی کافی سپاہ اور سامان جنگ فراہم کرنا چاہیئے۔ کیا سپاہ کافی ہے - دوران جنگ مین حفاظت سرحد پر تین لاکھ ساٹھ ہزار سپاہ متعین تھی - اب شاید اسکا تیسرا حصہ ہے - یہ تو سرکاری بیان ہے - کہ سنہ ۱۳-۱۹۱۴ء کی نسبت اب چھ ہزار گورے اور ساڑھے سات ہزار ہندوستانی جوان کم ہین - زبردست لشکر کے علاوہ سامان جنگ کی تیاری کا ہندوستان ہی مین انتظام ہونا چاہیئے تاکہ عندالضرورت سمندر پار کے سامان کا محتاج نہ ہونا پڑے ایسا اسلحہ درکار ہے کہ جو جنگ یورپ مین بہترین ثابت ہو چکا ہے - اور سامان ڈھونے کے واسطے موٹر چھکڑون کی ضرورت ہے - وہ بھی اسی ملک مین تیار ہونے چاہئین - اخراجات کا سوال بہت زبردست ہے - ہندوستان کی نصف سرکاری آمدنی سال روان مین فوجی مصارف کے لئے وقف کی گئی ہے - اور ارکین مجلس شوریٰ غل مچاتے ہین کہ انہین تخفیف کیجائے تاکہ دیگر اصلاحات کے واسطے روپیہ بہم پہونچے - نئے ٹیکس لگا کر اٹھارہ کروڑ سے کچھ اوپر روپیہ پیدا کیا جائے گا تاکہ بڑھے ہوئے اخراجات پورے ہون - وسطی ایشیا کے جتھے اور بالشیوکون کی سازشون اور شرارتون کی موجودگی مین سرحد کی حفاظت نہ کرنا غنیم کو حملہ کی دعوت دینا اور اپنے کو اندھیر نگری کے حوالہ کرنا ہے اور نیز اپنی قومی ہستی اپنے ہاتھ سے مٹا دینا ہے - اخراجات مین تخفیف نہین ہو سکتی کیونکہ محفوظ سرحد سے امن قائم رہتا ہے اور ہر قسم کی قومی ترقی امن سے وابستہ ہے - نیابتی حکومت کا دور شروع ہے اور اخراجات کی بھرمار ہے - اور یہ دونون ایک دوسرے سے وابستہ ہین - قومی حکومت کبھی ارزان نہین ہوتی - مہذب قومون کو اپنی شخصی آمدنی کا معقول حصہ ملک کی ضرورت پر خرچ کرنا پڑتا ہے - اہل ہند جمہوری حکومت کے اخراجات جاپان اور چین پر نہین ڈال سکتے - اسوجہ سے ٹیکسون سے نہین گھبرانا چاہیئے - جو لوگ پُر آسائش زندگی بسر کرتے اور بیخوف و خطر نفع آور کامون مین مصروف ہین اُنھین اپنی کمائی کا ایک ادنیٰ جزو حفاظت ملک اور قیام امن پر خرچ کرنے مین دریغ نہین ہونا چاہیئے - اس دشوار مسئلہ کا سلجھاؤ یہی ہے کہ معقول سپاہ اور سامان حرب ہو - اور اسکا اہتمام فوری ہونا چاہیئے -

جے - آر - رائے

اُردو ۔ انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ ہے حیدرآباد سے نکلا ہے مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ
پریس علیگڑھ مین چھپکروہین سے شائع ہوتا ہے۔ اسکے تین نمبر نکل چکے ہین۔ تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے۔
مضامین اور نیز ظاہری محاسن کے اعتبار سے یہ رسالہ فرد اور انجمن ترقی اُردو کے شایان شان ہے۔ ایسے
خالص ادبی رسالے کی مُلک کو ضرورت تھی اور وہ بالآخر انجمن ہی کے ہاتھون مین موفور ہوئی۔ یہ مولینا
عبدالحق کی سرگرمی اور انہماک کا مبارک نتیجہ ہے۔ اُردو سے مولینا ممدوح کو جو عشق ہے اسکے اظہار کی
ضرورت نہین۔ باوجود گوناگون موانعات او ترددات کے آپ سالہا سال سے اس کشتی کے ناخدا بنے
ہوئے ہین۔ کشتی مین لنگر تھا، مستول نہ تھے، بادبان نہ تھے۔ ہوائین بھی اکثر مخالف تھین۔ مگر آپ
ایک لمحہ کے لئے بھی بے دل نہوئے۔ ہمت نہ ہاری۔ اور بالآخر اُسے منزلِ مقصود تک پہونچا دیا۔ ہم
اس شاندار کامیابی پر انھین صدق دل سے مبارکباد دیتے ہین۔

اس نمبر مین پہلا مضمون "ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری مرحوم کا لکھا ہوا ہے "اُردو زبان کی ترقی کے
متعلق چند خیالات" مرحوم اُردو کے دلدادہ تھے اور اسکی ترقی اور احیا مین کوشان رہتے تھے۔ انھون نے
اسکی ترقی کے اسباب اور حالات کا دقیق نگاہ سے مشاہدہ کیا تھا۔ اور یہ مضمون اول سے آخر تک
واقعی مشاہدات سے پُر ہے۔ اسکی ترقی مین کون سے امور مانع ہین اور انکی اصلاح کیونکر ہوسکتی ہے
اس مسئلہ کو نہایت وضاحت اور تحقیق سے حل کیا ہے۔ اور اگر حامیان اُردو آپ کی صلاحون پر عمل کرین
تو یقیناً اُردو زبان کو وہ ترقی ہو کہ ہندوستان کیا دُنیا کی ممتاز زبانون مین اسکا شمار ہونے لگے۔ ہندو
مسلمانون مین اختلاف، مدارس اور مدرسین کی عدم توجہی (جسکا افسوسناک نتیجہ یہ ہے کہ علیگڑھ یونیورسٹی
ہی مین نہین، طرز قدیم کے مدارس مثلاً دیوبند وغیرہ مین بھی اُردو کو مناسب جگہ نہین دیجاتی) جدید
تعلیم یافتہ طبقہ کی بے نیازی، اور عام اُردو خوان پبلک کی سردمہری، یہی وہ اسباب ہین جو اُردو کی ترقی

...وہ ہین۔

...علم کی کس مپرسی کا ذکر کرتے ہوئے آپ بالکل صحیح فرماتے ہین۔

"جب لوگ اپنی قابلیتون کا اندازہ لگاتے ہین اور دیکھتے ہین کہ معمولی محنت سے جسکے لئے دماغی انہاک اور شب و روز کی علمی جد و جہد کی کوئی ضرورت نہین، کثیر دولت پیدا کرنا، ملازمتون اور پیشون مین ممکن ہے اور برخلاف اسکے علمی کاوش اور کاہش کا نتیجہ غربت کی زندگی اور کس مپرسی ہے تو انکا خود کو فروخت کرنا کونسی عجیب بات ہے"

آج اُردو مین اُن اصحاب کے نام انگلیون پر گنے جا سکتے ہین جو محض اپنے قلم سے کسب معاش کر سکتے ہون۔ یہان تک کہ کسی اُردو مصنف یا مؤلف کے لئے سو روپیہ ماہوار کی آمدنی معراج سے کم نہین ورنہ ننانوے فیصدی تو بیچارے دیگر ذرائع سے روزی حاصل کرکے حتی الوسع اُردو کی حسبتہ للہ خدمت کرتے ہین۔ ایک زمانہ تھا جب مصنف اپنی کاوش کا معاوضہ دولت نہین بلکہ تحسین یا اپنے خیالات کی اشاعت سمجھتا تھا۔ لیکن اسوقت زندگی اتنی گران بار نہ تھی اور نہ اُسکا افلاس اسکے حصول اعزاز و وقار مین حارج ہوتا تھا۔ اس مادی دور مین اُس بے غرض اور خالص ایثار کی امید کرنی فضول ہے جبتک کہ موجودہ تہذیب کا رُخ نہ ہٹ جائے اور پھر اُسی سادہ اور قناعت آمیز زندگی کا رواج ہو۔

راقم مرحوم نے اُردو زبان کی توسیع و ترقی کے لئے جو تجویزین پیش کی ہین اُسمین اہم ترین تجویز اُردو کو تراجم سے مالا مال کر دینا ہے۔ آپ نے نہایت معقول دلائل سے ثابت کیا ہے کہ غیر ملکی فلسفہ، سائنس اور دیگر علوم کا مطالعہ محض مادری زبان کے ذریعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انسان اپنی زندگی مین اتنی مختلف زبانون کا ماہر نہین ہو سکتا کہ جملہ علوم کا مطالعہ اصل زبان مین کر سکے۔ اس لحاظ سے انگریزی زبان کا مطالعہ بھی اُردو ہی مین کرنا چاہیے۔ اور ہمارے کالجون مین جو طریقہ رائج ہے اور جسمین فی الحال اصلاح کرنیکا کسی کو خیال تک نہین کیونکہ اس سے انگریزی پروفیسرون کی ضرورت ہی باقی نہ رہیگی، سراسر ناقص ہے۔ لیکن جہان ہم تراجم کی اہمیت سے انکار نہین کر سکتے اور اسکی فائدہ رسانی کے قائل ہین وہان ہم اسے تصنیف کا قائمقام بنانا اپنی دماغی پستی کا اعتراف سمجھتے ہین۔ آپ فرماتے ہین۔

ہر ایک قوم کی زندگی مین ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب تواریخی اور سیاسی اسباب سے علوم و فنون کی روشنی کم ہو جاتی ہے۔ اور اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے چراغ کو اور اقوام کے چراغ سے روشن

کرے۔ اِس زمانہ میں تخلیق کی قوت زائل ہوجاتی ہے، جو تصنیفات ہوتی ہیں وہ ادنیٰ درجہ سے آگے نہیں جاتیں۔ عوام کا مذاق درست نہیں رہتا۔ ایسے زمانہ میں ضروری ہے کہ کتابوں کے لکھنے والے بجائے اسکے کہ اپنے خام یا نیم پختہ خیالات کا اظہار کریں، دنیا کے مشہور گذشتہ اور موجودہ مصنفین کے ترجمان بن جائیں۔ ہمارے ملک میں جو حالت آج ہے وہ اس امر کی مقتضی ہے کہ عموماً تراجم کو تصانیف پر ترجیح دی جائے۔"

جب ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہر ایک قوم کے معیار زندگی میں بنیادی اور اُصولی اختلافات ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مصنفین بالعموم اپنی قوم کے مجلسی اور معاشری خصوصیات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تو اُنکے تعلیمات کا دوسری زبان میں بغیر ضروری اور مناسب ترمیم اور تحلیل کے ترجمہ ہوجانا ایک بڑی حد تک اسکی گردن پر اجنبیت اور غیر مانوسیت کا بوجھ رکھدینا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ علماء اپنے خیالات میں اسقدر منہمک رہتے ہیں کہ اُنکی نگاہ میں اکثر توازن اور اصابت قائم نہیں رہنے پاتی۔ وہ اپنے رقیبوں کے خیالات میں بہت کم کوئی وصف پاتے ہیں اور اپنے انہماک میں بیشتر حشو و زوائد کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔ ایسی تصانیف کے تراجم کا مطالعہ بجز تضیع اوقات کے اور کیا ہے۔ برعکس اسکے اگر کوئی شخص ان تصانیف پر کماحقہ عبور حاصل کرکے اور اُسی صنف کی دیگر کتابوں کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد اُس مبحث پر قلم اُٹھائے تو اسکی تصنیف ان عیوب سے مبّرا ہوگی۔ ترجمہ مشکل کام ہے، لیکن تصنیف اس سے بدرجہا مشکل تر ہے۔ اسلئے ترجمہ کو تصنیف سے بالاتر قرار دینا اہل قلم کو تکمیل علوم کے راستہ سے ہٹاکر محض کورانہ تقلید کا عادی بنانا اور زبان کے مستقبل کو تاریک کرنا ہے۔ جب علوم کی تکمیل ہی نہ ہوگی تو اُونچے تصانیف کہاں سے پیدا ہونگی۔ اور اس امر کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی زبان محض تراجم کی بناپر خواہ وہ کتنی ہی مستند کتابوں کے کیوں نہ ہوں، سرفراز نہیں ہوسکتی۔ عاریت کو سرمایہ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ ہم راقم مرحوم کے اس فیصلہ سے ہرگز اتفاق نہیں کرسکتے کہ ہمارے ملک کے بیشتر لوگوں کو ترجمہ کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔

دوسرے مضمون میں مولینا محمود خان شیرانی صاحب نے یہ تحقیق کرنیکی کوشش کی ہے کہ فردوسی کو شاہنامہ تصنیف کرنے کی کیونکر تحریک ہوئی اور اس باب میں ایک روایت بیان کی ہے۔ تیسرے مضمون میں مولوی محمد مہدی صاحب نے "غالب کے کلام کی بعض خصوصیات" کے عنوان سے غالب

نہ اور تصوفانہ اشعار کی بھی فنانہ تشریح کی ہے۔

تھا مضمون علمی اصطلاحات کے ایک فرہنگ پر مشتمل ہے۔ اقتصادیات، تاریخ، فلسفہ، نفسیات وغیرہ علوم کے انگریزی اصطلاحات کے مقابل انکے اُردو مترادف رکھدیئے گئے ہین جنسے یقیناً تراجم کے کام مین بہت آسانی ہوگی۔ علمی اصطلاحات کا فقدان علمی کتب کے ترجمے کرنے مین ایک خاص رُکاوٹ ہے اس فرہنگ سے یہ مشکل کسی حد تک ضرور حل ہوجائیگی۔ ممکن ہے اِن اصطلاحون مین ابھی کسیقدر ترمیم کی ضرورت ہو اور اہل علم انھین اپنے مفہوم ادا کرنے کے لئے موزون نہ خیال کرین لیکن ابتداً اس فرہنگ سے اُردو کو فائدہ ہونا یقینی ہے۔ اصطلاحات بیشتر فارسی سے وضع کئے گئے ہین، عربی سے نہین، یا بہت کم، اسلئے وہ غیر مانوس اور بعید از فہم نہین ہونے پائے ہین۔

پانچوان مضمون تلمیحات کے عنوان سے مولینا وحید الدین سلیم صاحب نے رقم فرمایا ہے۔ یہ ایک محققانہ مضمون ہے۔ حضرت سلیم نے تلمیحات کی اہمیت، انکے مخارج اور اُردو زبان کی مروجہ عام تلمیحات کا مجمل ذکر کیا ہے۔ آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے کہ تلمیحات سے زبان مین بلاغت کا وصف پیدا ہوجاتا ہے۔ اور تلمیحات کثرت استعمال زبان کی بلوغیت اور ادبیت کی دلیل ہے۔ جون جون زبان کا سرمایہ بڑھتا جاتا ہے اسمین اصطلاحات کی طرح تلمیحات بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین۔ اگرچہ تلمیحات کا استعمال اعتدال سے تجاوز کرنے پر نثر ونظم کو غامض اور رخاص فہم بنا دیتا ہے۔ لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ اسکا جائز صرف زبان مین ایک خاص چاشنی اور حلاوت پیدا کردیتا ہے۔

چھٹوین اور آخری مضمون مین مولوی سید ہاشمی صاحب نے اُردو رسم الخط کی اصلاح کی بعض تجاویز سے جو مولوی عبداللہ یوسف علی صاحب نے جنوری کے اُردو مین پیش کی تھین اختلاف کیا ہے اور یہ تجویز سوچی ہے کہ اہل پنجاب نے ن غنہ کو تحریر مین ظاہر کرنیکا جو طریقہ نکالا ہے وہ اس قسم کے تمام حروف مخلوط کیواسطے اختیار کرلیا جائے جو دوسرے حروف کیساتھ ملکر اپنی اصلی آواز کھو بیٹھتے ہین۔ اس اعتبار سے "گھر" کو گہر۔ ابھر کو ابہر لکھنا چاہئے۔ گنوار۔ سائین۔ کنیا۔ بنیا۔ انس۔ دھیان وغیرہ بھی اُلٹے جزم کیساتھ لکھے جانے چاہئین۔ اس قاعدہ کے مطابق ممکن ہے الفاظ کی آوازین زیادہ صحت کیساتھ لکھی جاسکین لیکن نیز دولیسی کا وصف جو اُردو رسم الخط کی ایک نمایان خصوصیت ہے متعدد اعرابون کے استعمال سے غائب ہوجائیگی اور وہی عربی تحریر کا نقص پیدا ہوجائیگا۔ گھر لکھنا جتنا آسان ہے اتنا گہر لکھنا ہرگز نہین ہے اگر آداب کی ایزاد کے بغیر ہی آوازین حروف کی اصلی صورت مین ترمیم کرکے پیدا کیجا سکین تو بدرجہا قابل ترجیح ہے۔ پریم چند

تصحیح ہمکو نہایت افسوس ہے کہ کاتب کی غفلت سے مضمون ادراک روح مندرجہ زمانہ جولائی مین حسب ذیل غلطیان رہ گئین امید کہ صاحب مضمون و ناظرین معاف فرمائینگے اور مضمون اس صحت نامہ سے ملاحظہ فرمائین گے ۔ مینیجر

صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط
۲	۱۲	محدود نہین رہتی	محدود نہین	۵	۲۰	کی اشیا	کے اشیا
۲	۱۵	اُن پر	بلکہ اُن پر	۶	۱۴	سفر مین	سفر ہین
۲	۲۲	دیکھتے ہین	دیکھنے مین	۶	۲۰	قربانیان	قربانی
۳	۳	جلے بنتے	جلے بناتے ہین	۷	۲	جبسے	جیسے
۳	۷	دنیا سے	دیتا ہے	۷	۹	زندگی کی برکتون	زندگی برکتون
۳	۱۷	جلیل القدر	جلیل التعداد	۷	۱۳	متناقض	متناقص
۳	۱۸	بہبودئی	بہبود	۸	۱۵	اتحاد کا علم	اتحاد علم
۴	۱	(روح کامل)	(روح کامل	۸	۲۱	کرنے والے	کرنے والا
۴	۱	محبت ہے	محبت سے	۸	۲۲	ہو جا	ہو جاؤ
۴	۴	سب	سبب	۹	۴	بچالے	بچائے
۴	۲۰	یہ چھلکا کیسا ہی	یہ چھلک کیا ہی	۹	۹	تباہ نہین	تباہ مین
۴	۲۱	پورا	پورکا پورا	۹	۱۵	دنیوی کی طلب	دنیوی طلب
۴	۲۳	جہاد نفس	جسم نفس	۱۰	۳	بھوکے اور پیاسے ہین	بھوکے ہین اور پیاسے
۵	۶	غُلو	دخلو	۱۰	۱۹	ابیہ	آئینہ
۵	۱۱	حارج	خارج	۱۰	۲۳	مین نہین رکھا ہے	مین رکھا ہے
۵	۱۴	بُرے	بڑے	۱۱	۴	مسلح	مسلم
۵	۱۷	اسی ادّ دیا	اس ادّ دیا	۱۲	۸	لمحہ دوام	لمحہ و دوام

یادِ وطن

وطن! وطن! مرے دلسوز و غمگسار وطن
ترے فراق مین ہر دم ہون بیقرار وطن

خوشا وہ وقت کہ حاصل تھی تیری دید مجھے
خوشا وہ روز کہ تجھ سے تھا ہمکنار وطن

مجھے تو گردشِ قسمت سے یہ نہین امید
کہ دیکھنے کو ملے پھر تری بہار وطن

بڑی گھڑی تھی۔ بُرے دن۔ بُرا زمانہ تھا
جب آسمان نے چھڑایا ترا دیار وطن

گھٹائین جھوم کے آئین بھی اور چلی بھی گئین
مگر یہ آنکھ ابھی تک ہے اشکبار وطن

یہ بات کیا ہے کہ مین اسقدر ہون وارفتہ
یہ وجہ کیا مجھے اتنا ہے انتشار وطن

مری طرح ہین غریب الدیار بھتیرے
مری طرح نہین آوارون کو بھی قرار وطن

فقط فراق ہی تیرا اُنھین ستاتا ہے
وہ صرف یاد مین تیری ہین اشکبار وطن

مگر مجھے تو ترے رنج کے سوا ہر دم
لہو کے اشک رُلاتی ہے یادِ یار وطن

مرا حبیب جدا ہو۔ ترا بھی ساتھ چھُٹے
تو ہی بتا کہ ہو کیونکر مجھے قرار وطن

مین بے نشان ہون۔ میرا نشان تجھ مین ہے
بدن یہان ہے مگر میری جان تجھ مین ہے

تسکین قریشی (سورونوی)

باغِ دنیا مین نظر غمناک ہو کر رہ گئی
رنگ بدلے خاک نے پھر خاک ہو کر رہ گئی

وہ ترقی ہو کہ جو کر دے شگفتہ مثلِ گل
وہ کلی کیا جو گریبان چاک ہو کر رہ گئی

مثنوی در صفت انبہ باغ

نواب اقبال بہادر صاحب بی۔ اے۔ رئیس شمس آباد ضلع فرخ آباد از نتیجۂ افکار جناب نواب ڈے صاحب واقف

آم جانِ عزیزِ آدم ہے — رونق بوستانِ عالم ہے
روح پرور ہے روح افزا ہے — مثل دُنیا مین آپ اپنا ہے
کیجئے کھاکے اسکو بات اگر — عمر بھر منھ مین وہ رہے جم کر
خستۂ و پوست کسقدر موزون — وضع مین درج و گوہر مکنون
آدمیت اِسی سے توام ہے — آم آدم مین جزوِ اعظم ہے
ہے غضب آم کا تماشا ہے — سامنے دل بھی ہے سویدا ہے
کرکے ہم پلّہ لوگ شکرّ کا — کہین کردین نہ قدر مین ہلکا
یہ خیال آم کا نہین بیجا — سنگ کیونکر بنے ترازو کا
اِسکو کہتے ہین صاحبانِ نظر — زعفرانی شراب کا ساغر
کسلئے نازِ سیب و رمان بر — کون ہمسین ہے آم کا ہمسر
کس نے [illegible] شراب کوثر ہو — آبِ حیوان کا کس مین جوہر ہو
کس سے حاصل ہو راحتِ دندان — کون ہے باعثِ سرورِ دہان
کان گل کے کب اِنکے قابل تھے — اُنکا آویزہ آم کیون بنتے
آم شکل اپنی جب دکھاتا ہے — عید کا چاند بن کے آتا ہے
عید کے چاند کا خیال کہان — اُسکا یہ جان فزا جمال کہان
چند لمحے ہین اُسکے چشم افروز — دیکھتے ہین اِسے مہینون روز

شوق رہتا ہے اُسکا پھر کسکو　　چھوڑتی ہے نہین نظر اسکو
رس کے اوصاف کیا بیان کیجے　　شیرہ قندِ بہار کا کہئے
قوت دس بیس کیا ہزار کا ہے　　شیر گویا یہی بہار کا ہے
یہ بھی تاریک گھر مین رہتا ہے　　آبِ حیوان کہو تو زیبا ہے
نگہِ شوق تیز تھی کتنی　　آم مین وقتِ دید پھنس گئی بھی
رس مین تارِ نگاہ لپٹے ہین　　جنکو نا فہم ریشہ کہتے ہین
راست کہنے مین کیون ہو اندیشہ　　موج آبِ حیات ہے ریشہ
میری تقدیر اور ایسے آم!　　کتنا اچھا ہے یہ خیالِ خام
جذبِ دل تو اگر قوی ہوتا　　یون نہ محروم مین کبھی ہوتا
خود بخود آم کھچکے آجاتے　　خوب کام و دہن مزہ پاتے
میری کمبخت یاد بھی ہے یاد　　جو ازل سے ہے سہو کی ہمزاد
جب یہ دل مین کسی کے آتی ہے　　بھول گویا قدم جماتی ہے
یاد اسکو بھی سمجھون مین ناشاد　　بھول جانا رہے جو میرا یاد
تا کجا طعنہ ہائے شوق نشان　　سہو و نسیان ہی شیوۂ انسان
یاد مرہون سہو و نسیان ہے　　نکتۂ نغز اسمین پنہان ہے
یاد نسیان کے دم سے ہے موجود　　آن واحد مین ورنہ ہو مفقود
پہلے مین یاد آگیا ہون گا　　ذہن سے محو جب ہوا ہونگا
بھولنا ہے مرے لئے کافی　　شکر کیونکر ادا ہو اسکا بھی
ہمہ تن ہون زبان برائے شکر　　جب بھی ہوتا نہین ادائے شکر
ختم کرتا ہون نظم کو ناچار　　اب یہی التجا ہے سو سو بار

بھول جاؤ نہ مجھکو اگلے سال
کہ ہو تر شکر مین زبانِ مقال

واقف

نظارۂ اجل

اے مرے ملجاؤ ماوی اے مرے غمخوار اجل
عقدۂ مشکل کو دم بھر مین تو کر دیتی ہے حل

ہے بظاہر ڈالتی آرام وراحت مین خلل
خوبیان تیری مگر باطن مین ہین ضرب المثل

ہر غریب و بینوا کی رونق کاشانہ ہے
تو ہے ایسی شمع جسپر بیکسی پروانہ ہے

تیرے میخانے مین جام بیخودی کا دور ہے
ڈھنگ ہر اک سے جدا سب سے نرالا طور ہے

آکے ہو جاتی شریک رنج و غم فی الفور ہے
مہربانی ہے یہ باطن مین بظاہر جور ہے

ہم غریبونکی تو بیشک دین ہے ایمان ہے
نام تیرا ہے قضا لیکن ہماری جان ہے

فی الحقیقت اے اجل دارو ے درد دل ہے تو
دشمن رنج و مصیبت دافع مشکل ہے تو

الغرض ہر ایک کے دکھ درد مین شامل ہے تو
قدردان کوئی نہین گو قدر کے قابل ہے تو

ہاتھ مین تیرے ہی سب کی عمر کا پیمانہ ہے
پھر بھی تجھ سے بے خبر ہر عاقل و فرزانہ ہے

دافع ہر رنج و غم ہے گو کہ لیکن اے اجل
پھر بھی تیرے نام سے جاتا ہے جی سب کا دہل

تیری یاد آئی کہ بس آیا حواسون مین خلل
رنگ منھ کا فق ہوا دم مین گئی حالت بدل

تو نے اگر پہلے جو صورت تھی وہ تبدیل کی
پھر گئی آنکھون کے نیچے شکل عزرائیل کی

اُف یہ دنیا کا سمان یہ منظر فرحت اثر
اُونچے اونچے یہ مکان یہ خوشنما دیوار و در

یہ ضیاے مہر و مہ دلچسپ یہ شام و سحر
اور وہ تاریکی قبر الامان والحذر

جایا کیونکر ہائے جائیگا اندھیری گور مین
کس طرح سے چین آئے گا اندھیری گور مین

قبر مین یہ عیش و عشرت کا بھلا عالم کہان — یہ حسینانِ جہان کی صحبتین ہر دم کہان
اپنی اپنی راہ ہونگے وہ کہان اور ہم کہان — گل کہان گلشن کہان بلبل کہان شبنم کہان

اک نظر بھی ہائے مشکل دیکھنا ہو جائے گا
سب تماشا لحظے مین نذرِ قضا ہو جائیگا

ایک بھی چلتی نہین اے موت تیرے روبرو — خشک تو دم بھر مین کرتی ہے نہالِ آرزو
چھین لیتی گود سے ماؤن کی ہے اولاد تو — اور کبھی طوقِ یتیمی کرتی ہے زیبِ گلو

مطمئن کوئی نہین ہے دورِ چرخِ پیر مین
سرنگون تدبیر بھی ہے پردۂ تقدیر مین

مسندِ زرین پہ بیٹھے کل جو آتے تھے نظر — حیف سوتے ہین پڑے وہ آج فرشِ خاک پر
ٹانکتے تھے جنکی قبا مین لعل و الماس و گہر — ہے انھین کی قبر سے آتی صدائے پُر اثر

بر مزارِ ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

جنکو اپنے حسن و خوبی پر بہت کچھ ناز تھا — مثلِ پروانون کے جن پر ہوتے تھے لاکھون فدا
جنکو بھاتا ہی نہ تھا کچھ عود و عنبر کے سوا — اب انھین کی قبر سے آتی ہے ہر دم یہ صدا

بر مزارِ ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

الغرض ہر وقت تیری دیکھکر نیرنگیان — کانپتا ہے بید کی مانند جسمِ ناتوان
فی الحقیقت چاہیے جتنی ہو کسی پہ مہربان — خوف کھاتا ہے مگر تجھ سے ہر اک پیر و جوان

تیری ہیبت ہی ہر اک انسان پہ چھائی ہوئی
نام سے تیرے ہی سب کی شکل مرجھائی ہوئی

عزیز احمد بلگرامی

سوانحِ گُل

حاملِ فطرت ہون مین اور پھول میرا نام ہے — باغِ ہستی کا سجانا میرا ادنیٰ کام ہے
ہر رگ و پے مین شجر کی ہے نہان میری روان — میرے ہی دم سے ہے دنیا مین بہارِ بوستان
جب درختون کا قریب آتا ہے ہنگامِ شباب — حسن و خوبی کا وہ کرنا چاہتے ہین اکتساب
جمع کر کے قوتین اپنی پہونچ جاتا ہون مین — کامرانی کی نویدِ جانفزا لاتا ہون مین
پوچھتا کوئی نہین کیا مجھ پہ گزری رات بھر — صبح کو البتہ لیتی ہے نسیم آ کر خبر
اِس توجہ سے بدل جاتی ہے حالت ہی مری — ہونٹون پر کچھ کچھ نمایان ہونے لگتی ہے ہنسی
نقطۂ پیچیدگی یعنی کلی کا وہ سرا — جسجگہ اوراق ملتے ہین بہم ہوتا ہے وا
شکل وہ ژولیدگی کی جاتی ہے بالکل بدل — ہر ورق آتا ہے آپس کی کشاکش سے نکل
دور ہو جاتی ہے قسمت کی مری پیچیدگی — صاف آتی ہے نظر آنکھون کو ہر ہر پنکھڑی
منزلِ مقصود تک آخر پہونچ جاتا ہون مین — خوشنما اک گُل کی صورت مین نظر آتا ہون مین
دیدہ و دل ہوتے ہین مجھ سے ہزارون کامیاب — دل رُبا مجھ کو بنا دیتا ہے میرا انقلاب
ہوتی ہے دنیا مری تعریف مین رطب اللسان — میری خوشبو سے مہک جاتا ہے صحنِ بوستان
بلبل اپنے گھر کا فصلِ گُل مجھکو سمجھتی ہے چراغ — دیکھکر ہو جاتے ہین دل طائرون کے باغ باغ
اپنی آنکھون سے لگاتا ہے مجھے ہر گلعذار — مجھ سے ہو جاتا ہے مالامال دامانِ بہار
روئے زیبا سے مرے ہوتا ہے ہر دل بہرہ ور — حسن پر میرے تصدق ہوتی ہے اک اک نظر

ہے پیدا مجھ مین پھر اک انقلاب — یعنی پھینکا ہونے لگتا ہے مرا رنگِ شباب
حسن میرا بسکہ ہوتا ہے فقط اک عارضی — زرد ہونے لگتی ہے آخر کو ہر ہر پنکھڑی
منتشر ہو جاتے ہین اوراق میرے سوکھ کر — شامِ غم بنجاتی ہے میری مسرت کی سحر
میری ہستی کا سمٹ جاتا ہی بالکل دائرہ — کچھ نظر آتا نہین اِک خشک گھنڈی کے سوا
یہ بھی مٹ جاتا ہے آخر کو نشانِ بیکسی — نیستی کے تحت مین آجاتی ہی ہستی مری
الغرض اسطرح مٹ جاتا ہے گلشن سے نشان — کوئی یہ بھی کہہ نہین سکتا کبھی گل تھا یہان

آج سارا راز اپنا مین نے ظاہر کر دیا
ہے یہی ہستی کی میرے ابتدا اور انتہا

ہادی مچھلی شہری

جب مین کہتا ہون کہ یا اللہ میرا حال دیکھ — حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ
سوچ تجھکو ہے اگر آیندہ پالیٹکس کی — لے نتایج سے مدد اور ہسٹری مین فال دیکھ
شوقِ طول و پیچ اس ظلمتکدہ مین ہے اگر — بات بنگالی کی سُن بنگالیون کے بال دیکھ
دل یہ کہتا ہی کہ ہجرت ہند سے لازم ہی اب — عقل کہتی ہی کہ اکبر اور دو اک سال دیکھ

حسن مس پر کر نظر مذہب اگر جاتا ہے جائے
قدر دان کو نخ کی کیا بحث اکبر مال دیکھ

اکبر

ہیرے کا سرمہ اکسیر چشم
مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب
اس سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

پتہ ۔ گرو بسوا اینڈ کمپنی ساہوکار پیٹھ ۔ مدراس

Guru Basavan Co

POST BOX No 310 MADRAS

شدھ سلاجیت
نوٹ
منیجر ہمالیہ ڈپو مراد آباد ۔ یوپی

زمانہ

جلد ۳۷ ستمبر ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲۲

حضرت اکبر مرحوم الٰہ آبادی

ہجری سال نو کے آغاز مین قدرت کے زبردست ہاتھ نے ایک ایسی ہستی کو ہمسے چھین لیا جو نہ محض ہندوستان کا بہت بڑا ادیب اور زبردست فلسفی تھا۔ بلکہ اردو ادب معاشرت و فلسفۂ تصوف کے قالب مین ایک نئے طرز سے روح پھونکا کرتا تھا۔

اکبر مرحوم جس خاص طریقہ کے نظم کے موجد تھے اُسکی مجتہد بھی تھے۔ جس رنگ کے کلام کی ایجاد اُنھون نے کی اُسکی تکمیل بھی اُنھین کی ذات سے ہوئی افسوس ہے کہ ہندوستان مین اس خاص رنگ کا کہنے والا نہ کوئی اُنکے زمانہ مین تھا نہ اُنکے بعد اب ہونیکی امید معلوم ہوتی ہے اُنکے انتقال سے اُردو ادب کو جو نقصان پہونچا ہے ممکن ہے کہ اُسکا نعم البدل قدرت کیوقت کر دے مگر موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے کوئی آثار اسکے پائے نہین جاتے۔ اس پولیٹکل کشمکش کی حالت مین اُنھین کی قوت نظم اور کلام کے سچائی کا اثر تھا کہ گو وہ پولیٹکل خیالات مین ماڈریٹ تھے مگر کسی طبقہ یا کسی انجمن۔ حتی کہ کسی فرد واحد تک نے اسوقت تک اُنکے کلام کی مخالفت نہین کی۔ گوشہ نشین ہونے کے باوجود مرحوم کے دلمین ملک و قوم کا بیحد درد تھا۔ جب کسی مسئلہ مین اہل وطن یا قوم کو غلط راستہ پر چلتے ہوئے دیکھتے تھے تو اُنکو سخت اذیت ہوتی تھی۔ روحانیت کے مسائل مین اُنکو خاص دلچسپی تھی عقائد مین وہ صوفی تھے اور اہلبیت علیہم السلام سے اُنکو ایک خاص

عقیدت تھی اُنکا خیال تھا کہ محض روحانیت کی ترقی مستقل ہوا کرتی ہے مادی ترقیون کو استقلال
اپنے اس خیال کو کس خوبی سے فلسفانہ انداز سے ایک شعر مین نظم فرمایا ہے -

ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہوا ے اکبر   اُوڑا جو ذرّۂ عنصر وہ پھر سوئے زمین آیا

اپنے کلام مین ہندوستانیون کے معاشرت - ادب - تہذیب - کے معائب کی اصلاح جس خوبی سے فرمایا کرتے تھے وہ اپنی آپ نظیر ہوا کرتی تھی مرحوم کے حالات زندگی اس قابل ہین کہ ہر ہندوستانی اُن سے اپنی زندگی مین اچھی نصیحت حاصل کرسکتا ہے پندرہ ۱۵ روپیہ ماہوار کی ملازمت سے سشن ججی کے عہدے تک پہنچے تھے - سُنا گیا ہے کہ مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب اکبر مرحوم کی سوانح عمری (لایف) لکھنے کا انتظام فرما رہے ہین - میری راے مین خواجہ صاحب سے زیادہ مستحق اور موزون کوئی شخص اُنکی لائف لکھنے کا نہین ہے خلّاق عالم نے اُنھین اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور قابلیت عطا فرمائی تھی - انسان کی فطرت مین یہ بات داخل ہے کہ تفریح مذاق کیطرف طبیعت کو ایک خاص دلچسپی و کشش ہوتی ہے اور اس رنگ مین جو چیز رنگ دیجاتی ہے وہ بھلی معلوم ہوتی ہے - یورپ مین ہربرٹ اسپنسر و پروفیسر میکن وغیرہ نے اپنی قوم و ملک کے اخلاقی حالات کے درست کرنے مین بیش بہا علمی و اخلاقی خزانے دنیا مین چھوڑے مگر چونکہ وہ ایک خشک اور کھُرے مضمون کے کیسون مین بھرے ہوئے تھے - سوائے معدودے چند حضرات کے متمتع ہونے کے بہت زیادہ دُنیا کی آبادی اُس سے مستفیض نہ ہوسکی اور وہ علمی خزانے الماری مین ہمیشہ بند رہے - ہان جن مصنفین نے اپنے قوم کی اخلاقی حالت درست کرنے کا ذریعہ ناولون کو قرار دیا وہ اس مقصد مین بڑی حد تک کامیاب ہوئے - اکبر مرحوم کی نکتہ رس طبیعت نے اس راز کو معلوم کر کے اپنی نظم کو ظرافت کا لباس پہنا کر قوم و ملک کے سامنے پیش کیا جو اخلاقی و معاشرت و ادبی نصائح سے مملو ہے اور اس بیباکی اور بیخوفی سے اکثر مسئلون پر ریمارکس کیئے ہین کہ اُنکے بڑے سے بڑے مخالف کبھی بالآخر سر تسلیم خم کرنا پڑا - یہ سب خوبیان اُنکی نظم مین اعلیٰ درجے کی سچائی اور پاکیزگی نفس کیوجہ سے پیدا ہو گئی تھین - اپنی کلیات مین خود اُنھون نے فرمایا ہے -

شاعری میرے لیئے آسان نہین +   جھوٹ سے واللہ نفرت ہے مجھے +

بعض بعض مسئلے الٰہیات کے مرحوم نے اس خوبی اور جامعیت سے نظم فرمائے ہین کہ ایک شعر کی اگر مکمل شرح لکھی جاوے تو وہ ایک کتاب مین بھی پوری نہ ہوسکے یورپ کے صدہا فلسفیون نے

اپنی تمام عمرین اس مسئلہ کے تحقیق مین صرف کرڈالین کہ وجود باریتعالیٰ عزاسمہ عقل کی کسوٹی پر کس طرح مگر منزل مقصود تک نہ پہونچ سکے اکبر مرحوم کی منور طبیعت نے کس خوبی اور جامعیت سے ان لوگون کو محض ایک شعر مین نصیحت فرمائی ہے جسکو پڑھکر مین اکثر گھنٹون وجد کیا کرتا ہون اور اوس کے معانی پر جسقدر غور کرتا ہون اوسیقدر میری روح کو زیادہ مسرت حاصل ہوتی ہے اپنے کلیات مین سب سے پہلا جو شعر رکھا ہے وہ یہی ہے۔ فرمایا ہے :-

ذہن مین جو گھر گیا لاانتہا کیونکر ہوا   جو سمجھ مین آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

مرحوم کے نفس مین خداوند عالم نے ایسی ہی تمثیل پاکیزگی عطا فرمائی تھی جس نے یہ شعر انکی طبیعت سے نکلوایا ورنہ اتنے بڑے اہم معرکۃ الآرا مسئلہ کو دو مصرعون مین کہنا آسان نہین تھا۔ باوجود تعلیم انگریزی اور نئی روشنی کے ماحول مین ایک عرصہ تک زندگی بسر کرنے کے اُنکے عقائد مین ذرہ بھر فرق نہ آیا تھا۔ اپنے کلام مین آپنے موجودہ زمانہ کی عقائد مذہب کا نقشہ اسطرح کھینچا ہے -

بڑھ رہا ہے کفر زلف علت و معلول سے   حسن فطرت ہے حجاب روے نیزدان اندنون

شارح دیوان ہستی ہے قیاس مغربی   ہے ازل بھی تجربون کے زیر فرمان اندنون

کفر نے سائنس کے پردے مین پھیلائے ہین پنجے   بے زبان ہے بزم دل مین شمع ایمان اندنون

زندگانی کی چمک سے دیدۂ عبرت ہے بند   کم نظر ہے جانب گور غریبان اندنون

اسی نظم مین نصیحتانہ طریقہ سے بعض مسائل فلسفہ کو اسطرح نظم فرمایا ہے -

ہے ایوولیشن کہین اک تفسیر رب العالمین   کاش ہو نکتہ سے واقف ہون مسلمان اندنون

تن علیہا فان ہی پرختم ہے قول فنشٹ   کیون عبث برپا ہے آنا شور طغلان اندنون

علم دین مقصود ہے گم ہے صراط مستقیم   خضر رہ بنتا ہے ہر غول بیابان اندنون

دوسری نظم مین فرماتے ہین -

ایک موت سرمدی ہے جسکا آنا جوش ہو   وہ نہ ہو زندہ ازل سے تا ابد خاموش ہو

مغرب کی تہذیب معاشرت کی اندھادھند تقلید کو وہ اچھا نہین سمجھتے تھے اور اس رائے کو ظرافت کے پیرایہ مین کس خوبی سے نظم فرمایا ہے -

بازار مغربی کی ہوا سے خدا بچائے   مین کیا مہاجنون کا دیوالہ نکل گیا

دستار پیر ہی گم اور جیب کیسہ خالی | تہذیب مغربی نے ہم کو جھاڑ ڈالا
ناچ ہے مغرب کا بزم دہر میں | جھومتے ہیں مشرقی بیٹھے ہوئے

مذاقیہ اشعار میں بھی اپنے مقصد کو کس خوبی سے ادا کیا ہے جس شعر پر غور کیجیے اعلیٰ درجہ کی نصیحت اُسمیں مضمر ہے۔ فرماتے ہیں۔

ناز تھا اُنکو بہت اپنے بدن کی ساخت پر | اگر بیشن میں مرے اک دوست عریان ہو گئے

اکبر ڈرے نہیں کسی سلطان کی فوج سے | لیکن شہید ہو گئے بیگم کی نوج سے

مشرق پہ ہے گو کہ ضعف پیری غالب | ہر چند کہ ہے غم اسیری غالب
مستی اکبر کی رقص مس سے نہ رُکی | بھونرے پہ نہ ہو سکی بھنبیری غالب
بدلی کے سبب سے چاند آیا نہ نظر | بیٹھے رمضان کے غازی ہیں ملول
سائنس نے کر دیا تھا منظور اونتیس | نیچر نے کہا کہ تو سہی تیس وصول

حکیم اور وید یکساں ہیں اگر تشخیص اچھی ہو | ہمیں صحت سے مطلب ہے بنفشہ ہو کہ تلسی ہو

شیخ جی دیر میں بیٹھے ہوئے گاتے تھے بھجن | مگر اس سوئے برہمن تھے بشوق بھوجن

میں نے ٹوکا تو لگے کہنے مناسب نہیں کہ | ہر کسے مصلحتے خویش نکو مے داند

بعض مسائل فلسفہ و سائنس کو اپنے عقائد کے مطابق کس خوبی سے ان اشعار میں نظم فرمایا ہے

نئے عنصر نہیں آتے چمن میں گل کھلانے کو | یہی ذرے اُبھرتے ہیں یہی مٹی سنورتی ہے
وہ دو ذرے بلا اذن خدا مل بھی نہیں سکتے | کہ جس کے میل سے سائنس کی قوت اُبھرتی ہے

قدرت نے طبیعت میں ظرافت کا مادّہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا باتوں باتوں میں لوگوں کو ہنسا دیا کرتے تھے جب کبھی میں اُنکی خدمت میں حاضر ہوتا تو گھنٹوں بیٹھا رہا کرتا تھا اُٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا

جسقدر تازہ کلام ہوتا تھا مجھکو سنایا کرتے تھے۔ انتقال کے چند دن پہلے جب بالکل تندرست تھے اور کوئی ظاہری شکایت مرض کی نہ تھی مجھسے کہنے لگے کہ الہ آباد ایسے مقام سے کسی اچھے ادبی رسالے کے نہ نکلنے کا مجھے بہت افسوس ہے مین نے عرض کیا کہ منشی محمد اعظم صاحب نے رسالہ طوفان نامی جاری کیا ہے انکی ہمت افزائی کیجیے۔ اور انکی امداد فرمایئے تاکہ یہ رسالہ ادیب کی طرح ادبی خدمت کرنے کے قابل ہوجائے مرحوم کی آنکھون مین آنسو بھرآئے فرمانے لگے اب مین بہت تھوڑے دنون کا آپ لوگون مین مہمان ہون تندرستی مری خراب ہوچکی ہے میری زندگی خود مجھ پراب بار ہے اب آپ لوگون کا فرض ہے کہ یا تو کوئی اچھا ادبی رسالہ جاری کیجیے یا اُس رسالہ طوفان کی ترقی کا سامان مہیا کیجیے۔ میرا بھی دل اُسوقت بھرآیا مین نے عرض کیا کہ ایسے کلمات نہ فرمایا کیجیے آپ پر تو اس کلمہ کا ممکن ہے کہ کم اثر ہوتا ہو مگر آپ کے دوستون کے دل پر ایسے کلمات نشتر کا کام کرتے ہین۔ افسوس صد افسوس مرحوم کی پشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور اُسکے پندرہ بیس روز کے بعد ایسے زمانہ مین مرحوم نے داعی اجل کو لبیک کہا جسمین عام مسلمانون کے عقیدے کے مطابق محب اہلبیت کیواسطے دروازے جنت کھلے رہتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون ٥۔

اکبر مرحوم گو جسمانی حیثیت سے ہم لوگون سے جدا ہوگئے مگر اُنکی قومی وملکی خدمت کی کشش ہمارے دلون کو اپنی روح کیطرف کھینچتی رہیگی جس سے اُنکی یاد ہم لوگونکو زندگی بھر نہ بھولیگی۔

آغا علیخان

انقلاب فرانس

اٹھارہوین صدی کے آخری چند سال مین ملک فرانس کی انقلابی حالت دنیا کو ہمیشہ
کے لیے سبق آموز رہیگی - اہلِ حکومت ہون یا لیڈرانِ قوم - حاکم ہون خواہ محکوم - افراد و غرفا
ہون خواہ بیکس و مظلوم رعایا - غرضکہ ہر طبقہ کے انسان کے لئے اُن چند سالون کے پُر آشوب
واقعات مین ایک بیش بہا سبق پنہان ہے - محض دنیاوی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہوئے انقلابِ فرانس
محض ایک یا دو وجوہات پر مبنی نہین ہے بلکہ مختلف اسباب اسکی تہ مین کام کرتے تھے - اور گو حاکم
و محکوم دونون اس امر سے بے بہرہ ہون مگر فرانس مدتون سے اس عظیم کشمکش و خونریزی کے لئے
تیار ہو رہا تھا - آخرکار حکومت کی سختیون اور رعایا سے عاجز رعایا کی زیادتیون نے ایک ایسا
ہولناک نظارہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا جسکی مثال تواریخ عالم مین ملنا مشکل ہے -

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چند خاص اُمور کی موجودگی ایک بڑے انقلاب کا پیش خیمہ
ہوا کرتی ہے - اولاً گرد و پیش کے معاملات کی موافقت اور اُنکا اخلاقی اثر - دوم عوام الناس کے
دلون مین ظلم و تشدد اور سختیون کا احساس - سوم اندرونی اور بیرونی وجوہ سے بے بس اور بددل ہوکر
عام طور پر رعایا کا نہ صرف سخت سے سخت مصیبت جھیلنے بلکہ موت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجانا -
اگر یہ تین باتین موجود ہون تو یا تو فرمانروائے سلطنت کی دانشمندی اور دریا دلی سے رعیت کی
مصیبتون کا علاج انکی مرضی کے مطابق کیا جائے - ورنہ وہی مصیبتین انکے دلون مین ایک روح
تازہ پھونک کر انکو مرنے مارنے پر تیار کر دین گی جسکا نتیجہ انقلاب ہے -

سنہ ۱۷۸۹ء کے قبل فرانس کی حالت پر نظر ڈالئے - فرانس کی آب و ہوا ایک آنیوالے
طوفان کا پتہ دیتی ہے - ہر سمت و ہر گوشہ سے آثار نمایان ہین کہ شخصی حکومت کی قدیم عمارت کو
ڈھا دینے والا سیلاب نمودار ہونیوالا ہے - رعایا کی حالت زار - بادشاہ کو اصلاح سے انکار -

امراء کو اپنی دلچسپی اور عیش و آرام کے سامان مین کمی کرنا ناگوار تھا۔ وزراء کی تقرری و برخاستگی شاہ فرانس کے ایک ادنیٰ اشارہ پر ہوسکتی تھی۔ ان امراض کا علاج دشوار تھا۔ بیچارے مفلس کسان، وزراء فرون ٹیکسون کے بوجھ کے نیچے پیسے جاتے تھے۔ مگر زمیندار اُن کی حالت پر ترس نہ کھاتے تھے۔ کاشتکار کمانے کے لئے اور زمیندار خرچ کرنے کے لئے تھے۔ جب کبھی زمیندارون پر ٹیکس لگانے کی تجویز پیش کیجاتی تھی انکی مخالفت کی زد مین آکر آپ ہی آپ گرجاتی تھی۔ عوام الناس بھی حکومت کی تباہ کن پالیسی کے اثر سے محفوظ نہ تھے۔ عام اور روزمرّہ کی استعمال کی اشیاء پر اس طرح سے ٹیکس لگایا جاتا تھا کہ غربا بغیر ٹیکس دیئے نہین رہ سکتے تھے۔ مثلاً نمک پر انتہا سے زائد محصول ہی نہین تھا بلکہ ایک حد مقرر تھی کہ اس سے کم کوئی شخص نہ خریدے ورنہ محاصل مین کمی ہونے کا اندیشہ تھا۔ مگر شاہی اخراجات مین کمی نہ تھی۔ دارالسلطنت کے اطراف مین میلون تک شاہی شکارگاہ پھیلی ہوئی تھی جس سے زراعت کو عظیم نقصان ہوتا تھا۔ مگر شاہی دلچسپی مین کوئی کمی نہ ہوسکتی تھی۔ ٹیکس عام باشندگان فرانس پر مساوی نہ تھے بلکہ رُوسا ملک اکثر محاصل سے آزاد تھے۔ ٹیکس کی زیادتی صرف متوسط اور مزدور پیشہ طبقہ کے لئے تھی۔ شاہی خزانہ مین سال بسال کمی واقع ہوتی تھی اور وہ کمی غربا سے وصول کی جاتی تھی۔

اقتصادی حالت سے قطع نظر فرانس کے گرد و پیش کے معاملات نے اہل فرانس کے دلون مین ایک ہلچل مچا رکھی تھی۔ انگلستان کے سترھوین صدی کے واقعات اور لاک اور ہیڈلی کی تحریرون نے اہل فرانس کے دلون مین جمہوریت کا شعلہ روشن کردیا تھا۔ مگر تازہ ترین واقعہ جسنے فرانس کو اہم ترین انقلاب کے لئے تیار کردیا وہ امریکہ کا اعلان آزادی تھا۔ امریکن نوآبادیون کا انگلستان کے جور و تعدی سے تنگ آکر باوجود اپنی بیکسی کے عظیم القدر سلطنت برطانیہ کی وفاداری سے منھ موڑ کر ایک خودمختار متحدہ سلطنت قائم کرنے مین کامیاب ہونا تمام یوروپین ممالک کے لئے پُر اثر ثابت ہوا۔ مگر اہلِ فرانس کے لئے اُس اعلان خودمختاری مین ایک خاص کشش تھی۔ امریکن آزادی کی تصویر مین۔ فرانسیسی امداد کی جھلک ہے۔ جب امریکہ کی جد و جہد سلطنت برطانیہ کیساتھ شروع ہوئی تو نہ صرف اہلِ فرانس نے انگلینڈ سے جنگ شروع کرکے انکی قوت کو تقسیم کردیا بلکہ متعدد لیڈران فرانس نے امریکہ کو براہِ راست جنگی امداد پہونچائی۔ لافائٹ فرانس کے مشہور

قومی لیڈر تھے ۔امریکن نوآبادیون کے اعلان خودمختاری سے متاثر ہوکر امریکہ روانہ ہوئے ۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ امریکن جدوجہد نے اہل فرانس کے دلون مین کسقدر دلچسپی پیدا کردی تھی ۔ اور جب غیر ممالک مین آزادی کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اہلِ فرانس اسقدر قربانیان کرنے پر تیار ہو گئے تو یہ کہان تک ممکن ہے کہ اپنے ملک کا شخصی نظام حکومت جسکے جبر و تشدد سے وہ سالہا سال سے پامال ہو رہے تھے انکے دلون کو بیچین نہ کرتا ہو۔

فرانسیسی مصنفین اور ڈراما نویسون کی تحریرون سے اسوقت تک پبلک جذبات کا پتہ ملتا ہے ۔اور اگر لوئس شاہ فرانس کی شخصیت پر عام طور پر حملہ نہین کیا جاتا تھا تو بھی تمام تحریرین اس بات کی شاہد ہین کہ لوگون کے دلون مین عام طور پر حقوق کی مساویت کا دعویٰ جوش زن تھا ۔ والٹیر ۔ ڈڈرآٹ ۔ روسو ۔ کنڈارسٹ ۔ لافائٹ اٹھاروین صدی کے اُن مشہور اہل قلم مین سے ہین جنھون نے اہلِ ملک کے دلون مین یہ نکتہ بٹھا دیا تھا کہ "قوم بادشاہ سے بالاتر ہے"۔ والٹیر نے اپنے مشہور ڈراما مین جو ۱۷۵۵ء مین شائع ہوا تھا ۔ یہ خیال ظاہر کیا ۔ کہ "گو بادشاہ وقت ایک قابل عزت شخص ہے لیکن قانون کی پابندی اسپر بھی لازم ہے" یعنی بادشاہ کے حقوق بھی غیر محدود نہین ہین بلکہ اگر عزت و حشمت مین وہ قابل ترجیح ہین تو قانون کی پابندی مین رعایا کو انکی برابری کا حق حاصل ہے ۔ روسو نے اپنی مشہور کتاب "سوشل کنٹریکٹ" مین مساویت کے اصولون کو اس واضح اور مشرح طرز سے بیان کیا کہ وہ کتاب بذاتِ خود سالہا سال تک نکتہ چین اصحاب کے لئے ایک لامحدود دلچسپی کی کتاب تھی ۔ آئے دن نئے نئے ڈرامے تھیٹرون مین کھیلے جاتے تھے اور مصنفین رعایا کے حقوق کو جتنا ہی وسعت دیتے اسیقدر سامعین کی طرف سے نعرۂ تحسین و آفرین بلند ہوتا تھا ۔ ڈراما نویس اپنی تعریف کی اُمید مین آزادی کے خیالات کو الفاظ کی نت نئی پوشاک پہناتے تھے ۔ لہذا یہ خیال کرنا بیجا ہوگا کہ وہ الفاظ محض ڈراما نویسون کے خیالات تھے بلکہ حقیقتاً انکو پبلک کے نقطۂ خیال کا عکس سمجھنا چاہئے ۔عوام کی دماغی کیفیت کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ ۱۷۸۹ء کے قبل فرانسیسی پبلک امریکہ کے اعلان خودمختاری کی اسقدر دلدادہ تھی کہ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان مین کثرت کے ساتھ چھپتا اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا جاتا تھا ۔ غرض آزادی کی روح پھونکنے والا لٹریچر عام طور پر فرانس مین پھیل رہا تھا اور رفتہ رفتہ اہل فرانس کے دلون پر اپنا اثر جما رہا تھا کاش

اہلِ حکومت بھی اس سے کچھ اثر پذیر ہوتے۔ کاش انکے دلون مین بھی وہی خیالات موج زن ہوجاتے جنھون نے تمام فرانسیسی رعایا کو بیچین کر رکھا تھا۔ کاش وہ آنے والے خطرہ کو تجربہ کی دوربینون سے دیکھ کر اُس سے بچنے کا صحیح طریقہ اختیار کرتے۔

اب رعایا کی حالت مختصر طور پر ظاہر ہے۔ ذرا گورنمنٹ کے نظامِ عمل پر بھی غور کرنا چاہیے تاکہ اس عظیم جد و جہد کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ فرانس مین ابتک شخصی حکومت کا دور دورہ تھا۔ لوئس چہار دہم کا دورِ سلطنت ۱۷۱۵ء مین ختم ہوچکا تھا۔ اور بدنصیب لوئس شانزدہم ۱۷۷۴ء مین تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ شاہانِ فرانس اپنی مرضی کے مطابق جسکو چاہتے وزیرِ سلطنت بناتے تھے۔ وزرا کو اپنے عہدہ قائم و برقرار رکھنے کے لئے بادشاہ بلکہ دونون کے دلون کو اپنے ہاتھون مین لئے رہنا ہوتا تھا۔ یہی نہین بلکہ اُن رؤسا و امرا کی بھی خوشامد لازمی ہوتی تھی۔ جنکو بادشاہ نے ذاتی عزت و افتخار دے رکھا تھا۔ سرکاری محاصل مین اضافہ کرنے اور آمدنی و اخراجات کا بجٹ تیار کرنے کی اسکیم گو وزیرِ مال کے ہاتھ مین تھی مگر بلا شاہی منظوری کے کسی تجویز پر عملدرآمد نہ ہوسکتا تھا۔ عام رعایا کی رائے کو حکومت مین کوئی دخل نہ تھا۔ پیرس مین ایک جماعت تھی جسمین زیادہ تر تعداد قانون پیشہ اصحاب کی تھی جسکا فرض شاہی احکام کو درج رجسٹر کرنا ہوتا تھا۔ غالباً خیال یہ تھا کہ اصولاً رعایا کو صلاح و مشورہ کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس جماعت کا نام پارلیمنٹ تھا۔ ایسی ہی پارلیمنٹین دیگر قصبات مین بھی تھین۔ ایک جماعت رعایا کے نمایندون کی بھی برائے نام تھی جسکا اجلاس ۱۶۱۴ء سے کبھی نہین ہوا تھا حتیٰ کہ لوگ اسکے فرائض اور اختیارات سے بھی واقف نہ تھے۔ اسکو "اسٹیٹس جنرل" کہتے تھے۔ اسمین تین شعبے تھے (۱) شرفا (۲) مذہبی جماعت (۳) عوام۔ تیسری جماعت کی تعداد قدرتاً زیادہ تھی۔ اسٹیٹس جنرل کا فرض محض رعایا کی شکایات کو بادشاہ کے روبرو پیش کرنا تھا۔ بادشاہ انکو سنکر غور کرنے کا وعدہ کرتے اور حکومت کے ذرائع آمدنی بڑھانے مین امداد کی درخواست کرتے تھے۔ اور اسطرح پر بادشاہ کی ٹیکس بڑھانے والی اسکیم کو منظور کرکے اسٹیٹس جنرل برخاست ہوتی تھی۔ اسٹیٹس جنرل کا مجتمع کرنا بادشاہ کے لئے ضروری نہ تھا۔ اس امر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔ کہ ۱۶۱۴ء سے ۱۷۸۹ء تک اسٹیٹس جنرل کا کوئی اجلاس ہی نہین ہوا۔

حالانکہ فرانس آہستہ آہستہ ایک انقلابِ عظیم کے لئے تیار ہو رہا تھا اور کسی نہ کسی وقت

اِن شعلوں کا بھڑکنا لازمی تھا لیکن خس و خاشاک کے انبار میں بھی آگ لگنے کے لئے چنگاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ چنگاری بھی اہل حکومت کی غلطیوں ہی نے مہیا کی۔ فرانس کی افسوسناک مالی حالت نے آخرکار وزیر مال کو اصلاحات کی طرف متوجہ کیا مگر اسکا علاج سوائے اسکے دوسرا نہ تھا کہ اخراجات سلطنت کا بار رؤسا و امرا بھی اپنے اوپر لیتے۔ آراضیات پر ٹیکس اِس صورت سے لگائے جانے کی تجویز سوچی گئی کہ اس طبقہ کے لوگوں کو بھی ٹیکس ادا کرنا پڑے۔ اس تجویز نے اس طبقہ کو ایکدم برہم کر دیا جو ابھی تک رعایا کے روز افزوں افلاس سے نفع اُٹھانا اپنا کام سمجھتے تھے لوئس شاہ فرانس بھی اس تجویز سے خوش ہوئے مگر وقت کو ٹال کرنا بھی آسان نہ تھا۔ بالآخر اسٹیٹ جنرل کو نوید دیا گیا۔ اب اُن خیالات نے اپنا رنگ دکھلانا شروع کیا جنھوں نے غربا کو مساویت کا سبق سکھا رکھا تھا۔ اپنے نمایندے منتخب کرنے میں بیچارے غریب کسان اپنے حقوق محسوس کرنے لگے۔ اور اپنے آپ کو ایک جزو سلطنت سمجھنے لگے۔ نمایندگان کو بھی اپنے فرائض و اختیارات کا احساس ہونے لگا۔ اِس معاملہ میں ایک امر غور طلب ہے۔ اگر تیسری جماعت پہلی دو جماعتوں کے ساتھ ساتھ مسائل ملکی میں رائے زنی کرے گی تو اس جماعت کے نمایندے بقیہ دونوں جماعتوں کو زیر کر دینگے۔ کیونکہ اُنکی تعداد بقیہ دو جماعتوں کی مجموعی تعداد سے زیادہ تھی۔ اگر رائے علیحدہ علیحدہ تینوں جماعتوں کی لیجائے تو زیادہ تعداد والی جماعت کی اہمیت کم ہو جائیگی۔ یہ دقت آخرکار پیش آئی۔ اور اُسوقت کی چند روزہ پالٹکس میں ایک اہم مسئلہ پیش ہو گیا۔ شاہ لوئس نے اس بڑی دقت کا تصفیہ کرنے کے بجائے عوام کے نمایندگان کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض کر دیا۔ مثلاً اس امر پر اصرار کیا گیا کہ عوام کے نمایندے اپنی شکایات کو شاہ لوئس کے سامنے زمین پر سر جھکا کر پیش کریں اور وہ اسٹیٹ ہال میں پشت کے دروازے سے داخل ہوں کیونکہ صدر دروازہ اول دو جماعتوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس سے یہ دکھانا مدنظر تھا کہ عوام کے نمایندے پہلی دو جماعتوں سے برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ مگر وہ مساوات کے نشہ میں سرشار تھے۔ اس ذلت کی تاب نہ لا سکے۔

——— جماعت سوم نے اسٹیٹ ہال پر قبضہ کر کے بقیہ دونوں جماعتوں کو اپنے میں شامل ہونے کے لئے مدعو کیا۔ مذہبی جماعت کے چند ممبران اُن سے آملے۔ اور موجودہ ممبران نے اس متحدہ

جماعت کا نام نیشنل اسمبلی رکھا اور یہ اعلان کر دیا کہ اگر اسمبلی موقوف کر دی جائے تو اُنکی عدم موجودگی مین کسی قسم کے ٹیکس کا وصول کرنا جائز نہ ہوگا ۔ شاہی جماعت کو یہ بات بھلی نہ معلوم ہوئی اور اسمبلی ہال اس غرض سے بند کر دیا گیا کہ وہ شاہی اجلاس کے لئے تیار کیا جا رہا ہے ۔

ممبران اسمبلی نے نزدیک کے میدان ٹینس مین جمع ہوکر قسم کھائی کہ جب تک ملک میں آئینی گورنمنٹ قائم نہ کر لینگے ۔ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونگے ۔ اس واقعہ کی خبر ہر ہر گوشہ ملک مین پہونچ گئی اور جوش پھیلنے لگا ۔ شاہ لوئس کو فرانسیسی فوج پر بھروسہ نہ تھا سوئس اور جرمن سپاہ حفاظت کے لئے مقرر کی گئی ۔ وزیر سلطنت نیکر نے شاہی پالسی سے تنگ آکر استعفیٰ دیدیا ۔ رعایا نے اسپر جشن منایا اور نیکر کی عزت افزائی کے لئے ایک جلوس نکالا گیا ۔ اسپر شاہی سپاہ نے گولی چلاکر باشندگان پیرس کو برافروختہ کر دیا ۔ قومی فوج تیار ہونے لگی اور فرانس کے دیگر مقامات بھی اس خانہ جنگی کی تیاری کرنے لگے ۔ اور جا بجا ہنگامے اور فتنہ و فساد برپا ہوگئے ۔ اور فرانس نے اپنی انقلابی منزل مین قدم رکھا ۔

نیشنل اسمبلی نے نظام آئینی مرتب کر دیا جسمین شاہ فرانس کے اختیارات کم کر دیئے گئے ۔ شاہ لوئس ایک طرف اپنے اختیارات اور قوت مین کمی دیکھکر ناراض تھے دوسری طرف فرانسیسی رعایا اور فوج سے بے اعتباری تھی ۔ اس عظیم کشمکش مین شاہ لوئس کو اپنی رہائی کی صرف ایک ترکیب نظر آئی کہ خفیہ طور پر کہین فرار ہوکر غیر ممالک کی امداد سے فرانسیسی رعایا کو پسپا کر کے اپنی گذشتہ عظمت کو واپس لینے کی کوشش کرین ۔ مگر اسمین کامیابی نہ ہوئی ۔ شاہ لوئس راستہ ہی مین پہچان لئے گئے اور پیرس واپس لائے گئے ۔ شاہ لوئس کی خفیہ سازشون نے غیر ممالک کو فرانس پر فوج کشی کرنے کی ترغیب دی اور آسٹریا اور پرشیا حملہ آور ہوئے ۔ اہل فرانس شاہ کو اپنا دشمن سمجھنے لگے ۔ انقلاب فرانس کی تواریخ مین ۱۰ اگست سنہ ۱۷۹۲ء ایک اہم تاریخ ہے ۔ اُسی روز قدیم شاہی عظمت کو آزادی پسند رعایا نے خاک مین ملا دیا ۔ چند روز پہلے جس لوئس کے سامنے تمام رعایائے پیرس اپنا سر تسلیم خم کرتی تھی ایک معمولی قیدی کی حیثیت سے جیل مین زندگی بسر کرنے لگا ۔ شخصی حکومت کا دور دورہ ختم ہوا ۔ انقلابی گورنمنٹ نے فرانس مین اپنے قدم جمائے ۔ لوئس شانزدہم کی بدقسمتی یہین پر ختم نہ ہوئی بلکہ اُنکی خفیہ سازشین چند ہی روز مین ظاہر ہوگئین اور

لوئس پر مقدمہ چلانے کی راے ہوئی۔ جسکے بعد لیجسلیٹو اسمبلی نے سزاے موت کا حکم صادر فرمایا۔
اب رعایاے فرانس لوئس کی زندگی سے بیزار ہوگئی۔ ۲۴ گھنٹہ کے اندر اُنکا سر بدن سے جدا
ہونا چاہیئے۔ لوئس کو ابھی پورے بیس برس تخت سلطنت پر بیٹھے نہ ہوے تھے کہ اپنے وزیر اپنے
پیشرو ان کے اعمالون کی سزا بھگتنے کے لئے وہ ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو سولی پر چڑھا دئے گئے۔ باغی
رعایا بجاے اسکے کہ اپنے ہر دلعزیز بادشاہ کی بدقسمتی پر آنسو بہاے "پزندہ باش جمہوریہ فرانس"
کے نعرے بلند کرنے لگی۔ لوئس کے آخری کلمات باجون کی صداؤن مین غرق ہوئے۔ اور چند
منٹ مین اِس افسوسناک زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ کاش خودسری اور خودغرضی کو چھوڑکر لوئس
اپنی عزیز رعایا کی جدّوجہد آزادی مین رہنمائی کرتا اور اُنکی خوشی مین اپنی خوشی سمجھتا۔ اس حالت
مین اہل فرانس کی نظرون مین کوئی شخص بھی لوئس سے زیادہ باوقار نہ ہو سکتا۔

اسکے بعد اہل فرانس نے آزادی حاصل کرنے کے لئے کیا کیا قربانیان کی ہین۔ اپنے ملک
مین دورجدید کی روشنی پھیلانے کی کیا قیمت ادا کی ہے۔ اسپر پھر کبھی بحث کی جائے گی۔ اسوقت
انقلاب فرانس کی پہلی منزل کے ہولناک واقعات اور انکے متعدد اسباب سے غرض ہے۔
رعایا کے ساتھ مدّت دراز تک سختی کا برتاو جاری رہنے سے بیکس اور لاچار رعایا بھی زیادتیان
کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے۔ اسکا اندازہ مذکورۂ بالا واقعات سے ہوسکتا ہے۔

آج ہندوستان بھی ایک عظیم کشمکش کے عالم مین ہے۔ غربا کی بیکسی اور اہل حکومت کی
سنگدلی نے اس ملک مین بھی ایک حالت یاس برپا کررکھی ہے۔ متواتر عرضداشتون نے
اہل حکومت کو ہمدردی اور دانشمندی کی پالیسی کی جانب متوجہ نہ کیا۔ پنجاب کے افسوسناک
واقعات کے بعد بھی حکام کا دل جیسا چاہیئے نہ پسیجا۔ اب اگر مہاتما گاندھی کی نان کوآپریشن
کی تحریک روز بروز ترقی پر ہے تو اسپر کیا تعجب ہوسکتا ہے۔ اگر یہ تحریک محض مہاتما گاندھی
کے خیالات کا آئینہ ہوتی تو اِس درجہ کامیاب نہ ہوسکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک عوام الناس
کے خیالات کا عکس ہے۔ اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اہل ہند مجموعی طور پر موجودہ طرز حکومت
کو جاری رکھنا نہین چاہتے ہین۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ نوجوان لڑکے گورنمنٹ سے
معافی مانگنے پر جیلخانہ کو ترجیح دین۔ کاش اہل حکومت ان نوجوانون سے سبق لین اور نان کوآپریشن

کی تحریک کو جسقدر جلد ممکن ہو رفع کریں۔ موقعہ بموقعہ گولیان چلانا عوام کی بے اطمینانی و بیچینی کا علاج نہین بلکہ غم و غصہ کی آگ کو بھڑکانا ہے۔ اس مرض کے دفعیہ کا مناسب اور سہل ترین علاج گورنمنٹ کے ہاتھ مین ہے جس سے رعایا بھی خوشحال رہے اور برطانیہ کا سائۂ عاطفت بھی ہندوستان پر قائم رہے۔ یعنی پنجاب اور خلافت کے مسائل کو طے کردیا جائے۔ اور حکومت کی پالیسی اس طرح تبدیل کیجائے کہ اہل ہند پر حکومت محض اُن کے نفع کے لئے ہو نہ کہ کسی دوسرے ملک کے نفع کے لئے۔ اگر وقت پر اس بیماری کا علاج نہوگا اور اہل ہند کی ناراضگی بڑھتی رہیگی تو موجودہ حالت دیکھکر کون کہ سکتا ہے کہ ہندوستان بھی ایک انقلاب عظیم کے لئے تیار نہین ہو رہا ہے۔ خدا کرے یہ انقلاب خونریزی پر مبنی نہ ہو۔

(اننت پرشاد نگم در زمانہ)

کلام اکبر

کل کہتے تھے یہ بھائی گھورن ۔۔۔ دنیا ہے روٹی مذہب چورن

تم سے اُستادون مین میری شاعری بیکار ہے ۔۔۔ ساتھ سارنگی کا بلبل کے لیے دشوار ہے

قاعدون مین حسن معنی گم کردہ ۔۔۔ شعر مین کہتا ہون بیچ تم کردہ

بنگلون سے نماز اور وظیفہ رخصت ۔۔۔ کالج سے امام ابوحنیفہ رخصت

صاحب سے سُنی ہے اب قیامت کی خبر ۔۔۔ قسطنطنیہ سے ہین خلیفہ رخصت

مرحوم گورنمنٹ اکبر اگر نہ ہوتا ۔۔۔ اسکو بھی آپ پاتے گاندھی کی گوپیون مین

نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید

نواب نظام الدولہ شہید خلف دوم نواب آصف جاہ غفران مآب (میر قمر الدین) ہین جب نواب آصف جاہ شاہجہان آباد مین سنہ ۵ مین رونق افروز ہوئے تو نواب نظام الدولہ کو نیابت دکن سپرد کی انھون نے ایام نیابت مین باجی راؤ کو زیر کیا اور نواب آصف جاہ کی رحلت کے بعد مسند ریاست دکن پر تمکن ہوئے - اور نہایت عمدگی سے فرائض حکومت کو ادا کیا - اسی زمانہ مین احمد شاہ فرمانروائے ہندوستان نے واسطے اصلاح امور سلطنت کے ایک شقہ طلب بدستخط خاص نواب نظام الدولہ کے پاس بھیجا حسب الطلب نواب موصوف دریائے نربدا تک گئے - اسی ضمن مین احمد شاہ نے ایک شقہ ناسخ عزیمت حضور پھر لکھا - اسی اثنا مین مظفر جنگ نے سرتابی کی - نواب نے دریائے نربدا سے عبور کیا - ستر ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ بعزم تہدید و تنبیہ مظفر جنگ مہیا کئے - اور جنگ شروع ہوئی - نواب نظام الدولہ مظفر مند ہوئے اور مظفر جنگ زندہ گرفتار ہوئے - یہ مختصر انتخاب حال نواب موصوف کا ہے - دیگر حالات بوجہ طوالت اور نیز اس مختصر مضمون کی غیر مناسبت کے لحاظ سے ترک کئے جاتے ہین کیونکہ بیان صرف انکے شاعرانہ مذاق کا اظہار مقصود ہے انکے کلام کا کچھ انتخاب اسلئے کیا جاتا ہے کہ سخن دوست اصحاب کو نواب موصوف کی سخن گسترانہ قابلیت کا علم ہو کہ ایک رئیس کو سخن سنجی کا کیسا صحیح ذوق سخنوری تھا - اور کیسی معنی آفرین طبیعت پائی تھی -

نواب موصوف علامہ آزاد بلگرامی سے مشورہ سخن کرتے تھے - علامہ آزاد (مولانا غلام علی) فرماتے ہین کہ مین نے انکا جسقدر کلام دیکھا وہ دیوان مین داخل ہوا - مگر جو کلام میری نظر سے نہین گزرا وہ اصلاح طلب رہا - علامہ آزاد نواب موصوف کی علو نامی اور فکر رسا کے معترف ہین - نواب موصوف کا دیوان ضخیم ہے -

علامہ آزاد کا بیان ہے کہ نواب نے ایک غزل میرے پاس بغرض اصلاح بھیجی مین نے

اُسکو دیکھکر بھیجدیا۔ صبح کو نواب دیوان خانہ مین آئے اور اُمرا و شعراء کے سامنے غزل پڑھی۔ نواب نے ایک شعر مین سرو خرامان (یعنے درخت) موزون کیا تھا۔ اسپر موسوی خان جرأت نے اعتراض کیا اعتراض یہ تھا کہ سرو خرامان معشوق پر صادق آتا ہے نہ کہ درخت پر۔ جب یہ اعتراض ہوا تو نواب موصوف نے علامہ بلگرامی کی طرف دیکھا مطلب یہ تھا کہ یہ غزل آپ کی دیکھی ہوئی ہے۔ علامہ آزاد سمجھ گئے۔ فوراً علامہ موصوف نے کہا کہ مرزا صائب نے سرو خرامان سے مُراد درخت سرو لی ہے یعنی۔

یک رہ بر آر از آستین دست نگارین در چمن تا دستہا پنہان کند سرو خرامان در بغل

نواب یہ شعر شالیہ سنکر محظوظ ہو گئے۔

علامہ نے ایک اور شعر بھی مثال مین سلیمان قلی شاد کا پڑھا۔

سر از صبا گر دد چنان تا چون قدرت گرد روان ہر چند بخرامد آن سرو خرامان کے رسد

درحقیقت آزاد بلگرامی علامہ کامل تھے۔ انکی وسیع النظری اور تبحر لاجواب تھا۔

اب کچھ مختصر انتخاب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے کلام سے تفریح ناظرین کے لئے کیا جاتا ہے۔ نواب نے اپنا تخلص ناصر بھی بعض اشعار مین موزون کیا ہے۔

نہ امروز است ما را زین قفس آہنگ آزادی درون بیضہ می کردیم مشق پر فشانیہا

انسان کی فطری آزاد پسندی کی ابتدائی اور انتہائی حالت کو کس خوبی سے بیان کیا ہے واقعہ بالکل سچا ہے۔ اس واقعہ کی صداقت کو شاعرانہ حسن بندش نے نوراً علیٰ نور کر دیا ہے۔

(ولہ)

گر خضر کردم نہ ز اسکندر آب خویش خضر خط تو آب بقا مید ہد مرا

(ولہ)

رنگ زردم گر از حالت دل گوید حرف بیش آن آئینہ رو تاب نفس نیست مرا

(عاشقانہ)

دور از محفل مروّت نیست سوزاندن مرا شمع من ظلم ست گرد سر نہ گردانیدن مرا

شد محشر صد زخم تنا جگر ما شمشیر تو آورد قیامت بسر ما

نہایت بامزہ اور پُر معنی شعر کہا ہے اس سے زیادہ گہرا رنگ تغزل کیا پیدا کیا جا سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ تیری تلوار نے میرے جگر پر کیسا زخم پہونچایا کہ وہ صد ہا زخم کا محشرستان ہو گیا ہے۔
ایک زخم کی بجائے صد ہا زخم کی تمنا پیدا ہو گئی۔ میرا زخم جگر محشرستان زخم ہو گیا ہے۔ تیری تلوار
نے عجب قیامت میرے سر پر برپا کی ہے۔

بشکر مو شگافیہائے تیر دستان ما | تراشد صد زبان چون شانہ از خود استخوان ما

کہتے ہیں تیر یار کی آمد کے شکریہ کے لئے میری استخوان نے مثل شانہ کے سو زبانیں تراشی ہیں
استخوان کا شانہ بنایا بھی جاتا ہے۔ مضمون آفرینی کے لحاظ سے بہت بلند شعر ہے اور اس سے تیر کی
انتہائی کاوش بھی ثابت ہوتی ہے کہ اسنے استخوان کو صد پارہ مثل شانہ کے کر دیا۔

(ولہ)

اگر از معنی حسنت کسے طرفے نمی بندد | چہ کلک مو بصورت آشنا کن ناتوانی را

ذیل کے شعر میں چشم یار کو فرنگی سے نسبت صرف اس وجہ سے دی ہے کہ وہ لب یار کو عیسیٰ جان بخش
جانتی ہے اور فرنگی عیسیٰ کو مانتے ہیں۔

شفا از لعل جان بخش تو خواہد چشم بیمارت | فرنگی لائق کار خدائی دید عیسیٰ را

تا حنا بستی رنجیت خون دیدہ ام | در فشار دل بہ بیضا است این گلدستہ را

(ولہ)

چو آن طفلے کہ از گلزار سوئے خانہ می آید | گل داغ جگر از اشک مرا در دامن است امشب

ذیل کے شعر میں محرومی شہادت کو دلاویز انداز سے بیان کیا ہے وعدۂ قتل پر مژگان یار
کی برگشتگی محرومی شہادت کا باعث ہو گئی۔

زبان لطف او مگشد خواہم گشت ثابت را | نمیدانم چرا از حرف خود برگشت مژگانت

(ولہ)

لے برہمن از نور یقین بہرہ نیابی | زنار تو چون شمع اگر جزو بدن نیست

دل بستۂ معنی نہ شود عاشق صورت | از قامۂ مو سلسلہ برپائے سخن نیست

مژگو والیف خط غبار سے خوب تشبیہ دی ہے۔ فراق یار میں گریہ کے ساتھ خاک بسری یا خاک

امڑانا تیرگی نگاہ کا باعث ہوگیا اور نگاہ خطِ غبار کا الف ہوگئی۔ خوب مضمون پیدا کیا ہے ۔

دور از تو زبس دیدۂ ما خاک بسر کرد　　تد نگہ ما الفِ خطِ غبار است

شامِ غربت سے قلم کی تشبیہ ثابت کی فکر معنی آفرین کو ثابت کر رہی ہے جسطرح قلم کو پہلا قدم رکھتے (جھکتے)
اسیطرح ثابت کو راہِ عشق مین پہلا قدم رکھتے ہی شامِ غربت نمودار ہوگئی اور اس سے سفر کی مشکلات ظاہر ہین۔

ہم پائے خامہ راہِ سفر طے نمودہ ام　　در اول قدم بسرم شامِ غربت است
مردم حلقۂ زنجیر جنون شیون کرد　　شور عشقم اثرے در جگر آہن کرد

(ولہ)

در قفس ہم گلِ زخمِ لبسرم زد صیاد　　خوش شد چارہ آوارگی از گلشن کرد

(ولہ)

بلعلش میرسد تا آرزوی بوسہ می میرد　　خطِ نارستہ گویا زہر پنہان در شکر دارد

〰〰〰

از رہِ ناز بجز نم نہ کنی رنگینش　　گرچہ در پائے تو دامان قبائے افتد

(ولہ)

نمی خواہد کہ من مخصوص نعمتہائے غم باشم　　چہ گویم درد دل با او نصیب دشمنان گوید

(ولہ)

انار باغ بہشت است روئے خندانش　　کسیکہ کرد قناعت بآب و دانۂ خویش

(ولہ)

چو زنجیر است از بس حلقہ در گوش تو اعضایم　　گزارد سر بپائے ہر کہ قربانی سراپایم

(ولہ)

برنگ شیشۂ ساعت ز دست خشکی طالع　　بجائے مے پُر از گرد کدورت گشتہ مینایم

(ولہ)

از حباب بادہ کمتر نیستم در میکشی　　می توانم کرد من ہم رہن صہبا پیرہن

(ولہ)

شد گرچہ شکستہ استخوانم　　چسپید بہ خنجرت چو دستہ
رتبہ بخت سیاہم نہ شود از چہ بلند　　کرد چون سایہ مرا خاک نشین سرو قدے

این و آن

مجھے یاد ہے وہ وقت جب لوگون نے اپنے قیاسات و تجربات کے بیان سے میرے سفر کو خوفناک بنا دیا تھا، اور میری اُمیدون کو مایوس - حالانکہ وہ میرے شوق سے بھی آگاہ تھے، اور اس مسرّت سے بھی - جو میرے خیال سے متعلق تھی - صحرا کی ہیبتناک وسعت سے نہ مجھے کوئی خوف تھا اور نہ راستے کے خوفناک متلاطم دریاؤن سے کوئی آزردگی - اسلئے لوگ کہتے ہی رہے اور مین - مین کہ اپنے میلان روح سے اُسی قدر خبردار تھا - جسقدر ایک بچے کی کبھی کھُلنے اور بند ہونیوالی نگاہ کی خواہش سے اُسکی مان، خاردار جھاڑیون، گھنی اور تاریک وادیون سے گذرتا ہوا - اس طرف چلدیا - جہان کی پاکیزہ آب و ہوا کا خیال - میرے محبّت کی مربی تھی - راستہ مین مین نے دیکھا - ایک ویران کھنڈر، یعنی ایک مجسمۂ توہم، ایک سنسان میدان - یعنی اپنی فکر کا جولانگاہ - اور مین نے سوچا کہ آج ہر وہ چیز - جسکو کسی ذکی و ذہین دماغ نے نہین سمجھا - ہر وہ فلسفہ جسے کسی عقلمند حکیم نے نہین بیان کیا - سمجھونگا اور بیان کرونگا - اسلئے کہ اسوقت تک میری اُمید قائم تھی - اور یقیناً اِس اُمید کے سہارے سے مین کائنات کی ہر مشکل کو آسان کر سکتا تھا -

لیکن شام ہونے سے پہلے ہی - جبکہ میرا سفر ختم نہ ہو چکا تھا - اور نہ پاؤن اسقدر مضمحل تھے - جسقدر اُفق کی طرف جھکا ہوا آفتاب - مین ایک جھیل کے کنارے کنارے جنگل کے عین قلب مین ایک کامیاب مسافر کی طرح پرندے کے شیرین نغمون سے مسرور ہوتا ہوا چلا جا رہا تھا - دفعتاً مجھے معلوم ہوا کہ سینہ مین رنج و الم کچھ زیادہ ہے اور مین اب اس قابل نہین کہ کوئی غور کر سکون - مین نے سوچا - کیا اسوقت سینہ کا فراخ ہو جانا ممکن ہے - یا یہ ہو سکتا ہے کہ اسکا یقین ہی مجھے حاصل ہو جائے - مگر اضطراب کی زیادتی نے مجھے اور مایوس کر دیا - اور وہ گفتگو ختم ہو گئی - جو دل سے ہو رہی تھی - نہ ہنسی کا کہین نشان تھا جو کبھی کبھی، موقع سے یا بے موقع صرف پہلی نگاہ کے تخیل سے سامنے آجاتی تھی - مین

خاموش ہوگیا او ماندگی بھی محسوس کرنے لگا۔ میری آنکھیں بھی بند ہوگئیں اور تخیل کی دنیا بھی مختصر رہ گئی۔ اور مین پست و ماندہ ہوکر بالکل مضمحل ہوگیا۔ میرا رفیق سفر یعنی میرا دوست آزردہ تو ہوا۔ مگر اُسنے کچھ کہا نہین۔ شاید اسلئے کہ ایکا ایک مایوسی کے تخیل کے بعد یہ سب واردات یقینی ہین۔ مین سوگیا اور سو جانے کے بعد فوراً آنکھ کا کھلجانا۔ کوئی تعجب انگیز امر نہین۔ اسلئے جاگ بھی گیا۔ میرے دوست نے کہا۔

جس طرح ہر دُکھ کیساتھ خبر یقینی ہے۔ اُسیطرح ہر اطمینان کیساتھ فکر لازمی۔ پھر تم جو مضمحل کبھی نہ ہوتے تھے، تم وہی تم، جسکی زندگی پیرا اور تمھاری سارے دوستون کیلیے قابل رشک تھی اور تم وہان ہی تم، جو کبھی میری رہبی مزاج کے باوجود بھی فکر و تامل مین خلل ڈالدیتے تھے اسوقت خاموش ہو تو ایسے جیسے جسم کی فطری لرزش سلب ہو، اعضا و جوارح کی طبعی جنبش بند ہوگئی ہو۔ مین دیکھ سکتا ہون کہ سفر طویل ہے اور صحرا ہیبت ناک ہین اسے بھی داشت کرسکتا ہون کہ اس جنگل مین میری سمع و نظر کو اسی جانب جو کہ زیر والا کوئی نہین یعنی اسوقت درخت کے پتے بھی نہین۔ اور چڑیون کی آواز بھی نہین۔ لیکن تمھین کہو کیا یہ بھی صحیح ہے۔ کہ مین اس منظر کی تاب لاسکتا ہون جو تمھین افسردہ پیش کرے۔ رات اندھیری ہے۔ اور راستہ ویران۔ مگر تم اس تاریک جنگل مین بھی اپنی آوارگی خیال سے منفعل نہین۔ تمھاری ہمت کمزور ہے ایسی۔ جیسے شبنم کا قطرہ۔ تمھارا حوصلہ پست ہے۔ اتنا۔ جتنا دریا کا حباب۔ اُٹھو۔ کائنات کی ہر شئے مرتعش ہے اور ہر چیز متحرک۔ صرف اسلئے کہ تم خاموش ہو۔ کیا تمھارے لئے یہ کافی درس نہین۔ آج کی شام بھی یون ہی گذر گئی۔ نہ تمنے قوس قزح کا رنگ دیکھا نہ شفق کا۔ اور یہ رات بھی ختم ہونیکو آئی۔ مگر سکون صباحی ابتک موجود ہے بستر کی وہ شکن۔ تمکو یاد نہین جسے تمنے اسلئے مٹانے سے انکار کیا تھا کہ اسمین قدرت کی نزاکت صرف ہوئی ہے لیکن آج تم خود اپنے کو مٹائے دیتے ہو۔ حالانکہ تمھارا وجود۔ قدرت کی ایک صنعت کا لبھا ہے۔ وہ شبنم جسکی روانی نے تمھین گھنٹون اپنے مطالعہ مین مصروف رکھا۔ آج بھی تمھارے سامنے جاری ہے۔ مگر تم اسکو دیکھتے بھی نہین۔ موتی چھوٹی موجون کی لوٹ پلٹ غور کرو۔ تمھارے قلب کے نظام قبض و بسط سے کسقدر مشابہ ہے۔ مین کہونگا۔ آج نہین تو کل اور نہین تو اسدن۔ جب تمھارا محبوب ملیگا۔ کہ محبت۔ اگر اُسکا دعویٰ ہے محبت نہین وہم ہے۔ یا ایک عزیز خطرہ۔ جو محبوب ہو۔ مگر مشتبہ۔ اب تو چلو کہ مستقبل کی خوشگوار امیدین بھی تر و تازہ ہین۔ اور ماضی کی رنگین ساعتین بھی وہ سبز گھاس بھی غیر محسوسیہ اور دی کا سفید پھول بھی۔ یا مجھ سے بتاؤ کہ عالم کی ہر وہ چیز جو نایاب ہے۔ ہر وہ شئے جو کہین نہین ملتی۔ اور زمانہ کے وہ سارے خطرے اور خوف اندیشے کے موجد ہین۔ تمھارے پاس کیون پناہ گیر ہین۔

مین سنے سُنا اور ایک سکون بھی محسوس کیا۔ کمزور یان اپنے عجز کی معترف تھین مگر آن وہ شعلۂ خیالی جسکے جذب میں [illegible] ابھی تک وہی تھی۔ اب [illegible] بھی ہے۔ اور اسنے مین خواب بیت قلب معروف ہین۔ مگر عزم ہے کہ [illegible] تیز [illegible]

اصولِ زندگی

انگریزی زبان مین مختلف اور نادر الوجود تصنیفات کے ساتھ ساتھ طرزِ معاشرت یا اصولِ زندگی پر بھی صدہا کتابین ہین جنکے مطالعہ سے انسان کا دماغ روشن ہوجاتا ہے اور جنکی مدد سے وہ زندگی بسر کرنے کا ایک عمدہ اور مُفید طریقہ سیکھ لیتا ہے۔

ایسی کتابون مین سے آنریبل لارڈ ایوبری کی تصنیف "یوس آف لائف" یا "اشعار زندگی" بہت دلپسند اور کارآمد کتاب ہے۔ ہم آج اسی باغ سے کچھ پھول چُنتے ہین تاکہ ناظرین "زمانہ" کو اِنکے رنگ و بُو سے آشنا کرائین۔ اِس بیش بہا تصنیف مین اصولِ زندگی پر نہایت تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے۔ حبّ الوطنی، محنت و مشقت، علم و فن، صنعت و حرفت، درس و تدریس، صحت و زندہ دلی، ہر ایک پر جدا جدا عنوان قائم کئے گئے ہین اور ہر شعبہ کافی شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، ہم اِنہین سے چند ایسے خیالات کا انتخاب کرتے ہین جنکی نُدرت و دلکشی نے ہمکو بے اختیار قلم اُٹھانے پر مجبور کیا ہے۔ عام خیال ہے کہ انسان دوسرون کی عداوت سے برباد ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کیونکہ انسان جب تک اپنے آپ کو نہ برباد کرے دوسرے اُسکو تباہ نہین کرسکتے۔ لارڈ موصوف لکھتے ہین "لوگون نے بہ نسبت دوسرون کے خود ہی اپنے آپ کو بہت برباد کیا ہے مکانات کا جسقدر انہدام انسان کے ہاتھون ہوا ہے طوفان اور زلزلہ سے نہین ہوسکا۔" دنیا مین اکثر لوگ ایسے ہین جو باوجود قابلیت اور استعداد کے بہترین کامون سے احتراز کرتے ہین، انکو ہمیشہ اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ کام کی انجام دہی مین شاید کوئی غلطی ہوجائے۔ اور لوگون کو طعن و تعریض کا موقع ملے، موصوف ایسے لوگون کو یون نصیحت کرتے ہین "غلطی کرنے سے مت ڈرو، وہ شخص جو کبھی کوئی غلطی نہین کرتا کچھ نہین کرسکے گا۔"

دولت کو جو لوگ مذمت کرتے ہین، چنانچہ اسلاف نے اسکو فسق وفجور کا بانی قرار دیا ہے، لیکن درحقیقت دولت اُسی وقت تک بری ہے جب تک اسکو ہوس پرستی اور نفس پروری کا وسیلہ بنایا جاے، ورنہ صحیح الفہم آدمی کے لئے اِس سے بڑھکر کوئی برکت نہین ہوسکتی۔ چنانچہ قابل مصنف نے لکھا ہے "مال محض فضولیات کے لئے جمع کرنا ضرور برا ہے، لیکن نیکی کرنے اور اپنی آزادی قایم رکھنے کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے"

اِس زمانہ مین شرافت کا معیار صرف شاہی خلعت وخطاب کا عطا کیا جانا ہے۔ لیکن واقعی بات یہ ہے کہ شرافت ان لوازمات کے بہ نسبت کہین زیادہ بہتر شے ہے۔ اور انسان صرف اپنے اعلیٰ اخلاق کے بدولت شریف ہوسکتا ہے۔ لارڈ موصوف بھی فرماتے ہین۔ کہ "شرافت ہمارے معیارِ نظر سے بالاتر ہے، بادشاہ خطاب دے سکتا ہے لیکن شریف نہین بنا سکتا" مصنف نے اپنی اس کتاب مین سستی اور بیکاری کی جا بجا مذمت کی ہے۔ اور انسان کیلئے سب سے زیادہ تباہ کن چیز اسکی آرام طلبی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ کام کرنے کی ترغیب دیتے ہوے یہ کہا ہے۔ "ہمیشہ کام کرتے رہو، تمکو اسکا صلہ ملے یا نہ ملے لیکن یہ یقین رکھو کہ کسی طرح کا کام بھی کیون نہو، اِسکا بدلہ ملے بغیر نہین رہ سکتا، یہ خیال نہ کرو کہ تمکو کتنی بار شکست ہوئی، کیونکہ تم فتح کے لئے پیدا کئے گئے ہو، کسی کام کا صلہ اسکی کماحقہٗ انجام دہی ہے"

لارڈ صاحب ہمّت اور بہادری کی حد سے دلدادہ ہین، کہتے ہین "ہمّت صرف ایک وصفِ انسانی ہی نہین بلکہ انسانیت کا جزوِ اعظم ہے، مرد کو مرد بننے کے لئے ہمّت اور دلیری شرط ہے جس طرح عورت کو عورت بننے کے لئے نیکی اور نرم دلی کی ضرورت ہے"

آگے چلکر فرماتے ہین "بے پروائی بہادری نہین ہے، کسی خطرے کو ناچیز سمجھنے کا نام دلیری نہین ہے، بیفائدہ اپنی جان جوکھون مین ڈالنا حماقت ہے، شجاعت دراصل کسی خطرے کو (اچھی طرح اسکی حقیقت سمجھکر) ہمّت اور استقلال کے ساتھ دور کرنے کا نام ہے"

لارڈ موصوف عمدہ چال چلن کو ہر طرح کی کامیابی کی کنجی سمجھتے ہین، انکے نزدیک یہی ایک ایسا زینہ ہے جسکے ذریعہ سے انسان ترقی کی معراج حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین "زندگی مین اصلی کامیابی کے لئے کیا چیز ضروری ہے، مال ودولت ضروری نہین ہے،

زور و قوت ضروری نہین ہے، دانشمندی اور فرزانگی ضروری نہین ہے، شہرت اور نام آوری ضروری نہین ہے، آزادی اور بیا کی ضروری نہین ہے، یہان تک کہ صحت اور تندرستی بھی بہت ضروری نہین ہے، مگر صرف عمدہ چال چلن ضروری ہے، یعنی ہمارے خیالات اور ارادون مین نیک نیتی اور استقلال ہو، اگر یہ نہ ہون تو ہم واقعی قابل ملامت ہین"

اِسی خیال کو اور وسعت دیتے ہوئے لکھتے ہین کہ "انسان کی بہترین صفت یہ ہے کہ وہ عمدہ خصائل رکھتا ہو اور کارِ متعلقہ کو بہ حسن وخوبی انجام دیتا ہو"

لارڈ صاحب نے اپنی بے نظیر تصنیف مین تعلیم کے بارہ مین نہایت بیش بہا خیالات ظاہر کئے ہین جنکو پڑھکر انسان کا دماغ مسرّت سے لبریز ہو جاتا ہے اور اُسکی زبان سے بے اختیار تحسین و آفرین کے نعرے نکل جاتے ہین، ہم ذیل مین صرف چند مثالون پر اکتفا کرتے ہین۔ لوگون کا عام خیال ہے کہ تعلیم صرف مدارس مین بیٹھکر چند کتابون کے پڑھ لینے کا نام ہے۔ اور نیز یہ کہ علم انسان کو دوسرون کی جد وجہد و اتفاقات کے سبب حاصل ہوتا ہے لیکن حقیقتاً علم ایک نہایت لطیف اور شفاف جوہر ہے جسکا اکتساب اس طرح ناممکن ہے۔ انسان خود آپ اپنا اُستاد ہے۔ اور جو علم دوسرون کی مساعی سے حاصل ہوتا ہے اسپر صحیح معنون مین علم کا اطلاق نہین ہو سکتا، موصوف کا ارشاد ہے "ہماری تعلیم دراصل ہمارا ہی ایک عنصر ہے، ہم سب لوگ ایک شاگرد (نفس) رکھتے ہین، جسے ہم لوگون کو تربیت دینی چاہئے، جو کچھ ہم خود اپنے آپ کو پڑھاتے ہین وہ ہمارا ایک جزو ہو جاتا ہے، برخلاف اسکے جو ہم اورون سے سیکھتے ہین۔ تعلیم اُسوقت ختم نہین ہو جاتی جب ہم اسکول چھوڑتے ہین اُسوقت تو اُسکا آغاز بھی مشکل سے ہوتا ہے۔ بلکہ اسکا سلسلہ تو زندگی بھر قایم رہتا ہے"۔

مزید برآن قابل مصنف کے نزدیک "آدمی کے لئے تعلیم صرف باعث لطف و مسرّت ہی نہین، بلکہ اسکی زندگی کے قیام اقرار کا ایک ذریعہ ہے"

آجکل ہمارے ملک مین اکثر اشخاص ایسے ہین جو فارغ البال ہوتے ہوے بھی تعلیمی مصارف کے شاکی ہین، لیکن کیا تعلیم ایسی کم قیمت اور بے وقعت چیز ہے کہ اسکے لئے مال و دولت صرف کرنے پر افسوس کیا جائے؟

ایسے لوگون کے لئے لارڈ موصوف کا یہ مختصر او رحسبِ فقرہ کافی نصیحت خیز ہے کہ "جہالت مین اس سے زیادہ صرفہ ہے"

زمانۂ قدیم سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ تعلیم صرف طلبا کو چند کتابون مین سبق دیدینے کا نام ہے، لیکن حال کے اصلاحات نے اس اصول کی بیخ کنی مین کوئی کسر نہین چھوڑی چنانچہ تجویز جدید کے مطابق تعلیم کا مقصد طالب العلم مین وہ باتین پیدا کرنا ہے جنکو موصوف بطرز پیش روی یون ظاہر کرتے ہین "زبان دانی اور ریاضی مین سبق دینا نہایت آسان ہے لیکن طالب العلم مین نئی روح پھونکنا، اسکو جینا سکھلانا، اُسکے دل کو انواع واقسام کی اُمیدون کا گہوارہ بنانا، غرض خاکستر کو چنگاری کرنا، آسان نہین ہے، بلکہ اِسکے لئے غیر معمولی آدمیون کی ضرورت ہے"

کلام (جیراج پوری)

کلام اکبر

گر جیب مین زر نہین تو راحت بھی نہین　　بازو مین سکت نہین تو عزت بھی نہین
گر علم نہین تو زور و زر ہین بیکار　　مذہب جو نہین تو آدمیت بھی نہین

ہجوم عیش وطرب مین اداس ہوجاؤن　　ہزار اُمید ہو اور محو یاس ہوجاؤن
خداشناس تو ہوتا نہین ہے بس اکبر　　یہی بہت ہے جو دنیا شناس ہوجاؤن

صدیون فلاسفی کی چنان چنین رہی　　لیکن خدا کی بات جہان تھی وہین رہی

کیا پوچھتے ہو اکبر شوریدہ سر کا حال　　خفیہ پولس سے پوچھ رہا ہے کمر کا حال

ہے موت مین مضمر کوئی راز دل نشین　　سب کچھ کے بعد پھر بھی نہین یہ تو کچھ نہین

برکھا رُت

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا مین
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آہ - یہ محبت کا پُرجوش و خروش دریا بار بار پریم کی لہرین مار کر کیون خاموش ہو جاتا ہے۔ کیا اسلئے کہ محبت جو آگ پانی مین لگاتی ہے وہ بار بار بجھ جاتی ہے -

یہ پپیہہ اپنے "پی کہان" کی مست کُن ہُوک بار بار سُنا کر آمون کی گھنی ٹہنیون مین کیون روپوش ہو جاتا ہے کیا اسلئے کہ بیچارے کو کسی صیّاد کا خیال آتے ہی اپنی آزادروی کو خیرباد کہنا پڑتا ہے -

یہ عاشقانہ ناز و انداز سے چمکنے والی بجلی اپنے تبسّم کی جھلک بار بار دکھا کر کالے بادلون مین کیون چھپ جاتی ہے۔ کیا اسلئے کہ فرطِ محبّت اُسے اجازت نہین دیتی کہ اپنے مشتاق تجلی کے خرمنِ امید کو جلا کر تاراج کر دے مگر آہ -

بجلی اک کوندھ گئی نظرون کے آگے تو کیا
بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا

یہ گلاب کی کلیان اپنے عنفوانِ شباب سے متوالی ہو کر آغوشِ نسیم مین جھوم جھوم کر بار بار پکھڑیون کی اوٹ مین کیون اوجھل ہو جاتی ہین۔ کیا اسلئے کہ اُنکی چاہنے والی عندلیب کی آہٹ اُنکو زیرِ نقاب کر دیتی ہے -

آہ - غرورِ حسن اجازت مگر ندادِ اے گل
کہ پرسشے بکنی عندلیب شیدا را

یہ نورانی چہرہ چندے آفتاب و چندے ماہتاب اپنے حُسن کی جھلک بار بار دکھا کر زیرِ نقاب کیون آجاتا ہے۔ کیا اسلئے کہ سوختگانِ محبّت اُسکی تاب دیدار نہین لا سکتے۔ اُو دلون کے مقاصد بر لانے والی برسات کون نہین جانتا کہ تیرے چہرہ سے نقاب اُٹھاتے ہی محبّت ساون کی جھڑی اور بھادون کی جھڑی بنکر برسنے لگتی تھی۔ کون نہین جانتا کہ تیرے بھورے بھورے بادل ہوا مین دوڑ دوڑ کر بچھڑے ہوؤن کو پیامِ الفت دیا کرتے تھے۔ کون نہین جانتا کہ تیری ننھی ننھی مسلسل بوندین محبّت کی لڑی بنکر دلون کو ایک دوسرے سے پرو دیا کرتی تھین۔ مگر آہ - اے برسات - مجھ غم نصیب کے لئے تجھ مین بھی خشک سالی کی طرح الفت و محبّت کا قحط ہو گیا - اور تیری ساون کی جھڑی اور بھادون کی جھڑی بھی میرے دل کی

لگی ہوئی آگ نہ بجھا سکی۔

اُو دل کے زخموں کی ہری کرنے والی برسات۔ وہ تیرے محبت کے سرچشمے جو تیرے روئے زمین پر قدم رکھتے ہی دلوں میں اُبلنے لگتے تھے اب کیا ہو گیا کہ اُنمیں پریم کی ایک لہر بھی نہیں اٹھتی۔ وہ کوئل۔ پپیہے۔ سارس۔ جو تیرے آمد کی خیر مقدم میں جامِ الفت پی پی کر تیری محبت کے ترانے گانے لگتے تھے۔ اب کیا ہو گیا کہ اپنے لبوں پر مہر سکوت لگائے بیٹھے ہیں۔ اور کبھی کبھی بزبانِ پرسوز یہ کہہ اُٹھتے ہیں۔

گلشن میں بہار آئے خزاں آئے ہمیں کیا　　ایک دل کی کلی ہے سو وہ مرجھائی ہوئی ہے

کیا اسلئے کہ اب تو اپنی البیلی سہیلیوں کو جنکو پاک جذبات کہتے ہیں زمانہ کے خوف سے اپنے ساتھ نہیں لاتی۔ جا اُو مغرور برسات جا۔ اور اس زمانہ کے سادہ لوحوں کو اپنے پرفریب مناظر دکھا کر اپنا شیدائی بنا۔ لیکن مجھ حرمان نصیب کو جو تیری البیلی سہیلیوں ہی کا دلدادہ ہے۔ اپنے ساونوں کے سبز باغ نہ دکھا۔ اور لے میرے پیارے جذبات جنکا نشو و نما اسی موسم برسات میں ہوا کرتا تھا۔ گو تم زندہ دلوں کی روح رواں ہو۔ گو تمہاری سوہنی صورت میرے دل و دماغ پر اپنا سکہ جما چکی ہے تاہم اس زمانہ کی تنگ ظرفی سے جو تمکو میرے آغوش خیال میں نہیں آنے دیتی میں تمکو بھی الوداع کہتا ہوں۔

کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ برخیز　　باشد کہ باز بینیم آن یار با وفا را

کرشن سہائے ہتکاری

مجھے کیا خبر تھی کیا اثر نہ وہ ہوش ہے نہ وہ جان ہے　　فقط اک نظر ہے جہاں پر نہ خیال ہے نہ زبان ہے

نہ ولولے صرف رہ نظر نہ دلیل باعث درد سر　　وہی جوش لذت دید ہے نہ قیاس ہے نہ گمان ہے

نہ بیان حد دین کا نشان کہیں محل حرف بیان کہیں　　مرا عشق ہے ترا حسن ہے مری آنکھ ہے تری شان ہے

اکبر

حال میں ٹیگور کے چند خطوط شائع ہوئے ہیں جو ممدوح نے اپنے گذشتہ سفر یورپ کے دوران میں لکھے تھے۔ ذیل میں اس قسم کے ایک خط کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

وطن کو واپسی کا وقت آپہونچا ہے! میرا دل خوشی سے اُچھل رہا ہے! لیکن ساتھ ہی مجھے ڈر ہے۔ کہ کہین میرے نالون کی لے۔ اپنا ہے وطن کے نالون سے جُدا نہ ہو!

نیشنلزم "قومیت" ایک ضرر رسان عقیدہ ہے۔ اور تمام دنیا آج اس بدعقیدہ کا دم بھر رہی ہے۔

وقت آگیا ہے کہ اِس بُرے خیال کو دور کیا جاوے۔ مین گذشتہ اَیام مین اسے دفع کرنے کی کوشش کرتا رہا ہون!!

خداوند ذوالجلال کا نام لینے سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور اِسی خدائے پاک کا اسم مبارک ہمارے شانتی نکتن کے مستقبل کی پیشانی پر درخشان ہے۔

ہم خدا کا گھر "علم وسیع" کی بنیاد پر بنا رہے ہین۔ اگر فلک کے نام پر اس مین کوئی سدِ راہ ہم پیدا کرین۔ تو وہ یقیناً راہِ مولا مین رُکاوٹ ہوگی۔

مین یورپ مین اسواسطے آیا تھا۔ کہ دنیا کو مادرِ ہند کو سمجھنے کی دعوت دون۔ کیونکہ بہت زمانہ تک ہندوستان دنیا کے باقی حصون سے الگ رکھا گیا ہے۔

لیکن مجھے ہر وقت خطرہ تھا۔ کہ کہین کوئی خارِ راہ میری اس دعوت کو بدمزہ نہ کر دے۔

مین ظلم اور ناانصافی کو سب سے زیادہ بُرا جانتا ہون۔

پنجاب کے تاریک اَیّام مین بھی مین نے صدائے احتجاج بلند کی تھی۔

یہ غلط ہے۔ کہ میری رگوں میں خونِ گرم کی جگہ آبِ خنک حرکت کر رہا ہے۔ لیکن میرا عقیدہ ہے۔ کہ وطن سے بھی بڑھکر کوئی چیز ہے۔ اور ہمارے ملک کی عظمت اسی میں ہے۔ کہ وہ اُس بلند تر شئے کو حاصل کرلے!

وہ شخص جو اپنے مکان کے گرداگرد دیواریں تیار کرتا ہے۔ کہ تمام دروازوں اور کھڑکیوں کو بند کردے۔ ہرگز اپنے مکان سے محبت نہیں رکھتا۔ بخلاف اسکے وہ مکین جو دن کی روشنی کو۔ پورے طور پر۔ اپنے گھر کے اندر آنے کا موقع دیتا ہے۔ اپنے گھر کا سچّا عاشق ہے۔

جب میں نے اخباروں میں دیکھا۔ کہ مہاتما گاندھی ہماری مستورات کو انگریزی پڑھنے سے منع فرما رہے ہیں۔ تو میں نے محسوس کیا۔ کہ میرے ملک کے گرد ایک سدِّ سکندری کی تعمیر شروع ہو گئی ہے! یا بالفاظ دیگر ہم اس عقیدہ کے پیرو ہو رہے ہیں۔ کہ "ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم اپنے گھروں کو جیل خانوں میں تبدیل کردیں"۔

ہم نے بیرونی دنیا کے اُجالے کو روک کر اپنے گھروں کی ظلمت کی پرستش شروع کردی ہے ہم شاعر کے اُس قول کو بھول گئے ہیں کہ

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جسکو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(اقبال)

ہمارا حال بالکل اُس خونخوار قوم سا ہے۔ جو دنیا میں عظمت حاصل کرنے کیواسطے اپنے ہمسایوں پر حملہ آور ہوئی تھی۔

اسکے بعد۔ کیا تعجب ہے۔ کہ کسی دن یہ بھی کہا جاوے۔ کہ "اینڈریوز" اور "پیرسن" سے قطع تعلق کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ انگریز ہیں۔ اسی بناء پر ایک مقامی کالج کے چند ہندو طلبا نے پیرسن کو لکچر کی دعوت دینے کا ارادہ ترک کردیا تھا۔

اس کے اصلی معنے یہ ہوئے۔ کہ اگر ہم ایک بار نفی کی تعلیم کے پیرو ہو جاویں۔ تو اس تعلیم کی وسعت میں روز بروز اضافہ ہوتا جاوے گا۔ میں خود "اثبات" کے عقیدہ کا پرستار ہوں۔ اور دشمن اس تعلیم کے ادنیٰ رہیں۔

وہی بعد مین ہے وہی قُرب مین ہے۔ وہی دوستون مین ہے اور وہی دُشمنون مین ہے۔
جو اُس کی "پرستش کرتے ہین۔ اُنکو حصول مدعا جیسی نعمت حاصل ہوجاتی ہے۔ اور ہر چیز اُنکی
مطیع ہوجاتی ہے۔

ابتدا سے انتہا تک عالم مین اُس کا ظہور نظر آرہا ہے۔ میری دُعا اُسکے دربار مین صرف یہی ہے
کہ "مولا ہمین نیک خیالات کی پاک تعلیم دے"

ترجمہ

نذیر احمد خان وکیل

تصحیح ہمکو افسوس ہے کہ کاتب کی غلطی سے مثنوی درصفت انبہ مندرجہ زمانہ اگست مین حسب ذیل غلطیان رہگیین امید کہ ناظرین معاف فرماوینگے اور مثنوی اس صحت نامہ سے ملاحظہ فرمائین گے۔ منیجر

صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط
۱۱۵	۳	دہن مین	منھ مین وہ	۱۱۶	۵	درآئی	بھینس کی ہی
״	۱۰	اُنمین	اُس مین	״	۶	تار نظر وہ	تار نگاہ
״	۱۶	وہ چشم شوق	مین اسکے چشم	״	۱۸	ہر مرد واسطے دل کی	بھونا ہی مرئیے
۱۱۶	۱	ہی نہین	ہے نہین	״	۲۰	دل سے دگر دعا یا	اب بھی التجا ہو
״	۲	شیرہ جان	شیر قند	״	۲۲	تر ہو بہر	کہ ہو تر
״	۳	شیر پستان	شیر گویا				

نذرِ نگاہ

نواب صاحب کے حرم مین ایک خوبصورت ہندو لڑکی چمپا نام موجود تھی مذہبی نقطہ نگاہ سے اُسکی موجودگی کسیقدر قابل اعتراض ضرور ہے لیکن اسکی آمد کے اسباب پر غور کرنے سے اس اعتراض کی وقعت جاتی رہتی ہے۔ ایکبار نواب صاحب کے حرمسرا کی داروغہ پنا کی ضرورت سے اپنے بھائی کے مکان پر گئی جہان اُسکو اطلاع ملی کہ آج ہی صبحکو پڑوس مین ہری متی نامی ایک عورت ایک شیرخوار بچی چھوڑکر مرگئی ہے اور اُس لڑکی کا کوئی پرورش کرنے والا موجود نہین ہے اس نے فوراً اُسکو اپنے پاس منگا لیا۔ اور وہان سے نواب کے حرم مین ساتھ لے آئی یہان کی بہت سی خادمون مین ایسی عورتین بھی موجود تھین جنکے بچے تھے۔ سب نے اُسکے اوپر عنایت و مہربانی کی نظر رکھی نا سمجھ چمپا نے چونکہ آنکھ کھولتے ہی پنا کی گود دیکھی تھی لہذا وہ اُسی کو اپنی مان خیال کرتی تھی۔ اس محل مین پنا بہت زیادہ بارسوخ اور بیگم صاحبہ کی معتبر خواص تھی اسیوجہ سے قریب قریب تمام وہ کام اسکے ہاتھ مین تھے جنکی وجہ سے بہت ہی وافر آمدنی تھی اور چمپا کی ہر بڑی سے بڑی خواہش کے پورا ہونیمین کوئی دقت واقع نہین ہوتی تھی۔ پنا نے چمپا کی پرورش بالکل امیرانہ طریقہ پر کی تھی پہننا اوڑھنا کھانا پینا خرچ و اخراجات مین یہ لڑکی حرمسرا کی دیگر عورتون اور لڑکیون پر فوقیت رکھتی تھی۔ پنا نے اپنی نگرانی اور تعلیم مین پوری انہماک سے چمپا کو اُس زہریلی ہوا سے بچا لیا تھا جو حرمسراؤن مین عموماً چلا کرتی ہے۔

چونکہ اب پنا بہت زیادہ ضعیف ہوگئی تھی اور کام کاج کرنے یا دیگر ملازمین پر نگہبانی سے اُسکو تکلیف ہوتی تھی لہذا اُسنے اپنے بجائے چمپا کو تمام خدمات سپرد کردی تھین۔ چمپا مین قدرت نے اِس سن و سال مین ایسی جوہر قابلیت ودیعت فرمائی تھی کہ اُسنے تھوڑے ہی عرصہ مین دیگر ملازمین پر وہی اقتدار حاصل کرلیا جو اُسکی پیشرو پنا کو حاصل تھا اُس نے ہر ملازمہ پر عنایت کی بجہ بجہ سختی کی جگہ سے کام لیا اپنے آقا یعنی بیگم صاحبہ کی ضرورت سے زیادہ خدمت کی۔ اُسنے اور نوجوان عورتون کی طرح اپنا تمام وقت

فضول لہو ولعب مین نہین صرف کیا اور نہ اس نے اس سستی اور کاہلی کا اظہار ہونے دیا جو اس عمر کی لڑکیون مین اکثر پائی جاتی ہے وہ ہر کام نہایت مستعدی سے انجام دیتی تھی اپنا زیادہ وقت بیگم صاحبہ کی خدمت مین صرف کرتی تھی دیگر ملازماؤن کیساتھ "ہا" "ہو" مین وقت صرف کرنا بہت بُرا سمجھتی تھی مگران تمام امور کو وہ اس طرح انجام دے رہی تھی کہ کسی کو یہ کہنے کی گنجایش نہین تھی کہ چمپا مغرور ہے یا وہ بیگم صاحبہ کی روز افزون مہربانیون کی وجہ سے ہر شخص کو حقیر و ذلیل خیال کرتی ہے۔ بیگم صاحبہ خود اس پر ضرورت سے زیادہ مہربان تھین اور اب تو اُنکی مہربانیان پہلے سے بھی بڑھ گئی تھین جسنے اسکو بچہ سا گودون مین پالا تھا۔ ایک تو یہ وجہ تھی کہ تمام حرمسرا مین چمپا سے زیادہ کم عمر حسین دوسری لڑکی موجود نہ تھی۔ اور جو بڑھی بیگم کو اُنکی جوانی کی یاد اسپر مہربانی وعنایت کرنے پر مجبور کرتی تھی نواب صاحب کی دل جسپی بیوی کی جوانی کیساتھ ساتھ رخصت ہو چکی تھی اب اُنکا بہت زیادہ وقت باہر ہی صرف ہوتا تھا پچھلے پہر سے کبھی دو گھڑی کیلئے مزاج پرسی کی غرض سے آجاتے تھے ایسی حالت مین جوانی کے پیارے زمانہ کی مرثیہ خوان بیگم کیلئے پچھلے واقعات کے بھلانے کا ذریعہ ایک چمپا ہی تھی جسکے ساتھ بیٹھکر وہ اپنا زیادہ وقت زردوزی کے کام مین صرف کرتی تھین بیگم صاحبہ نے ہونہار تیز طبیعت چمپا کو یہ کام سکھلا دیا تھا دوسری وجہ نگاہ عنایت کی وہی تھی جو بہت معمولی ہے یعنی دنیا مین مثل مشہور ہے کہ انسان کا کام پیارا ہوتا ہے نہ کہ چام چنانچہ ادا شناس چمپا نے بیگم صاحبہ کے رنگ طبیعت کو خوب پہچان لیا تھا اور اُنکی خدمت ایسی تندہی سے کرتی تھی کہ وہ اپنی قدیم خواص جمنا کو بھی بھول گئی تھین۔

اس گئے گذرے زمانے مین جب کہ انسان کی زندگی بے لطف ہو جاتی ہے اور وہ نور حسن جو لوگون کی آنکھون کو خیرہ کرتا ہے جاتا رہتا ہے صرف ایک ہی چیز ہوتی ہے جو کسیقدر اپنے پچھلے فصلون کی یاد کو دل سے بھلاتی ہے۔ وہ کیا شے؟ "صرف اولاد ہے" یہ خواہ مفید ہو یا غیر مفید لیکن انسانی محبت اس سے کم نہین ہوتی نالایق اور لایق اولاد والدین کی نگاہ مین نور بصر اور لخت جگر ہی کے مرادف رہتی ہین۔ بیگم صاحبہ کی تمام خوشیان اب صرف اپنے نوجوان شاہزادہ کے آرام و آسایش پہ یکتفی تھین۔ دن رات اُسکے محل کی زینت اُسکے خادمون کی ضروریات اور اُسکی دلچسپی کیلئے خوبصورت خوبصورت عورتون کی فراہمی بیگم صاحبہ اور نواب صاحب دونون کا فرض منصبی قرار پا گیا

تھا۔ چنانچہ حرمسرا کی خوبصورت اور نوجوان کنیزین شاہزادے کی خدمت مین تفویض ہوچکی تھین ان چلنے والیون مین مریم اور گلابی بھی شامل تھین جو چمپا کی ہم عمر اور ایک ساتھ پرورش پانے کے وجہ سے سہیلیان تھین۔ اس خاموش اور غیر دلچسپ محل مین صرف چمپا ہی ایک نوجوان عورت دیکھی تھی مگر چونکہ قدرت نے اسکے دل ودماغ کے ساخت مین اس کا خاص لحاظ رکھا تھا کہ وہ بیگم کی خدمت کے مقابلے مین اپنی آسایش اور اپنی عیش کو ہیچ سمجھتی تھی لہذا اُسنے اس محل کے قیام کو بظاہر کچھ زیادہ محسوس نہین کیا۔ بیگم صاحبہ نے بھی کچھ تو اپنی دلچسپی اور کچھ اس لڑکی کے خیالات کو بہلانے کی غرض سے زردوزی کے شغل کو زیادہ بڑھا دیا تھا صبح سے شام تک دونون ایک ہی کمرے مین بیٹھکر خوبصورت خوبصورت پردے سنہری روپہلی تارون سے بنائے ہوئے غالین دیچھوا ئیان تیار کرتی تھین۔ قریب شام کے جب آنکھین اس باریک کام کرنے سے عاری ہوجاتی تھین۔ اور طلائی و نقرئی تارون کا فرق غیر محسوس ہوجاتا تھا اُسوقت بیگم صاحبہ اپنے خاص کمرے مین آکر اُس کھڑکی مین بیٹھ جاتی تھین۔ جو باغ کی طرف تھی اور گلاب کے خوبصورت پھولون نسرین ونسترن کے صاف شفاف غنچون اور خدا کے بنائے ہوئے درختون اور منالون کی سبز پتیون سے اپنی نظر کو تازگی بخشتی تھین۔ سبزہ وتر کا ہوائے سرد سے اٹکھیلیان کرتا۔ درختان سبز پوش پر بیٹھکر مرغان نواسنج کا چہچہانا آفتاب قریب الختم روشنی کا عکس جوانی کی بہار کا ہمیشہ یاد رہنے والا فوٹو اُسکی نگاہ کے سامنے پیش کرکے اُسکے دل کو کسیقدر تسکین دیتے تھے۔ چمپا جب اس کام سے فرصت کرتی تھی تو فوراً باغ کے دروازے پر جاکر کھڑی ہوتی تھی۔

ایک روز حسب معمول شام کے وقت چمپا باغ کے دروازے پر کھڑی ہوئی تازہ پھولونکی بہار دیکھ رہی تھی اور خدا جانے کن کن اُمید افزا خیالات کا دریا اُسکے سینے مین موجزن تھا جس مقام پر یہ کھڑی ہوئی تھی وہ شاہزادے کے محل کے بالکل مقابل تھا۔ مریم وگلابی نے بھی اتفاقاً اسکو دیکھ لیا اور سیدھی اسکے پاس آگئین۔ یہ دونون عورتین درمحل بڑی بیگم سے ملنے کیلیئے آئی تھین چونکہ یہ دونون چمپا کے ساتھ کھیلی تھین اور اس سے محبت بھی رکھتی تھین۔ اسلیئے اور بڑے اصرار سے اسکو اپنے ہمراہ شاہزادہ کے محل مین لیگئین۔ یہان معمولی خاطر ومدارات کے بعد عورتون کی عادت قدیمہ کے مطابق خانگی معاملات پر گفتگو شروع ہوئی۔ ان دونون نے پہلے شاہزادہ کے حسن وجمال کی ضرورت سے زیادہ مدح سرائی

کی اور اُسکے بعد شاہزادہ کے عادات و اطوار اور اُن عورتون کے متعلق تذکرہ کیا جو اُس کی منظور نظر تھین۔ دوران گفتگو مین شاہزادے کی مختلف دلچسپیون اور اپنی محل کی عورتون کیساتھ حسن سلوک کا بھی تذکرہ کیا۔ اُن ہزارون عورتون کے نام بھی بطور قصّہ کے بیان کیے جو گانے ناچنے اور کھیل تماشہ کے گروہ سے متعلق تھین ان دونون نے ان تمام واقعات کو کچھ ایسی دلچسپی سے بیان کیاکہ بھولی بھالی چمپا کے دل پر اس کا کافی اثر پڑا اور خاص طور پر گلابی اور مریم یہ متفقہ لفظ چمپا کے قلب مین چٹکیان لے رہے تھے کہ " بہن ہم تم سے سچ کہتی ہین کہ آجتک شاہزادہ سے زیادہ حسین و خوبصورت جوان ہماری نگاہ سے نہین گذرا ہم نے بہت سے لوگون کو دیکھا لیکن واقعی یہ خاندان جیساکہ مشہور ہے اپنے بیان کے مردون کی خوبصورتی کا جواب نہین رکھتا ہم نے اُس نگارخانہ کی بھی سیر کی جہان پچھلے نوابون کی تصاویر محفوظ ہین اور اس کا بخوبی اندازہ کرلیاکہ ؎ حسینان جہان کو کیا جمال اُسسے نسبت

سپہر حسن پر یہ چاند ہے گویا ستارون مین +

چمپا کو اس سے پیشتر نہ تو دارالتصاویر کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا ورنہ اس نے شاہزادہ کے چہرۂ دلکشش کی زیارت کی تھی لہذا آج جب اس نے اُن تصویرون کو دیکھا تو اُسنے اُن مین سے شاہزادہ کی تصویر کو اُسی طرح ترجیح دی جس طرح گلابی و مریم دے رہی تھین۔ چمپا تھوڑی دیر تک اور ان لوگون کے پاس بیٹھی رہی اور اسکے بعد با دلِ ناخواستہ اپنے محل مین چلی آئی۔

ایک روز صبح کیوقت بستر استراحت سے اُٹھتے ہی چمپا نے دیکھاکہ آج خلاف معمول مکان کی صفائی ہو رہی ہے اور ہر طرف ایک خاص چہل پہل نظر آرہی ہے وہ کمرے جو کس مپرسی کی حالت مین پڑے ہوئے تھے۔ سجائے جارہے ہین۔ اس نے جلدی جلدی ان سجے ہوئے کمرون کی سیر کی اور اس حیرت انگیز سجاوٹ کو دیکھکر بیحد متحیر ہوئی وہ ان تمام عجائب و غرائب کو دیکھتی ہوئی بیگم صاحبہ کی خدمت مین سلام کی غرض سے حاضر ہوئی اُن کو اُسنے آج خلاف معمول مسکراتے ہوئے پایا یہ صفائی اور درستی اسی طرح دن بھر جاری رہی۔ اسکو لوگون کی زبانی معلوم ہوا کہ آج نواب صاحب اور شاہزادہ دونون بیگم صاحبہ سے ملنے کیلیئے آنے والے ہین۔ اسکے دل مین نگارخانہ کی سیر کے بعد سے شاہزادہ کا بے زبان و بے حس حرکت جسم نقش کالحجر بنا ہوا تھا آج اُسکو اس خبر سے اپنی محبوب شے کے دیکھنے کی اُمید بندھی اور اسنے سمجھ لیاکہ آج کی شام اسکی زندگی مین قابل یادگار شام ہوگی۔

چمپا کے دل کو آج قرار نہ تھا کبھی اندر آتی تھی گاہ باہر جاتی تھی دمبدم دھوپ پہ نظر ڈالکر دن ڈھلنے کا انتظار کر رہی آج کا دن اُسکے لیے پہاڑ ہو گیا تھا۔ بار بار گھرا کر باغ کے دروازے پر چلی جاتی تھی اُسکو جسقدر شاہزادے کے دیدار کی خوشی تھی اُسیقدر ناامیدی اور مایوسی کے ناقابل برداشت تصویر بھی آنکھوں کے سامنے تھی۔

ایسی محویت مین شام ہو گئی اور دفعتاً اُسکے کان تک ستار کی سُریلی آواز آئی جو نواب صاحب کی آمد کا نشان تھی۔ چمپا نے فوراً اپنے آپ کو ٹوٹ کے کواڑون کے آڑ مین پوشیدہ کر لیا اُسنے دیکھا کہ پہلے بہت سے خادم گذرے اور اُن کے بعد بیگم صاحبہ اور نواب صاحب دونون ہاتھ مین ہاتھ دیئے آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے ان کے پیچھے کون تھا؟ وہی تھا جسکی تصویر اُسکے خانہ دل مین نقش تھی وہ اُسکو غور سے دیکھتی رہی اسوقت اُسکا خلقی حجاب و شرم اُسکے لیئے دیوار بنا ہوا تھا۔

(۲)

شاہزادہ حقیقتاً اپنے حسن مین یکتا تھا۔ لیکن ابھی پختگی پیدا نہین ہوئی تھی جسکو ہر شخص محسوس کر سکتا تھا چنانچہ ایک نوجوان لڑکی نے جو چمپا کے پس پشت کھڑی ہوئی شاہزادہ کی آمد کا تماشہ دیکھ رہی تھی اُسنے شاہزادے کو چہرے کی ساخت اور اظہار تہور و مردانگی کے متعلق بہت کچھ کہا جسکے جواب مین چمپا نے مڑ کر پلٹ کر اُسکو ایک حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا۔

حرمسرا کی لاجواب سجاوٹ اور چہل پہل نے چمپا کے دل پر مطلق اثر نہین کیا وہ وہان سے ہٹکر باغ مین چلی گئی جہان اُسوقت سوائے چمکدار ستارون کی غیر محسوس روشنی کے اور کچھ نہ تھا وہ گلاب کے تختہ مین ایک پتھر پر جا کر گر پڑی۔ ہوا کی تیزی کی وجہ سے خشک و تر پتیان اور گلاب کے پھولون کی نازک نازک پنکھڑیان چارون طرف سے اُڑ اُڑ کر اُسکی اس بیکسانہ زندگی پر نثار ہو رہی تھین اور اندھیرے کی سیاہ چادر اُسکی بے تابانہ حالت پر پردہ ڈالے ہوئے تھی۔

شاہزادہ نواب صاحب کے ہمراہ محل مین آیا ضرور تھا لیکن اُسکے لیئے اس محل کی آراستگی کچھ زیادہ دلچسپ نہ تھی وہ اپنے والدین کے ہمراہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے مین بددلی سے جاتا تھا اور محض نظر سرسری اس پورانی وضع کی سجاوٹ کو دیکھ لیتا تھا۔ نواب کی نگاہ مین یہ تمام سامان عجیب

کیونکہ اُسنے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ اس محل مین صرف کیا تھا لہذا اُسکے لیے عیش وعشرت کی جلوہ گاہ تھا سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث تھا چنانچہ وہ آکر ایک کوچ پر لیٹ گیا۔ شاہزادہ کی بددلی کا اظہار نواب صاحب پر تو ممکن ہے نہوا ہو مگر اُسکی ماں یعنی بیگم نے اُسکو محسوس کرلیا۔ اُسکے محل مین بہت سی ایسی قابل دید چیزین بہت سی موجود تھین جو شاہزادہ کی دلچسپی کا باعث ہوسکتی تھین۔ لہذا اُس نے مناسب خیال کیا کہ شاہزادہ کو اُن قابل دید اشیاء کے دیکھنے کیلئے لیجائے مگر مشکل یہ تھی کہ وہ خود نواب صاحب کی موجودگی کیوجہ سے جا نہین سکتی تھین اور اُسکی تمام خواصین اور کنیزین اپنے اپنے کامون مین مشغول تھین۔ صرف ایک چمپا ایسی تھی جو اس جلسہ سے غائب تھی چنانچہ اُسنے اِدھر اُدھر دیکھکر آواز دی:

بیگم۔ چمپا۔ پیاری چمپا۔ یہان آؤ مین تم سے ایک کام لینا چاہتی ہون۔

اس آواز کو سُنکر چمپا اپنی جگہ سے بادلِ ناخواستہ اُٹھی اسوقت اُسکے چہرے پر گرد پڑی ہوئی تھی بال پریشان تھے آنکھون مین آنسو بھرے ہوئے تھے اُسنے آنسو تو پونچھ لیے اور کپڑے سنبھالتی ہوئی آئی۔ اور اس دروازے کے قریب سر جھکا کر کھڑی ہوگئی جہان بیگم صاحبہ تشریف رکھتی تھین۔

بیگم۔ چمپا۔ تم ذرا لیمپ لیلو اور شاہزادے کے ہمراہ جاکر مشرقی حصۂ مکان کے سجے ہوئے کمرے دکھلا آؤ

چمپا نے ایک بڑا اور بہت روشن لیمپ اُٹھا لیا اور آگے آگے چلی شاہزادہ معہ اپنی چند خواصون کے اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ ان کمرون مین قیمتی سامان بڑی افراط سے موجود تھا بعض کمرون مین کشمیر کے بنے ہوئے خوبصورت قالین بچھے ہوئے تھے جنمین انسان کا پانون ٹخنون تک چھپ جاتا تھا۔ اکثر دیوارون پر خوبصورت جواہرات سے مزین بچھونا (؟) تھین جنکی قیمت کا اندازہ مشکل تھا بعض مقامات پر زردوزی کی اعلےٰ صنعت کے نمونے آنے والے کو حیران کردیتے تھے شاہزادہ ان چیزون کے دیکھنے سے خوش ہوا اور اُس کا دل بہلنے لگا اُس نے اوّل تو ایک نگاہ غلط انداز چمپا پر اُس کمرے مین ڈالی تھی جہان وہ اپنی والدہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اب اُس نے اس سیر مین بخوبی دیکھا مگر کوئی توجہ خاص نہین کی چمپا ہر مقام پر اُسکے آگے آگے روشنی لیئے چل رہی تھی وہ ایک کمرے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے مین جاتا تھا۔ اثناءِ راہ مین اپنے ہم جلیسون سے گفتگو کرتا تھا۔ دیر تک چند کمرون کے سامان آرائشی کی سیر کرنیکے بعد شاہزادہ ایک ایسے مقام پر پہونچا جہان ایک کمرے کا دروازہ مقفل تھا شاہزادہ اُسکو دیکھکر ٹھہر گیا اور چمپا سے دریافت کیا۔

موجود ہے۔ جسکا عکس قد آدم آئینہ مین پڑ رہا ہے۔ انصاف فرمایئے کہ میرے الفاظ صحیح ہین یا نہین۔ یہ تصویر اُس وقت کھینچی گئی تھی جب وہ بالکل آپکے ہم عمر تھے اور اُسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ کم بخت منحوس رات آئی تھی جس نے ہمیشہ کیلیئے انکا سایہ ہم لوگون کے سر سے اُٹھا دیا۔

سب لوگ فوراً تصویر کیطرف متوجہ ہوئے۔ یہ ہیجان کہین اس طرح آئینہ والون نے نگاہ ملائے ہوئے تھا کہ گویا وہ کوئی سوال کرنے والا ہے۔ یہ تصویر رنگ روغن سے نہین بنائی گئی تھی بلکہ ایک قیمتی مخمل پر سنہری اور روپہلی تارون سے طیار کی گئی تھی۔ اور شاہزادہ سے اس قدر مشابہ تھی کہ دیکھنے والا اُس مین شکل سے فرق کر سکتا تھا۔

ایک نوجوان عورت (استعجاب و حیرت کی حالت مین چلا کر) اللہ اللہ یہ کس قدر تعجب خیز صنعت ہے۔ کیا دنیا مین ایسے آدمی بھی موجود ہین جو ایسی نادر شئے طیار کر سکتے ہین۔ (تپاک سے) امان براہ کرم بیان کرو کہ یہ کس نے بنائی ہے۔

پنا۔ یہ ایک ایسے شخص کی صنعت ہے جو عرصہ ہوا کہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا اور اب تو غالباً اُسکے جسم کی کسی ہڈی کا پتہ بھی ملنا مشکل ہے۔ یہ شخص اس تصویر کے بنانے مین اندھا ہو گیا تھا جسکی وجہ سے اسکا خاتمہ اُسکے بیٹے کے ہاتھون سے ہوا تھا۔ اور جس روز بیٹے نے اس تصویر کو مکمل کیا ہے اُسی روز باپ نے دنیا کو خیرباد کہا ہے۔

نوجوان عورت (زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ) بلاشک۔ لیکن کیا کوئی شخص اپنی مرضی سے ایسی خوبصورت شخص کیلیئے اپنی آنکھین کھو سکتا ہے۔ اگر مین اس کام سے واقف ہوتی تو مین بھی یقیناً ایک دوسرے شخص کیلیئے اپنی آنکھین کھوتی جو بالکل اسکا جواب ہے۔

اس عورت کی بے اختیار ہنسی اور گفتگو اس امر کا اشارہ کر رہی تھی کہ اُس کا مطلب کس خوش قسمت شخص سے ہے۔

شاہزادہ (جو ابتک اپنے پیشرو کی تصویر کے دیکھنے مین مشغول تھا اسکی طرف متوجہ ہو کر) برابری کا خیال کوئی وقیع خیال نہین ہے اور نہ محض وجہ مساوات قابل عزت ہے۔ آمنہ بڑی چیز قسمت ہے وہ بھی ہی ہونا چاہیئے۔ تم میرے لیئے اپنی نوبصر کو ضائع کرنے کیلیئے طیار ہو مگر اس فن سے ناواقف ہو۔ دوسرا شخص جو اس کام سے اچھی طرح واقف ہوگا وہ کیون خواہ مخواہ اس قابل فراموش قربانی کیلیئے

صفحات غلطی سے بے ترتیب ہو گئے ہین ناظرین معاف فرمائین اور ترتیب سے پڑھین ۱۲

حضور معلوم کرنا چاہتے ہین کہ وہ تصویر کہان ہے۔

شاہزادے نے زبان سے تو کچھ نہین کہا مگر سر ہلا کر اُسکے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ پنّا نے آگے بڑھکر قفل کھولا اور زور سے دروازے کو دھکا دیا۔ ایک عرصہ سے بند ہونے کیوجہ سے کواڑ سختی سے کھلے اور اُن کے کھلنے کی آواز دور تک پہونچی۔ دروازہ کھلتے ہی پنّا اندھیرے مین اندر داخل ہوئی شاہزادہ کی ہمت آگے قدم بڑھانے کی نہین پڑی۔ چمپا بھی لیمپ لیئے اپنے مقام پر بت کی طرح خاموش کھڑی ہو گئی۔

پنّا نے اندر پہونچکر اس قسم کی آواز دی کہ گویا اوس کمرے کے جسم بے جان مین جان آگئی ہے اسکی آواز کا مطلب یہ تھا کہ اس طلسمی و تاریخی کمرے کی سیر کرنے والے اندر چلے آئین۔ چنانچہ سب سے پہلے چمپا نے کمرے کے اندر قدم رکھا اور اسکے بعد شاہزادہ اور اُسکے جلیس داخل ہوئے۔ یہ مختصر کمرہ بہت ہی نفاست سے سجایا گیا تھا اگرچہ امتداد زمانہ سے مخملی پردون بچھوائیون اور ایرانی قالینون پر گرد و غبار کی ایک نئی تہ چڑھ گئی تھی سنہری اور روپہلی تار گرد کی وجہ سے نظر نہین آتے تھے مکڑیون کے جالون سے ہر طرف ڈوریان کھنچی ہوئی تھین۔ دیوارون پر خاک کی تہ جمی ہوئی تھی۔ درمیان کمرے مین ایک خوبصورت مسہری تھی جسپر پھولون کا ڈھیر تھا دوسری طرف دیوار سے متصل ایک بڑا قد آدم آئینہ رکھا ہوا تھا جو بیچ مین سے دو حصّون مین منقسم تھا اور اُسکے دونون طرف دو طلائی شمعدان استادہ تھے۔ جو اپنی نوعیت مین لاجواب تھے۔

جیسے ہی شاہزادہ نے کمرے کے دروازے مین قدم رکھا اُسکے جسم کا عکس آئینہ مین پڑا۔ چمپا دفعتاً جھجک گئی۔ کیونکہ وہ نہین کہہ سکتی تھی کہ یہ کس کا عکس ہے اُسنے پیچھے پھر کر دیکھا مگر کوئی شخص نہ تھا جس کا وہ عکس سمجھا جاتا۔ اُسکو اگر یہ خیال گزرتا تو کچھ بیجا نہ تھا کہ اُسکی نظر خطا کر رہی ہے مگر اُسنے وہ تمام ذرائع استعمال کر لیئے جو ایسے موقعہ پر فوری استعمال کیے جا سکتے ہین اُس نے آنکھون کو اپنے دوپٹہ کے آنچل سے صاف کر لیا منہ پر ہاتھ پھیر لیا مگر سوائے اسکے اور کچھ نظر نہین آیا کہ آئینہ کے بالمقابل ایک اور شکل اُسی دلکش تصویر کی ثانی کھڑی ہوئی ہے جسکے تیغ ابرو کا گھایل دل اُسکے سینے مین تھا۔ یہ کیا تھا۔؟

پنّا کی آواز پھر بلند ہوئی۔ شاہزادے اپنے سامنے دیکھیئے۔ آپکے سامنے آپکے بزرگ کی تصویر

شاہزادہ - اس کمرے کا دروازہ مقفل کیون ہے اور اس مین کیا چیز رکھی ہوئی ہے -

چمپا - کو اپنے ہوش مین ایک دن بھی ایسا یاد نہ تھا جب یہ دروازہ کھولا گیا ہو اسنے ہمیشہ اسکو اسیطرح مقفل دیکھا لہذا شاہزادہ کے سوال کا جواب نہ دیسکی - اور اس فکر مین سر جھکا کر کھڑی ہوگئی کہ مین کیا کہون - ابھی یہ کچھ جواب نہین دینے پائی تھی کہ ایک گوشے سے واقفکار بڑھی پنا لکڑی ٹیکتی کمر پر ہاتھ رکھے جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئی شاہزادے کے سامنے آئی - پیرانہ سالی کیوجہ سے اب اسکی حالت بہت زیادہ ردی ہوگئی تھی - جسم مین گوشت کا نام باقی نہ تھا - صرف پوست و استخوان نظر آتے تھے گردن پر سر سنگ لرزان کے بنے ہوئے گنبد کی طرح ہل رہا تھا قد بجائے تیر جانستان کے کمان کیانی بنگیا تھا منھ مین دانتونکا نام و نشان ہی نہ تھا چہرے پر جھریان پڑگئین تھین - شاہزادہ اسکے ہئیت کذائی سے کسی قدر خایف ہو کر پیچھے کی طرف ہٹگیا - مگر پنا نے آگے بڑھکر جُھک کر سلام کیا اور باادب عرض کیا -

پنا - حضور اس قدر خوف زدہ نہون یہ کنیز ہی پہلی عورت ہے جسکی گودیون مین اوّل اوّل حضور نے پرورش پائی ہے چونکہ بڑھاپے نے اب میری حالت کو بالکل تبدیل کردیا ہے اب کچھ نفس شماری باقی رہگئی ہین جنکو پورا کررہی ہون لہذا حضور کا نہ پہچاننا تعجبات سے نہین - ابھی ابھی حضور والا نے چمپا سے اس بند کمرے کے متعلق سوال فرمایا تھا یہ بیچاری کم عمر بچی اسکے متعلق کیا جواب دے سکتی تھی - لہذا مین نے باوجود کمزوری کے مناسب خیال کیا کہ خدمت اقدس مین حاضر ہو کر قدمبوسی بھی حاصل کرلون اور اس بند کمرے کے حالات سے بھی مطلع کردون - چمپا ہی نہین بلکہ اس محل کے تمام رہنے والے - اس کمرے کے حالات سے بالکل ناواقف ہین کیونکہ یہ ہمیشہ اسی طرح بند رہتا ہے اور کوئی شخص آجتک اس کے اندر نہین گیا ہے - مگر چونکہ کنیز اُسوقت موجود تھی جب اس کمرے کے صاحب واقعہ لوگون کی زندگی کا خاتمہ ہوا ہے اور آپکی پردادی یعنی ملکۂ اعظم نے اس کمرے کو بند کیا ہے جناب مرحومہ نے مجھکو سب سے زیادہ قابل اعتبار خیال کرکے اسکی کنجی بھی مجھ ہی کو سپرد فرمائی تھی - آج پچاس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا اُسوقت سے آجتک وہ کنجی نہایت حفاظت سے میرے پاس محفوظ ہے - حضور نے غالبًا اپنے پردادا کے انتقال پُرملال کی پُرحسرت داستان سُنی ہوگی - مین نہایت ذوق و شوق کیساتھ عرض کرتی ہون کہ تمام خاندان مین ایک حضور ہی کی ذات والاصفات ایسی ہے جو حسن مین اُن مرحوم کا مقابلہ کرسکتی ہے - آپ کے نگارخانہ مین اُنکی تصویر موجود نہین ہے کیا

اس گفتگو کے بعد چمپا پتا کے گرے سے چلی آئی اور صبح کو تاروں کے چھاؤں میں شاہزادے کے جوش محبت میں اس صادق المحبت عورت نے بادیہ پیمائی کی تکلیف گوارا کی اور بغیر کسی کو اطلاع کیے ہوئے تمام مکان پر ایک حسرت و یاس کی نظر ڈالکر روانہ ہو گئی۔

رحمت حسب معمول اپنے مکان کے دروازے میں صبح آٹھ بجے آکر بیٹھا اُسنے پہلے اپنی چارپائی بچھائی تکیہ رکھا اور اُسکے بعد چلم میں عمدہ خمیرہ تمباکو رکھکر تو ابھرا۔ یہ آگرہ میں نہایت کثیر الاحباب شخص تھا۔ اسکے دوست احباب صبح ہی سے اسکے پاس آجایا کرتے تھے بڑھاپے کی وجہ سے یہ خود تو اس قابل تھا نہیں کہ کہیں جا سکے۔ مگر اسکے ہم عمر ملنے والے اسکی دلچسپی کی غرض سے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ آجکل جاڑوں میں وہ دھوپ میں بیٹھا کرتا تھا۔ آج خلاف معمول ابتک اس کا کوئی دوست اس سے ملنے کیلئے نہیں آیا تھا۔ خمیرہ جو شہد دینے لگا اور وہ اسی طرح میں خاموش آنکھیں بند کیے حقہ کے دم کھینچ رہا تھا۔ اس نے ابھی دو ہی کش لیے تھے۔ کہ دروازے کی کنڈی ہلی اور یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس سے ملنا چاہتا ہے۔ اسکے دوستوں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس خاموشی سے کنڈی کھٹکھٹاتا اس نے اٹھ کر زنجیر کھول دی۔ جسکے چند ہی منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک شخص اندر داخل ہوا چونکہ رحمت نے پھر حقہ کے مزے لینے کیلئے آنکھیں بند کر لی تھیں لہذا آنے والا اُسکی چارپائی کے روبرو خاموش استادہ ہو گیا رحمت کچھ دیر تک استغراق کے عالم میں رہا کیونکہ وہ اپنے دوستوں کی طبیعت اور انداز سے واقف تھا۔ کہ وہ اس خاموشی کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے مگر اُسنے جب محسوس کیا کہ آنیوالے لبوں پر مُہر سکوت لگی ہوئی ہے تو اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُسکو یہ دیکھکر سخت تعجب ہوا کہ آج اُسکے سامنے بجائے بوڑھے سفید ڈاڑھی والے کسی دوست کے ایک نوجوان خوبصورت عورت برقعہ پہنے کھڑی ہوئی ہے۔ یہ حیرت کا پتلا بنگیا اُسکی سمجھ کام نہیں کرتی تھی۔ وضع و پوشش سے اُسکی سمجھ میں یہ تو آتا تھا۔ کہ یہ عورت نواب کے حرم سے آئی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ اُس کا بُت کی طرح خاموش استادہ رہنا متعجب کر رہا تھا۔ یہ بھی خیال گزرتا تھا۔ کہ حرم سرا سے اسکے آنیکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ غرضکہ وہ ایک عجیب مخمصے میں گرفتار تھا۔ آخر کار آنیوالے نے خود اس مہر سکوت کو توڑا۔ کیا آپ براہ کرم یہ بتلانے کی تکلیف گوارا فرمائینگے کہ یہ مکان رحمت علی کا ہے۔

رحمت۔ ہاں میں ہی ہوں رحمت۔ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو۔

طیار ہو گا۔

امینہ (ہنسکر) حضور اُس شخص کو انعام مین کیا شے عطا فرمائین گے۔ جو ایسی زبردست قربانی کریگا۔
شاہزادہ (اُسی لہجہ مین) اینہ میری تمام املاک اُسی کی ہے۔

اسی قسم کی گفتگو کرتے ہوئے۔ اور تصویر عبرت کی زیارت کرکے یہ سب لوگ اس کرے سے نکل کر واپس چلے گئے۔ چمپا نے بیگم کے کرے تک شاہزادہ اور اُنکے ساتھیون کو پہونچا دیا۔

(۲)

رات کو جب یہ دعوت ختم ہو گئی اور حرم سرا کی تمام روشنی گل ہو چکی ہر شخص آرام سے اپنے اپنے پلنگ پر پہونچکر نیند کے مزے لینے لگا تمام حرم سرا مین سوائے سونے والون کے خراٹون کے اور کوئی آواز باقی نہین رہی۔ اُسوقت چمپا اپنے کرے سے اُٹھکر آہستہ آہستہ محل کے اُس کنارے والے کرے مین پہونچی جہان اسکی پرورش کرنے والی بنّا رہتی تھی۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ بوڑھے آدمی کی نیند کم ہو جاتی ہے اور کچھ اپنے پیچیدہ خیالات کی اُلجھن کیوجہ سے بنّا اب تک جاگ رہی تھی اُسنے جو اسکو آتے دیکھا تو پوچھا۔

بنّا۔ تم اسوقت رات مین کیون آئی ہو۔

چمپا۔ میری پیاری امان کیا تم اتنی مہربانی کرو گی کہ مجھکو اُس شخص کا پتہ بتا دو جس نے اس تصویر کو ختم کیا تھا۔

بنّا۔ (ذرا غور سے چمپا کی صورت دیکھکر اور کچھ دیر سکوت کرکے) تم اُسکا پتا کیون دریافت کرتی ہو۔ کیا تمھاری مرضی اس کام کے حاصل کرنے کی ہے۔ خدا کیلئے اس خام خیالی سے باز آؤ۔ میری پیاری بیٹی اسکو یقین مان لو کہ اس کام مین تم صرف دو ہی برس مین اپنی آنکھون کو رو بیٹھو گی۔ پس اسی پر قناعت کرو جو تمکو بیگم صاحبہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس تصویر کو جس شخص نے پایۂ تکمیل پر پہونچایا تھا اُسکا نام رحمت ہے۔ اور اُس نے اسکے ختم ہوتے ہی اس کام کو چھوڑ دیا اور اپنا تمام مال و اسباب بیچکر یہان سے آگرے چلا گیا۔ مجھکو قاسم کی مان سے دوسرے روز اسکی اطلاع ملی۔ کیون بیٹی کیا تمھارا جانیکا ارادہ قطعی اور یقینی ہے۔؟

چمپا۔ (دونون ہاتھ بنّا کے گلے مین حمایل کرکے) پیاری امان ہان یہ صحیح ہے کہ مین جلد جانے والی ہون۔

بنانے کی مشق کروائی اُسکے بعد جاندار کیڑے مکوڑے چھوٹی چھوٹی چڑیون کا عکس لینے کا سبق دیا جب
اُسکا ہاتھ اس مین بھی پورے طور پر صاف ہوگیا تو پھر بڑی بڑی چیزون کی تصویر کی طرف توجہ کی چمپا رحم
اس کام مین بہت کچھ دلچسپی لے رہی تھی - مگر اُسکے رو برو ہمیشہ اُسکے معشوق شاہزادے کی تصویر بھی
تھی - اور دل آرزومند کا بار بار یہی تقاضہ ہوتا تھا - کہ جس قدر جلد ممکن ہو اُس امید افزا کام کو شروع کر دیا
جائے - لیکن رحمت کی دیر طلب اور نکتہ شناس طبیعت اُسکو کسی طرح آگے بڑھنے نہین دیتی تھی بلکہ مزید صفائی
کی غرض سے اُس شاہراہ سے اور پیچھے ڈھکیل دیتی تھی جہان وہ چلنا چاہتی تھی - اسی صورت سے چمپا کو
ایک سال گذر گیا - اور اب اُس کا ہاتھ اور چیزون کے بنانے مین رحمت کے مرضی کے مطابق ہوگیا - اسی زمانہ
مین اُس نے ایک تصویر ہندوستان کے مشہور عام عمارت تاج محل کی ایسی طیار کی کہ رحمت کو بھی یہ ماننا پڑا کہ ماہر
سے ماہر مصور بھی اس سے بہتر تصویر نہین تیار نہین کر سکتا اور اسکی تعریف کرتے ہوئے اُس نے اس بات
کو بھی کہدیا کہ اب چمپا شاہزادہ کی تصویر طیار کر سکتی ہے لیکن اگر وہ ایسی ہی محنت کریگی تو اُس کی نگاہ
بہت جلد اس قابل نہین رہیگی کہ وہ اپنے معشوق کی تصویر بنا سکے -
چنانچہ اُس نے اس خوف سے رات کا کام بند کر دیا اور دن مین بھی بعض وقت وہ اندھیرے مکان
مین آنکھ بند کرکے بیٹھ جاتی تھی تاکہ اُسکی نظر شاہزادے کی تصویر کیلیے قائم رہے -
ایک زمانہ تک ساتھ رہنے کیوجہ سے فاطمہ پر چمپا کے حالات کا انکشاف ہونے لگا اور اور اُس نے
بوجہ اسکے کہ اب وہ اپنے وعدہ کے مطابق اپنے کھانے کا صرفہ ادا نہین کرتی تھی کھانے کے انتظام مین
ڈھیل ڈالنا شروع کر دی تھی - ایک وہ شخص جو اپنے کھانے کے اخراجات کا بھی پورے طور پر کفیل
نہ ہو سکے وہ سچے سلمے ستارے کے خرید کا بار کیونکر اُٹھا سکتا تھا - اسلیے چمپا نے اپنا رات کا کھانا موقوف کر دیا
صرف ایک ہی وقت اتنا کھا لیتی تھی جو اُس مین معمولی قوت قائم رکھ سکے - اور اس انتظام سے جو کچھ روپیہ
بچا وہ اُس نے زردوزی کے سامان کی خرید مین صرف کیا - لیکن یہ اُسکی ایک سخت غلطی تھی
جس کا اُس نے خمیازہ بھگتا - اور رحمت کے قول کے مطابق اُسنے خود اس بات کو محسوس کیا کہ اُسکی
نگاہ روز بروز کم ہوتی جاتی ہے - مگر پھر بھی اُس نے اپنی بامردی سے اس یقینی ثبوت کو کالعدم کر دینا
چاہا - اُسکو اب سنہرے اور روپیلے سلمے ستارے مین مشکل سے فرق نظر آتا تھا - نظر کی کمزوری کام
مین رکاوٹ ڈالتی تھی اُسنے اس خیال سے کہ ابھی تصویر کے بننے مین بہت عرصہ ہے - اور نگاہ جواب

چمپا - میرا نام چمپا ہے - اور مین نوابون کی محل سرا سے آئی ہون

نواب کے محل کی عورت معلوم کرکے رحمت کو اپنے خیال کی تو تصدیق ہو گئی - لیکن اب یہ فکر ہوئی کہ اسوقت ایسے دور دراز مقام سے آگرہ آنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ اُس نے سوال کیا -

"تمکو مجھ سے کیا کام ہے اور کس نے یہان بھیجا ہے -"

چمپا - مجھکو کسی شخص نے نہین بھیجا ہے مین خود اپنی غرض سے حاضر ہوئی ہون اور آپکی عنایت و مہربانی کی متمنی ہون -

" اے غریب لڑکی تم نے مکان کی تلاش مین دھوکا کھایا - مین خود ایک غریب آدمی ہون اپنی گذر بمشکل تمام کرتا ہون تم مجھ سے کسی چیز کی کیا امید کرسکتی ہو - یہان امرا کے بہت سے مکانات موجود ہین وہان جاؤ وہ لوگ تمھاری اعلیٰ قدر مراتب دستگیری کرینگے -

چمپا - (زیرلب مسکراکر) مین آپسے روپیہ کی خواہشمند نہین ہون مین نے جس چیز کا سوال کیا ہے وہ ایک اور زبردست شئے ہے - مین صرف اِسکی خواہش مند ہون کہ براہ نوازش مجھکو سلمے ستارے سے کام بنانا سکھلا دیجئے -

چمپا کے اس جواب نے کہ وہ روپیہ پیسے کی خواہش مند نہین ہے بوڑھے رحمت کے خیالات کو بالکل تبدیل کردیا اُسکو دنیا مین سب سے زیادہ زردوزی کے کام سے محبت تھی اس نے صرف اپنی آنکھو نکے جانے کے خوف سے اسکو ترک کردیا تھا - لہذا اوّل تو اُسنے چاہا کہ اسکی استدعا کو رد کردے مگر پھر کچھ خیال کرکے منظور کرلیا اور چند باتین اُسکو اُسی وقت بتلائین بھی لیکن یہ کام ایسا تو تھا ہی نہین کہ چمپا کو ایک ہی دن مین سکھایا جاسکتا - اسلیئے اُسکو ٹھہرانا لازمی تھا مگر اب دقت یہ تھی کہ رحمت کے مکان مین کوئی عورت نہ تھی یہ تنہا اپنی زندگی بسر کرتا تھا - محلے کی ایک عورت فاطمہ نام اُس کا کھانا وغیرہ پکا دیا کرتی تھی رحمت نے اُسی کو بلاکر اُس سے کہا کہ وہ چمپا کو اپنے مکان مین ٹھہرائے چنانچہ ایک بہت بڑے معاوضہ پر وہ اُسکے لیے طیار ہوگئی اور قسمت نے بجائے نوابون کے محلات کے فاطمہ کا ذلیل جھونپڑا رہنے کیلیئے دیا - جسکو ایسے وقت اُس نے غنیمت سمجھا - چمپا اپنا دن کا تمام وقت رحمت کے پاس صرف کرتی تھی - اب تک تصویر کا کام نہین شروع ہوا تھا - کیونکہ یہ اس کام سے بالکل ناواقف تھی - رحمت اس سے ابھی مختلف رنگ کی تصویرین بنواتا تھا - پہلے اُس نے پھول اور درخت کی تصویرین

دے رہی ہے۔ رات کو بھی کام شروع کر دیا تھا۔ اب چراغ کی روشنی بھی اسکی کافی مدد نہین کر سکتی تھی
اس عرصہ مین شمالی ہوا چلنے لگی اور جاڑے کی آمد شروع ہو گئی دن کے وقت چمپا اپنے بستر سے اُٹھی مگر وہ گھر سے باہر نہ نکلی اُسنے یہ ارادہ کر لیا کہ وہ گھر ہی مین بیٹھکر اس کام کو ختم کریگی۔ درختون پر خزان آئی پتے جھڑنے لگے۔ جمنا کا نیلا پانی آفتاب کی کرنون سے سنہری چادر نظر آنے لگا۔ مکان سے باہر کی دنیا چمپا کی نگاہ مین اجنبی تھی اور وہ اپنے کام مین مشغول تھی۔

اب تصویر قریب الختم تھی اور اُسکی ضرورت نہ تھی کہ چمپا رات کو بیٹھکر محنت کرے اُس کا قطعی خیال یہ تھا کہ کل دوپہر تک وہ اُسکو ختم کریگی۔ لہذا چمپا ایک پژمردہ حالت مین دروازے کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ ہر شئے کی رونق دزدِ خزان کے ہاتھون لٹ چکی تھی درختون مین پتے کا نشان تک نہ تھا ہر نخل خشک اور غیر دلچسپ نظر آ رہا تھا۔ اس وقت چمپا اُس رات کو خیال کر رہی تھی جب وہ قمر کشتی کی دھن مین مکان سے نکلی تھی

فاطمہ دیر تک حقہ کے دم لگانیکے بعد اپنے مقام سے رحمت کے پاس گئی اور کچھ دیر کے بعد واپس آئی

اس عرصہ مین چمپا بھی اپنے کمرے مین آکر بیٹھ گئی اس نے تھوڑی دیر کے بعد پھر اپنے کام کو شروع کر دیا کیونکہ وہ یہ چاہتی تھی کہ جسقدر جلد ممکن ہو اس کام سے فرصت کرکے آگرے سے روانہ ہو جائے چنانچہ اُسنے اپنی روانگی کے تمام ضروری انتظامات بھی کر لیئے تھے۔ لیکن شام کا اندھیرا بہت جلد پھیلنے لگا۔ کمرے مین تو پہلے ہی سے اندھیرا تھا۔ مگر یہ شام ہو جانے کی وجہ سے نہ تھا۔ کیونکہ ابھی چند ہی منٹ پہلے فاطمہ اپنے صبح سویرے کے کام کاج کیلیئے نکلی تھی۔ چمپا کو خیال گذرا کہ شاید ابر کی وجہ سے اندھیرا ہے لہذا وہ باہر آئی۔ لیکن ایک ٹکڑا بھی ابر کا آسمان پر نہ دکھائی دیا۔ پھر خداوندا یہ کیا تھا۔ اور یہ کیسی سیاہی تھی جو اس تیزی سے اُسکی آنکھون مین سما رہی تھی۔ کیا یہ وہی منحوس اور ہمیشہ قائم رہنے والی مصیبت تھی۔ جسکے لیئے جہان دیدہ بیتا۔ اور بڈھے رحمت نے پیشینگوئی کی تھی۔ لیکن افسوس چمپا پر اسوقت وہ مثل صادق ہو رہی تھی کہ جب آنکھون کی سوئیان باقی رہگیئن اُسوقت نیند آگئی یا یہ کہ ؎

قسمت کو دیکھیئے کہ کہان ٹوٹی جا کمند دو چار ہاتھ جبکہ لب بام پر رہ گیا

چمپا تمام تصویر قریب طیار کر چکی تھی۔ صرف جسم کی جان اور حسن کی روح شاہزادے کی دلکش اور تیر افگن آنکھین بننا باقی رہگئی تھین۔ اس کے دل پر اس کا ایسا سخت اثر پڑا کہ اُس کا تمام جسم کانپ گیا دل بیٹھنے لگا۔ افسوس اُسکی وہ تمام محنت جو اُس نے اپنی جان بیچ کر کی تھی۔ صرف

چند منٹ کا وقفہ نہ ملنے کے وجہ سے ناتمام رہی جاتی تھی وہ اسی رنج و غم مین زمین پر اوندھی گر پڑی اور جلد بے نور ہو جانے والی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے آہ اسوقت اُس پر یہ شعر پوری طرح پر صادق تھا۔ ؎

حسرت یہ اُس مسافر بیکس کے رویئے جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

دیر تک زمین پر پڑے رہنے کے بعد اُس نے پھر سر اُٹھایا اور خیالات کو مجتمع کیا اب اُسکی نگاہ کے روبرو اس کے معشوق طرحدار کی تصویر موجود تھی جسکے ہر عضو پر حسینان جہان قربان ہوتے مگر افسوس ہے کہ آنکھین جو دراصل خوبصورتی کی روح رواں ہین اب تک بالکل خالی تھین حلقہ چشم موجود تھے مگر دیدے اور پتلی کی جگہ خالی تھی۔ جیبانے اس وقت اُن نفوس قدسی کا عزم و استقلال دکھلایا جو اولیا اور انسان اعظم کے لقب سے یاد کئے جاتے ہین۔ اس نے اپنے دلکو قابو مین کیا طبیعت کو روکا اور پھر کام کی طرف متوجہ ہوئی چونکہ اندر کمرے مین بیٹھکر دُور سے نظر نہین آتے تھے لہذا باہری دروازے کے قریب آکر بیٹھ گئی اور سخت محنت و جانفشانی سے اپنے معشوق شاہزادہ کی متوالی آنکھون کی تصویر بنا ہی لی۔ اب تمام کامون سے اُسے پورے طور پر فرصت ہو گئی تھی۔ اور وہ خود کھڑی ہوئی اس تصویر کا بغور مطالعہ کر رہی تھی حقیقت مین یہ تصویر اُس تصویر سے کم نہ تھی جو نواب صاحب کے حرم مین اسکی نگاہ سے گذری تھی۔ اسکو اسکے پورے ہونے کی بڑی خوشی ہوئی اور چہرے پر آثار سرور انبساط نمایان ہو گئے۔ لیکن آہ! چند ہی منٹ مین اُن آنکھون پر ہمیشہ کیلیے پردہ پڑ گیا جنھون نے ایسی نادر روزگار تصویر طیار کی تھی۔ سر در و دیوار نے اسکی اس پُر درد حالت پر زبان حال سے یہ شعر پڑھا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدی کہ بہار آخر شد

---

(۴)

ابھی پورے طور پر صبح نہین ہوئی تھی۔ آسمان کے قدرتی لیمپ یعنی ستارے ابتک روشن تھے ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چل رہی تھی اسوقت دو عورتین آگرہ کی اُس سڑک پر سفر کر رہی تھین جو شہر سے باہر جاتی ہے۔ ان دونون مین ایک بوڑھی تھی جسکے ایک ہاتھ مین ایک گٹھری اور دوسرے مین اپنی ساتھ والی نوجوان عورت کا ہاتھ تھا۔ دوسری عورت کافی حسین و نوجوان تھی۔ مگر قدرت نے اُسکو نور بصر سے معذور کر دیا تھا اسکے

بغل میں بھی ایک بنڈل تھا جسکو وہ اپنے برقعہ میں چھپائے ہوئے تھی یہ دونوں عورتیں آہستہ آہستہ یکسو تنہا سفر کررہی تھیں۔

بوڑھی۔ (دفعتاً ذرا زوردار آواز سے) اب میں زیادہ نہیں چل سکتی میرے پاؤں بالکل شل ہوگئے ہیں تم کیوں نہیں کچھ دیر آرام لیلیتی ہو تو اب کی حرمسرا اب یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ محلات کے سفید سفید مینار صاف نظر آرہے ہیں۔

اندھی لڑکی اُسکے حکم کے مطابق بیٹھ گئی۔ جس مقام پر یہ دونوں بیٹھی تھیں۔ یہاں نواب صاحب کے بزرگوں نے ایک آم کا باغ لگا دیا تھا جسکے چند درخت ابتک بھی موجود ہیں چنانچہ ان دونوں نے انھیں درختوں کے سایہ میں دھوپ سے پناہ لی۔ بڈھی عورت خاموش رہنے کی عادی نہ تھی وہ تمام راہ بھی بکتی ہوئی آئی تھی۔ اور یہاں بھی اُس نے خاموش بیٹھنا پسند نہیں کیا چنانچہ اُسنے اپنی ہمراہی سے کہا۔

بوڑھی۔ تمکو اسکی خبر ہے کہ فاطمہ نے مجھکو تمھارے ہمراہ کرتے ہوئے کیا کہا تھا۔ اُس نے بیان کیا تھا کہ تم نواب صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ اور تمھارے پاس بہت کافی دولت موجود ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے اسقدر دور دراز سفر پیدل طے کرنے کا کیوں ارادہ کیا۔

اندھی لڑکی۔ (سر اُٹھاکر اور سوال کرنے والے کیطرف رُخ کرکے) اماں میں نواب صاحب کے خاندان سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہوں۔ میں صرف اُنکے یہاں زمرہ ملازمان میں داخل ہوں۔ میرے پاس جو کچھ روپیہ تھا وہ سب صرف ہوچکا۔

بوڑھیا۔ تم نواب صاحب کے یہاں کی ایک ملازمہ ہو یہ فاطمہ بھی ایک بڑی جھوٹی عورت ہے کیوں تمھاری آنکھیں کیسے جاتی رہیں۔

لڑکی (کسیقدر مسکراکر) میں نے اپنی نظر خدا کے نذر کردی۔

قبل اسکے کہ اُسکی زبان سے یہ فقرہ پورے طور پر ادا ہو بے نور آنکھوں سے دریائے اشک اُمنڈکر زرد زرد رخساروں پر آگیا۔

بڑھیا۔ بیٹی نہ روؤ واقعی تمھاری بدقسمتی تمھارے لیئے سخت تکلیف دہ ہے۔ میری بھی ایک بچی موجود ہے جو ستر برس کی عمر میں اندھی ہوگئی ہے اُسکی وجہ سے صبح سے شام تک ہم لوگوں کو بہت دقت ہوتی ہے۔ لیکن تمھاری بدقسمتی میں شک نہیں کہ تم جوانی میں اندھی ہوگئی ہو۔ کیوں بی بی۔

تمھارے اس گٹھری مین کیا شے ہے۔ یہ سونا ہے یا چاندی۔ مین دیکھتی ہون کہ تم اُسکی بہت زیادہ حفاظت کر رہی ہو۔ بلکہ تمکو جان سے زیادہ عزیز ہے۔

لڑکی۔ امان یہ سونے چاندی سے کہین زیادہ بہتر و برتر ہے۔ مین نے اسکو اپنی جان کی قیمت دیکر خریدا ہے۔

بڑھیا۔ (ایک مشکوک نگاہ ڈالکر اور اپنے آپ سے) سونے چاندی سے زیادہ قیمتی ایسی چیز دُنیا مین کیا ہوسکتی ہے۔ غالباً کچھ جواہرات اس عورت نے نواب صاحب کے محل سے چُرائے ہین وہ اس گٹھری مین بندھے ہوئے ہین۔

چونکہ چمپا اس دور دراز سفر سے بالکل چور ہو گئی تھی لہذا وہ ایک درخت کی جڑ پر سر رکھکر بے خبر سو گئی اور اس قدر سوئی کہ بالکل شام ہو گئی یہ تو اب بھی نہ جاگتی اگر اسکی ساتھی بڑھیا اُسکو نہ جگاتی۔ تم خوب سوئین تمام دن ختم کر دیا۔ لو اب جلدی چلو۔ کیا تمھارا یہ ارادہ ہے کہ آج حرم سرا مین نہ جاؤ۔

چمپا (کھڑے ہو کر) امان تم مری گٹھری مجھے دو راہ کی خاک نے اُسکو بہت کچھ میلا کر دیا ہو گا۔

اسکے بعد یہ دونون جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئین روانہ ہوئین۔ مگر یہ حرم سرا کے دروازہ پر اُس وقت پہونچین جب دروازہ بند ہو چکا تھا۔ ہر طرف چراغون کی روشنی ہو رہی تھی اور لوگون کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔

چمپا (لوہے کے پھاٹک کے سامنے کھڑے ہو کر بڑھیا سے) لو یہ روپیہ دربان کو دو اور اُس سے کہو کہ وہ مجھکو شاہزادے کے محل مین پہونچا دے۔

روپیہ لیکر سنتری نے دروازہ کھولا اور چمپا کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوا۔ چونکہ چمپا اس مکان مین نئی نہ تھی۔ اُسکے قدم اس زمین سے بخوبی آشنا تھے۔ لہذا باوجود اندھے ہونے کے وہ بخوبی دربان کے ہمراہ جا رہی تھی۔ اثنا رراہ مین چمپا کے خیالات اُن پچھلے زمانہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب وہ اس محل مین رہتی تھی اُسکے تصور مین وہ جگہ دکھائی دے رہی تھی جہان باغ مین کھڑے ہو کر وہ شاہزادے کے محل کی طرف دیکھا کرتی تھی۔ اُس کو وہ کھڑکی یاد آ رہی تھی جہان بیٹھکر بڑی بیگم باغ کی سیر کرتی تھین۔

وہ تعجب سے اس امر کو

خیال کر رہی تھی کہ کیا اب پتا زندہ ہو سکتی ہے کیا اسوقت بیگم کھڑکی میں بیٹھکر ادھر دیکھ رہی ہون گی۔
چمپا رفتہ رفتہ اُس زینہ پر پہونچگئی جو شاہزادہ کے ملاقاتی کمرے مین جاتا تھا۔ اسوقت چمپا کے قدم آگے نہین بڑھتے تھے۔ دل ہاتھون اُچھل رہا تھا اور وہ تمام گفتگو جو اُسنے شاہزادہ کے سامنے کرنے کے لیئے سوچی تھی بالکل محو ہو گئی تھی۔ دربان نے اسکو چیمبرلین کے پاس پہونچا دیا جس نے اس سے کہا
"تو اب تم میرے ہمراہ چلو"۔
یہ اب اُس کے ساتھ روانہ ہوئی۔ دوسرے کمرے مین پہونچکر اُس کو ایرانی قالینون کے نرم نرم روؤن سے اندازہ ہو گیا۔ کہ وہ شاہزادے کے کمرے مین ہے۔ یہان پہونچکر اس کا سر ہی جھکا اور عرض کیا "ایک فقیرنی حضور کی نگاہ کرم کی امیدوار ہے"۔
یہان اسوقت کمرے مین شاہزادے کے سب متعلقین موجود تھے۔ لیکن چونکہ چمپا یہان اس سے پیشتر نہین آئی تھی۔ لہذا کسی کا اُسکو پہچاننا مشکل تھا اور خود شاہزادے نے اُسکو صرف ایک ہی مرتبہ دیکھا تھا چمپا نے قدمون کی آواز اور بولنے سے پہچان لیا۔ کہ شاہزادہ اُسکے قریب آرہا ہے چنانچہ اُس نے اسکے قریب پہونچکر کہا۔
شاہزادہ۔ کیون تم کیا چاہتی ہو۔
چمپا کی زبان سے ایک لفظ نہین نکلتا تھا۔ وہ بتا کی طرح خاموش استادہ تھی اور شاہزادہ بار بار اس سے سوال کرتا تھا۔
شاہزادہ۔ تم یہان کیون آئی ہو اور کیا چاہتی ہو۔
چمپا۔ (مہین آواز مین) مین کچھ حضور کے نذر کرنے کے لیئے آئی ہون نہ کہ کچھ مانگنے۔
اس جواب سے تمام حاضرین کمرہ متحیر ہو گئے، اور ہر شخص اسکی صورت دیکھنے لگا۔ چمپا نے اپنے آپ کو شاہزادے کے قدمون پر گرا دیا۔ خود شاہزادے کو اُسکے جواب سے ایک تعجب ہوا اور کہا
شاہزادہ "حقیقت مین تمھارا عجیب سوال ہے۔
چمپا نے فوراً گٹھری کھولکر شاہزادہ کے سامنے رکھدی اور اُس نے جلدی سے جھک کر اُسکو دیکھا اُسوقت چمپا کے پاؤن جواب دے رہے تھے وہ زمین پر بیٹھ گئی اُسے دفعتاً ایک آواز سنائی دی کہ یہ تو غلاف ہے اسکے اندر کیا ہے۔ اب قربانی کی قدر کا وقت تھا کہ یکایک اُس نے زور سے ہنسنے کی آواز

سنی اللہ اللہ یہ کیا ہوا چمپا کا تمام جسم کانپ گیا کہ کیا میری تمام زندگی کی تباہی کا یہ نتیجہ تھا کہ میری محنت پر تھپڑ بازی ہو۔ اسی عرصہ مین ایک مستانہ آواز سنائی دی کہ "کیا یہ عورت پاگل ہے کہ شاہزادہ کے لیئے تحفتاً میلے چیتھڑے لیکر آئی ہے۔

اس آواز نے چمپا کے ہوش اُڑا دیئے۔ اُسکو مشکل سے یقین آرہا تھا کہ میری گٹھری سے تصویر کے بجائے میلے کچیلے چیتھڑے نکلے ہین۔ مگر اُسکے اوپر اس ناکامی کا اس قدر اثر ہوا کہ اُس کا سر چکرانے لگا۔ تمام جسم کانپا اور وہ تھراکر شاہزادے کے قدمون پر گر پڑی اسکے جسم سے روح پرواز کرگئی وہ چندہی منٹ مین مٹی کا ڈھیر ہوگئی۔

شاہزادہ (اپنے خادمون سے) اسکو یہان سے جلد اُٹھالیجاؤ۔ یہ مری نہین ہے۔ کسقدر بے ایمان عجیب ایک ساتھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ صبح کو مین نے ایک بڑھیا سے اسی قسم کا ایک عمدہ کام پایا تھا اور شام کو بھی اُسکے جواب کی اُمید تھی مگر دیکھیئے اِس جا یہ واقعہ ہوا۔

سب لوگ مردہ چمپا کو اُس مقام پر چھوڑکر چلے گئے دیوار کے مقابل سے دو سفید چمکدار آنکھین اُسکی طرف دیکھ رہی تھین اور اسکی حالت پر مسکرا رہی تھین۔

چمپا کی حالت کو دیکھکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ تقدیر تدبیر پر حاوی رہتی ہے۔ اس نے کیا چاہا تھا اور تقدیر نے کیا کر دکھایا ؎

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کرد فلک راچہ مجال

(ترجمہ) حکیم ابو البیان نسیم علوی

حضرت اکبر الٰہ آبادی کی وفات

افسوس کہ ۶۔ محرم ۱۳۴۰ھ یوم جمعہ ۳ بجے دن مطابق ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو لسان العصر حضرت مولانا سید اکبر حسین اکبر الٰہ آبادی نے انتقال فرمایا۔ آٹھ روز مرض پیچش میں مبتلا رہے۔ رحلت سے دو روز پہلے بیہوشی طاری ہوگئی تھی اور کسی کو نہ دیکھتے تھے اور نہ پہچانتے تھے۔ زندگی کی آخری رات کو ہوش آیا۔ تو اٹھ بیٹھے اور فرمایا عینک لاؤ۔ قرآن شریف لاؤ میں پڑھونگا" کہا گیا رات ہے صبح تلاوت فرمایئے گا نگاہ پر زور پڑیگا ارشاد ہوا کہ ابتک میری کوئی نماز تہجد سمیت قضا نہیں ہوئی ہے نہ تلاوت کو ناغہ کیا۔ میں ابھی پڑھنا چاہتا ہوں۔ یہ کہتے کہتے پھر غشی طاری ہوگئی۔ جمعہ کے دن میں گیارہ بجے دہلی سے الٰہ آباد پہنچا اسوقت سوائے حضرت کے فرزند سید عشرت حسین کے اور کوئی مرد احباب اور اقربا میں سے موجود نہ تھا۔ حضرت گاؤ تکیہ کے سہارے لیٹے تھے۔ آنکھیں نیم باز تھیں۔ پتلیاں اوپر کو چڑھ گئی تھیں۔ ناک کا بانسہ ڈھل گیا تھا۔ آخری پسینہ آرہا تھا سانس اکھڑ رہا تھا۔ پاؤں سمٹے ہوئے تھے۔ میں قریب بیٹھا تو عشرت میاں نے کہا یہ خواجہ صاحب دہلی سے آگئے ہیں۔ اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے ہاتھ کو اٹھا کر چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ جب بھی بظاہر ان کو خبر نہ ہوئی اسکے بعد میں حزب البحر آواز سے پڑھنے لگا اور جب فقرہ پڑھا۔ نِعْمَ الرَّبُّ رَبِّیْ وَ نِعْمَ الْحَسْبُ حَسْبِیْ اچھا خدا میرا خدا۔ اچھا ٹھکانا میرا ٹھکانا۔ تو انھوں نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا میں نے اسکو پکڑ لیا تو حضرت نے میرے ہاتھ کو دبایا۔ میں سمجھا اس جملہ کی تکرار چاہتے ہیں چنانچہ کی گئی۔ پھر جب عَیْنُ اللّٰہِ نَاظِرَۃٌ اِلَیْنَا خدا کی آنکھ ہماری طرف دیکھ رہی ہے پڑھا تو اسی طرح میرے ہاتھ کو دبایا۔ اور میں نے کئی بار تکرار کی۔ حزب البحر کے بعد میں کلمے پڑھنے لگا۔ اور جب میں نے لاموجود الا اللہ پڑھا تو حضرت کے ہاتھ میں رعشہ کی سی جنبش ہوئی اور میں نے دیکھا کہ حضرت کے ہونٹھوں کو جنبش ہے اور وہ بھی کچھ پڑھ رہے ہیں۔ اسیطرح رفتہ رفتہ سانس ہلکا ہونے لگا اور تین منٹ باقی تھے کہ سانس ختم ہوگیا اور زندگی پوری ہوگئی کئی سال سے وصیت فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو دہلی میں حضرت محبوب الٰہی کے ہاں دفن کیا جائے۔ لیکن اس مرض الموت میں جبکہ عشرت میاں صاحب پرتاب گڑھ سے آئے تھے اپنے بھانجے راجہ میاں سے ارشاد ہوا کہ تم اکیلے ہو میں مر جاؤں تو والد کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ میں نے میت کو دہلی لیجانے پر اصرار کیا عشرت میاں بھی راضی تھے مگر تازہ وصیت کی بنا پر بعض اقربا نے الٰہ آباد میں دفن کرنا ضروری سمجھا۔ اور رات کو دس بجے اپنے والد کے بائیں دفن ہوئے۔

حسن نظامی

تنقید کتب

دیباچہ صحت | مولفہ جناب ڈاکٹر الطاف حسین خان صاحب (علیگ) ایل۔ آر۔ سی۔ پی۔ ایم آر۔ سی۔ ایس (لندن) آئی۔ ایم۔ ایس۔ دفتر انجمن ترقی اردو نے شائع کیا ہے۔ صحت کے متعلق مفید عام باتیں بڑی سلیس اور دلنشین عبارت میں بتلائی گئی ہیں۔ ہوا۔ پانی۔ غذا انسان کی فطری ضروریات ہیں۔ اور انسان کی صحت کا دار و مدار انکی صفائی اور پاکیزگی پر قائم ہے۔ مؤلف نے ان امور کی خوب توضیح کی ہے۔ بالخصوص غذا کا بیان بہت مدلل ہے۔ ذاتی تجربات اور تحقیقات کی کمی اطبا کی مستند رایوں سے پوری کردی گئی ہے۔ لباس، مکان، امراض متعدیہ پر مفید اور قابل عمل مشورے دیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں کئی مستند انگریزی کتابوں کی تلخیص کردی ہے جو انگریزی معاشرت کی ضروریات اور حالات کے اعتبار سے لکھے جانیکے باعث بعض جزدی امور میں ہمارے لیے ناقابل عمل ثابت ہونگی۔ لیکن انکی بنیادی اصولوں کی پیروی اس دور امراض میں یقیناً بقار صحت کی ضامن ہوگی۔ کتاب کی ضخامت ۵۰۰ صفحات ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ قیمت للعہ۔

زچہ اور بچہ ۔ ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔ بعض ہدایتیں ہندوستان کی معاشرتی اور اقتصادی حالت کو دیکھتے ہوے ناقابل عمل ہیں۔ لیکن متوسط الحال گھرانوں میں جہاں بہت سی خرابیاں جہالت کے باعث پیدا ہوتی ہیں کہ لیے ماں کی کے باعث اس کتاب کے مشوروں پر عمل کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔ قیمت ۱۲۔

تجارت کی پہلی کتاب ۔ بہت مفید، باموقع اور علمی مشوروں سے پر ہے۔ مولوی سید ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہانپوری نے حضرت مولینا خواجہ حسن نظامی کی ایما سے تالیف کی ہے۔ تجارت کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے۔ ابھی نو جلدیں اور نکلیں گی۔ جن میں بعض زیر تالیف ہیں اور بعض عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔ تجارتی تعلیم، تجارت کی مختلف صورتیں مثلاً دوکانداری کمیشن

ایجنسی، ٹھیکہ داری، تعمیل فرمائشات، ساہوکاری، آڑھت، وغیرہ کا مجمل ذکر کیا گیا ہے۔ متعدد ایسی چھوٹی چھوٹی مصنوعات کی تفصیل کی گئی ہے جو بہت کم سرمایہ سے کیجا سکتی ہیں لیکن نفع خاصہ ہو سکتا ہے کاروباری آدمی کا نظام عمل اور کاروباری آدمی کا کیرکٹر ان دونوں ابواب میں بتدریج تجارت کو کامیابی کے ساتھ تجارت کرنے کے لیے بیش قیمت ہدایتیں ملینگی۔ آخر کے دو ابواب عام تجارتی معلومات مثلاً بیمہ، رسوم اسٹامپ، قانون ٹریڈ مارک، ڈاک تار، ریلوے وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اور آخر میں تنخواہ سود، بٹاو، سکہ، وغیرہ کے جداول دیئے گئے ہیں جو ہر ایک کاروباری آدمی کے لیے مفید ہونگے کاغذ کتابت عمدہ قیمت عمر

نکات الشعرا۔ استاد الشعرا میر کا فارسی تذکرہ ہے۔ اس زمانہ میں اردو نثر کا رواج تھا۔ مہذب حلقہ میں بالعموم فارسی ہی مروج تھی۔

میر محض فن شعری کے باکمالوں میں نہیں ہیں۔ انکی فارسی عبارت بھی نہایت پر لطف سلیس اور فصیح ہے اس تذکرہ میں ۱۰۴ شعرا کے مجمل حالات ہیں۔ انکے کلام کے نمونے بھی بالالتزام دیئے گئے ہیں۔ میر صاحب کو آبحیات نے نہایت نازک مزاج مغرور تنگدل انسان کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اس تذکرہ سے انکی صاف تردید ہوتی ہے۔ میر نہایت منکسر مزاج خوش اخلاق، خندہ جبین، سخن شناس، دادرس، درویش صفت بزرگ تھے شعرا کے کلام کی بڑی فیاضی سے داد دیتے ہیں انکا ذکر بڑے ادب اور احترام سے کرتے ہیں۔ اور بعض شعرا کے تذکرہ میں تو ایک ایک لفظ سے حسن عقیدت ٹپکا پڑتا ہے تاریخی اعتبار سے بھی یہ تذکرہ بیش بہا شے ہے۔ اسوقت دلی کے تخت پر احمد شاہ جلوہ افروز تھے۔ خانہ جنگیوں کے ہنگامے برپا تھے۔ میر صاحب کے بیان سے صاف عیان ہوتا ہے کہ اس عہد کے شرفا کی خصوصیات یہ تھیں خوش اخلاق، زندہ دلی محبت اور وفا، علم و فن کا ذوق اور انکی خدمت۔ سپہ گری، خودداری اور وضعداری۔ اور یہ اس حالت میں جبکہ دائرہ معاش بہت تنگ ہو چکا تھا۔ جابجا درسگاہیں اور ادبی مجالس قائم تھیں۔ جہاں کمال کے جوہر چمکتے تھے۔ مولانا محمد حبیب الرحمن خانصاحب شروانی نے ایک بسیط دیباچہ لکھکر اس تذکرہ کی وقعت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔

اس تذکرہ میں ہمکو میر صاحب کی اس معاصرانہ بد مزاجی اور تنگ ظرفی کا کہیں پتہ نہیں چلتا جسکا آبحیات میں بار بار ذکر آیا ہے۔ سودا میر کے رقیب تھے لیکن ان کی نسبت فرماتے ہیں۔ جوانیست خوش خلق و خوشخو، گرمجوش یار باش، شگفتہ روئے... سرآمد شعرائے ہندی اوست... بسیار خوش فکر است... چنانچہ ملک الشعرائی ریختہ او را شاید۔ اس تذکرہ کو شایع کر کے دفتر انجمن ترقی اردو نے اردو زبان پر عام احسان کیا ہے۔ کاغذ اعلی قیمت فی جلد عہ ملنے کا پتہ:۔ سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد۔ دکن۔

ازمنۂ ہند

(ماضی)

اے ہند! اہلیت میں ترا وہ بھی دَور تھا — جب قدرتی روش پہ ہر اک طرز و طور تھا

کیا لطف تھا نمودِ حقیقت طراز میں — تھا جلوۂ قبول ترے نقشِ ناز میں

کس تازگی کے ساتھ ہوا تھا ظہورِ حسن — [illegible] تھی تری گرمیِ نورِ حسن

ظاہر جو تھا اثر عملِ بے مثال کا — تیرا وجود تھا کہ مرقع کمال کا

قدرت دکھا رہی تھی صفا اپنی شان کی — پاکیزہ ساز ادا تھی ترے آن بان کی

پیدائشی نکھار ہر اک مرد و زن میں تھا — کچھ اور رنگ تیرے گل و یاسمن میں تھا

خوشبوئے دلپسند میں تیزی ذرا نہ تھی — پھر بھی جہاں میں اُس سے تھی کوئی جا بچی

تھا یعنی تجھ سے دہر پہ عالم سرور کا — کیف آفرین نظارہ تھا حق کے ظہور کا

روحانیت بھری تھی سراپا صفات میں — تھا زندگی کا رنگ عیاں کائنات میں

تھی جانفزائیوں سے جو مملو ادا تری — قیمت نگاہِ خلق میں تھی قدر زا تری

تھی عین زینت آہ، تری سادگی نہ تھی — رفعت تھی اصل میں مگر افتادگی نہ تھی

اِس طرح تھا روش میں جو اک طورِ ارتقا — تو واقعی وہی تھا ترا دورِ ارتقا

ہاں جس کی برکتوں کا فسانہ ہے آج بھی — توصیف کا لبوں پہ ترانہ ہے آج بھی

دلکش ہیں اسلئے اب بھی وہ نقشے خیال کے — جلوے دکھا رہے ہیں جو تیرے جمال کے

سچائیوں کی جبیں ضیا تھی چمک رہی — صورت میں یعنی صاف تھی سیرت جھلک رہی

خود نفس پر مدام تجھے اختیار تھا — خوفِ غنیم تھا نہ غمِ گیر و دار تھا

کتنے فراغ خیز مزے روز و شب کے تھے — آزادیوں میں تیرے تماشے غضب کے تھے

فرطِ غنا سے دل میں جو اصلاً الم نہ تھا — سامانِ انبساط کہیں تجھ میں کم نہ تھا

تیرا فروغ سب کے حسد کا رزندگی — تھا کاشفِ فضیلتِ معیارِ زندگی

اِس طرح سب کا اوج پہ جب تو ہر آن تھا — بیشک جب ہی تو دہر میں جنت نشان تھا

یکسر فدائے خوبیِ اطوار تھی تری — دنیا ہزار جاں سے پرستار تھی تری

(حال)

لیکن نظارہ عام ہے تغیرِ حال کا — آیا جہاں میں وقت ترے بھی زوال کا

جتنا ہی اصلیت سے ہٹا آستاں ترا — دُھندلا پڑا اسیقدر رنگِ سرفشاں ترا

کیا طبعِ خام فکرِ تصنع میں پڑ گئی — صورت کے ساتھ ہی تری سیرت بگڑ گئی

آیا تری خصوصیتِ متصل میں فرق — آب اور گل میں فرق، زباں اور دل میں فرق

حق ریز تھی صدا، تو وہ خاموش ہو گئی — جو بات قدر زا تھی، فراموش ہو گئی

اپنی سمجھ میں گرچہ بنا ہوشیار تو — غفلت شعاریوں سے ہوا حیف خوار تو

ہر طرح ہو کے شیفتۂ رنگِ مادی — تو پڑ گیا بس آپ ہی بندش میں غیر کی

تحریکِ حرص پر جو چلا لحظہ وار تو — ہوتا گیا جہاں کی ہوس کا شکار تو

کھولا جو آپ اپنے لئے تو نے بابِ ظلم — اغیار سے ہوا وہیں تقدیر بابِ ظلم

بیگانگی سے تھیں جو وفا کیشیاں تری — تیرے لئے ہوئیں وہ بد اندیشیاں تری

اِنسانیت کی تجھ سے جو سب خُو و بُو گئی — جُرأت گئی، نمو گئی، آبرو گئی

ہو کر کبھی وقارِ جہاں کا کفیل تو — حیف اب نگاہِ بد میں ہے کتنا ذلیل تو

کیا اہلیت کے تجھ میں کچھ آثار بھی نہیں؟ — کیوں تیری اہلیت کا اب اقرار بھی نہیں

مشقِ جفا ہے اور توجہ کی لاف ہے — احسان عشق کا تو یہ خوب اعتراف ہے

کیونکر نہ سکتہ خیز ہوں حیرانیاں تری — یہ دولت اور یہ بے سر و سامانیاں تری

کس طرح ہو کے تنگ ہوس رانیوں میں تو — اب مبتلا ہے سخت پریشانیوں میں تو

بنکر فریب خوردۂ اوہامِ آرزو — تو رہ گیا اخیر میں ناکامِ آرزو

راحت کا شائبہ مگر افسوس میں نہیں — حسرت بھی کیا ترے دلِ مایوس میں نہیں

کیا فرطِ غم ذرا بھی نہیں لطف زا ہنوز؟ — تو لذتِ الم سے ہے نا آشنا ہنوز

دردِ آفریں ہے گرچہ پئے دل محن کی یاد　　آتی تو ہے فراغتِ عہدِ کہن کی یاد !
اس طرح ہے جو کچھ اثرِ عام انقباط　　تیرے لئے ہے مژدۂ ایامِ انبساط

مستقبل

جانے کو ہے تنزلِ رنج آشنا کا دور　　آتا ہے پھر ترقی راحت فزا کا دور
تخریب ہے تو ہے رُخِ ترکیب آڑ میں　　آغاز ہے بناؤ کا تیرے بگاڑ میں
غارت ہوا جو کرکے گناہوں سے سازِ تو　　کس طرح بن رہا ہے پھر اب پاکباز تو
ایثار کا نظر میں ہے یکسر سماں پھر آج　　سچائیوں پہ ہوتی ہیں قربانیاں پھر آج
شوقِ شہادت آج چلا پا رہا ہے پھر　　مرنے میں زندگی کا مزہ آ رہا ہے پھر!
ذوقِ عمل سے پھر جو ترے دل میں جوش ہے　　کیا کیا ترے عناصرِ شامل میں جوش ہے
رنگت سے کچھ نمو کی پھر اُجڑی فضا میں ہے　　فرحت کی کچھ نمود سی موجِ ہوا میں ہے
بوئے شمیم ہے جو کچھ آتی دماغ میں　　آتی ہے پھر بہار ترے باغ و راغ میں
جن میں کھلیں گے گلشنِ خلدِ بریں کے پھول　　اور تازہ ہونگے فیض سے ساری زمیں کے پھول
لطف آفرینیوں سے چڑھیگا وفا کا رنگ　　ہاں جن پہ ہوگا سادگیوں سے صفا کا رنگ
تحریک ہوگی دید سے جذباتِ پاک کی　　تسکین ہوگی خاطرِ اندوہناک کی
آئے گا ایکبار پھر انسانیت کا دور　　اس مادی زمانہ میں روحانیت کا دور
محدود پھر رہے گا اثر کیا جہان تک ؟　　جائے گی نکہت اُڑتی ہوئی آسمان تک
ہر طرح یوں بنے گی جو مستوجبِ قبول　　ہوگا زمیں پہ رحمتِ باری کا پھر نزول
شادابیاں دکھائیں گی جلوہ پھر ایکبار　　سرسبز ہوگی کشتِ تمنا پھر ایکبار
ہوگی اگرچہ سارے جہاں کو خوشی نصیب　　ہوگی مگر تجھے وہ خوشی واقعی نصیب
ملتی ہے بالخصوص جو اس سعیِ عام سے　　جو خلق کو چھڑاتی ہے رنجِ مُدام سے
کرڈالے گا غرضکہ یہ کارِ عظیم تو　　قائم کرے گا اپنی نظیرِ قدیم تو
بلکہ نمود ہوگی جو پھر گیا آن و کرم کی　　ہر سمت ہوگی جلوہ گری سبزۂ حرم کی
جب جب زمانہ جادۂ حق سے جدا ہوا　　تو ہی ہمیشہ اُسکے لئے رہنما ہوا

حسرت سے تک رہا ہے تجھے کل جہان پھر
اے ہند! ہے وفا میں ترا امتحان پھر

اقبال ورما سحر ہتگامی

تصویرِ تصوّر

(۱)

سحر کے وقت جب اُٹھتا ہوں اپنے بسترِ غم سے
مجھے حیران کر دیتی ہے میری خود فراموشی

ٹپک پڑتے ہیں کچھ دامن پہ آنسو چشمِ پُرنم سے
لبِ فریاد ہو جاتے ہیں وقفِ مُہرِ خاموشی

(۲)

نگاہیں جب پہ جم جاتی ہیں پھر ہٹ ہی نہیں سکتیں
کہ اُس میں جذب ہو جاتا ہے ہر تارِ نظر میرا

کسی صورت سے بھی جنبش نہیں کرتا تنِ غمگیں
اسی عالم میں زانو پر رکھا رہتا ہے سر میرا

(۳)

یکایک مجھ پہ چھا جاتی ہے پھر کچھ ایسی محویت
تنِ بیحس کی صورت روح بھی بیہوش ہوتی ہے

دلِ محزونِ فقط رہتا ہے کچھ کچھ مائلِ حرکت
وگرنہ قوّتِ احساس تک خاموش ہوتی ہے

(۴)

یونہی بیٹھا ہوا کچھ سوچتا رہتا ہوں میں جب تک
کہ بن جاتا ہے دل مرکز خیالاتِ پریشاں کا

یہ حالت بھی بدل جاتی ہے تھوڑی دیر میں یکایک
اور ان آنکھوں میں کھنچ جاتا ہے نقشہ یارِ جاناں کا

(۵)

بالآخر یک بیک وہ درد اُٹھتا ہے مرے دل میں
کہ اک بجلی سی گر پڑتی ہے سارے جسمِ مضطر پر

لہو کے اشک بھر آتے ہیں چشمِ نیم بسمل میں
اور اتنا کھنچے میں مجبور گر پڑتا ہوں بستر پر

الٰہی نالۂ شبگیر کی تاثیر کیا ہو گی
کسی کو خواب میں دیکھا تو ہے تعبیر کیا ہو گی

تسکین قریشی (سورونی)

لطفِ سخن

غزل مرزا جعفر علیخاں صاحب۔ بی۔ اے

بہت دُھندلے نظر آتے ہیں سب نقش و نشاں مجھکو
یہ میری بیخودی لیجائیگی آخر کہاں مجھکو

ہر اک شئے میں سکوں کیساتھ لرزش کا تموّج ہے
نیا عالم دکھاتا ہے مرا ضبطِ فغاں مجھکو

ہوا میں کچھ دھواں سا اُٹھکے فوراً پھیل جاتا ہے
قفس میں یاد جب آتا ہے میرا آشیاں مجھکو

نہیں ہے وادیٔ ایمن بھی جائے امن و آسائش
وہاں آنکھیں دکھاتی ہیں چمک کر بجلیاں مجھکو

دل آزاری کے جتنے حوصلے ہیں سب نکلجائیں
زمیں سے چھین لے اکبار تو اے آسماں مجھکو

مراحل عشق کے طے کر رہا ہوں جوشِ وحشت میں
بتاتی ہیں نشانِ راہ کہنہ ہڈیاں مجھکو

بڑھی اتنی لطافت جسم و جاں کی سوزشِ غم سے
لئے ہے اپنے دامن میں غبارِ ناتواں مجھکو

گناہوں کی وہ کثرت تھی فنائے روح کا ڈر تھا
کرم سے بخشدی اُسنے حیاتِ جاوداں مجھکو

تلاشِ منزلِ جاناں میں عبرت کا یہ عالم ہے
کہ ہر ذرّہ ہے صحرا کا نشانِ کارواں مجھکو

اِدھر دلمیں چمک اُٹھی اُدھر اُسکو حجاب آیا
کسی کی پردہ داری نے بنایا رازداں مجھکو

شکستِ دل ظفر یابی ہے میدانِ محبّت میں
ملا ہے بارگاہِ حُسن سے خونیں نشاں مجھکو

اب اُس منزل میں پہونچا ہوں جہاں حیرت سکھاتی ہے
کبھی تیرا نشاں مجھکو کبھی میرا نشاں مجھکو

میں اب سجدے کروں دل کو سنبھالوں یا بڑھوں آگے
نظر آتا ہے کوسوں سے کسی کا آستاں مجھکو

آثر سوز و گداز و درد و لذّت رفعت و جدّت
ملا ہے میر و مرزا سے یہ اندازِ بیاں مجھکو

جناب جگر مرادآبادی

دل کو کسی کا تابعِ فرماں بنائیے — دشواریٔ حیات کو آساں بنائیے
درماں کو درد، درد کو درماں بنائیے — جس طرح چاہئے مجھے حیراں بنائیے
پھر دل کو محوِ جلوۂ جاناں بنائیے — پھر شامِ غم کو صبحِ درخشاں بنائیے
پھر کیجئے اُسی رخِ تاباں سے کسبِ نور — پھر داغِ دل کو شمعِ شبستاں بنائیے
پھر پیکرِ حیات میں بھر کر فنا کا رنگ — پھر جان و دل کو شعلہ بداماں بنائیے
پھر لکھئے خطِ شوق میں دردِ غمِ فراق — پھر خونِ دل کو زینتِ عنواں بنائیے
اک اک لہو کی بوند میں بھر دیجئے دردِ عشق — جتنی رگیں ہیں سب کو رگِ جاں بنائیے
چہرہ چھپا کے پھر مجھے بیتاب کیجئے — جلوہ دکھا کے پھر مجھے حیراں بنائیے
آباد اگر نہ دل ہو، تو برباد کیجئے — گلشن نہ بن سکے تو بیاباں بنائیے
آنکھوں کو اور کیجئے محوِ جمالِ یار — اِن مشعلوں کو اور فروزاں بنائیے
سینہ سے بھی ہو پنجۂ وحشت کی چھیڑ چھاڑ — اِسکو بھی اک طرح کا گریباں بنائیے
کیوں ایکبار اُن پہ نہو جائیے نثار — کیوں دل کو درد، درد کو درماں بنائیے
ایمائے حسنِ یار ہے نکلیں نہ حسرتیں — سینہ تمام گنجِ شہیداں بنائیے
اُنکی طرف سے دل پہ جو پڑ جائیں مشکلیں — اپنی طرف سے اُنکو نہ آساں بنائیے

دل کو اُسی نگاہ کے کر دیجئے سپرد
گلشن بنائیے نہ بیاباں بنائیے

جگر مرادآبادی

ایشور نے روزمرہ ادویات کا امتحان کرنے کے واسطے نہیں بنایا ہے

ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپ کو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھڑانا قریب قریب قطعی ناممکن ہو جائے

آپ کو مناسب ہے کہ ناممکنات پر یقین نہ کرتے ہوئے یہاں سے ۲۶ سال کی آزمودہ بنا نوپان کی دوا شدھ عقامت

کو استعمال کیجیے۔ اس سے کف۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ شول۔ سنگرہنی۔ پیٹ کا درد۔ قے ہونا۔ جی متلانا۔ اطفال

کے ہرے پیلے دست وغیرہ امراض ایک ہی دن میں رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا خوش ذائقہ اور

خوشبودار ہے۔

قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ایک سے ۲ تک ۴ پیکنگ معاف

بال سدھا

اگر آپ کو اپنے بچوں کو مجسم شحم اور تندرست بنانا اور روزمرہ کے مرضوں سے پیچھا چھڑانا ہو تو آپ

خوش ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کریئے۔ ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے کافی ہے۔

قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ایک سے ۳ تک ۴

درگج کیسری یعنی داد کی دوا۔ بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی ۴ محصول ڈاک ۴

نئے سال کا کلینڈر تیار ہے۔ کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوتا ہے۔

ملنے کا پتہ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا

ڈاکٹر جی۔ بی کی نو ایجاد خوشبودار ناس

جب سے یہ مشہور پر اثر ناس ایجاد ہوئی ہے ہر خاص و عام نے اسکے
فوائد کی نسبت بجواب سرٹیفکٹ عطا کیے ہیں اس مشہور و معروف
ناس سے امراض مفصلۂ ذیل کی بیخکنی ہو جاتی ہیں یعنی درد
نیم سر، سر و دماغ وغیرہ کے متعلق اور خراب پانی کی بیماریاں
کو کھو دینے کے علاوہ گلے سے اوپر کے حصہ میں جو بیماریاں
قائم ہونے والی یا قبل از استعمال ناس پیدا شدہ ہیں سب کو
استعمال کرکے بجز قوت حافظ بڑھانے میں بے نظیر اور مفرح
دل ثابت ہوئی ہے۔ الغرض متذکرہ امراض کی دافع ناس ایسی
ارزان تو کیا دنیا بھر میں گراں بھی مل سکے تو ہم مناسن یہ خاص
کمپنی کی سعی کا نتیجہ ہے جسکا ذکر تحت میں ہے۔

جناب عالی! اس ناس کو معمولی ناس کے دس بیس دفعہ کے بدلے دن بھر میں دو تین وقت چڑھایئے گا تو بہر طلب ہوتے ہوئے
دیکھیے گا۔ اگر ناس کی ایک چٹکی معمولی ناس کی تین چٹکیوں میں ملائیگا تو آپکو اسکی سی پائیگا۔ عمائدین اس ناس کو حافظ صحت
پا کر ہمیشہ اس سے اپنے گھروں کو خالی رکھنا گوارا نہیں فرماتے اسکی خوشبو و تیزی کی دیرپائی کے مقابلہ میں معمولی ناس کی عمر
پاسنگ میں نہیں آسکتی۔ باینہمہ قیمت فی شیشی ۴ر اور فی درجن ۲؎، وی پی خرچ ۹ر پوسٹ بکس نمبر ۵۱۰۔
اس کمپنی کی فہرست کلاں بصورت طلب مفت مل سکتی ہے

ملنے کا پتہ۔ گرلبسوا اور کمپنی ساہوکار پیٹھ۔ مدراس

GURU BASAVA & Co.
POST BOX No 510
MADRAS

اسکاٹلینڈ سے ایک تعریفی خط

مسٹر جے۔ ڈبلیو گلسٹن پرتھ اسکاٹلینڈ سے لکھتے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر جی۔ بی۔ کی خوشبودار ناس اپنے باپ کو دی
جو کہ اسکی بیماری سے سخت بیمار تھا اور جسکی عمر ۸۰ سال کی ہے۔ یہ دوائی دن میں تین مرتبہ دی گئی اس سے وہ تین دن میں تمام
صحتیاب ہو گیا اسلیے میں دوسروں کے فائدہ کے لیے یہ بات لکھتا ہوں۔

رسالہ زمانہ کے گذشتہ فائل

جو متعدد فوٹو و اعلیٰ مضامین کا بہترین ذخیرہ ہے اسکے چند مکمل فائل موجود ہیں طلب فرمائیے۔

		قیمت	
جنوری لغایت جون	سنہ ۱۹۰۷ء		عہ/
جنوری لغایت جون	سنہ ۱۹۰۸ء	"	عہ/
جنوری لغایت جون	سنہ ۱۹۰۹ء	"	عہ/
جون لغایت دسمبر	سنہ ۱۹۰۹ء	"	عہ/
جولائی لغایت دسمبر	سنہ ۱۹۱۰ء	"	عہ/
جولائی لغایت دسمبر	سنہ ۱۹۱۱ء	"	عا/
جنوری لغایت جون	سنہ ۱۹۱۴ء	"	عا/
جولائی لغایت دسمبر	سنہ ۱۹۱۴ء	"	عا
جنوری لغایت جون	سنہ ۱۹۱۵ء	"	عہ/
جولائی لغایت دسمبر	سنہ ۱۹۱۶ء	"	عہ/
جنوری لغایت دسمبر	سنہ ۱۹۱۷ء	" (علاوہ اگست)	سے/
جنوری لغایت جون	سنہ ۱۹۱۸ء	"	عہ/

متفرق پرچے فی پرچہ ۲ر کے حساب سے ملیں گے

ملنے کا پتہ

مینیجر زمانہ نیا چوک کانپور

تمھارے مال متاع کی حفاظت کیواسطے چوکیدار
کی ضرورت ہے۔ مگر گھر کے رہنے والون کی صحت
کی حفاظت کیواسطے ایک نوکھے چوکیدار
امرت دھارا کی ضرورت
AMRITDHARA
بابو وجاہت علی صاحب ڈسٹرکٹ اورسیئر ڈیرہ غازیخان سے
تحریر فرماتے ہین۔ تسلیم۔ امرت دھارا کی جو شیشی بندہ نے آپکے یہان سے
منگوائی تھی وہ تمام خرچ ہو چکی ہے مندرجہ ذیل بیماریون پر اسکی آزمائش
کرنے سے اسکو بہتر سہارت پایا ہے ۔
(۱) درد شکم (۲) درد دانت (۳) درد جگر (۴) درد کان (۵) درد سر (۶) ہیضہ (۷) آنکھون کے نیچے رخسارون پر ورم کا حلہ
(۸) ہاتھ پاؤن کی انگلیان پھول جانا (۹) بچھو کا ڈنگ۔ ان بیماریون کا تو میرا ذاتی تجربہ ہے اور مین یقین کرتا ہون کہ باقی
بیماریون پر بھی اپنا پورا اثر بموجب کتاب کی تحریر کے ظاہر کریگی ایسی بے بہا چیز کا ہر ایک گھر مین ہونا ضروری بلکہ لازمی ہے۔
براہ مہربانی ایک شیشی اور مجھ رسالہ چند مجھے ہمراہ ایسا نمبر یو دی۔ پی ارسال فرماکر مشکور فرماوین۔ ایسے ہی
۲۵ ہزار سارٹیفکٹ موجود ہین
مفصل حالات کے واسطے رسالہ امرت طلب کرنے پر مفت بھیجا جاویگا۔ نقالون سے بچو۔ بہت لوگ اسکے قریب قریب نقلے چلتے
اسکو پبلک کو دھوکا دے رہے ہین دراصل اسکے موجد شریمان پنڈت ٹھاکر دت شرما ویدصاحب کے سوا
اسکے بھید کوئی نہین جانتا ہے۔ قیمت امرت دھارا ایک روپیہ فی شیشی نصف شیشی ۸ آنہ نمونہ ۴ آنہ
منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون
امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ۔ لاہور
خط و کتابت تار کے واسطے اتنا پتہ کافی ہے
امرت دھارا۔ لاہور

الانسان۔ مصنف پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی نے یہ کتاب نہایت قابلیت سے لکھی ہے جس سے انسان کے تمام قوائے نفسانی اور جسمانی اور خصوصیات طبعی کی کیفیت اچھی طرح منکشف ہوجاتی ہے۔ علم الانسان اور مشاہدۂ ذات کی تعریف اور کیفیت وغیرہ کے متعلق زمانۂ حال کی تحقیقات کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے، علم اخلاق معاشرت و تمدن کا فلسفہ نہایت خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ طرز بیان نہایت قریب الفہم دلچسپ۔ زبان بامحاورہ اور شستہ ہے۔ علوم جدیدہ کی اصطلاحات نہایت عمدگی سے قایم کی گئی ہیں۔ یہ کتاب مذہبی۔ علمی۔ ادبی حیثیت سے قابل مطالعہ ہے قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ عہ۸؍

تمنائے دید۔ پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی نے اس کتاب میں اخلاق معاشرت و تمدن کے سبق قصہ کے پیرایہ میں لکھے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے خیالات میں وسعت اور بہت سی نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ قصہ دلچسپ اور دردانگیز ہے جسمین زندگی کے ترو تازہ کی تصویرین نظر آتی ہیں سلیس زبان میں لکھی ہے قیمت ۱۰؍

الاستدلال۔ پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی نے اس کتاب میں علم منطق کے اصول سلیس اردو میں سہل طریقہ سے بیان کیے ہیں۔ قیمت صرف تین روپیہ سے؍

اردو شارٹ ہینڈ۔	قیمت قسم اول	عہ؍
ایضاً	" قسم دوم	۸؍
مثنوی العرفان	قیمت	۱؍
مثنوی حقیقت دعا	"	۶؍
قاعدہ صدیق عربی	"	۱؍
جدید طرز کا اردو قاعدہ	"	۱؍
یونگ کی پولیٹیکل فلاسفی	"	۱؍

سیاحت زمین۔ اس ناول میں معلومات روئے زمین کے حالات کا خاکہ نہایت خوبی سے جمع کیا گیا ہے اس سلسلہ میں جغرافیہ اور جغرافیہ کے چند مشکل مسائل بھی بتائے گئے ہیں جو طالب علموں کے لئے نہایت آسان ہو گئے ہیں۔ آخر میں دنیا کا ایک نقشہ سفر کا راستہ اور اہم مقامات کے متعلق معلومات درج ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ؍

بیگمات بنگال۔ مسٹر یجیندر ناتھ بنرجی کی بیگمس آف بنگال کا ترجمہ اس کتاب میں بیگمات بنگال کی زندگی کے حالات چھاپے گئے ہیں قیمت چھ آنہ ۶؍

انسانی قربانیاں۔ یعنی چند اصلاحی [illegible] معاشرتی مضامین کا دلگداز مجموعہ قیمت آٹھ آنے ۸؍

فلسفہ جذبات علم النفس کے مضمون پر اردو میں بے مثل کتاب ہے معیشت کامل کے جتنے عناصر و شعبہ جات ہیں سب کے لئے اس علم کی تحصیل لازمی ہے۔ ہر ساز ہستی کے انکشاف میں اس سے مدد ملتی ہے قیمت ایک روپیہ عہ؍

فلسفۂ اجتماع۔ فلسفہ جذبات میں جہاں افراد انسانی کی نفسانی ادراک اور انکے زیر اثر جو افعال سرزد ہوتے ہیں ان سے نہایت خوبی سے بحث کی گئی ہے قیمت ایک روپیہ عہ

اردو کا نیا قاعدہ۔ انجمن ترقی اردو کی طرف سے ایک کمیٹی بدین غرض منعقد ہوئی تھی کہ موجودہ قاعدوں میں جو نقائص ہیں انکو دور کرکے ایک قاعدہ مرتب کیا جاوے یہ قاعدہ اس کمیٹی کا ترتیب دیا ہوا ہے قیمت صرف دو آنے ۲؍

کلید قاعدہ۔ [illegible] قاعدہ کی توضیح اسمین کی گئی ہے ۳؍

الفجر۔ جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے چاند کی حقیقت و ماہیت پر علم ہیئت ریاضی کی رو سے بحث کی گئی ہے قیمت صرف ۴؍

طبقات الارض۔ مؤلفہ جناب مرزا مہدی خان صاحب کوکب اس کتاب میں علم طبقات الارض کے بنیادی اصول اور اسکے اجزاء نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج کیے گئے ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ۸؍

ملنے کا پتہ۔ منیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور

ناول سدھی سادی حسن و عشق کی سچی داستان دیہات کی سچی کہانی۔ راجپوتوں کی بات آنکھی جان کے سامنے ہے۔ یہ حقیقت اس دلکش فسانے سے ثابت ہوتی ہے قیمت ۸/

یادگار قومی۔ یعنے زمانہ کا ششماہی قومی نمبر بابت سنہ ۱۹۰۷ء جسمین ملک کے مشہور ترین انشاپردازون کے پندرہ عجیب مختلف مضامین اور چار نادر نایاب اور دلکش عکسی ویر تصاویر ۷۰ صفحات۔ مرتبہ منشی دیا نراین نگم بی اے ایڈیٹر زمانہ قیمت ایکروپیہ عہ/

خذ ما صفا۔ نواب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس دتاولی نے نہایت عمدگی سے مختلف اخبارون سے اعلیٰ درجہ کے مضامین کا انتخاب کرکے خذ ما صفا کے نام سے شائع فرمایا ہے اسکے مضامین قابل دید ہین قیمت ایکروپیہ عہ

قصائد عزیز۔ مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کو کون واقف نہین کلام جس پایہ کا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ قیمت عہ/

پیک ابر سنسکرت کی بہترین نظم یعنی کالی داس کی نظم میگھ دوت کا منظوم اردو ترجمہ جسمین مناظر فطرت کے دلکش نقشے کھینچے گئے ہین۔ فوٹو کی رنگین آٹھ قابل دید تصاویر کتاب کے ساتھ لگائی گئی ہین قیمت آٹھ آنہ ۸/

سنسکرت علم ادب سنسکرت کی مختلف تصانیف کا ذکر مسلمانون نے اس زبان کی جسقدر کتابین ترجمہ کین اونکا حال قیمت صرف چار آنہ ۴/

آریہ سماج اور پالیٹکس۔ قیمت دو آنہ ۲/

ہندوؤن مین ذات پات کی تفریق قیمت ۲/

حسن سوہرکا مل (۲ حصہ) قیمت لعہ/

شریف بدمعاش قیمت آٹھ آنے ۸/

سوز وطن۔ قیمت صرف چھ آنے ۶/

جان کی دشمن مکھی قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

افسانہ تجلیسم۔ قیمت فی جلد آٹھ آنے ۸/

مضامین تماسکی۔ قاضی سرفراز حسین عزمی دہلوی کے علمی ادبی اخلاقی معاشرتی اور قومی مضامین کا مجموعہ قیمت ایکروپیہ عہ/ ایضاً مجلد ایکروپیہ چار آنہ ۱۴/

ناول ہای تماسکی۔ قاضی سرفراز حسین عزمی دہلوی کے تین اخلاقی ناولون یعنی شاہد رعنا۔ سعید۔ سخاوت کا مجموعہ کیرکٹرون کا سراپا۔ دہلی کی مستند زبان سادہ ونیازکی باتین آرائش اخلاقی سبق ان سب کا اندازہ اس مجموعہ کے پڑھنے سے ہوسکتا ہے۔ قیمت ایکروپیہ عہ/ ایضاً مجلد ۱۴/

نیل کا سانپ۔ کلوپیٹرا اور انطانی کی حسرت بھری داستان بالکل تاریخی واقعہ۔ حسن و عشق کی رنگا رنگیین قیمت ۱۲/

گؤ سیوا۔ دکھیا رانڈ ونکی رام کہانی وید مقدس اور شرع شریف کی طرف سے عقد بیوگان پر دلائل قیمت ۱۲/

بزم احباب۔ یہ اخلاقی کہانیون کا گنجینہ ہے جو لڑکون اور لڑکیون کا مصلح اخلاق ہے قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

حیات بیوہ۔ اس کتاب مین لائق مصنف نے بیوگان کی حالت زار کا سچا فوٹو اور انکی جانکاہ مصیبتون کا دلگداز سین بطرز ناول پیش کیا ہے جسکو پڑھکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین اور بے اختیار آنسوؤن کا دریا بہ نکلتا ہے اسمین کمسنی کی شادی کا عبرت خیز نظارہ بھی قابل دید ہے۔ قیمت صرف ۵/

مکمل عورت۔ اس کتاب مین قابل مصنف نے دو لڑکیون کی تعلیمی اور سوشل حالت کا مقابلہ بطرز ناول کیا ہے ایک کو یورپین اسکول مین داخل کیا گیا ہے جہان اُسنے یورپین فیشن اور طرز معاشرت کو جذب کیا ہے اور دوسری کو کنیا مہاودیالہ مین بھرتی کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ آخر الذکر ہندوستانی اور انگریزی تعلیم حاصل کرکے دینی اور اخلاقی لحاظ سے بہتر لڑکی ثابت ہوئی ہے اسکا دیباچہ لالہ کنور سین ایم اے بیرسٹر نے لکھا ہے

ملکی رہنماؤں کی عکسی تصاویر

لیڈران و حکام کی ہاف ٹون تصاویر جنکو عام پسندیدگی کا فخر حاصل ہو چکا ہے سیاہ فی عدد ایک آنہ اور رنگین فی عدد دو آنہ قیمت ہے

لیڈران قوم و خیر خواہان ہند

- مسٹر تلک ۔
- مسٹر کھاپرڈے ۔
- ڈاکٹر راش بہاری گھوش
- جسٹس امیر علی
- راجہ رام موہن رائے
- لالہ ہنسراج
- مسٹر گوکھلے
- مسٹر مالویہ
- لالہ منشی رام
- سر پرتول چندر چٹرجی
- سید نبی اللہ
- سر آغا خان
- مسز اینی بیسنٹ
- مسٹر ہیوم
- مسٹر سریندر ناتھ بنرجی
- دادا بھائی نوروجی
- نواب محسن الملک
- سوامی ویویکانند
- لالہ لاجپت رائے
- مسٹر مدھولکر
- لالہ بالمکند گپتا ۔
- بیگم بھوپال
- سوامی رام تیرتھ
- جسٹس راناڈے ۔
- مسٹر مظہر الحق
- گروپ گرفتاران مارشل لا
- ڈاکٹر تیج بہادر سپرو
- پنڈت موتی لال نہرو
- آنریبل میاں محمد شفیع
- مزمدار
- مسز سروجنی نیڈو
- آنریبل سر ابراہیم رحمت اللہ
- آنریبل لالہ سکھبیر سنگھ
- آنریبل لارڈ سنہا

مہاراجگان و حکام ہند

- کشمیر
- حیدر آباد دکن
- جوناگڑھ
- بڑودہ
- میسور
- پرتاب گڑھ
- گوالیار
- رامپور
- دربھنگہ
- اودے پور
- اندور
- کوچ بہار
- پٹیالہ
- [illegible]
- بجاور
- جودھپور
- ملکہ الگزنڈرا
- لارڈ منٹو ۔
- ملکہ میری
- لارڈ ہارڈنگ
- لارڈ مارلے
- حضور ملک معظم پنجم
- لیڈی ہارڈنگ
- مسٹر لائیڈ جارج

فرمانروایان یورپ و ایشیا

- قیصر جرمنی
- آسٹریا
- شاہ جاپان
- اٹلی
- سن یات سین
- سرویا
- امیر کابل
- بلجیم
- نپولین
- روس
- ڈاکٹر ولسن
- شہزادہ یوسف
- عزیز الدین ولی
- خلیفہ ۔
- ہلال احمر کا طبی مشن
- [illegible]
- [illegible]
- مصطفیٰ کمال پاشا
- مسر کونسل
- مسٹر لائیڈ جارج [illegible]
- پیر دستگیر
- صلح کانفرنس لندن
- رائل پبلک سروس کمیشن
- غازی عبداللہ پاشا
- غازی مختار پاشا

مشاہیر ادبی

- میر انیس
- حضرت عارف
- مولوی عزیز مرزا
- شیخ سعدی
- حضرت سعد
- رابندرا ناتھ ٹیگور
- مجروح درد
- میر تقی

فن تصویر

- خواب راحت
- رفیق طفلی
- نمود شام
- مشعل ہدایت
- موسم سرما
- بھکارنی
- شب تاریک
- بسنت رت
- ماہ پرس
- مسیح قیدی
- حضرت مریم اور مسیح
- لالہ رخ
- وقت نزع
- غسل کی تیاری
- عروس نو
- اوما کی پوجا
- رادھا کرشن جھولے
- انتظار میں
- سیتا اشوک بن میں
- رام بن باس
- چیر ہرن
- واسدیو کی رہائی
- شکنتلا خاوند کو خط لکھتی ہے
- بھرت شیر کے ساتھ کھیلتا ہے
- پیام رنگین
- تارا
- ستیا بان اور ساوتری
- [illegible]
- راجہ کا ملاپ

تاریخی تصاویر

- اکبر ۔ گوتم بدھ
- [illegible]
- اورنگ زیب کا دربار
- راجہ مان سنگھ
- محاصرہ چتوڑ
- سیواجی [illegible]
- ٹیپو سلطان
- بیربل
- دارا کا سر اورنگ زیب کے سامنے پیش ہوتا ہے
- مادھو راؤ پیشوا کا دربار
- مہاراجہ رنجیت سنگھ
- شاہجہان کا آخری وقت
- عہد مغلیہ کا ایک سوداگر
- اکبر جہانگیر کا شکار
- رانا پرتاب
- شاہزادہ سلیم
- شاہ فارس کے دربار میں ایلچی کی پیشی
- پرتھوی راج
- اورنگ زیب ہاتھی سے مقابلہ کرتا ہے ۔
- شاہجہان کا دربار
- امیر جعفر

عماراتی تصاویر

- اودے پور کا جل محل
- چتوڑ کا عام نظارہ
- قطب صاحب کی لاٹ
- روضہ تاج محل آگرہ

زینت دینے والے لعل اسکی رہگذر مین بکھیر دیے۔

وطن مین ناقدری

مین نے صبح کیوقت سمندر مین جال ڈالا۔ سمندر کی تہ سے عجیب عجیب خوشنما چیزین برآمد ہوئین۔ ان مین سے بعض تبسم کی مانند درخشان۔ بعض انسکون کے مثل فروزان اور اور بعض کسی نوعروس کے رخسار کیطرح تابان تھین۔

جسوقت مین دن بھر کی کمائی لے کر گھر پہونچا۔ اسوقت میری محبوبہ باغ مین بیٹھی ہوئی بطریق شغل بے کاری پھولون کی پتیون کو توڑ رہی تھی۔

پہلے تو مین ایک لمحہ کیلیے جھجکا اور پھر وہ تمام چیزین جو سمندر سے نکلی تھین اسکے قدمون مین رکھکر خاموش کھڑا ہوگیا۔

اسنے ان چیزون کیطرف دیکھا اور کہا۔

"یہ کیسی عجیب چیزین ہین! مین نہین جانتی یہ کس کام آتی ہین"

مین نے شرم سے سر جھکا لیا اور خیال کیا کہ مین نے ان چیزون کے حاصل کرنیکے لیے جنگ نہین کی۔ مین نے ان چیزون کو بازار سے نہین خریدا بس یہ اسے بطور تحفہ پیش کرنیکے ناقابل ہین۔

پھر مین رات بھر ان چیزون کو ایک ایک کرکے سڑک پر پھینکتا رہا۔

صبح راہگیر آئے اور انکو اٹھاکر دور دراز ملکون مین لے گئے۔

(ترجمہ) سردار پورن سنگھ مہر امرتسری

فت کو دولت سے مخمور ہو کر حکمرانی کے دھن میں دوسروں کے جذبات و ضروریات کو خیال میں نہیں لاتا ہے - بہر حال آئرلینڈ میں تشدد عرصہ سے جاری تھا اور افسوس کہ پریسیڈنٹ ولسن کے اصول ہائے صلح و آشتی اور مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ کے امید افزائی کے باوجود عرصہ تک جاری رہا۔

مگر نوجوان میک سوینی نے فوجی عدالت کے سامنے صاف کہدیا کہ "میں نے قطعی ارادہ کر لیا ہے کہ چاہے آپ جتنے دن کی سزا دیں مگر میں ایک مہینہ میں خواہ زندہ رہتے ہوئے یا مر کر ضرور آزاد ہو جاؤنگا" کیا اسمیں حضرت عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے کی یا عزت رائے حقیقت راے جیسے کمسن بچوں کے دیوار میں چنے جانیکے واقعات اور اُنکے اقوال کی تکرار نہیں ہے جنکی مثالیں زبان حال سے کہہ رہی ہیں ؎

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی ⁂ امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

مگر مغربی دنیا ایک طرف تو اس غضب کے استقلال اور ایثار پر عش عش کر رہی ہے جسنے مرحوم کو اُس پاک تپسیا (ریاضت) کی جانب مائل کیا کہ چوہتر دن بے آب و دانہ رہکر آزادی کی دیوی پر اپنی جان کی قیمتی بھینٹ چڑھادی۔

اس حیرت انگیز مثال اور ایک زبردست ایثار نے آئرلینڈ کیلئے وہ کام کیا جو برسوں کی جدوجہد سے نہو سکا تھا - اس واقعہ نے تمام مہذب دنیا کی آنکھیں ایکدم اُسکی طرف پھیر دیں، اُنکو ایک مرتبہ پھر روحانی معجزہ کا کسی حد تک قائل ہونا پڑا ہے اور اُنکے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ ایسا ایک ایثار بھی آج نہ سہی تو کل بلا نتیجہ پائے ہوئے نہیں رہ سکتا - مغرب کی مادی دنیویوں نے ہماری تعلیم یافتہ جماعت کو بھی ایسا گرویدہ کر رکھا تھا کہ پرہلاد وغیرہ کی مثالیں محض مبالغہ معلوم ہوتی تھیں۔ ہمکو فخر ہو کہ اب مغربی دنیا بھی ہمارے اُصول کے قدم بقدم چلنے لگی ہے جسکا ایک زبردست ثبوت میک سوینی کی زندہ جاوید موت ہے - چنانچہ وزیر اعظم برطانیہ کا دل بھی پگھل گیا - مسٹر اسکوئتھ سا تجربہ کار مدبر عرصہ سے اسی بات پر زور دے رہا تھا کہ فرضی ہوم رول بل پاس کرنیسے کام نہ چلیگا بلکہ اُن نمائندوں کی جماعت کو جنکو آئرلینڈ کی رعایا نے خود ہی منتخب کیا ہے گرچہ اپنے ملک کی آزادی کے خیال سے پارلیمنٹ انگلستان میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے مشورہ کیا جاوے اور بھائی بھائی کا معاملہ تلوار سے نہیں بلکہ صاف دل اور باہمی ہمدردانہ گفتگو اور مباحثہ سے طے کیا جائے چنانچہ اسبات کو مسٹر لائڈ جارج نے بھی پسند فرمایا - گویا میک سوینی کی موت زبان حال سے زمانہ کے گوش عبرت کیلئے غالب کا یہ شعر پڑھ رہی ہے ؎ کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر ⁂ پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے۔

راج بہادر

میک سوینی لارڈ میر آف کارک

گو بدنصیب آئرلینڈ کی تواریخ کے اکثر صفحون پر خون ناحق کے ایسے داغ ہین جنکا مشاہدہ ہمدرد انجھون کو خون رُلا دیتا ہے مگر یہ نیا صفحہ اُسکا جس پر میک سوینی لارڈ میر آف کارک کے نام کا کتبہ اُنکے خون جگر سے لکھا ہوا ہے کچھ ایسی روحانیت کی جھلک لیئے ہوئے ہے جسکا نظارہ ایشیائی قلوب مین بالعموم و ہندوستانی قلوب مین بالخصوص ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے مشرقی اُصول تواریخ نویسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمین شخصی یا واقعاتی حالات کی طویل و بے سود تاریخ وسنہ وار تفصیل کی بجائے اُس شخص یا واقعہ کے متعلق صرف مذہبی یا تمدنی یا سیاسی یا اسی قسم کے کسی دیگر نقطۂ خیال سے غور کیا جاتا ہے اور اسطرح ناظرین کے چشم عبرت و بصیرت کے لیئے ایک سبق آموز داستان تیار کرکے اُسکا ہوبہو فوٹو پیش کیا جاتا ہے۔ آج ہم شہر کارک کے لارڈ میر مسٹر میک سوینی مرحوم کی زندگی پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہین۔

چھبیس سال کا سن۔ عین شباب کا زمانہ ہوتا ہے۔ کوئی تو حسن وعشق کے فسانے پڑھکر ایک خیالی معشوق کے تصور مین محو رہتا ہے اور کوئی دنیاوی جاہ و ثروت کے دیوتا کے مندر کا طواف کرنا اپنی زندگی کا اصل سمجھتا ہے۔ لیکن نوجوان میک سوینی اسی عمر مین بلحاظ ایثار نفسی دیرینہ سال ہو چکا تھا۔ آخری چار سال مین اُسکو شاید ہی کچھ دنون کیلیئے قید سے باہر رہنے کی نوبت آئی ہو۔ کیونکہ اس کا مذہب حب الوطنی اور قوم پرستی تھا۔ آزادی کی دیوی بیشتر قید خانہ ہی کے بتکدہ مین صرف دلوں کی قربانی کا چڑھاوا قبول کرتی ہے۔ اُسکو زنجیر کی جھنکار ہی سے اُٹھنے والے ترانے کچھ زیادہ پیارے ہوتے ہین۔ میک سوینی بھی دیوی کا ایک سچا اور پاک بھگت تھا۔ اس کو اس امر کا یقین ہو چکا تھا کہ غیر ملکی افراد کی بہترین حکومت بھی ملکی سلطنت کے پایہ کو نہین پہونچ سکتی۔

پس میک سوینی بھی ایثار نفس محبان وطن کے ایک گروہ کے ساتھ جسکا نام سن فینرس ہے اپنے ملک کی کامل آزادی کی کوشش مین سرگرمی سے مشغول تھا مگر اسکا مقابلہ ایسے گروہ سے تھا جو طاقت کے نشہ مین چور اور

کنارا ایک ہے دوسرا کنارا نہین ہے یہ دونون ملکر چار ہوے۔ اور چار کا تو جادو ہے۔ لیکن ایک
کا صرف ایک کنارا ہے، دو، کیونکہ اگر نصف، دوسرا کنارہ کہا جاے تو ڈیڑھ، کا آدھا یون ہوگا
ایک ہرگز نہین ہوسکتا۔ اس لیے ایک کی صرف ایک نہایت ہے اسی طرح جزو لا یتجزی ہے یعنی
جزو لا یتجزی پر اضافہ مقدار ممکن ہے لیکن کمی نا ممکن ہے پھر ایک اور خاص بات غور کے قابل ہے
یعنی ایک کا ٹکڑا نہین ہوسکتا۔ مثلاً ایک سیب ہے اس کے دو ٹکڑے ہوے تو لوگ کہین گے
کہ ایک کے ٹکڑے ہوگئے مگر یہ غلط ہے ایک ٹکڑا اور ایک ٹکڑا یون دو ٹکڑے ہوے۔
ایک جزو پذیر نہین ہوا۔ یہی حال جزو لا یتجزی کا سمجھنا چاہیے۔ مین کہونگا کہ جزو لا یتجزی کا
خیال اسی ایک کے غیر قابل تجزیہ ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ اور جسطرح عدد وہمی چیز ہے جزو لا یتجزی
بھی اسی عددی وہم سے تخیل ہوا ہے کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایک مفرد اور بسیط نہین لیکن ہر شخص تسلیم
کرے گا کہ قابل قسمت نہین۔ پس میرے خیال مین جزو لا یتجزی کا خیال اسی ایک کی نہایت پر
مبنی ہے یعنی دنیا کی چیزون کو عدد کیطرح بے تعداد پاکر حکماے نے اختصار کرنا چاہا اور یہ معلوم کرنے
کے درپے ہوے کہ آخر نہایت عالم کیا ہے اور کس چیز سے کائنات عرصہ وجود مین آئی ہے تو جس طرح
لاتعداد اعداد ایک سے تشکل ہوے ہین اور ایک کے سہارے پر یہ سب قائم ہین ایسے ہی
کوئی چیز کائنات عالم کے لیے ضروری پائی چنانچہ جزو لا یتجزی اسی اختراع پذیر ہوا اور
عالم وہمی مین ایک اور عالم مادی مین جوہر فرد تسلیم کرنا پڑا۔

کچھ عدد ہی پر موقوف نہین اس کی مثال علم ہندسہ مین بھی ملتی ہے۔ نقطہ
ایک ضروری اور لابدی چیز ہے اور بغیر طول وعرض وعمق قائم ہے۔ یعنی وہ وجود محض رکھتا
ہے۔ اسی طرح جزو لا یتجزی سے وجود محض مراد ہے۔

اگر وضاحت درکار ہو تو دوسرے علوم کی اصول پر نظر تعمق ڈالنے سے جزو لا یتجزی
کے تشنا بہ مسائل ظاہر ہون گے۔

رائے زادہ آفتاب

اس شہری استدلال کو متقدمین نے تسلیم کیا لیکن مشائین نے جزو لا یتجزی کا ابطال کرکے ہیولیٰ کو مادہ دینا فرض کیا۔ اور ابطال جزو لا یتجزی مین عقلی دلائل سے کام لیا۔ مثلاً انھون نے کہا کہ مرکز زمین ایک نقطہ ہے اس نقطہ پر پرکار کی صورت زمین پھرتی ہے۔ چنانچہ خط دائرہ سے جو قطرہاے بیشمار اس نقطہ پر سے نکلین گے وہ اس نقطہ کو کاٹتے ہوئے نکلین گے۔ کیونکہ نقطہ کی نسبت کہا جائیگا کہ اسکا رخ ہر خط قطر کیجانب ہے اسطرح وہ پارہ پارہ ہوجائیگا۔

ان لوگون کی وہمی دلائل بھی عقلی دلائل پر مبنی نہین وہ فرض کرتے ہین کہ جسطرح ہم عدد کی نہایت نہین تصور کرسکتے اسطرح جوہر فرد کی بار یکی بھی نہایت نہین رکھتی۔

موجودہ زمانے مین بھی سائینس کے انکشافات ہر ایک ذات کو مرکب بہ سہ جز قرار دیتے ہین اور اس طرح ہر جز وان تین جزوون کا جوہر فرد قرار پایا جاتا ہے۔ اور اکثریت فلاسفہ بھی اسی کو تسلیم کیے ہوئے ہے۔

مگر سائینس کے انکشافات علوم کو یقینی بنانے سے قاصر ہین کیونکہ عادت انکشاف آئندہ انکشافات کا مصد بنا کر ظنیات کا پہلو غالب کردیتی ہے پس لامحالہ دلائل عقلیہ ہی سے استدلال کرنا پڑتا ہے۔

اگر غور سے دیکھا جاے تو جوہر فرد کے نسبت جتنے دلائل ابتک پیش کیے گئے ہین وہ فی نفسہ ناکافی ہین لیکن چونکہ وہ اپنے ماحولات کے ساتھ دماغ کے روبرو آتے ہین اس لیے ماحولات کا مجموعی اثر قبول کرکے دماغ عقیدہ واحد یا یقین متشکل کرلیتا ہے۔

میری ذاتی راے یہ ہے کہ جوہر فرد سے انکار نہین ہوسکتا۔ کیونکہ اس کا تصور زمانہ قدیم سے ابتک دماغ انسانی کو متاثر کر رہا ہے اور جوہر فرد کا خیال خاص ارتقار رکھتا ہے۔ وحدانیت کا خیال سب سے پہلا خیال ہے بغیر اس خیال کے دماغ انسانی کوئی تصور و تصدیق نہین کرسکتا۔ اور یہی وہ خیال ہے جو ہر خیال مین سرایت کیے رہتا ہے۔

کافی مگر مجبوراً اعلیٰ مثال پیش کرنے کے لیے ایک کا عدد ہے۔ جو صرف ایک نہایت رکھتا ہے کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایک کی دو نہایت ہین اسی لیے ایک کو اہل علم العدد عدد نہین کہتے کیونکہ عدد کی یہ حد ہے کہ جو اپنے دونون کنارون کا آدھا ہو۔ یعنی وہ عدد ہے۔ اس کا ایک

جوہرفرد

(از رائے زادہ آفتاب جلال آبادی بی۔ اے)

حکمائے متقدمین سے لیکر قرون وسطی تک جوہر فرد کے وجود میں شکوک ظاہر ہوتے رہے ہیں اور قرون وسطی میں فی الحقیقت سوائے حکمائے ہندی کے اکثریت آرا جوہر فرد کی ابطال کی جانب دار تھی۔ لیکن دور جدید نے جوہر فرد کے وجود کو اکثریت فلاسفہ سے تسلیم کرا دیا ہے۔ مگر مسائل فلسفہ کسی فرد بشر سے آج تک طے نہیں ہو سکے ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ ساخت دماغ انسانی میں ظنیات کا مادہ واقع رہتا ہے جو ہر وقت صرف ہوتا رہتا ہے۔ اس عمل کے سبب سے ظنیات کا اثر ہر خیال پر اپنا پرتو ڈالتا رہتا ہے۔ اور چونکہ مسائل فلسفہ محسوسات سے بعید ہوتے ہیں لامحالہ اس میں ظنون کا زیادہ جزو شامل رہتا ہے۔ چنانچہ آجتک ہر مذہب فلسفہ زندہ اور باقی ہے اور گو اکثریت مخالف بھی ہوگئی ہو تاہم وہ جو مذہب قائم رہتا ہے اور خدائی شان ہے مذاہب متقدمین جنکا ابطال قرون وسطی میں بدرجۂ اول ہو چکا تھا پھر سلسلۂ بحث پر آ ہوکر دنیا کی اقلیم اکثریت کے تاجدار ہوگئے ہیں۔ یہ امر اور بھی متناد دماغوں کو اپنے ذہن نشین عقیدوں کو جدا کرنے سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ جوہر فرد کی نسبت بھی موجودہ ارباب فلاسفہ میں اختلاف ہے۔

حکمائے ہند جوہر فرد کی نسبت جو رائے رکھتے ہیں اس کا ابطال بہت مشکل ہے مگر بات چونکہ باریک زیادہ ہے اسلیے وہ سمجھ میں جیسی ہے ویسی نہیں آتی اور جب غلط طرح پر سمجھ میں آتی ہے تو اسکا ابطال کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جوہر فرد اُس ہستی کو کہتے ہیں جسکے بعد درجۂ نیستی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جزو لا یتجزی در اصل شئی وہمی ہے یہ منشا نہیں کہ اسکی ہستی فی الخارج موجود نہیں ہے بلکہ یہ منشا ہے کہ گو اسکی ہستی فی الخارج موجود ہے مگر وہ محسوس نہیں معقول ہے جب اسکا وجود وہمی ٹھہرا تو طول وہم کی کہیں انتہا ہونی چاہیے ورنہ تسلسل پیدا ہو کر استدلال غلط ہو جائیگا۔ یہ وہمی انتہا اُس درجہ پر ہوگی جسکے بعد نیستی کا درجہ ہے۔

کلام کہیں سے اُٹھا کر دیکھیے نئے نئے لطیف و نازک استعارے نظر آئیں گے۔
ذیل میں چند اشعار بطور نمونہ درج کرتے ہیں۔

زغارت چمنت بر بہار منت ہاست ✤ کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند ✤
لب از گفتن چنان بستن کہ گوئی ✤ دہن بر چہرہ زخمے بود و بہ بستہ ✤
دو لب خواہم یکے در مے پرستی ✤ یکے در عذر خواہی ہائے مستی ✤
دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب ✤ ابرم کہ تلخ گیرم و شیریں عوض دہم
(یارب مسے مرحا پنگی اس لب پہ دعا ہو ✤ میں ہنسکے کہوں کوسنے والیکا بھلا ہو
✤ بے نیازانہ ز ارباب کرم مے گذرم ✤ چوں سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشاں گذرد
✤ مردم ز رشک چند بہ بینم کہ جام مے ✤ لب بر لبش گذارد و قالب تہی کند
✤ مژدہ در جہان نے بسنم ✤ وہر گوئی دہان بسیار است ✤ ✤
✤ خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح ✤ در عمارت گری گنبد دستار خود اند ✤
مارا زبان شکوہ ز بیداد چرخ نیست ✤ از ما خطے بمہر خموشی گرفتہ اند ✤ ✤
درین انجمن غیر لب ہائے یار ✤ ✤ ✤ دو مے را بیک نشہ کم دیدہ ام ✤ ✤

باصد کرشمہ آن بت بدمست مے رود
خود میکند خرام و خود از دست مے رود

ہری کرشن

بڑی بات یہ ہے کہ زندگی کو راحتوں کا ایک سلسلہ بنانا چاہیے۔ خواہ وہ راحتیں کیسی ہی چھوٹی چھوٹی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً مزاح یا ظرافت بالخصوص انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔ حیوانوں میں عقل کے ہونے میں تو شبہہ ہے لیکن خوش طبعی کا جوہر تو ان میں بھی پایا جاتا ہے "جھفرسٹ" کی رائے ہے کہ "جس روز کوئی ہنسی کی بات نہ ہو وہ دن ہی بالکل جاتا ہے۔ کسی کو خوش طبعی سے ہنستے ہوئے دیکھنا کیسا لطف دیتا ہے۔ اور خندہ کا اثر ہر شے پر کیسا فرحبخش ہوتا ہے۔

طالب کی دو لڑکیاں تھیں ستی النساء نے انکی پرورش کی تھی۔ چھوٹی لڑکی کو وہ بہت پیار کرتی تھی۔ [illegible] ہجری میں اسنے بمقام لاہور وفات پائی۔ ستی النسا اسکے ماتم میں سوگ نشین ہوئی۔ شاہجہان نے خود اس کے پاس جاکر ماتم پرسی کی مگر وہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہوسکی۔ شاہجہان نے دس ہزار روپیہ تجہیز و تکفین کیلیئے دیئے اور تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے اسکے مقبرے کے بنے کا حکم دیا۔ جو روضہ تاج محل کے مغرب جانب ہے۔ اور مقبرے کے اخراجات کیلیئے ایک گاؤن عطا ہوا جسکی آمدنی تیس ہزار روپیہ سالانہ تھی۔ [illegible] ہجری میں طالب نے عین عالم شباب میں جہانگیر کے مرنے سے ایک برس پیشتر وفات پائی۔

طالب نہایت دوست پرور وفا شعار اور خوش اخلاق تھا۔ وہ فطرتاً خوددار اور غیور بھی تھا۔ ایک دفعہ جہانگیر نے نشہ کی ترنگ میں حکم دیا کہ مقربان خاص داڑھی ترشواکر شریک صحبت ہوں طالب نے اس حکم کی تعمیل سے سرتابی کی اور گھر میں بیٹھ رہا پھر ایک قصیدہ لکھکر بھیجا جسمین غیر حاضری کی معذرت کی ہے۔

ترا شیدم گانده یک سر سپاه — کسے را چو من شہرہ پر کاہ نیست

بہ بزمے کہ موئے نگنجد درو — شدن باد و گر ریش دلخواہ نیست

بہشت است بزم تو و در بہشت — من تا تراشیدہ را راہ نیست

طالب فطرتاً شاعر تھا۔ کم سنی سے ہی شعر گوئی شروع کردی تھی۔ ایک قصیدہ جو کلیات میں ہے اسنے بارہ تیرہ سال کی عمر میں کہا ہے۔ وہ خود اس پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

دفتر اسلاف شوید کودک دی دیری — غیر کلک من نشان ندہد کسے کز آب شعر

وہ نہایت زود گو تھا۔ قلم ہاتھ میں لیا اور لکھتا چلا گیا دو تین گھنٹہ میں پچاس ساٹھ اشعار کا قصیدہ طیار کرلیا۔ جہانگیر کی مدح میں پچاس ساٹھ اشعار کا قصیدہ جو نہایت پُر زور ہے صرف ایک رات میں کہا ہے۔ جسکا مطلع یہ ہے ؎

چو شہسوار مرا چشم بر نگار افتاد — بزخم تیر نگہ صید بیشمار افتاد

چنانچہ اسی قصیدہ میں طالب خود کہتا ہے ؎

بہ غام دستیم اے شہریار خردہ مگیر — کہ یک شب این ہمہ نقشم بروئے کار افتاد

شاعری میں طالب کا امتیازی وصف صرف دو چیزیں ہیں۔ ندرت تشبیہ، و لطف استعارہ، اسکا

شاہ عراقی، اعتماد الدولہ کے توسط سے باریابی دربار سے سرفراز ہوا - اور ۱۰۲۸ ہجری کا میں ملک الشعرا کا خطاب حاصل کیا - چنانچہ جہانگیر نے خود تزک میں لکھا ہے -

" درین تاریخ طالب آملی بخطاب ملک الشعرائی خلعت امتیاز پوشید - واصل آن واز آمل است - یکچندے باعتماد الدولہ می بود - چون رتبہ سخنش از ہمگنان درگذشت - در سلک شعرائے پائے تخت منتظم گشت - این چند بیت از وست -

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ٭ دہن برچہرہ زخمے بود و بہ شد

عشق در اول و آخر ہمہ دیدہ است و داع ٭ این شرابیست کہ ہم پختہ و ہم خام خوش است

در لب خوا ہم یکے ذرہ ے پرستی ٭ یکے در غمزہ خواہی پارہ ے مستی تو

زغارت چمنت بر بہار منت ہا ست ٭ کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

جہانگیر کے دربار میں اپنے اخیر زندگی تک نہایت عزت و احترام سے بسر کی - صرف ایک موقع ایسا پیش آیا کہ کسی بات پر جہانگیر ناراض ہو گیا اور طالب کئی روز تک شرف باریابی سے محروم رہا - ایک قصیدہ میں اس واقعہ کو نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے -

بہ نسبت کرم دادہ بودی از کف خویش ٭ ترا زجود زبانے چنین ہزار افتاد

چو روشنم زکفت جز خمر از [illegible] بر آبرو بود ٭ بگرد گیتی یکے ز بانم بزنہار افتاد

یکے [illegible] ٭ [illegible]

[illegible] ین خورشید داشت آئینہ ام ٭ بدید کز عرش مہر بر سندار افتاد

چو پیش مشعل مہ بود شب چراغ مرا ٭ بچہرہ گونہ کاہیش شمع وار افتاد

ازین نشاط کہ گردست آسمان لرزید ٭ کہ باز در کف خاقان کامگار افتاد

کنون برشتہ مہرش بمدار کہ تقدیر ٭ دوبار در کفت این ذرہ خوار افتاد

طالب کی ایک بہن تھی جسکا نام ستی النساء تھا جسکو طالب اپنی ماں کے برابر سمجھتا تھا - اسکو طالب سے اسقدر محبت تھی کہ صرف اس سے ملنے کیلیئے ایران سے آگرہ آئی اسکی شادی نصیرائی کاشی سے ہوئی [illegible] صائب کے استاد مسیح کاشی کا حقیقی بھائی تھا - نصیرا کی وفات کے بعد ستی النسا ممتاز محل کی خدمت مقرر ہوئی اور ممتاز محل کے مرنے کے بعد شاہجہاں نے اسکو حرم شاہی کا صدر محل یعنی مدار المہام مقرر کر دیا -

تعلیم پائی اور پندرہ سولہ سال کی عمر مین اسنے ہندسہ - منطق - ہیئت - فلسفہ تصوف اور خوشنویسی مین کمال حاصل کر لیا تھا - اس زمانہ مین مازندران کا حاکم جسکو ایران کی اصطلاح مین وزیر کہتے تھے ابوالقاسم تھا اسکی مدح مین متعدد قصائد لکھے ایک قصیدہ کا مطلع یہ ہے اور یہ غالباً طالب کا پہلا قصیدہ

سحر کہ غنچہ کشاید گرہ ز پیشانی ؛ زند دم از دم عیسیٰ نسیم بستانی

سحر کہ ذرۂ بیجان شکسیائے نسیم ؛ بطرف عارض گلبن کند پریشانی

کچھ عرصہ کے بعد یہان سے طبیعت سیر ہوئی اور کاشان مین آیا - یہان منتقل سکونت اختیار کی اور شادی بھی کر لی - تذکرہ میخانہ مین لکھا ہے کہ اسکی شاعری کا نشو ونما یہین ہوا - لیکن چند روز کے بعد یہان سے بھی برداشتہ خاطر ہو کر مرو کو چلا گیا - یہ عباس صفوی کا زمانہ تھا - ملکش خان صوبہ کا گورنر تھا - طالب نے اسکے دربار مین رسائی حاصل کی اور متعدد قصائد مدحیہ لکھے - دو سال تک یہان رہا لیکن طالب ہندوستان کی فیاضیون کے خواب دیکھا کرتا تھا ایک مثنوی لکھکر ملکش خان سے وطن جانیکی اجازت حاصل کی اور وطن کی طرف روانہ ہو گیا یا ہندوستان چلا آیا وطن کا بہانہ صرف اسلئے تھا کہ شاید ہندوستان جانیکی اجازت نہ ملتی - ہندوستان کو جاتے وقت یہ رباعی لکھی -

طالب گل این چمن بہ بستان بگذار ؛ بگذار کہ مے شوی پریشان بگذار

ہندو نبرد بہ تحفہ کس جانب ہند ؛ بخت سیہ خویش را با ایران بگذار

ہندوستان مین آکر اسکو کامیابی نصیب ہوئی - وہ تمام مقامات مین بہ تلاش معاش پھرتا رہا دہلی لاہور ملتان سرہند کا ذکر اسنے اپنے اس زمانہ کے قصائد مین خصوصیت سے کیا ہے - لاہور مین اسنے شاہ ابوالمعالی کی خدمت مین بیعت حاصل کی چنانچہ کہتا ہے - اشعار

کہ پیر و دستگیر و مرشد من ؛ یکے قطب است از اقطاب لاہور

خدایا زندہ جاوید دارش ؛ بہ آب خضر یعنی آب لاہور

اس زمانہ مین قندھار کا حاکم غازی خان تھا وقاری تخلص کرتا تھا اکثر اہل کمال مثلاً اسد قصہ خوان، مرشد بروجردی، میر نعمت اللہ، وغیرہ اسکے دربار کی رونق تھے - طالب بھی اسکا شہرہ سنکر قندھار پہونچا - غازی خان نے خاطر خواہ قدردانی کی اور مقربان خاص مین داخل کیا - لیکن ابھی تقدیر مین گردش تھی سنہ [illegible] ہجری مین غازی خان اپنے ایک غلام کے ہاتھ سے مسموم ہوا - طالب کو پھر ہندوستان کا رخ کرنا پڑا - آگرہ پہونچا اور مدتون خاک چھاننے کے بعد خواجہ قاسم دیانت خان نے زود رنگ

طالب آملی

اسمین شک نہین کہ شاہان مغلیہ عموماً فن شعر کے ماہر تھے لیکن جو ید طولیٰ فن تنقید مین شہنشاہ جہانگیر کو حاصل تھا وہ کچھ اور ہی بات ہے جسکی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ازل سے درد مند دل لیکر آیا تھا اور ملک الشعرا فیضی کے سامنے اسنے زانوئے ادب تہ کیا تھا فیضی کی تربیت نے جہانگیر کی قابلیت کو چار چاند لگا دیئے - اس کے دربار مین صرف ان شعرا کا گذر تھا جو زود گو اور پُرگو تھے - یہ ایک ایسا معاملہ تھا جسمین نورجہان کی سفارش بھی کام نہ آتی تھی - چنانچہ روایت ہے کہ مستی شاعر نے جو قوم سے کلال تھا - بتقریب شاعری نورجہان کے ذریعہ جہانگیر کے دربار مین رسائی پیدا کرنی چاہیے - کلالون کی قوم اس زمانہ مین چاؤشی کا کام کرتی تھی - نورجہان کی سفارش پر جہانگیر نے کہا کہ مستی کا کام چاؤشی ہے اسکو شاعری سے کیا مناسبت - مگر نورجہان کے اصرار پر مستی کو شعر پڑھنے کی اجازت ملی - چنانچہ مستی نے یہ شعر پڑھا ؎

مستی بگریہ مے دارد اے نصیحت گر　　کنارہ گیر کہ امروز روز طوفان ست

جہانگیر نے فوراً کہا کہ دیکھو پیشہ کی رعایت موجود ہے - نورجہان کو اپنی سفارش پر نادم ہونا پڑا -
ایک دفعہ دربار کے موقع پر ایک شاعر نے قصیدہ پڑھا جسکے مطلع کا پہلا مصرعہ یہ تھا - ع

" اے تاج دولت برسرت از ابتدا تا انتہا "

جہانگیر نے فوراً دریافت کیا کہ تم فن تقطیع جانتے ہو یا نہین - شاعر نے نفی مین جواب دیا - جہانگیر نے کہا جاؤ بخشا - اگر تقطیع جانتے ہوتے ابھی گردن زدنی کا حکم دیدیتا - کیونکہ مصرع کا دوسرا رکن "تت برسرت" ہوتا ہے اور یہ گستاخی ہے - اس قسم کے ماہر فن کے سامنے کسی شاعر کا چراغ جلنا معمولی کام نہ تھا - طالب آملی اسی دربار جہانگیری کا ملک الشعرا تھا -

طالب - آمل کا رہنے والا تھا - جو مازندران کا ایک شہر ہے - بچپن مین جسکی علوم و فنون کی

صرف کرتے تھے اور صرف ایک چوتھائی خلافت کے لیے - ایسی حالت مین خلافت کو ہندوستان سے جو مالی امداد پہونچی وہ نھا ہے - الغرض یہ خواہ مخواہ کی بدگمانی اور نکتہ چینی ہے - ہندؤون کے لیے مسلمانون کے تالیف قلب کی اس سے بہتر صورت نہین ہے کہ وہ بحد امکان خلافت کی امداد کرین اور آپسمین ابدی اتحاد اور یکجہتی کی بنیاد ڈالین -

پریم چند

جذبات ٹگور

نیند جو بچون کی آنکھون مین رقص کرتی ہے -
کیا کوئی جانتا ہے کہ وہ کہان سے آئی ؟
ہان ! یہ روایت ہے کہ اسکا مکان اُس خوبصورت گانو مین ہے کہ جسکا صحرا جگنوؤن کی دھیمی روشنی سے منور ہے ، اور وہان جادو کے دو سر میلے غنچے آویزان ہین -
یہ نیند وہان سے بچون کی آنکھین چومنے آتی ہے ؟
بوقت خواب جو تبسم بچون کے ہونٹھون پر مرتعش ہوتا ہے -
ہان کوئی جانتا ہے کہ اُس کی جاے پیدایش کہان ہے -
ایک روایت ہے کہ ہلال اہتاب کی ایک نوخیز طلائی شعاع موسم خزان کے ایک فنا ہونے والے بادل سے مس ہوئی تھی ، اور وہان یہ تبسم شبنم مین غسل کیے ہوے نور سحر کے خواب مین پیدا ہوا تھا
ہان وہ تبسم جو ایک بچے کے ہونٹھون پر رقص کرتا ہے !!
وہ شیرین و نرم تازگی جو ایک شگفتہ بچے کے اعضا سے وابستہ ہوتی ہے
کیا کوئی جانتا ہے کہ وہ اس وقت تک کہان پوشیدہ رہی !
ہان ! جب اُس کی ان ایک نوخیز دوشیزہ تھی یہ تازگی ایک خوش راز الفت کی طرح اسکے دل مین پوشیدہ تھی !!
ہان وہ شیرین و نازک تازگی جو بچون کے اعضا کو عطا کی گئی ہے -

ترجمہ تاشا علی بریلوی

کے لیے دیتا ہے تو بارہ آنہ خلافت کو دو اور چار آنہ کانگرس کو۔ علی ہذا ہندؤون سے انکی یہ اپیل تھی کہ تم رو پیہ مین چودہ آنہ کانگرس کو دو تو خلافت کو بھی نہ بھول جاؤ اور دو آنے اُسے بھی دو اسپر اکثر ہندو اخبارات طرح طرح کی تفسیرین اور تشریحین کر رہے ہین۔ دونون تحریکون کی مسلمانون کی نگاہون مین جو نسبتی اہمیت ہے اُسکا انھین اس اپیل سے کافی ثبوت ملجاتا ہے۔ ہمین اس اپیل مین اعتراض کے قابل کوئی پہلو نہین نظر آتا۔ خلافت کی حمایت مسلمانون کیلیے مذہبی سوال ہے۔ ہندؤن کو اس مسئلہ سے جو کچھ ہمدردی ہے وہ مسلمانون کی خاطر سے ہے۔ مسلمان اپنے مذہب کی حمایت کو اپنا فرض اولین سمجھتے ہین اور یہ سراسر حق بجانب ہے۔ ملکی وطنیت کا مسئلہ کوئی مستقر صورت حال نہین ہے۔ بہت ممکن ہے کہ تہذیب کے فروغ کے ساتھ ملکیت کا مسئلہ غائب ہو جائے اور ایک عالمگیر اخوت مسلط ہو جائے اس تحریک کا آغاز بابو بندر ناتھ ٹھاکر نے کر دیا ہے اور دنیا کے روشن خیالون نے بڑی خندہ پیشانی سے اسکا خیر مقدم کیا ہے مگر مسلمان ہمیشہ مسلمان رہینگے۔ ہندو ہمیشہ ہندو۔ ہم یہ نہین کہ خلافت کا مسئلہ مسلمانون کے لیے خالص مذہبی مسئلہ ہے۔ نہین اسمین دُنیاوی اقتدار کا خیال بھی مضمر ہے کوئی مذہبی خیال دنیا سے خالی نہین ہو سکتا۔ مذہب کے نظام کا وجود ہی دنیاوی فروغ کے لیے عمل مین آتا ہے محض روحانی اور انفرادی ترقی کے لیے کسی مذہب کی ضرورت ہی نہین اسکے لیے نفس کی تہذیب ہی کافی ہے۔ ہندؤون کو سوراجیہ کی ضرورت اگر دنیاوی اقتدار کے لیے نہین تو اور کس لیے ہے روحانی معراج کا دروازہ تو اب بھی بند نہین ہے۔ اسلیے اگر مسلمانون کو وطن سے اپنا مذہب چوگنا زیادہ عزیز ہو تو ہندؤن کو شکایت یا بدگمانی کا کوئی موقع نہین ہے۔ جب اسوقت دونون تحریکون کی کامیابی مشترک ہے، ایک کو ترک کر کے دوسری ہرگز کامیاب نہین ہو سکتی تو ان موشگافیون کو بالای طاق رکھدینا چاہیے۔ اور اس واقعی امر کو قبول کر لینا چاہیے کہ مسلمانون کو مذہبی بنا پر خلافت سے جو محبت ہے وہ ہندوستان سے نہین ہو سکتی، اسی طرح جیسے ہندؤن کو مذہبی اور دنیاوی اعتبار سے ہندوستان سے جو محبت ہے وہ خلافت سے نہین ہو سکتی۔ خلافت کو امداد کی ضرورت ہے، وہ کون کرے؟ اگر مسلمان اپنی ساری قوت سوراجیہ کے لیے صرف کر دین اور ہندؤن کو خلافت سے اتنا گہرا تعلق نہین ہے تو خلافت کی امداد کون کرے۔ ہندو اخبارات تو جب خوش ہوتے کہ مسلمان ہندؤن کی طرح اپنی قوت کا تین چوتھائی حصہ سوراجیہ کے لیے

ترک اٹھانا پڑی اور اب ہو بالاؤن کی شورش مین ہندوؤن کو ترک ہو رہی ہے مگر جب اجتماعی حیثیت سے دونون قومین مقابل ہونگی تو نقصان اور پامالی کا خطرہ مسلمانون کو ہو سکتا ہے نہ کہ ہندوؤن کو ہم فطرت انسانی کو اتنا پست نہین سمجھتے کہ جب دونون فرقے باہمی احسانات اور متحد اغراض کے بندھنون مین بندھ جائین گے جب مسلمان دیکھینگے کہ ہندوؤن نے نازک وقت مین ہمارا ساتھ دیا اور ہماری خلافت کو بچایا اور ہندو دیکھین گے کہ مسلمانون کی مدد سے ہمین سوراجیہ ملا اور ہماری گئو ماتا کی رکھشا ہوئی اور سب سے بڑا یہ خطرہ پیش نظر ہوگا کہ ہمارے درمیان بدمزگی ہوئی اور کسی تیسری طاقت نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ تب بھی ہم ایک دوسرے سے بدگمان ہوتے رہینگے اور ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرتے رہینگے! ابھی تک دونون فرقون کو متحد کرنے کی کبھی کوشش نہین ہوئی۔ اگر کوشش ہوئی تو انھین لڑا دینے کی۔ اگر اُس طاقت کا اثر نہوتا جسکا فائدہ دونون فرقون کے کشمکش مین ہے تو زمانہ اور اقتضائے وقت نے ان دونون فرقون کو اب تک کبکا ایک متحد اور منضبط قوم بنا دیا ہوتا۔ بےشبہ کمزوری کی نشانی ہے اور اخلاقی بزدلی کا ثبوت۔ اس شخص کی زندگی اجیرن ہے جو در و دیوار کو چونکی نظرون سے دیکھتا رہے۔ جسے اپنے چارون طرف دشمن ہی دشمن نظر آئین کہین دوست کی صورت نہ دکھائی دے۔ یہ اپنی کمزوری کا اعتراف ہے۔ اسکا علاج کسی دستگیر اور حامی کی تلاش مین نہین ہے بلکہ اپنے جسم مین قوت اور دل مین استقلال پیدا کرنا چاہئیے ہندوؤن کو اپنے معاشرت مین، اپنے مذہبی رسم و رواج مین ایسی اصلاح کرنی چاہیے کہ انھین ہمسایون سے خوف نہ باقی رہے کیونکہ سوراجیہ کیا دنیا کی کوئی طاقت کمزورون کو ظلم اور بیداد سے نہین بچا سکتی۔ اکثر شکایتین سُننے مین آتی ہین کہ مسلمان ہندو عورتون کو بہکا کر انسے نکاح کر لیا کرتے ہین۔ مسلمان ہندوؤن کو مسلمان بنا لیتے ہین۔ یہ بہت کم سننے مین آتا ہے کہ کسی ہندو نے کسی مسلمان عورت کو بہکایا یا کسی مسلمان کو ہندو بنایا۔ اسکا باعث ہندوؤن کے مذہبی اور تمدنی تعصبات ہین اور جب تک وہ ان تعصبات کو دھتکار نہ بتائین گے۔ اس قسم کی شکایتین ہرگز بند نہونگی۔ بہرحال ہندو مسلم اتحاد کا سلسلہ نہایت نازک ہے اور اگر کامل احتیاط اور تحمل اور ضبط اور رواداری سے کام نہ لیا گیا تو یہ سوراجیہ کی تحریک کے راستہ مین سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوگا۔ مولانا شوکت علی نے اپنی کراچی کی تقریر مین مسلمانون سے خلافت کیلیے چندہ کی اپیل کرتے ہوئے کہا تھا اگر تمھین ایک پیسہ اس مقصد

کے سے [illegible] قیاس ہونا چاہیے - اس طاقت ثالث کا قیام ہمیشہ اسی بنا پر رہ سکتا ہے - ملک میں
سوراج ہوتا تو اس قسم کی شورشیں اول تو ہونے ہی نہ پاتیں، ارباب اختیار پہلے ہی سے بندشیں کرتے
اور اگر ہو بھی جاتیں تو ان کا فوری انسداد کر دیا جاتا - ملک میں ایسے شکی مزاج اصحاب کی بھی ایک
جماعت موجود ہے جو خلافت کی تحریک کو اشتباہ کی نظر سے دیکھتے ہیں - انھیں ایران، افغانستان،
حجاز، ترکی، بخارا وغیرہ خود مختار سلطنتوں کے بیچ میں آٹھ کروڑ مسلمانوں کی ہم وطنی خطرہ سے
خالی نہیں نظر آتی جب اسکا اندیشہ ہے کہ ان آٹھ کروڑ مسلمانوں کی ہمدردی دیگر خود مختار سلطنتوں کے
ساتھ ہوگی - اس لیے وہ انگریزوں کے سایہ حمایت میں رہنا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں - اس جماعت کا یہ بھی
خیال ہے کہ ہندوستان اپنی بحری حفاظت کرنیکے قابل نہیں ہے اس لیے گمان غالب ہے کہ اسے کسی نہ
کسی دوسری طاقت کا محکوم بننا پڑیگا - ایسے اصحاب کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہم کی دوا
لقمان کے پاس بھی نہیں ہے - جب انگریزی گورنمنٹ جیسی منضبط، طاقتور، عالمگیر، لاتناہی طاقت
ہندوستان میں رہنا فائدے سے خالی سمجھے گی تو یہ غیر ممکن ہے کہ کسی دوسری طاقت کو یہاں قدم
جمانے کا حوصلہ ہو - جو شخص من بھر کا وزن اٹھا سکتا ہے اسے دو چار پنسیریوں سے خائف ہونے کی
مطلق ضرورت نہیں - جب ہم نظروں کے سامنے دیکھ رہے ہیں کہ چین اور ایران اپنی علیحدہ ہستی
قائم رکھ سکتے ہیں، امریکہ میں درجنوں چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہیں - جنھیں ممالک متحدہ امریکہ
کسی دن زیر نگین کر سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان اپنی علیحدہ ہستی قائم نہ رکھ سکے - کیا جو
اثرات اور اسباب چین اور ایران، برازیل اور ارجنٹائن، کو مداخلت غیر سے محفوظ رکھ سکتے ہیں،
جن اثرات کے باعث ابتک افغانستان آزاد چلا آتا ہے وہ ہندوستان کی حالت میں معدوم اور
مفقود ہو جائینگے؟ چین ابتک کبھی سنبھل چکا ہوتا اگر جاپان اسے سنبھلنے دیتا - خوش قسمتی سے ہندوستان
کے قریب ایسی کوئی عظیم الشان طاقت نہیں جسکی جانب سے ہمکو مداخلت کا اندیشہ ہو - رہے اپنے ملک کے
آٹھ کروڑ مسلمان - اول تو ہمکو اپنے دل سے یہ خیال نکال دینا چاہیے کہ یہ برادران وطن اب بھی ہمارے
اوپر حکومت کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں - کیونکہ ہندو تعداد میں، دولت و ثروت میں اور طاقت میں
مسلمانوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں - یوں بھی مقامی ہنگاموں میں تو وہی فریق غالب رہتا ہے
جسکی تعداد وہاں غالب ہے - ملتان، آرہ، چھپرا، شاہ آباد، گیا وغیرہ میں جب شورش ہوئی تو مسلمانوں کو

انکار کرتا ہے کہ اُن کے پیروؤن کی نگاہ بھی اتنی ہی وسیع اُن کے ارادے بھی اتنے ہی پاک اور اُنکے
معیار بھی اُتنے ہی بلند ہین - اور جب یہ یاد کیجیے کہ چند سال قبل دونون فرقے چھوٹی چھوٹی ملازمتون کے لیے
کسقدر تنگدلی کا ثبوت دیتے تھے، آپسمین کتنی کدورت اور کتنا تعصب تھا تو یہ صورت حال ناقابل یقین
نہین معلوم ہوتی - بیشک ابھی تک اُس بے اعتباری، اور کدورت، اور رقابت کا اثر باقی ہے
لیکن کیا یہ کچھ اطمینان کا باعث نہین ہے کہ جہان پہلے دونون فرقون کے اکابر منافرت اور مغائرت کی
تلقین کیا کرتے تھے، جہان تفریق و عناد کا سامان نمایندگان قوم کے ہاتھون مہیا ہوتا تھا، وہان اب یہ
اصحاب برادرانہ اتحاد و سلوک کا دم بھرتے ہین - مولانا محمد علی کے کلم سے کامریڈ کے کالمون مین
گاؤکشی کی حمایت مین صدہا پر زور مضامین نکل چکے ہین - وہ اسے اپنا قومی فرض، اپنا حق، اپنا مذہبی شعار
سمجھتے تھے - لیکن اب وہی محمد علی اپنے برادران ملت سے پکار پکار کہتے ہین کہ اپنے برادران وطن کی خاطر
گاے کی حفاظت کرو، اسے پاک سمجھو - گذشتہ بقرعید کے موقع پر کئی مسلمان رہنمایان قوم نے اپنے متعلقین
بھائیون کے ہاتھون سے گائین لیکر ہندوؤنکو دیدین - عوام اپنے رہبرون کے نقش قدم پر چلتے ہین جب
رہبرون کی تالیف ہوگئی تو عوام کی تالیف بھی جلد یا بدیر ہو جائیگی - اس مین شبہ نہین - ہندی اور اُردو
رسم الخط دونون فرقون کے مابین ایک امر متنازعہ تھا - اب ہندو اُردو کی مخالفت کرتے نہین سنائی دیتے اور نہ
مسلمانون کیجانب سے ہندی کی مخالفت کی صدا سنائی دیتی ہے - اکثر ہندو اصحاب موپلاؤن کی شورش
سے بدظن ہوگئے ہین اور خائف ہین کہ انقلاب حکومت کی صورت مین کہین انھین مسلمانون کے ہاتھون ایسی
ہی بدسلوکیان برداشت کرنی پڑین - اسلیے وہ اضطراری طور پر سوراجیہ سے متنفر ہوجاتے ہین - ان بدعتون کے
چشم دید واقع پڑھ پڑھ کر ان کا خون اُبلنے لگتا ہے اور مایوسی کیحالت مین وہ موجودہ نظام کا قائم رہنا ہی
ملک کے لیے ضروری سمجھتے ہین - موپلاؤن کے مجنونانہ اور وحشیانہ حرکات پر جسقدر نفرت کا اظہار کیا
جاے کم ہے - مسلمانون نے اور ان کے علما و مجتہدون نے باآواز بلند ان حرکات پر نفرین کی ہے اور ہمکو
یقین ہے کہ کوئی ذمہ دار مسلمان آج موپلاؤن کی حمایت کرنے پر آمادہ نہوگا - اس سے زیادہ مسلمان
لیڈرون کے قابو مین اور کیا تھا - اگر اس علاقہ مین مارشل لا جاری نہوتا اور مسلمان سرغنایان قوم وہان
داخل ہوسکتے تو شاید یہ شورش فرو ہو چکی ہوتی اور جبتک ملک مین ایک ایسی تیسری طاقت موجود ہے
جسکا وجود ہندو مسلم منافرت پر قائم ہے تو وہ اپنے وجود کی ضرورت ثابت کرنے کے لیے اس قسم کی تحریکین

بدھ اور حضرت عیسیٰ جیسے پاک نفس افراد پیدا ہو سکتے تھے جب تربیت کی نہ وہی [illegible]
عقل اور روحانیت کی یہ کشمکش موجودہ تحریک کے راستہ میں خوفناک [illegible]
جب اس کے حامی بند رونالڈ شجوز جیسے [illegible] ایسے صاحب ہیں تو اس [illegible]
سے ہٹانا آسان نہ ثابت ہوگا۔

مگر اس "عقلیت" سے بھی زیادہ مانع اور ہمت شکن وہ تصادم اغراض ہے جس کے ایک طرف زمیندار
اور اہل سرمایہ ہیں اور دوسری طرف کاشتکار اور مزدور۔ موجودہ تحریک حق اور انصاف اور جمہوریت کے
ستون پر قائم ہے اسلئے لازمی طور پر اسکی ہمدردی مزدوروں اور کاشتکاروں کے ساتھ ہے۔ کانگرس
پہلے بھی متوسط درجہ کی تحریک تھی جسمیں زمیندار اور سرمایہ دار خال خال تھے بیشتر تعداد وکیلوں پروفیسر
اور اخبار نویسوں کی تھی جو نہ سرمایہ دار ہیں اور نہ زمیندار بلکہ بالعموم کاشتکاروں اور مزدوروں میں چونکہ
سیاسی بیداری نمودار ہوئی تھی اسلیے کانگرس بھی نمایاں طور پر انکے حقوق اور مطالبات کی نیابت کرتی
تھی۔ اس دوران میں جمہوریت نے روے زمین کی تسخیر کرلی ہے۔ اور ہندوستان میں بھی اس کا
پیش خیمہ آپہونچا ہے۔ کانگرس میں عوام کا عنصر غالب ہوگیا ہے اور عدم تعاون نے ایک جمہوری تحریک
کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ اس کے ذمہ دار کارکنوں نے بھی واضح طور پر اس کی حیثیت کا اعلان
کردیا ہے کسان سبھائیں مزدور سبھائیں جا بجا قائم ہوگئی ہیں اور اُن کی کارکن بالعموم کانگرس ہی کے
اراکین ہیں۔ ایسی حالت میں اہل زر و زمین کا کانگرس سے منحرف ہوجانا بالکل قرین قیاس ہے علاوہ
اقتضائی وقت اور عالمگیر جمہوری لہر نے ابھی تک ان طبقوں کو مجموعی طور پر کانگرس سے علحدہ نہیں کیا ہے
ہی بڑے بڑے ملوں کے مالک کتنے ہی بڑے بڑے سرمایہ دار اور زمیندار اس کے ہمدرد ہیں اور کم سے کم
اس کی مالی حمایت کرتے رہتے ہیں تاہم یہ کہنا بیجا نہیں کہ ان گروہوں کی ہمدردی روز بروز رو بہ تنزل
ہے اور بہت ممکن ہے کہ آئندہ چلکر یہ لوگ اپنے منفعت اور مفاد اور حقوق کو کانگرس جیسی جمہوریت پسند
جماعت کے ہاتھوں میں محفوظ نہ سمجھیں۔ اب بھی اُسکے آثار نظر آرہے ہیں۔ ان سبھاؤں میں زیادہ تر ایسے لوگ
ہی شامل ہیں انھیں اب بجز سرکار کا دامن پکڑنے کے اور کوئی راہ نجات نہیں نظر آتی۔ [illegible]
دست بردار نہیں ہونا چاہیے جو سرکار نے وقتاً فوقتاً وقتی ضرورتوں کو رفع کرنے کی غرض سے [illegible]
ہیں۔ وہ اُن پارلیمنٹری اور بوسیدہ قوانین کی بنا پر اپنی قدیم حیثیت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں

اور یہ مانا ہم معترف ہیں کہ یہ فرد موجودہ دور کا روشن پہلو ہے۔ مگر اس رخ تاریک کے
مقابلہ میں کتنا عکسی، کتنا دھندھلا، کتنا مبہم۔ اسکے برعکس نظام قدیم میں قناعت اور نفس
کشی اور بلند نظری کہ سے کم اعلیٰ طبقہ کا جزو حیات بنگئی تھی۔ اہل زر، اہل ثروت، محض زکوٰۃ نکال کر
مطمئن ہو جاتے تھے، جیسا آج کل ہوتا ہے۔ جسنے تحریکیں نمائش ونمود، یا پولیٹیکل ریشہ دوانیوں
پر مبنی ہوتی تھیں۔ بلکہ ان کی تہ میں بھی ارادت سچا جوش ہوتا تھا۔ کمزوروں کی حمایت کیلئے
جس طرح لڑائیاں ہو جاتی تھیں نہ کہ ایک طاقتور قوم کسی کمزور قوم کو پامال کرتی رہے۔ اور
اہل دنیا تماشہ دیکھا کریں، اُن کی رگ حمیت و انسانیت ذرا بھی متحرک نہو۔ سادہ معاشرت کے پردہ
پھر وہی قدیم فطری معاشرت کا نظارہ دیکھنا چاہتے ہیں جب انسان کو تہذیب اخلاق اور تربیت نفس
کے موقع ملتے تھے اور سارا وقت حرص و ہوس میں صرف نہوتا تھا جب وہ قدرتی غذا کھاتا تھا۔ قدرتی پانی پیتا تھا
قدرتی لباس پہنتا تھا۔ جب زر و مال کی تقسیم اسقدر نا برابر نہ تھی اور جب تجارت کا نشہ اتنا قاتل نتھا
جب انسان اتنا خود غرض نتھا۔ حقارت سے کہا جاتا ہے کیا تم لوگ مادری یا زرد لوگا کا فر
قوموں کے پہلو بہ پہلو چلنا چاہتے ہو؟ ان قوموں نے کون سا اخلاقی ارتقا یا عقلی نشوونما
کا ثبوت دیا ہے؟ ہم کہتے ہیں یہ قومیں وحشی سہی، جنگلی سہی، حرف ناشناس سہی، برہنہ سہی،
ہم انہیں موجودہ تہذیب کے خونخوار درندوں سے، رنگے ہوے سیاروں سے، شکاری مرہٹوں
سے، جفا شعار، خون آشام تاجروں سے، کہیں بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ جانوروں کو مار کر کھاتے
ہیں، اپنے بھائیوں کا خون نہیں چوستے، وہ غاروں میں اور درختوں پر رہتے ہیں۔ ان
محلوں میں نہیں رہتے جن کی بدولت ہزاروں آدمیوں کو متعفن گلیوں اور شاہراہوں پر سونا
پڑتا ہے وہ ننگے بدن رہتے ہیں، وہ لباس نہیں زیب بدن کرتے جو کبر و نخوت، رشک و
حسد کے بیج بوتے ہیں جس سے بھولے بھالے آدمیوں کو مکر کا شکار کیا جاتا ہے۔ مگر جیسے
جانوروں اور کافروں کو تشابہ کرنا انتہائی بعید از انصاف ہے جتنا موجودہ تجار کو
خونخوار درندوں سے ملانا۔ آخری اور تذلیل یا تو ابھی دائرہ حیوانیت سے دس ہی
پانچ صدی قبل نکلے ہیں یا اُن کی قدیم تہذیب بالکل محو اور فنا ہو گئی ہے ہم اس نژاد و
کے مدعی ہیں جب وید کا الہام ہوا تھا، جب درشن شاستر تصنیف ہوے تھے۔ جب

ارتقائے تخیل کے بعد دنیا کیلیے باعث نجات بن جائیگا۔ وہ سمجھتا ہے کہ آگ اُسی وقت تک
بجھتی ہے جب اُسے جلانے کو کوئی اور چیز نہیں ملتی۔ اُسے یقین ہے کہ موجودہ اسپرٹ کا دور جو
خود غرضی سے پُر ہے اُسی وقت خاتمہ ہوگا جب اُسے اپنی غرض کا نشانہ بنانے کے لیے اپنی غرض
کے قربانگاہ پر قربان کرنے کے لیے کوئی کمزور قوم باقی نہ رہجائے گی۔ اسی تنآوری اور خود
پروری کی اسپرٹ نے امریکہ کے انڈین قوم، افریقہ کے حبشیوں کو آسٹریلیا کے اصلی باشندوں کو قریب قریب
نیست و نابود کردیا۔ اگر ہندوستان میں ابھی تک کچھ جان باقی ہے تو یہ حکمران قوم کی فراخ دلی
یا ہمدردی کے باعث نہیں، بلکہ ہندوستان کے اُسی نظم تمدن کے باعث جو اس کے اسلاف
نے ہزاروں برس پہلے مدون کردیا تھا۔ عدم تعاون کا پیرو قوم کے اخلاقی زوال اور انحطاط کو روز
بروز بڑھتے دیکھکر اس کے احیار کیجانب سے مایوس ہوجاتا ہے۔ اُسے مدرسوں کی تعداد سے،
ریلوں کی توسیع سے، ملازمتوں کی ترقی سے، موٹروں کی کثرت سے، مل اور کارخانوں کی سرسبزی
سے تشفی نہیں ہوتی، وہ ان اسباب کو ارتقائے حیات نہیں سمجھتا۔ وہ ارتقا کو روحانی،
اخلاقی ضمیری ارتقا سمجھتا ہے۔ تجارتی سرسبزی کو وہ غربا کا قتل گاہ خیال کرتا ہے۔ کون یہ
دعوےٰ کرسکتا ہے کہ بیسویں صدی کی دُنیا رامائن اور عیسیٰ و بُدھ کے دور سے زیادہ راستباز
زیادہ فراخ دل، زیادہ بے غرض ہوگئی ہے۔ کیا اس زمانہ میں بھی بُدھ اور اشوک کی سی مثالیں
مل سکتی ہیں، کیا آج بھی حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوسکتا ہے؟ جس دور میں قناعت کا شمار رذائل ذمیمہ
میں کیا جاتا ہے اسمیں اخلاقی ارتقا اور نمو کے لیے کوئی گنجایش نہیں ہوسکتی۔ شعرا اور اہل باطن آج
بھی قناعت کے ثنا خوان ہیں۔ وہ آج بھی انکسار، غربا پروری اور تحمل کی تعریف کرتے ہیں
لیکن اُن کی سنتا کون ہے؟ اہل دنیا کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔ وہ اپنے فایدہ اور
غرض میں اسقدر منہمک ہیں کہ انھیں ایسے مسئلوں پر دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ہے۔
کہا جاسکتا ہے کیا آج کل عیسائیوں کے بڑے بڑے مشن نہیں ہیں کیا سالویشن آرمی دنیا کو
نجات کا پیغام نہیں سُناتی پھرتی۔ کیا آج بھی پارلیمنٹ میں ہندوستان کے وکیل موجود نہیں ہیں؟
کیا دوران جنگ میں ہزاروں مردوں اور عورتوں نے زخمیوں کی تکلیفیں رفع کرنے میں
اپنی جانیں نہیں قربان کیں؟ کیا اس جنگ عظیم کی ذمہ داری کو اپنے سر لینے کا کسی قوم کو حوصلہ

[illegible] آب و ہوا میں تو نہیں حاصل کر سکتی۔ جتنے مرتوں میں یہ سبق حاصل کیا ہے اور [illegible] دوسری قوموں کا بھی یہی تجربہ ہے۔

اس راستے میں دوسری بڑی رکاوٹ عقل اور روحانیت کا اضداد ہے۔ ایک گروہ جو علم و کمال [illegible] ہے اور اسکے ساتھ ہی سوراجیہ کا اس سے کم دلدادہ نہیں ہے جتنا کہ عدم تعاون کے پیرو ہیں، اس سادہ و بے تکلف، قدرتی زندگی کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔ جو مقلدات کے پیرو فون کا مابہ الامتیاز بنگئی ہے وہ اس معاشرتی انقلاب کو جو اس سادگی کا لازمی نتیجہ ہے دور بہیمیت کا مترادف قرار دیتا ہے۔ اُس کے خیال میں یہ تحریک تہذیب اور تمدن کے ارتقا کو محو کر دینا چاہتی ہے اور اس نام نہاد دور ترقی و تجلی کو مٹا کر پھر اسی قرون اولیہ کی حالت پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یہ گروہ ان علمی و نظری انکشافات کو ان طبعی ایجادوں کو اس سیاسی اور تمدنی حالت کو عقل انسانی کا منتہائے کمال سمجھتا ہے۔ وہ اس پُر تکلف، پُر تصنع زندگی کا۔ اس تجارتی اور حرفتی کشمکش کا اتنا گرویدہ ہو گیا ہے کہ اس کے ذہن میں سادہ زندگی کا خیال داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کی نگاہ موجودہ معاشرت کے روشن پہلو کیطرف جمی ہوئی ہے۔ اسکے تاریک پہلو کو وہ عمداً یا طبعاً دیکھنا نہیں چاہتا اسے اس کی مطلق پروا نہیں ہے کہ موجودہ نظام نے اگر ایک طرف آسایش کے اسباب مہیا کیے ہیں تو دوسری طرف ہلاکت کے اسباب بھی مہیا کیے ہیں اگر ایک طرف تجارت کو درجہ کمال تک پہونچا دیا ہے تو دوسری طرف زندگی کو کتنا تکلفات کا خوگر بنا دیا ہے حق یہ ہے کہ ہوائی جہاز اور موٹر اور گوناگوں حیرت خیز ایجادوں نے اس گروہ کی نظروں کو خیرہ کر دیا ہے۔ وہ نہیں دیکھتا کہ نسل انسان کو ان چیزوں کیلیے کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ کتنی جانیں تلف ہوتی ہیں، کتنی محنت رائگان ہوتی ہے۔ اسی تجارتی انہماک کے باعث آج کل دنیا [illegible] اور کارزار حیات کا بازیچہ بنی ہوئی ہے۔ یہ کشمکش ہماری معاشرت کا، ہمارے فلسفہ کا ایک مسئلہ اصول اور عمل ہو گئی ہے۔ اسنے ہماری خود غرضیوں کو، ہماری انفرادیت کو، ہماری مفاد پرستی کو ایک جنون کی حد تک پہونچا دیا ہے۔ اسی نے سربرآوردہ قوموں کو زیردست آبادی کی [illegible] اور جفا شعاری پر مائل کیا ہے۔ سادہ معاشرت کا حامی ان تکلفات کے لیے اتنی گراں قیمت دینا نہیں پسند کرتا۔ اُسے موجودہ نظام تمدن پر مطلق اعتماد نہیں رہا۔ اُسے مطلق اُمید نہیں ہے کہ یہ نظام

نام ہی سے اُس کی روح فنا ہوجاتی ہے - ہان جب ایسا موقع آجاتا ہے کہ یا تو ہم [illegible]
فنا کیے کوئی مفر نہین نظر آتا - جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ انہین کے تبر سے جان و مال عزت ناموس برباد ہو جاے
اسکے کہ اپنی اپنی دولت کو صندوقچے مین بند کر کے لوگ اُسپر بیٹھ جائین - خود تا میدان مین نکل پڑتے ہین
لیکن جبتک اتنا زبردست اندیشہ نہین ہوتا ان قومون کی سرگرمی بھی اتنا عزم کامل نہین کرتی - ہمارا خیال
ہے (ممکن ہے کہ ہمنے قوم کے احساسات کا اندازہ کرنے مین غلطی کی ہو) کہ اب باخبر حلقون مین تو شاید ہی کوئی ایسا
باپ ہوگا جو اپنے دو بیٹون مین سے ایک کو ملک کی حفاظت کیلیے خوشی سے جدا نہ کردے اعتراض کیا جاسکتا
ہے کہ آخری جنگ مین صدہا ترغیبون اور ہمت افزائیون کے باوجود تعلیم یافتہ نوجوانون مین بہت کم فوج مین
شامل ہونے پر آمادہ ہوئے اسکے اسباب کی تحقیق کرنی بہت مشکل نہین ہے - انسان خوشی سے اپنی جان
دینا اُسی حالت مین منظور کرتا ہے جب نسبۃً اُسے اتنا ہی فائدہ بھی ہو - نائب تحصیلداری یا تحصیلداری
یا چند بیگھہ زمین کے ترغیب سے معزز طبقہ کے لوگ ہرگز سرکف نہین ہوسکتے آخر ہم کس بیش بہا جنس کی حفاظت
کیلیے اپنی جانین قربان کرتے - ہم آزاد نہین تھے کہ آزادی کی حفاظت کے لیے مرتے - ہمارا حق تسلی
جذبات ایک بھی غرض نہ تھی - تو ہمارا جذبۂ حمیت کیونکر بیدار ہوتا - اسلیے یہ مناسب نہین ہے کہ اپنی
طرف سے اتنے بے اعتماد ہو جائین - سوراجیہ کی منزل آسان نہین ہے اسے طے کرتے کرتے ہم
غالبًا سفر کی ساری عقوبتون اور تکلیفون کے عادی ہو جائینگے - تو یہ کا راستہ ہمیشہ زیادہ جوکھم کا ہوا کرتا
ہے - ہمنے اسی جوکھم کے راستہ کو پسند کیا ہے - اس لیے ہمین تکلیفین اور سختیان بھی بہت زیادہ برداشت کرنی پڑینگی
اور گو ہم مین سے جو بہت نحیف ہین وہ ان سختیون کے متحمل نہ ہوسکینگے - لیکن قافلہ مین ایسے بہت
آدمیون کی تعداد کافی نکل آئیگی جنہین سفر کی سختیان زیادہ قوی، زیادہ مستقل، زیادہ سخت جان بلکہ
بے خوف بنا دینگی - ہماری سیوا سمتیان رفتہ رفتہ اپنے فرائض سے آگاہ ہوتی جاتی ہین - ہماری قومی
خدامون کی جماعتین جنکا جان و مال کا سر انجام کر رہی ہین - یہ جوش روز افزون بڑھ رہا ہے - پس بجاے
اسکے کہ ہم آنیوالے فرائض سے واقف ہو کر سوراجیہ سے گھبرانے لگین ہمارا فرض ہے کہ مردانہ وار ان حالات کا
مقابلہ کرین یہ سمجھنا غلطی ہے کہ کچھ دن اور گورنمنٹ کے سایۂ حمایت مین رہ کر ہم زیادہ قوم پرست ہو جائینگے
اور ہم مین حریت کی اسپرٹ زیادہ جاندار ہو جائے گی - معمولی امن کی حالتین اگر کوئی اسپرٹ پیدا
کر سکتی ہین تو وہ خود غرضی، تن پروری، کاہلی اور زمانہ سازی کی اسپرٹ ہے - آزادی تو قربانی جانثاری

قوم مشغول سیاسیات مین ابھی حال ہی مین قدم رکھا ہے ابھی ذاتی فوائد اور اغراض دلون سے دور نہین ہوسے قدم قدم
پر نفع نقصان کا مسئلہ پیش نظر ہو جاتا ہے - اور جب خیال کیجیے کہ ابھی دو سال قبل یہان کی سیاسی حالت
کیا تھی، لوگ خوشامد، بیجا تملق سازی، رنگ آمیزی کو سیاست کا جزو اعظم سمجھتے تھے - یہان تک کہ
مذہبی جلسون مین اور مشاعرون مین بھی لائلٹی پر رزولیوشن پاس کرنا ایک اہم فرض ہو گیا تھا - سرکاری ملازمتون
کے لیے کتنی دوادوش، کتنی سفلہ رقابت، کتنی پوشیدہ کارروائیان کیجاتی تھین - تو ایسی حالت مین یہ امید
کرنا کہ کسی جادو منتر سے قوم کا ہر ایک فرد اپنے ذاتی مفاد کو اپنی زندگی کو قوم پر قربان کر دیگا واقعات کیطرف سے
آنکھین بند کر لینا ہے - اس لیے ہم یہ دعوی کرنے مین اپنے تئین حق بجانب سمجھتے ہین کہ سوراجیہ کی تحریک ابتک
کامیاب ہوئی ہے - طلبا نے مدرسے من حیث المجموع نہ چھوڑی ہون لیکن ان مین آزادی اور حق پسندی،
جرءت اور ایثار کی اسپرٹ ضرور پیدا ہو گئی ہے جو آیندہ چل کر قوم کے لیے بہت ہی کارآمد ثابت ہو گی -
عمال نے ملازمتین کثیر تعداد مین نہین چھوڑین لیکن ان مین زیادہ نہین تو پچاس فیصدی ایسے ضرور ہو گئے ہین جو
اپنی موجودہ حالت کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اپنے عہدہ کو مایۂ افتخار اور وسیلۂ رعب افزائی نہین سمجھتے
بلکہ کسب معاش کی مجبوری اور ضروری حالت خیال کرتے ہین اور اگر آج انھین کوئی ایسی صورت نظر آئے
جس سے وہ عسرت وفاقہ سے بچکر زندگی بسر کرین تو غالبًا وہ آج ہی مستعفی ہو جائین گے - وکیلون نے وکالت
کو اجماعی طور پر خیرباد نہ کہا ہو لیکن ایسا شاید ہی کوئی ضلع ہو جہان مستعفی وکلا قومی خدمت مین مصروف نہ ہون
اور یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وکالت کے پیشہ پر قوم کو وہ ناز نہین رہا جو ایک سال پہلے تھا -
کہان تو یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ ہمارے نوجوان طلبا وکالت ہی کو اپنا منزل مقصود، معراج زندگی، مدار حیات سمجھتے
تھے، سوسائٹی مین وکالت طغرای امتیاز ہو گئی تھی اور کہان اب یہ حال ہو گیا ہے کہ جو لوگ ابھی تک اس پیشہ
مین ہین ان مین جنھین ذاتی ہوس نے حمیت اور غیرت کے احساس کو بالکل فنا نہین کر دیا ہے وہ اب سر اٹھا کر
نہین چل سکتے - الغرض زندگی کا ایسا کوئی شعبہ نہین ہے جسپر عدم تعاون کا اثر کم و بیش نہ پڑا ہو - بالخصوص
سودیشی تحریک اور ترک منشیات مین تو اس تحریک کو قابل مبارکباد کامیابی حاصل ہوئی ہے - مگر جون جون
ہم منزل مقصود کے قریب ہوتے جاتے ہین - مخالف قوتین بھی زیادہ سرگرم، زیادہ منضبط، زیادہ
پرجوش ہوتی جاتی ہین - جبتک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ دیگر ہندوستانی کوششون کی طرح یہ تحریک بھی خود
اپنے ہی بوجھ سے گر جائے گی اور یہ جوش کچھ دنون مین آپ ہی آپ موت تجہیز ہو جائیگا اسوقت تک

زمانہ

جلد ۳۵ اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲۳

موجودہ تحریک کے راستہ مین رُکاوٹین

سوراجیہ کی موجودہ تحریک ابھی تک تو کامیابی کے ساتھ جاری رہی ہے لیکن اب حالتین روز بروز زیادہ خطرناک ہوتی جا رہی ہین۔ یون بعضون کی نگاہ مین تو عدم تعاون کی تحریک کو سرے ہی سے کوئی کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ نہ لڑکون نے مدرسے چھوڑے نہ سرکاری ملازمون نے ملازمتین ترک کین نہ وکیلون نے وکالت کو خیرباد کہا، نہ پنچائتین قائم ہوئین۔ لیکن عدم تعاون کے بڑے سے بڑے حامی کے نزدیک بھی یہ بات نہ رہی تھی کہ ان سبھی شاخون مین سولسون آنہ کامیابی ہوگی۔ ایسے معاملات مین جہان ذاتی مفاد کا سوال پیش ہوجاتا ہے سولھون آنہ کامیابی کی اُمید کرنا سنہرے خواب دیکھنا ہے۔ یہان تو روپیہ مین آٹھ دو آنے کامیابی ہوجاوے وہی بہت ہے اور خاصکر ہندوستان جیسے غریب اور مفلس ملک مین جہان سارا معاملہ بالآخر معاش پر آکر رُک جاتا ہے۔ بہرحال باوجود نیشنل کانگریس کی سی سالہ جد و جہد کے

اس مضمون سے موجودہ مسائل کے متعلق ہمارے ناظرین پر [illegible] کا نقطۂ خیال [illegible] بعض حصون مین ہمکو اپنے دوست لائق مضمون نگار کی رائے سے اختلاف ہے مگر ہمکو اسکے باوجود یہ دیکھکر ایک گونہ تسلی ہوتی ہے کہ [illegible] خیال حامیان نان کوآپریشن بھی بعض مشکلات کو محسوس کرنے لگے ہین ہماری رائے مین تحریک [illegible] کی کامیابی کیلئے عوام الناس مین حقوق کیساتھ اپنے [illegible] سے زیادہ احساس پیدا ہونا چاہیے جیسا کہ آجکل [illegible] اتحاد کی بنیاد [illegible] [illegible] ایڈیٹر

(ترجمہ رابندر ناتھ ٹیگور)

(۱)

یہ کاریگر صرف گڑیاں تیار کرتا ہے۔ محل شاہی کی شاہزادیاں اِن گڑیون سے کھیلتی ہین۔ ہر سال شاہی محل کے صحن مین کٹھ پتلیون کا میلہ لگتا ہے۔ اِس میلہ مین سب لوگ اسی کاریگر کو سب سے اچھا خیال کرتے ہین
جسوقت اسکی عمر قریب اسی برس کی تھی میلہ مین ایک نیا کاریگر آیا۔ وہ نوجوان تھا۔ اسکی طرز وضع بھی نرالی تھی۔ اُسکی پتلیان بھی نرالی سی ہوتی تھین۔ پتلیون کو وہ آدھا گڑھتا تھا اور آدھا یون ہی چھوڑ دیا کرتا تھا۔ کچھ مین رنگ چڑھاتا تھا اور کچھ کو بغیر رنگ کے ہی چھوڑ دیا کرتا تھا۔
نوجوانون نے کہا اُس آدمی کی ہمت کو تو دیکھو، بڈھون نے کہا "کیا اسی کو ہمت کہتے ہین یہ تو رقابت ہے۔"
لیکن نئے زمانہ کو نئی چیزین پسندیدہ ہوتی ہین۔ نئے زمانہ کی شاہزادیون نے کہا "ہم بھی کٹھ پتلی لین گے" پرانے زمانہ کے خادمون نے کہا "چھی" یہ سُنکر شاہزادیون کی ضد اور بھی بڑھ گئی۔
بڈھے کی دکان مین اس مرتبہ ہجوم نہین ہے جس طرح گھاٹ کے نزدیک لوگ ملاحون کی امید مین بیٹھے ہوئے رہجاتے ہین۔ اسی طرح اُسکی پتلیان خریدارون کے انتظار مین پٹاری مین ہی رکھی رہ گئین۔
ایک سال گذر گیا۔ بڈھے کا نام بھی سب لوگ بھول گئے۔ کشن لال شاہی محل کی گڑیون کے میلہ کا مہتمم ہوگیا۔

(۲)

بڈھے کا دل بیٹھ گیا۔ اُسکے ایام مشکل سے کٹنے لگے۔ آخرکار اُسکی لڑکی نے آکر کہا "تم ہمارے گھر مین رہو" داماد نے کہا "کھاؤ پیو آرام کرو اور ہمارے کھیت کی اور مویشیون کی نگرانی کرو۔"
بڈھے کی لڑکی گھر کے کام مین مشغول رہتی تھی۔ اسکا داماد مٹی کے چراغ بناتا تھا اور اُنکو شبانہ روز

لاکر شہر مین بیچنے کے یئے لیجایا کرتا تھا۔

زمانہ تبدیل ہوگیا تھا بات سنی کر بڈھے کی سمجھ ہی مین نہ آتی تھی اسکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اسکی ناتن کی عمر سولہ برس کی ہو چکی ہے۔ جسوقت وہ بڈھا پیڑ کے نیچے بیٹھا ہوا کھیت کی نگرانی کرتا تھا اُسوقت اسکی ناتن آکر اُسکے گلے سے لپٹ جاتی تھی اور وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا تاتن کہتی تھی میرے لیے کٹھ پتلی بادوجن کھیلونگی" بڈھا کہتا تھا "سیری بنائی کٹھ پتلی تمکو کیسے پسند آئیگی" "مجھے تو اب کوئی پوچھتا ہی نہین" ناتن کہتی تھی تھوڑا سنو تو تمسے بڑھکر کون پتلی بنائیگا۔ بڈھا کہتا تھا"۔ "وہ کشن لال" ناتن کہتی تھی "کشن لال کی کیا مجال ہے"

دونون مین اسی طرح کی باتین کئی بار ہوئی تھین۔ بس ہمیشہ ایک ہی قصہ۔ اُس پر بڈھے نے جھولی سے مصالحہ وغیرہ نکالا اور آنکھون پر عینک لگاتے ہوئے ناتن سے کہا" لیکن بھٹے تو کوّے کھا جائین گے"۔

"ناتن۔ "مین کوّے اُڑا دون گی"

دن ڈھلتا جاتا تھا۔ کچھ دور پر بلدیو اپنا لاٹھا چلا رہا تھا۔ اسکی آواز یہان سُنائی دیتی تھی۔ ناتن کوّے اُڑا رہی تھی۔ بڈھا بیٹھا ہوا کٹھ پتلی بنا رہا تھا۔

(۳)

بڈھا سب سے زیادہ اپنی لڑکی سے خوف کھاتا تھا۔ وہ نہایت سخت مزاج تھی۔ بڈھا پتلی گڑھنے مین محو تھا۔ آنکھ اُٹھا کر ادھر اُدھر دیکھتا تک نہین تھا اُسکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اسکی لڑکی پیچھے سے چلی آرہی ہے۔ جسوقت اُس نے نزدیک آکر پکارا بڈھا آنکھون سے عینک اُتار کر ایک نا سمجھ بچہ کی طرح دیکھنے لگا۔ لڑکی نے بگڑ کر کہا " ابھی دودھ دوہنا باقی ہے اور تم سبھدرا کے لیے وقت برباد کر رہے ہو۔ اتنی بڑی لڑکی۔ اسکی عمر اب کیا گڑیان کھیلنے کی ہے۔ بڈھے نے جلدی سے جواب دیا "سبھدرا بھلا کیا کھیلے گی۔ اسے تو مین شاہی محل مین بیچنے کیواسطے بھیجونگا۔ جسدن سبھدرا کی شادی ہوگی اُسی دن تو اسکے گلے مین سونیکا ہار پہنانا ہوگا۔ اسی یئے مین روپیہ جمع کرنا چاہتا ہون" لڑکی نے مایوسانہ لہجہ مین کہا "شاہی محل مین ایسی پتلی خریدیگا کون ؟" یہ سُنتے ہی بڈھے کا سر نیچا ہوگیا اور وہ چپکا بیٹھا رہ گیا۔ سبھدرا نے سر اُٹھا کر کہا " مین دیکھون گی کہ پتلیان شاہی محل مین کیسے نہین بک سکتی ہین۔

(۴)

دو دن کے بعد سعیدرا نے ایک سونے کی مہر لاکر اپنی ماں سے کہا "یہ لو نانا کی بنائی ہوئی تیلی کی قیمت" ماں نے پوچھا "کہاں سے لائی" لڑکی نے کہا شاہی محل میں جاکر اُسے بیچ آئی۔"
بڈھے نے ہنستے ہنستے کہا "آنکھوں سے اچھی طرح نہیں سوجھتا۔ ہاتھ کانپتا ہے پھر بھی تو تمہارے نانا ہیں۔"
ماں نے خوش ہوکر کہا ایسی سو مہریں اور ہوجائیں تو سعیدرا کے گلے کا ہار بن جاوے۔ بڈھے نے کہا "اب اسکی کیا فکر ہے"۔ سعیدرا نے بڈھے کے گلے میں ہاتھ ڈالکر کہا "میرے شوہر کیلئے فکر نہ کیجئے" بڈھا ہنسنے لگا اور آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ مونچھ پر ٹپک پڑا

(۵)

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڈھا پھر جوان ہوگیا ہے۔ وہ پیڑ کے نیچے بیٹھا تیلی بناتا۔ سعیدرا کوے اڑاتی اور کچھ دور پر بلدیو کے لاٹھے کی آواز سنائی دیتی تھی۔
ایک ایک کرکے سو مہریں پروئی گئیں۔ ہار تیار ہوگیا۔ ماں نے کہا "اب تو شوہر کی ہی فکر ہے" سعیدرا نے بڈھے کے کان میں لگ کر کہا "نانا شوہر بھی ٹھیک ہوگیا ہے" بڈھے نے پوچھا بتاؤ تو تم نے شوہر کہاں سے تلاش کیا" "جس دن شاہی محل میں گئی دربان نے پوچھا کیا چاہتی ہو۔ میں نے جواب دیا کہ شاہزادیوں کے پاس تیلی فروخت کرنے جانا چاہتی ہوں۔ اُسنے کہا کہ ایسی تیلیاں اب یہاں نہ بکینگی ایسا کہکر مجھے واپس کردیا۔ میں رونے لگی۔ ایک آدمی نے میرے رونے کو دیکھکر مجھ سے کہا "لاؤ میں اس تیلی پر ایک رنگ چڑھا دوں فروخت ہوجائیگی۔ اُس آدمی کو اگر تم پسند کرو تو اُسی کے گلے میں ہار ڈالدوں" بڈھے نے پوچھا "وہ ہے کہاں" ناتن نے کہا "وہ بیٹھا باہر پیڑ کے نیچے" جب وہ گھر میں آیا۔ بڈھا بول اُٹھا "ارے! یہ کشن لال" کشن لال نے بڈھے کی خاک پا اپنی پیشانی پر لگا کر کہا "ہاں میں تو کشن لال ہوں" بڈھے نے اسے اپنے سینہ سے لگاکر کہا ایک دن تم نے میرے ہاتھ کی تیلی چھین لی تھی۔ آج تم نے میری آنکھوں کی تیلی چھین لی"

ا۔ ب۔

خوفِ رسوائی

شرلاک ہومس سراغرسانی کا ایک قصہ

(۱)

شرلاک ہومس نے اُسکو ایک غیر معمولی عورت کا خطاب دے رکھا تھا اسکی وجہ یہ نتھی کہ شرلاک کو آئرن ایلڈر کے ساتھ محبت تھی کیونکہ اس قسم کے تمام جذبات اور محسوسات سے اُسکا دماغ قطعی نابلد تھا اُسکا مزاج خشک اور اُسکی طبیعت نہایت اعتدال پسند واقع ہوئی تھی۔ وہ عشق و محبت سے کوسون دور رہتا تھا۔ درحصل ہم اُسکے دماغ کو مشاہدہ اور استدلال کی ایک مکمل مشین کہہ سکتے ہین اور شرلاک ہومس سے بڑھکر استدلال اور مشاہدے مین کامل کوئی دوسرا شخص میری نظر سے گزرا ابھی نہین ہے۔ جب کبھی عشق و محبت کے ولولون کا ذکر آتا گو وہ ہمیشہ اُنکا مضحکہ بھی اڑایا کرتا تھا۔ مشاہدے کیلیئے جذبات نفسانی ہمیشہ مہلک ثابت ہوئے ہین۔ اِن سے انسان کے اعراض اور مقاصد کا عمل ٹوٹ جاتا ہے لیکن ایک تعلیم یافتہ تہذیب کے پتلے کیلیئے انکو اپنے نازک اور باریک بین دماغ مین جگہ دینا ویساہی تھا جیسا عمدہ گانیکے ساتھ بے سُرا ساز چھیڑ دینا اس سے اسکی دماغی فوقیت اور اُسکے نتایج مین خلل پڑتا ہے۔

عرصہ سے میری مسٹر ہومس سے ملاقات نہین ہوئی تھی۔ میری شادی جب ہوگئی ہم دونون علیحدہ ہوگئے تھے۔ گھر کی دلچسپیان جو ایک نئے نئے شادی شدہ انسان کے اِردگرد جمع ہوجاتی ہین میری توجہ اپنی طرف منعطف کیئے ہوئے تھین۔ ہومس جسکو سوسائٹی سے قطعی نفرت تھی بیکر اسٹریٹ مین اپنے مکان مین رہتا تھا۔ یہان یہ اپنے کتابون مین مستغرق رہا کرتا تھا کبھی وہ راز ہشت از بام کردیتا تھا جن سے سرکاری پولیس نا اُمید ہوکر دست بردار ہوجاتی تھی۔ مگر جسکے پُراسرار رازون کے کھلجانیسے اُنکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی۔ کبھی کبھی میرے کانون تک بھی اُسکے کارہائے نمایان کی آواز پہونچ جاتی تھی۔ یہ آواز اخبارات کے ذریعہ جیسی اور جسقدر کمسن پہونچتی تھی مجھ تک بھی پہونچ جاتی تھی۔ اسکے علاوہ فی الحال مجھکو اپنے قدیم دوست کا اور کچھ حال نہ معلوم ہوتا تھا۔

[illegible] کی مہینہ مارچ کی تاریخ تھی - مین ایک مریض کو دیکھکر لوٹ رہا تھا - اتفاق سے میرا گذر بیکر اسٹریٹ سے ہوا - جیسے ہی میری نظر اُس دروازہ پر پڑی جس سے مین اس سے قبل ہی اتنا واقف تھا - میری دلمین اپنے دوست سے ملنے کا اک جوش پیدا ہوا اور یہ دریافت کرنیکو طبیعت مین گدگدی ہوئی کہ وہ اپنی غیر معمولی قوت کا فی الحال کیا استعمال کر رہا ہے - اُسکے کمرہ مین تیز روشنی تھی اور جیسے ہی مین نے آنکھ اُٹھائی دیکھا کہ کھڑکی کے پردہ پر دو مرتبہ اُسکا سایہ گذرتے ہوئے پڑا - وہ تیزی سے کمرے مین چہل قدمی کر رہا تھا - اسکے ہاتھ کمر پیچھے اور سر سینہ کی طرف جھکا ہوا کسی خیال مین مستغرق معلوم ہوتا تھا مجھکو اُسکے رگ و ریشہ اور عادات اور اطوار سے پوری واقفیت تھی، چنانچہ مین سمجھ گیا کہ کوئی کام ضروری اسکے ہاتھ آگیا ہے - اور وہ کسی نئے مسئلہ سُراغرسانی مین مشغول ہے - مین نے گھنٹی بجائی تو نوکر مجھکو اس کمرہ مین لیگیا جہان کہ بیشتر مین بھی رہا کرتا تھا میرا خیال ہے کہ وہ مجھکو دیکھکر بہت خوش ہوا - مگر اُسنے اپنی زبان نہین ہلائی - اور اشارہ سے بیٹھنے کو کہا - اُس نے سگریٹ کا ڈبہ اور دیا سلائی میری طرف بڑھادی - تب آتشدان اسکے سامنے کھڑا ہوگیا اور اپنے مخصوص انداز سے غور و خوض کی حالت مین کھڑے ہوکر میری طرف دیکھنے لگا اور بولا -

شرلاک ہومس - شادی تو تمھین خوب ہی راس آئی - میرا خیال ہے کہ جب سے مین نے تمکو آخری مرتبہ دیکھا ہے تمھارا وزن ساڑھے سات پونڈ بڑھگیا ہے -

مین - سات -

ش - نہین میرا خیال ہے کہ اس سے کچھ زیادہ - واٹسن - قیاسی کہنا چاہئے کہ سات سے کچھ زیادہ - پھر مین دیکھتا ہون کہ تمھاری طبابت مین بھی ترقی ہے - تم نے مجھ سے نہین کہا تھا کہ تم نے سرکاری نوکری کرلی ہے -

مین - پھر تمکو کیونکر معلوم ہوا -

ش - مین مشاہدہ کرتا ہون - مین نے نتیجہ نکالا ہے - کیون کہو مجھکو کیسے معلوم ہوگیا کہ تم اندلون ذرا زیادہ بارش مین بھیگتے ہو اور تمھارے خادمہ بہت ہی سُست اور بے پروا ہے -

مین - یہ تو بہت رہی - پیارے مسٹر ہومس اگر تم چند صدیون پیشتر ہوتے تو زندہ جلادیئے جاتے - یہ سچ ہے کہ مجھکو جمعرات کو بہت دور پیدل جانا پڑتا تھا اور مین بھیگی بیٹر کی طرح لوٹا تھا مگر چونکہ مین کپڑے تبدیل کرکے آیا ہون مین نہین سمجھ سکتا کہ کیونکر تمنے نتیجہ نکال لیا - میری خادمہ بیشک بے تمیز ہے اور میری بیوی نے اسکو ڈھیل دیدیا ہے لیکن اس معاملہ مین بھی مین حیران ہون کہ تمھارے یا من لیں کیا ہے ؟

ش - یہ بالکل آسان بات ہے۔ میری آنکھوں نے مجھکو بتا دیا ہے کہ تمہارے بائین جوتے [illegible]
روشنی پڑ رہی ہے چمڑے پر چھ قریب قریب متوازی نشانات ہین۔ یہ بلاشبہ نشانات ایسے شخص کے ہاتھ سے پڑے ہونگے
ہین جس نے کنارون کے قریب برش کرنے مین بہت ہی بے پرواہی سے کام لیا ہے۔ پس آپ دیکھئے اس ایک بات
سے مین نے دو نتیجے نکالے اول یہ کہ آپ خراب موسم مین پیدل گھومتے رہتے ہین دوسرے آپ کی خادمہ بہت ہی
بے پرواہ ہے۔ پریکٹس کی بابت سنئے۔ اگر کوئی جنٹلمین میرے کمرے مین آئے جسکے کپڑون سے آیوڈوفارم کی بو آ رہی
ہو اور جس کے داہنے ہاتھ کی پہلی انگلی مین سلور نائیٹریٹ کا سیاہ نشان ہو اور جس کے جیب مین آلات کا بکس ہو تو
مین بہت ہی کند ذہن خیال کیا جاؤنگا اگر مین اوس کو ایسا ڈاکٹر نہ بتاؤن جسکی پریکٹس خوب چلتی ہے۔

مین اس آسانی پر ہنسنے سے باز نہ رہ سکا جس سے کہ شرلاک ہومس نے اپنے نتیجے اخذ کرنیکے طریقہ کو بتلایا تھا
مین نے ریمارک کیا۔

جب مین تمکو وجوہات بیان کرتے ہوے سنتا ہون تو مجھکو یہ باتین ایسی آسان معلوم ہوتی ہین کہ میرا خیال
ہوتا ہے کہ مین بھی ایسا ہی کر سکتا ہون گو تمہارے دلائل کی ہر ایک سیڑھی پر مین حیرت زدہ ہو جاتا ہون جبتک کے
تم اپنے طریقہ کو بیان نہین کر دیتے ہو۔ تاہم مین یقین کرتا ہون کہ میری آنکھین ویسی ہی اچھی ہین جیسی کی تمہاری۔
ش - (سگرٹ جلا کر اور آرام کرسی پر دراز ہو کر) بالکل ٹھیک۔ تم دیکھتے ہو مگر مشاہدہ نہین کرتے۔ فرق صاف
ہے۔ تمثیلاً تم نے وہ زینہ اکثر دیکھا ہوگا جسپر ہو کر یہان آتے ہو۔

مین - اکثر۔

ش - کتنی مرتبہ ؟

مین - سیکڑون مرتبہ۔

ش - اچھا بتاؤ کہ کتنی سیڑھیان ہین !

مین - کتنی ! مین نہین کہہ سکتا۔

ش - ہرگز۔ تم نے مشاہدہ نہین کیا ہے حالانکہ تم نے دیکھا ہے۔ یہی ٹھیک میرا راز ہے۔ اچھا مین
جانتا ہون کہ سترہ ہین کیونکہ مین نے دیکھا ہے اور مشاہدہ بھی کیا ہے۔ چونکہ تمکو ان چھوٹے چھوٹے مسائل
مین دلچسپی ہے اور تم نے میرے بعض تجربون کو قلمبند کیا ہے تمکو ممکن ہے اس مین دلچسپی ہو۔ [illegible]
اوس نے میری طرف ایک تختہ خط لکھنے کے کاغذ کا پھینک دیا جو بہت ڈبل سرخی مائل تھا اور [illegible]

کاغذ ہوتا تھا - اور ساتھ کوئی ... سے آیا ہے - ذرا زور سے پڑھو - اس خط مین تاریخ دستخط اور
کسی قسم کا پتہ یا نشان نہ تھے - اس کا مضمون حسب ذیل تحریر تھی -

"آج رات کو پونے آٹھ بجے آپ سے ایک شریف آدمی ملنے آئیگا جس کو آپ سے ایک بہت ہی ضروری مسئلے پر رائے لینا ہے - آپ نے یورپ کے ایک شاہی خاندان کے متعلق جو کارنمایان کئے ہین اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے خاصکر ایسے معاملون مین جنکی اہمیت کا اندازہ بہ مشکل لگایا جاسکتا ہے - آپ کی بابتہ یہی رائے سننے مین آئی ہے - مہربانی کرکے وقت مقررہ پر اپنے مکان ہی پر تشریف رکھئے گا اور پریشان نہ ہو جئے گا اگر ملاقاتی نقاب پوش ہو"

مین - یہ تو درحقیقت ایک معمہ ہے - اسکی بابتہ آپ کا کیا خیال ہے ؟

ش - مجھکو ابھی تک کوئی واقفیت نہین ہے - واقعات سے بغیر واقف ہوئے کوئی رائے قائم کرلینا سخت غلطی ہے - کیونکہ جب قبل از وقت کوئی تجویز قرار دے لی جاتی ہے تو پھر اوسکی صحت قائم رکھنے کے لیے واقعات توڑ مروڑ کر اوس کے ساتھ مطابق کیے جاتے ہین بجاے اسکے کہ واقعات کی مناسبت سے رائے قایم کیجائے - لیکن اس خط کو صرف دیکھکر تم اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہو ! -

مین نے سواد خط کو غور سے دیکھا اور پھر اسکو وہین رکھدیا - مین نے اپنے رفیق کے طریقہ کی نقل کرتے ہوئے ریمارک کیا کہ جس شخص نے یہ لکھا ہے بہت ہی متمول ہے - ایسا نوٹ پیپر دو روپیہ پیکٹ سے کم نہین مل سکتا - کاغذ خاص طور سے مضبوط اور کڑا ہے -

ش - خاص - یہی لفظ اس کے واسطے موزون ہے - یہ انگریزی کاغذ نہین ہے - روشنی مین اٹھاکر دیکھو

مین نے دیکھا تو واقعی کاغذ کے رگ و ریشے مین مندرجۂ ذیل حرف ثبت تھے -

" بڑا آئی مع چھوٹے جی کے - بڑا پی - بڑا جی مع چھوٹے ٹی کے "

ش - اس سے تم کیا مطلب نکالتے ہو ؟

مین - بلاشبہ کاغذ بنانیوالے کا نام ہے یا اوسکا مونوگرام -

ش - بالکل غلط - بڑا جی مع چھوٹے ٹی کے ایک مقطع بناتا ہے جسکے جرمن زبان مین کمپنی کے معنی ہین جس طرح انگریزی زبان مین کمپنی کے لیے Co لکھنا مروج ہوگیا اوسیطرح جرمن اصطلاح مین ٹی اور جی ... پی بلاشبہ پیپر کے لیے ہے جس کے معنی کاغذ کے ہین - اب آئی جی کو دیکھو - کانٹی نینٹل گزیٹیر کو دیکھو

الماری سے ایک بڑی بھاری کتاب اوٹھا کر اوسکو کھولا، دیکھو یہ جرمنی میں ہے۔ بوہیمیا میں واقع ہے
اس مین شیشہ اور کاغذ کے متعدد کارخانے ہین۔ اہا۔ ا۔ ا۔ اب آپ اس کا مطلب سمجھے؟

مین۔ یہ کاغذ بوہیمیا مین بنا ہے۔

ش۔ ٹھیک۔ بالکل ٹھیک۔ اور جس شخص نے یہ خط لکھا ہے جرمن ہے۔ کیا تم نے اس فقرے کی ساخت پر غور کیا...... ایک فرانسیسی یا روسی کبھی ایسا نہین لکھتا۔ یہ جرمن ہی ہین جو اپنے جملون مین افعال کو متعلقات فعل کے ساتھ بے ترتیبی سے استعمال کرتے ہین۔ صرف وہی اس طرح لکھ سکتے ہین۔ اب صرف یہ باقی رہتا ہے کہ معلوم کیا جاے کہ یہ جرمن کیا چاہتا ہے جو بوہیمیا کے کاغذ پر خط لکھتا ہے۔ اور جو اپنا چہرہ دکھلانے سے نقاب ڈالنا پسند کرتا ہے۔ اور .... دیکھو وہ آرہا ہے اگر مین غلطی نہین کرتا اب تمام شکوک رفع ہوے جاتے ہین۔

وہ یہ جملہ ختم بھی نکرنے پایا تھا کہ گھوڑون کی ٹاپون کی آواز کان مین آئی اور پھر کنکرون پر پہیون کی گڑگڑاہٹ اسکے بعد کسی نے زور سے گھنٹی دی۔ ہومس سیٹی بجانے لگا۔

ش۔ گاڑی کی آواز سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جوڑی ہے۔ ہان (کھڑکی سے جھانک کر) نفیس فٹن اور خوبصورت جوڑی۔ کوئی تین تین ہزار کا ایک گھوڑا ہوگا۔ واٹسن اس معاملہ مین اگر اور کچھ نہین ہے تو روپیہ تو ضرور ہے۔

مین۔ مین خیال کرتا ہون کہ مجھکو چلا جانا چاہیے۔

ش۔ نہین ڈاکٹر۔ ہرگز نہین۔ ٹھہرو۔ بغیر تمہارے مین اچھی طرح کام نہین کرسکتا۔ اور یہ معاملہ بہت ہی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ تمکو افسوس ہوگا اگر تمہارا ہاتھ اسمین نہوگا۔

مین۔ لیکن تمہارا موکل.....

ش۔ اسکی پروا نکرو۔ مجھکو تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی اور ممکن ہے اوسکو بھی۔ وہ دیکھا وہ آگیا۔ ڈاکٹر اس آرام کرسی پر بیٹھ جاؤ اور خوب غور سے سنو۔

زینہ پر ایک بھاری قدم پڑا اور دروازہ پر آکر ٹھہر گیا لو پھر بڑے زور کی اور تحکمانہ کھٹکھٹاہٹ ہوئی

ش۔ تشریف لائے۔

ایک شخص داخل ہوا۔ اوسکا قد کم سے کم چھ فٹ چند انچ ہوگا اور جسم اتنا جیسے کہ رستم داستان۔ اوس کی پوشاک بہت قیمتی تھی ایسی جیسی انگلستان مین استعمال کرنا مناسب نہین خیال کیا جاتا۔ اوس کے چہرہ پر سیاہ نقاب پڑی تھی اور اسکے ہاتھ ابھی تک آستین اوڑھے ہوئے تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ گاڑی سے اوترتے ہی

اوس نے نقاب ڈال لی ہے۔ اسکے چہرہ کے نچلے حصے کے دیکھنے سے خیال ہوتا تھا کہ مضبوط کریکٹر کا انسان ہے
اور قدرے طبیعت مین ضد کا مادہ بھی ہے۔

نقاب پوش۔ (سخت جرمن لہجہ مین) آپ کو میرا خط ملا ہوگا۔ مین نے لکھ دیا تھا کہ مین ضرور آؤن گا۔

اوسنے ہم دونون کو یکے بادیگرے دیکھا اور حیران تھا کہ کس سے مخاطب ہو۔

ش۔ مہربانی کر کے تشریف رکھیے۔ یہ (میری طرف اشارہ کر کے) میرے دوست ڈاکٹر واٹسن ہین۔ جو اکثر میرے معاملات مین مجھکو مدد دیا کرتے ہین۔ کیا مین پوچھ سکتا ہون کہ مجھے اسوقت کس سے خطاب کرنے کی عزت حاصل ہوئی ہے۔

نقاب پوش۔ آپ مجھکو کونٹ وان کرم کہکر خطاب کر سکتے ہین۔ مین بوہیمیا کا رہنے والا ہون۔ مین قیاس کرتا ہون کہ آپ کے یہ دوست معتمد اور عقیل ہین اور اس اہم معاملہ مین مین ان پر اعتماد کر سکتا ہون۔ اگر ایسا نہین ہے تو بہتر ہوگا کہ آپ مجھکو تنہائی مین بات چیت کرنیکا موقع دین۔

مین جانیکے واسطے اُٹھا مگر ہومس نے میری کلائی تھام لی اور مجھے میری کرسی پر بٹھلا دیا اور کہنے لگا۔

ش۔ دونون قابل اعتماد ہین یا دونون مین سے کوئی نہین۔ آپ ان کے سامنے جو کچھ آپ کو مجھ سے کہنا ہے کہہ سکتے ہین۔

نقاب پوش۔ (کندھے اُچکا کر) سب سے پہلے مین آپ لوگون سے درخواست کرتا ہون کہ آپ عرصہ دو سال کے لئے اسکو پوشیدہ رکھنے کا عہد کر لیجیے۔ اس مدت کے بعد اس معاملہ کی اہمیت باقی نہین رہیگی۔ فی الحال یہ کہنا بیجا نہوگا کہ یہ معاملہ ایسا اہم ہے کہ ممکن ہے اس کا اثر یورپ کی تواریخ پر ہو۔

ش۔ مین وعدہ کرتا ہون۔

مین۔ اور مین بھی۔

نقاب پوش۔ آپ اس نقاب کی بابت مجھکو معاف کرین گے۔ جس رئیس اعظم کی طرف سے مین آیا ہون وہ چاہتا ہے کہ اوسکا ایجنٹ نامعلوم رہے۔ اور مین بلا تامل اقرار کرتا ہون کہ وہ لقب جس سے مین نے اپنے آپکو پیش کیا ہے ٹھیک میرا نہین ہے۔

ش۔ (خشک مزاجی سے) مجھکو اس بات سے آگاہی تھی۔

نقاب پوش۔ واقعات بہت ہی نازک ہین اور ہر طرح کی پیش بندی کر لینا چاہیے تاکہ یورپ کے ایک حکمران

خاندان کے نام پر دھبہ نہ آنے پائے بلکہ صاف تو یہ ہے کہ اس معاملہ سے آرمسٹن کے خاندان گرامی پر جو بوہیمیا کے موروثی بادشاہ ہوتے ہیں بدنامی آنیکا خوف ہے۔

ش۔ (آرام کرسی پر بیٹھکر اور آنکھیں بند کرکے) مجھکو اس کا بھی علم تھا۔

ہمارے ملاقاتی نے شرلاک ہومس کو بظاہر تعجب کی نظر سے دیکھا کیونکہ یہ دبلا پتلا سست سا آدمی جسکی بابت اسکو بتایا گیا تھا کہ یہ سب سے اعلیٰ قیاس کرنیوالا اور یورپ بھر میں سب سے زبردست اور کارکن ایجنٹ ہے مشہور شرلاک ہومس ہو سکتا ہے۔ ہومس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور اپنے جسیم موکل کو بیتابانہ دیکھنے لگا اور بولا۔

ش۔ اگر بادشاہ سلامت اپنے معاملہ سے مجھکو آگاہی بخش کر سرفراز کرینگے تو میں بہتر صلاح دیکھنے کے قابل ہونگا۔

نقاب پوش۔ کرسی سے اچھل پڑا اور گھبراہٹ میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ تب عالم ناامیدی میں نقاب اُتار کر زمین پر پھینکدی اور زور سے کہنے لگا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ہی بادشاہ ہوں۔ اب مجھکو اس بات کے چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

ش۔ حضور کے زبانی الفاظ نکلنے کے قبل ہی میں سمجھ گیا تھا کہ میں ولیم ..... وان آرمسٹن گرینڈ ڈیوک ..... اور موروثی شاہ بوہیمیا سے خطاب کر رہا ہوں۔

شاہ۔ لیکن (کرسی پر بیٹھکر اور اپنی اونچی سفید پیشانی پر ہاتھ پھیر کر) آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے کاموں کو خود کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن معاملہ ایسا ہی نازک تھا کہ میں اسکو کسیوقت اپنے کسی ایجنٹ کے سپرد کر سکتا تھا جبکہ خود کو اسکے قابو میں دیدیتا تھا۔ میں محض آپ سے صلاح لینے کیلئے پریگ سے یہاں تک بھیس بدلکر آیا ہوں۔

ش۔ (پھر آنکھیں بند کرکے) تو پھر مہربانی کرکے صلاح دیجیے۔

شاہ۔ خلاصہ واقعات کا یہ ہے کہ تقریباً پانچ برس ہوئے میں وارسا میں گیا تھا۔ دوران قیام میں میری ملاقات اس مشہور جلباز عورت آئرن ایلڈر سے ہوگئی۔ یہ نام یقیناً آپکو یاد ہوگا۔

ش۔ (بغیر آنکھیں کھولے ہوئے) ڈاکٹر! مہربانی کرکے ذرا میرے رجسٹر کو دیکھیے۔

عرصہ سے شرلاک ہومس نے ایک رجسٹر بنا رکھا تھا جس میں کہ وہ ہر شخص اور ہر چیز کی بابت معلومات [illegible] کر لیتا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ کوئی ایسا مضمون یا ایسا شخص نہیں ہوتا تھا جسپر وہ معلومات [illegible]

اس عورت کی سوانح عمری ایک یہودی پادری اور ایک جنرل کی سوانح عمری درج تھی۔

ش ۔ ذرا دیکھوں تو ۔ اہا ہا ۔ سنہ ۱۸۵۸ء میں نیو جرسی میں پیدا ہوئی ۔ رقص و سرود کا شوق ۔ اہا ہا ۔ وارسا کے شاہی تھیٹر میں خاص رقاصہ ۔ ان ا ۔ اسٹیج سے بعد کو علیحدہ ہو گئی ۔ اچھا ہو ۔ لندن میں رہتی ہے ۔ بالکل ٹھیک ۔ حضور جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں آپ نے اس شخص کو چند خطوط لکھے تھے جو حضور کیلئے شایان تھے اور اب حضور انکو واپس لینا چاہتے ہیں ۔

شاہ ۔ بالکل ٹھیک ۔ لیکن کیونکر.......

ش ۔ کیا خفیہ طور سے شادی ہوئی تھی؟

شاہ ۔ نہیں

ش ۔ کوئی قانونی کاغذ یا سارٹیفکٹ تو نہیں؟

شاہ ۔ نہیں ۔

ش ۔ تو پھر میں حضور کی پریشانی کا سبب سمجھنے سے قاصر ہوں ۔ اگر یہ نوجوان عورت بدنام کرنے کی غرض سے یا کسی غرض سے بھی وہ خطوط شایع بھی کر دیگی تو اسکا ثبوت کیا دیگی کہ وہ آپ ہی کے ہیں؟

شاہ ۔ سواد خط تو ہے ۔

ش ۔ اُونھ ۔ جعل بنایا ہے ۔

شاہ میرا پرایوٹ خط لکھنے کا کاغذ ہے ۔

ش ۔ چرالیا گیا ۔

شاہ ۔ میری خاص مُہر ۔

ش ۔ جعلی بنوائی ۔

شاہ ۔ میرا فوٹو ۔

ش ۔ خرید لیا گیا ۔

شاہ ۔ فوٹو میں ہم دونوں ۔

ش ۔ ارے غضب! یہ روئداد خراب ہے ۔ حضور نے بلاشبہ ناعاقبت اندیشی سے کام لیا ۔

شاہ ۔ میں پاگل ہو گیا تھا ۔ بیشک پاگل ۔

ش - آپنے اپنی شان کے بالکل خلاف اور بہت بیجا کام کیا -

شاہ - اُسوقت مین وارث تخت و تاج تھا - مین نوجوان تھا - اب میری عمر تیس برس کی ہے -

ش - فوٹو کو واپس لینا چاہیے -

شاہ - ہمنے کوشش کی اور ناکامی اوٹھانا پڑی -

ش - حضور کو قیمت دینا چاہیے - اسکو خرید لینا پڑے گا -

شاہ - وہ اسکو فروخت نہین کرنا چاہتی ہے -

ش - تو پھر چُرا لینا چاہیے -

شاہ - پانچ مرتبہ کوشش کی گئی - دو مرتبہ بھیجے ہوئے چورون نے اوسکے مکان کی تلاشی لی - ایک مرتبہ اسکا اسباب جبکہ وہ سفر کر رہی تھی - اُڑا دیا گیا - دو مرتبہ راستہ مین اِس سے مزاحمت کی گئی - مگر ابتک کوئی نتیجہ نہین نکلا -

ش - کوئی سراغ نہین ملا -

شاہ - قطعی نہین -

ش - (ہنسکر) یہ تو بالکل ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے -

شاہ - (ملامت آمیز لہجہ مین) مگر میرے واسطے یہ بہت ہی سنگین معاملہ ہے -

ش - بیشک - بہت ہی - اور وہ اس فوٹو کو رکھکر کیا کرنا چاہتی ہے !

شاہ - مجھکو برباد کرنا -

ش - لیکن کس طرح ؟

شاہ - میری شادی ہونے کو ہے -

ش - ہان مین نے سنا ہے -

شاہ - میری شادی شاہ اسکینڈے نیویا کی دوسری دختر سے ہونیکو ہے - آپ اوسکے خاندان کے سخت اصولون سے واقف ہین - وہ خود از حد نازک مزاج اور نفاست پسند ہے - اگر میری چال چلن پر شک کرنیکی ذرہ سی بھی گنجایش ہوئی تو معاملہ فوراً درہم برہم ہو جائیگا -

ش - اور آئرن ایڈلر !

شاہ - دھمکی دیتی ہے کہ وہ یہ فوٹو اونکو بھیج دیگی - مین جانتا ہون کہ وہ ایسا ہی کریگی - آپ اُس سے واقف نہین

ہین۔ اوسکی روح اسپات کی ہے۔ اوسکا چہرہ خوبصورت عورتون کی مانند ہے اور اسکا دماغ مستقل مزاج آدمیون کا سا۔ قبل اسکے کہ مین کسی دوسری عورت سے شادی کرون کوئی ایسی بات نہین ہے جو وہ اوٹھا رکھے۔ کوئی نہین۔

ش۔ آپکو خوب معلوم ہے کہ اوس نے اوسکو ابھی تک بھیجا نہین ہے؟

شاہ۔ مجھکو یقین ہے۔

ش۔ اور کیون؟

شاہ۔ کیونکہ اوس نے کہا ہے کہ وہ اسدن بھیجیگی جسدن نسبت کا پبلک مین اعلان کیا جاوے گا۔ یہ رسم اگلے دوشنبے کو قرار پائی ہے۔

ش۔ اچھا تو ابھی تین دن باقی ہین (جمہائی لیکر) یہ بہت ہی خوش قسمتی کی بات ہے کیونکہ مجھکو ابھی چند ضروری کام سرانجام دینا ہین۔ حضور فی الحال لنڈن مین قیام کرینگے؟

شاہ۔ بیشک۔ مین لینگھم مین کونٹ وان کرم کے نام سے مل سکون گا۔

ش۔ مین آپکو بذریعہ خط آگاہ کرونگا کہ ہمین کہانتک کامیابی ہو رہی ہے۔

شاہ۔ مہربانی کرکے ایسا ہی کیجئے گا۔ مین بہت ہی فکرمند ہون۔

ش۔ اور روپیہ کی بابتہ؟

شاہ۔ آپکو پورا اختیار ہے۔

ش۔ پورا؟

شاہ۔ مین کہتا ہون کہ مین اپنی سلطنت کا ایک صوبہ اس فوٹو کے ملنے پر دینے کو طیار ہون۔

ش۔ اور فی الحال صرفہ کے لئے؟

شاہ۔ (اپنے لبادہ سے چمڑہ کا ایک منی بیگ نکال کر) تین سو پونڈ سونے کے سکون مین اور سات سو نوٹون مین ہین۔

ش۔ (اپنی نوٹ بک پر رسید لکھکر دیتے ہوئے) عورت کا پتہ؟

شاہ۔ برائنی لاج۔ سرپنٹائن ایوینیو سنٹ جانز وڈ ہے۔

ش۔ (اس کا نوٹ لیتے ہوئے) ایک اور سوال باقی ہے۔ کیا فوٹو کیبنٹ سائز کا ہے؟

[illegible] ہے ۔ مین امید کرتا ہون کہ بہت جلد حضور کو خوش خبری سننا نصیب ہوگی [illegible]
[illegible] کی گھڑگھڑاہٹ سڑک پر سنائی دینے لگی) اور گڈ نائٹ ونٹسن ۔ اگر تم مہربانی کرکے کل سہ پہر کو
آؤگے تو تین بجے مین تم سے اس معاملہ کی بابتہ بات چیت کرون گا۔

(۲)

تین بجے مین بیکر اسٹریٹ پہونچ گیا لیکن ہومس ابھی واپس نہین آئے تھے ۔ نوکر نے کہا کہ صاحب صبح
آٹھ بجے کے گئے ہین ۔ مین آگ کے قریب بیٹھ گیا اور ارادہ کرلیا کہ چاہے جتنی دیر لگے انتظار کرون گا ۔ مجھکو
بھی اس معاملہ مین دلچسپی ہوگئی تھی کیونکہ اسمین وہ ڈراؤنی باتین نہ تھین جو ارتکاب جرائم مین ہوتی ہین تاہم
اس معاملہ کی نوعیت اور موکل کے اعلیٰ پوزیشن نے اسکو ایک خصوصیت دے رکھی تھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ
اس تحقیقات کے سوا جو میرا دوست اس معاملہ مین کر رہا تھا اوسکے موقع محل کی اُستادانہ گرفت اور اسکی تیز تیز
دلائل اوسکے کام کرنیکے طریقہ کا مطالعہ کرنیمین مجھکو بڑا لطف دیتی تھین اور جس آسانی سے وہ پیچ در پیچ اور
اُلجھی ہوئی گتھیون کو سُلجھاتا تھا اوسکی تیزی اور نفاست کو دیکھنے سے طبیعت بہت خوش ہوتی تھی مین
اوسکی کامیابی کا اتنا عادی ہوگیا تھا کہ کبھی ناکامی کا امکان میرے خیال مین بھی نہین گذرا تھا۔

تقریباً چار بجے ہون گے کہ دروازہ کھُلا اور ایک نشے مین جھومتا ہوا سائیس کمرے مین داخل ہوا اوسکے
کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور بڑے بڑے گل مچھے تھے ۔ چہرہ شراب کے نشہ مین سُرخ ہو رہا تھا اور کپڑے بہت
ہی خراب حالت مین تھے ۔ مین اپنے دوست کی بھیس بدلنے کی حیرت انگیز قوت سے واقف تھا مگر مجھکو تین
دفعہ غور سے دیکھنا پڑا اسکے بعد مجھکو اطمینان ہوا کہ ہان یہ وہی ہے ۔ سر تسلیم خم کرکے وہ سونے کے کمرے
مین غائب ہوگیا جہان سے پانچ منٹ کے اندر وہ سوٹ بوٹ سے دُرست ہوکر آگیا ۔ اپنے ہاتھ جیب
پاکٹون مین ڈال کر اوس نے آگ کے سامنے پیر پھیلا دئیے اور چند منٹ تک کھل کھلا کر ہنستا رہا ۔ خوب
واقعی !" اوس نے شروع کیا مگر مارے ہنسی کے الفاظ اوس کے مُنہ سے نکل نہ سکے ۔ ہنسی سے مجبور ہو کر وہ
کرسی پر دراز ہوگیا اور خوب دل کھول کر ہنسا ۔

مین ۔ کہو کیا بات ہے ؟
[illegible] ۔ [illegible] بات ہے ۔ مجھے یقین ہے تم نہین جان سکتے کہ مین نے صبح کا وقت کس کام مین [illegible]

کیا اور آخر میں میں نے کیا کیا ؟

میں ۔ میں نہیں قیاس کر سکتا ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم مس آئرن ایڈلر کے اطوار اور شاید اسکے مکان کی دیکھ بھال کر رہے ہو گے ۔

شں ۔ بالکل ٹھیک لیکن انجام نسبتاً غیر معمولی تھا ۔ خیر میں تمکو بتاتا ہوں ۔ آٹھ بجے کے بعد میں گھر سے باہر نکلا اور میں نے ایک بیکار سائیس کا بھیس بنا لیا ۔ سائیسوں میں فریشنوں کی سی ہمدردی ہوتی ہے انکا بھیس بنالو اور سائیس بن جاؤ اور جو کچھ تم دریافت کرنا چاہتے ہو دریافت کرلو ۔ میں نے برائنی لاج کابت جلد پتہ لگا لیا ۔ یہ ایک بنگلہ ہے جسکی پشت پر ایک باغ ہے ۔ لیکن روکار دو منزلہ ہے اور عین لب سڑک ہے دروازہ میں جیب اک (قفل) پڑا ہے ۔ داہنی طرف بڑے بڑے نشست کے کمرے ہیں ۔ خوب آراستہ ہیں کھڑکیاں اتنی لمبی ہیں کہ باہر سے فرش تک نظر آتا ہے اور اُن میں بڑی بڑی انگریزی شکنیاں لگی ہیں جنکو ایک بچہ بھی کھول سکتا ہے ۔ پشت کی طرف کوئی خاص بات نہیں ہے سوائے اسکے کہ بیرونی کھڑکی تک اصطبل کی چھت سے پہونچ سکتے ہیں ۔ میں نے اُسکے گرد چکر لگایا اور خوب غور سے ہر چیز دیکھی لیکن کوئی مطلب کی بات نظر نہ آئی ۔ اب میں سڑک پر گھومنے لگا ۔ میں نے دیکھا جیسا کہ مجھکو اُمید تھی کہ ایک گلی میں ایک اصطبل ہے ۔ میں اس اصطبل میں گیا اور یہاں میں نے سائیسوں کو گھوڑے ملنے میں مدد دی ۔ صلہ میں مجھکو دو آنے پیسے ایک گلاس جسمیں آدھی شراب اور آدھا پانی تھا اور دو سگرٹ اور اتنی معلومات ملی جسکی مجھکو ضرورت تھی ۔ مس ایڈلر اور آدھے درجن دیگر اشخاص کی بابت جنسے مجھکو ذرہ برابر دلچسپی نہ تھی تمام قسم کی معلومات مجھکو بتائی گئی ۔

میں ۔ آئرن ایڈلر کی بابت کیا معلوم ہوا ؟

شں ۔ جب سے وہ اس جگہ آکر بسی ہے مردوں کا دماغ پھر گیا ہے ۔ اس زمین پر وہ سب سے خوبصورت اور نفیس چیز خیال کیجاتی ہے ۔ یہ رائے سب چھوٹے بڑوں کی ہے ۔ وہ خاموشی کی زندگی بسر کرتی ہے پبلک جلسوں میں گاتی ہے ۔ ہر روز پانچ بجے ہوا کھانے کیوقت واپس آجاتی ہے ۔ شاذ ہی کسی اور وقت باہر جاتی ہے ۔ ہاں اگر کہیں محفل رقص و سرود ہوئی تو مضائقہ نہیں ۔ ایک ہی مرد اُسکی ملاقات کو آتا ہے [illegible] ۔ یہ خوبصورت ہے ۔ رنگ کا سیاہ ہے اور [illegible] ۔ اکثر تیسرے کم وں جاتا [illegible] اور اکثر [illegible] ۔ اسکا نام مسٹر گاڈ فرے ہے ۔ [illegible] ۔ اب [illegible]

کی ہمرازی کتنے کام آتی ہے۔ انھون نے درجنون مرتبہ اُسکو وہان سے پہونچایا تھا اور اُسکی بابت پورے
معلومات رکھتے تھے۔ جب مین کل سُن چکا مین نزدیک ہی ایکمرتبہ پھر ٹہلنے لگا اور غور کرنے لگا کہ کیونکر کام
شروع کیا جاوے۔

بظاہر یہ گاڈفرے نارٹن اس معاملہ مین ایک اہم شخص تھا وہ قانون دان ہے۔ یہ ایک فال بدتھا
سوچنا یہ تھا کہ اُنکے درمیان کس قسم کا تعلق ہے اور اُنکے متواتر آنیکا کیا مقصد ہے کیا وہ اُسکی دوست یا
اُسکی داشتہ ہے؟ اگر موکل ہے تو فوٹو اُسنے اُسکی حفاظت مین دیا ہوگا اور اگر یہ بات نہین تو گمان غالب ہے
کہ ایسا نہ ہوا ہوگا۔ اسکے جواب پر میرا کام کرنے کا طریقہ منحصر ہے پہلی حالت مین مجھکو بیرسٹر صاحب کے بنگلہ
کیطرف متوجہ ہونا پڑیگا اور دوسری صورت مین مجھکو برائنی للاج ہی مین کام کرنا ہوگا۔ یہ نازک مسئلہ ہے
اور اس سے میرے تحقیقات کا دائرہ بڑھتا ہے مجھے خوف ہے کہ مین نے اِن تفصیلات سے تمکو ناحق تھکا دیا
کیا ہے لیکن مجھکو اپنی دقتین تمھارے پیش نظر کرنا ہین تاکہ تم حالت کو اچھی طرح سمجھ سکو۔

مین۔ مین ہمہ تن گوش ہون۔

ش۔ مین ابھی اس معاملہ کو اپنے دماغ کی ترازو مین وزن کر رہا تھا جبکہ ایک فٹن برائنی للاج کیطرف بھاگ کر گئی اور
اس مین سے ایک شخص کودپڑا۔ یہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ بظاہر یہ وہی شخص تھا جسکی بابت مجکو معلومات پہونچی
تھی۔ وہ بہت جلدی مین تھا۔ اُس نے گاڑی والے سے انتظار کرنے کو کہا اور دروازہ کے
کھولتے ہی فوراً داخل ہوگیا۔ وہ مکان کے اندر قریب آدھ گھنٹے کے رہا اور اسی دوران مین مین نشست گاہ
کے کمرے مین ٹہلتے ہوئے جوش سے باتین کرتے ہوئے اور اپنے بازو ہلاتے ہوئے اُسکو دیکھ سکتا تھا۔ اُس
عورت کو مین نہین دیکھ سکا۔ اب وہ باہر آیا اور پیشتر سے زیادہ گھبراہٹ مین تھا۔ جیسے کہ وہ گاڑی پر
سوار ہوا اُسنے سونیکی گھڑی جیب سے نکالی اور اُسکو بڑے غور سے دیکھا۔ اور چلاکر کوچبان سے کہا کہ خوب
تیزی سے چلو پہلے . . . . . ریجینٹ اسٹریٹ مین اور بعد کو سینٹ مانیکا کے چرچ مین۔ اگر بیس منٹ مین
پہونچا دو تو دو روپیہ انعام دین گے۔ غرض گاڑی چل پڑی اور مین اسی کشمکش و پیچ مین تھا کہ اُسکا تعاقب
کرون یا نہ کرون۔ ایک نفیس لینڈو گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ کوچبان کے کوٹ کے بٹن آدھے کھلے
ہوئے تھے اور اُسکی ٹائی بجائے سامنے کے کان کی طرف تھی اور گھوڑونکے ساز کے تمام تکلیں کھلے ہوئے تھے
اتنی جلدی مین آیا تھا۔ وہ ٹھہرنے بھی نہ پائی تھی کہ عورت آکر فوراً گاڑی مین سوار ہوگئی۔ مین اُسپر

ایک نظر ہی دیکھ سکا لیکن وہ ایک ایسی حسین عورت معلوم دیتی تھی جسکے حسن پر اگر انسان اپنی جان تصدق کر دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

اُس نے کہا کہ سنٹ مانیکا کے گرجا گھر چلو اگر بیس منٹ میں پہونچا دوگے تو آدھا روپیہ انعام دیئے جاوینگے

دانش یہ موقعہ ہاتھ سے دیدینے والا نہین تھا اور مین اپنے دل مین یہ سوچ رہا تھا کہ مین دوڑ چلون یا لینڈو کے پیچھے بیٹھ جاؤن کہ اتنے مین ایک گاڑی اودھر سے گذری۔ کوچمین نے مجھکو بڑے غور سے دیکھا۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ اعتراض کرسکے مین اندر کود گیا اور مین نے کہا کہ سینٹ مانیکا کے گرجا گھر لیچلو اور اگر بیس منٹ مین پہونچا دوگے تو آٹھ روپیہ ملینگے۔ ابھی بارہ بجنے مین پچیس منٹ باقی تھے اور میری گاڑی بہت تیز تھی۔ مجھکو نہین خیال ہے کہ اتنی تیز گاڑی مین کبھی سوار ہوا تھا۔ دونون فٹن اور لینڈو سامنے جارہی تھین جب مین گرجا گھر کے دروازہ پر پہونچا وہ دونون اندر جا چکے تھے۔ مین نے کرایہ ادا کیا اور اندر داخل ہوا۔ اندر سوائے ان دونون اشخاص کے اور ایک پادری کے جو اُنسے کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی بھی نہ تھا۔ پرستش گاہ کے سامنے وہ تینون ایک ساتھ کھڑے تھے۔ مین کنارے کی جگہ پر گیا۔ اور ایک سیلانی شخص کی طرح جو اتفاقاً گرجے مین چلا آیا ہو۔ کھڑا ہوگیا اتفاقاً پرستش گاہ کے قریب تینون اشخاص مجھکو دیکھنے لگے اور مجھکو تعجب ہوا جب گاڈفرے نارٹن میری طرف دوڑتا ہوا آیا

اُسنے کہا۔ "شکر خدا کا! تم سے کام نکل جائیگا۔ آؤ! آؤ!"

مین نے پوچھا "کیا بات ہے؟" "او بھلے آدمی آؤ" صرف تین منٹ باقی ہین ورنہ قانوناً ناجائز ہوجائیگی"۔ مجھے کشان کشان پرستش گاہ تک لیگئے اور قبل اسکے کہ مین جان سکون کہ کہان ہون اور کیا کر رہا ہون مین اُن سوالات کا جواب دے رہا تھا جو میرے کان مین کہے جارہے تھے اور اُن باتون کی بابتہ ثبوت پیش کر رہا تھا جنسے مین قطعی ناواقف تھا۔ اور عام طور سے آئرن آیلڈر کنواری کی شادی گاڈفرے نارٹن کنوارے کیساتھ ہوجانے مین مدد دے رہا تھا۔ یہ سب بات کی بات مین ہوگیا اور ایک طرف تو جنٹلمین اور دوسری طرف لیڈی میرا شکریہ ادا کر رہی تھی اور پادری میری طرف دیکھکر مسکرا رہا تھا۔ تمام زندگی بھر ایسی بیجا حرکت مجھ سے کبھی نہین ہوئی تھی۔ اسی کے خیال سے مین ابھی ہنس رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی شادی کی قانونی اجازت کی بابتہ کچھ بے قاعدگی تھی اور پادری نے اُنکی شادی کرنیسے بغیر کسی گواہ کے انکار کر دیا تھا اور میرے موقعہ پر آجانیسے دولھا اس تکلیف سے بچ گیا کہ باہر جائے اور کسی گواہ کو تلاش

ش۔ یہ بہت ٹھیک ہے۔ مین خیال کرتا ہون کہ اب وقت آگیا ہے کہ مین اُس کام کیلیئے جو مجھکو کرنا ہے تیاری شروع کردون

اب شرلاک ہومس اپنے سونے کے کمرے مین غائب ہوگیا اور چند منٹ مین واپس آیا تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک سیدھا سادھا ہر دلعزیز پادری ہے۔ پوشاک کے لحاظ ہی سے نہین بلکہ اُسکا انداز اور طرز بھی پادریون کا سا تھا۔ ہنس مکھ چہرا اور ہمدردانہ نگاہین اور مدد کرنیکا شوق شاید لاٹ پادری کے چہرے سے بھی یہ اوصاف اس سے زیادہ مترشح نہ ہوتے ہونگے۔ ہومس کیلیئے محض بھیس بدلنا کافی نہین تھا۔ ساتھ ہی ہومس کا چہرہ۔ اُسکی ادا۔ اُسکا انداز گفتگو۔ طرز رفتار اور اُسکی روح تک مناسب تبدیلی اختیار کر لیتی تھی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب سے شرلاک ہومس نے تحقیقات جرایم مین شہرت حاصل کی اسٹیج سے ایک نایاب ایکٹر کم ہوگیا۔

(۳)

سات بجنے مین سات منٹ باقی ہین اور ہم سرپنٹایٔن ایونیٹو پہونچ گئے ہین۔ تاریکی چھاگئی تھی اور لیمپ روشن ہو رہے تھے۔ ہم برآئنی لاج کے سامنے ٹہلنے لگے اور اس مین رہنے والے کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ مکان بالکل ویسا ہی تھا جیسا مین نے شرلاک ہومس کے مختصر بیان سے خیال کیا تھا۔ لیکن یہ مقام اُس سے کم پرائویٹ تھا جیسا مین نے خیال کیا تھا۔ برخلاف اسکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسی چھوٹی سی گلی مین اتنی چہل پہل تھی کہ قیاس سے باہر تھی۔ ایک کونے مین کچھ بے فکرے پھٹی پرانی پوشاک پہنے سگریٹ نوش کر رہے تھے اور ہنس ہنس کر باتین کر رہے تھے دوسری طرف ایک چاقو قینچی پر باڑھ رکھنے والا معہ اپنی مشین کے کھڑا تھا۔ دو خدمتگار ایک دایہ کی لڑکی سے ہنسی مذاق کر رہے تھے اور پھر چند خوشپوش نوجوان بھی تھے جو سگریٹ منہ مین دبائے ادھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے۔

ش۔ (ٹہلتے ہوئے) تم دیکھو کہ اس شادی نے معاملہ کو آسان بنا دیا ہے۔ اب فوٹو دودھاری تلوار کا کام دیگا۔ وہ نہین چاہے گی کہ اسپر مسٹر گاڈفرے نارٹن کی نظر پڑے جس طرح ہمارا موکل نہین چاہتا کہ اُسکی شاہزادی کے آنکھونکے سامنے آئے۔ اب سوال یہ ہے کہ فوٹو کہان ملیگا؟ یہ گمان غالب نہین ہے کہ وہ اُسکو اپنے جسم پر رکھتی ہے کیونکہ اُسکا سایز کیبنٹ ہے اتنی بڑی تصویر عورت کے پوشاک مین نہین سماسکتی۔ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ بادشاہ کو اتنی طاقت ہے کہ اُسکو راستہ سے غائب کرکے اُسکی تلاشی

نے لئے دو مرتبہ ایسی کوشش بھی ہو چکی ہے - پس ہمکو یہ بات مان لینا چاہیئے کہ وہ اُسکو اپنے ساتھ
مین - پھر کہان ؟
ش - اپنے مہاجن یا اپنے وکیل کے پاس - مگر ذاتی خیال ہے کہ انمین سے کسی کے پاس نہین رکھی
عورتین قدرتی طور سے اپنا راز سربستہ رکھنا چاہتی ہین - اگر اُنکو کوئی چیز خفیہ رکھنا ہوتی ہے تو خو
چھپا کر رکھتی ہین - پھر وہ اس تصویر کو کسی اور شخص کے پاس کیون رکھائیگی - پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قا
بات ہے کہ اُسنے چند ہی روز مین اُسکو کام مین لانیکا ارادہ کیا ہے - اسلیئے فوٹو اُسی کے گھر مین ہوگا
مین - لیکن دو مرتبہ خفیہ طور پر اُسکے مکان کی تلاشی لیجا چکی ہے -
ش - ہان لیکن جس شخص نے تلاشی لی اُسے تلاشی لینا نہین آتا -
مین - تم کیونکر تلاش کروگے ؟
ش - مین تلاش نہین کرونگا -
مین - پھر کیا کروگے ؟
ش - مین ایسا کرونگا کہ وہ خود مجھکو دکھا دے گی -
مین - لیکن وہ ایسا کیون کرنے لگی -
ش - تم خود دیکھوگے - لیکن سنو گاڑی کی آواز آرہی ہے - یہ اُسی کی گاڑی ہے - اب میرے
کی حرف بحرف تعمیل کرنا -

اُسکے منھ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ اُسے گاڑی کی لالٹینونکی روشنی نظر آنے لگی - اور تھوڑا
مین ایک چھوٹی سی نفیس لینڈو برائنی لاج کے پھاٹک پر رُکی - اور ایک مفلس قلاںچ گاڑی کا دروازہ
کیلیئے دوڑا آیا تاکہ انعام حاصل کرسکے - لیکن ایک دوسرا اسی مطلب سے دوڑا تھا - اور دوسرے
پہلے کو دھکا دیا - اور دونون مین جھگڑا شروع ہوگیا - اور اسمین آس پاس کے لوگ بھی شامل ہو
لیڈی اب گاڑی کے باہر آچکی تھی مگر دم کی دم مین لڑنے والون کے درمیان آگئی - لوگ گھونسو
لکڑیون سے ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے - ہومس لیڈی کو بچانیکے لیئے اس بھیڑ مین گھس گیا
جیسے ہی کہ اُسکے قریب پہونچا وہ زور سے چیخا اور دھم سے زمین پر آ رہا - اُسکے چہرے سے خون تیز
بہ رہا تھا - اُسکے گرتے ہی لڑنے والے اِدھر اُدھر ہوگئے - اور کچھ خوش پوش آدمی جنھون نے

کھڑکی سے دیکھا تھا آگئے اور چوٹ کھائے شخص کو دیکھنے اور لیڈی کی مدد کیواسطے آگے بڑھے گئے۔
آئرن ایلڈر جو کھڑکی پر پہونچ گئی تھی مگر یہاں کھڑی ہو گئی۔ اور پوچھنے لگی۔
"کیا اس شریف آدمی کو بہت چوٹ آئی ہے؟"

کئی آوازیں۔ وہ مر گیا ہے۔
ایک اور آواز نہیں نہیں ابھی جان ہے۔ لیکن وہ ختم ہو جائیگا قبل اسکے کہ آپ اسکو ہسپتال بھجوا سکینگی
ایک عورت۔ یہ بڑا بہادر شخص ہے۔ اگر یہ نہ آجاتا تو لیڈی کی گھڑی چین اور منی بیگ یہ بدمعاش
چھین لیجاتے۔ اور اب وہ سانس لے رہا ہے۔
دوسری عورت۔ وہ سڑک پر نہیں پڑا رہ سکتا۔ اگر اجازت ہو تو ہم اسکو اندر لیجائیں۔
لیڈی۔ بیشک نشست گاہ میں لے آؤ۔ بستر لگا ہے۔ اس طرف مہربانی کر کے!
آہستگی اور خاموشی سے اٹھا کر ہومس کو برائنی لاج کے اندر لیگئے اور خاص نشست کے کمرے میں لیجا کر
لٹا دیا۔ میں یہ سب کاروائی کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے دیکھ رہا تھا۔ لیمپ روشن ہو چکے تھے مگر کھڑکی
پر پردہ نہیں پڑا تھا۔ پس میں ہومس کو بستر پر پڑا دیکھ سکتا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ جو پارٹ اسوقت وہ
کھیل رہا تھا اسکے واسطے وہ پشیمانی محسوس کر رہا تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں اپنی زندگی میں کبھی اس سے
زیادہ پشیمانی نہیں محسوس کر رہا تھا جیسا کہ اسوقت جبکہ میں نے دیکھا کہ وہ خوبرو جسکے خلاف ہم سازش کر رہے
تھے کس مہربانی سے ہومس سے پیش آرہی تھی۔ لیکن میرا خیال ہوا کہ اسکے ساتھ بیوفائی اور دغابازی
ہوگی اگر میں وہ پارٹ چھوڑ کر چلا جاؤں جو میرے سپرد کیا گیا تھا۔ میں نے اپنا دل مضبوط کر لیا اور
دھواں دار ہوائی اپنی پاکٹ سے نکالکر ہاتھ میں لے لی۔ بہرحال میں نے خیال کیا کہ ہم اس عورت کو
کوئی گزند نہیں پہونچا رہے تھے، بلکہ اسے دوسروں کو گزند پہونچانے سے باز رکھ رہے تھے۔
میں نے دیکھا کہ ہومس کوچ پر اٹھکر بیٹھ گیا ہے۔ اسنے اب ایسا اشارہ کیا جس سے معلوم ہوتا
تھا کہ اسکو ہوا کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ایک خادمہ نے دوڑ کر کھڑکی کھول دی۔ اسکے بعد میں نے
دیکھا کہ اسنے ہاتھ اٹھایا۔ اشارہ پاتے ہی میں نے ہوائی کمرہ میں پھینکدی اور "آگ! آگ" کا غل
مچا دیا۔ میرے منہ سے آواز کا نکلنا تھا کہ ہر ایک نے خواہ اچھے کپڑے پہنے تھا یا برے۔ نوکر تھا یا جنٹلمین
۔ خادمہ۔ گھربان سب نے مل کر آگ کا غل مچا دیا۔ سیاہ دھواں بھر گیا اور کمرہ سے

تماشا کیجئے نمبر ۔۔۔ آواز اندر سے سنائی دی کی آواز اندر سے سنائی دی

باہر نکلنے لگا۔ میں نے لوگوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا اور ایک لمحہ بعد ہوش کی آواز اندر سے سنائی دی
یہ کہتے ہوئے کہ الارم کی آواز جھوٹی تھی۔ شور و غوغا ہوتا رہا اور میں گلی کے نکڑ پر جا پہنچا اور
دس منٹ کے اندر میرے دوست کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ چند منٹ تک وہ تیزی سے مگر خوشی سے چلتا
رہا۔ یہانتک کہ ہم ایک سنسان گلی میں پہونچ گئے۔

ش ۔ ڈاکٹر تم نے اپنا کام بڑی صفائی سے کیا۔ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اب سب ٹھیک ٹھیک ہو گیا ہے

مین ۔ تمکو فوٹو ملگیا ہے؟

ش ۔ میں جانتا ہوں کہ کہاں رکھا ہے۔

مین ۔ تم نے کیونکر معلوم کیا کہ کہاں ہے۔

ش ۔ اُسنے دکھلا دیا جیسا کہ میں نے تم سے کہا تھا وہ دکھلا دیگی۔

مین ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔

ش ۔ (ہنسکر) میں اسکو معمہ نہیں بنانا چاہتا۔ یہ معاملہ بالکل آسان تھا۔ تم نے بلاشبہ دیکھ لیا تھا
کہ گلی میں ہر شخص اسی سازش میں شریک تھا۔ آج شام کیلیئے اُن سب کو ملازم رکھ لیا گیا تھا۔

مین ۔ اتنا تو میں سمجھ گیا تھا۔

ش ۔ جسوقت جھگڑا شروع ہوا میرے ہاتھ میں سرخ رنگ کی گیلی پوٹلی تھی۔ میں دوڑ پڑا اور اپنا
ہاتھ اپنے منھ پر لگا لیا اور میری حالت قابل رحم ہونے لگی۔ یہ پرانی حکمت ہے۔

مین ۔ اسکی تہ کو بھی میں پہونچ گیا تھا۔

ش ۔ پھر یہ لوگ مجھکو اندر لیگئے ۔ ضروری تھا کہ وہ مجھکو اندر بلاتے ۔ وہ اور کیا کر سکتی تھی؟ اور وہ
مجھکو اپنی نشست گاہ میں لیگئی اور اسی کمرہ پر میرا اشتباہ تھا۔ اُسکا سونے کا کمرہ اسکے بعد تھا۔
مجھکو یہ معلوم کرنا تھا کہ فوٹو کس میں ہے۔ انھوں نے مجھکو ایک کوچ پر لٹا دیا میں منھ اسکے لیئے اشارہ
کیا اور وہ مجبور ہو گئے کہ کھڑکی کھولدیں اور تمکو اپنی کارروائی کرنیکا موقعہ ملا۔

مین ۔ اس سے تمکو کیونکر مدد ملی۔

ش ۔ یہی تو سب سے ضروری کارروائی تھی جب عورت خیال کرتی ہے کہ گھر میں آگ لگ گئی
تو قدرتی طور سے اُسکی خواہش اُس چیز کو سب سے پہلے دوڑ کر بچانے کی ہوتی ہے جسکو وہ سب سے

زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ یہ خواہش بڑی زبردست ہوتی ہے اس سے میں نے کئی دفعہ فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک شادی شدہ عورت اپنے بچہ کو لپک کر اٹھا لیتی ہے اور غیر شادی شدہ اپنے زیور کے بکس کی طرف دوڑتی ہے۔ اب اس معاملہ میں یہ صاف ظاہر تھا کہ لیڈی کو اس مکان میں اور کوئی چیز سوائے اسکے جسکی تلاش میں ہم تھے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ اسکی حفاظت کیلئے پہلے جھپٹیگی۔ آگ کا الارم بڑی ہوشیاری سے دیا گیا تھا۔ دھواں اور شور وغل ایسا تھا کہ فولادی دل بھی ہلا دینے کیلئے کافی تھا۔ اُسنے کارروائی بڑی خوبصورتی سے کی۔ معلوم ہوا کہ فوٹو ایک چور خانے میں ہے جو گھنٹی بجانے والی رسی کی جگہ کے اوپر داہنی طرف ہے۔ وہ چشم زدن میں وہاں پہونچ گئی۔ اور میری نظر اُس فوٹو پر پڑ گئی جیسے کہ اُسنے اُسکو باہر نکالا۔ تب میں نے چلا کر کہا کہ الارم جھوٹا ہے۔ اُسنے اُسکو اپنی جگہ پر رکھدیا۔ ہوائی کیطرف نظر کی۔ کمرے سے باہر چلی گئی۔ تب سے میں نے اُسکو نہیں دیکھا ہے۔ میں اُٹھا اور عذر کرکے باہر چلا آیا۔ میں اسی پس و پیش میں تھا کہ فوٹو کو فوراً اپنے قبضہ میں کر لینا چاہیے کہ اتنے میں اُسکا کوچبان اندر آگیا۔ چونکہ وہ مجھکو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اسلیئے میں نے انتظار کرنا مناسب خیال کیا۔ زیادہ چالاکی اور پھرتی ممکن تھا کہ ہم سب کو برباد کردیتی۔

میں۔ اور اب؟

ش۔ ہماری تلاش فی الواقعی ختم ہوگئی ہے۔ میں کل شاہ سے ملاقات کرونگا اور تمکو بھی ساتھ لے چلونگا اگر تم آنا پسند کروگے۔ ہم نشستگاہ کے کمرے میں بٹھا دیئے جاوینگے۔ اور ہم سے لیڈی کا انتظار کرنے کو کہا جاویگا۔ لیکن یہ اغلب ہے کہ جب وہ آوے گی وہ نہ ہم میں سے کسی کو پاوے گی اور نہ فوٹو کو۔ ہز مجسٹی کو یہ اطمینان ہوگا کہ وہ اسکو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے قبضہ میں کریں۔

میں۔ اور ملاقات کیلئے کب جاؤگے؟

ش۔ صبح آٹھ بجے۔ وہ سوکر نہ اٹھی ہوگی پس میدان صاف ہوگا۔ اسکے علاوہ ہمکو جلدی کرنا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے کہ اس شادی کیوجہ سے اُسکی زندگی اور اطوار میں بالکل ردوبدل ہوجائے۔ میں بغیر انتظار کیئے شاہ کو تار دیئے دیتا ہوں۔

ہم اب بیکر اسٹریٹ پہونچ گئے۔ اور دروازہ پر کھڑے تھے میرا دوست اپنے پاکٹ میں کنجی تلاش کر رہا تھا۔ اسی وقت کسی نے گزرتے ہوئے کہا۔ "گڈ نائٹ مسٹر شرلاک ہومس"۔

سڑک پر اکثر آدمی تھے لیکن سلام ایک لڑکے نے کیا تھا۔ جو تیزی سے گزر گیا تھا۔

ش۔ میں نے یہ آواز پہلے بھی سُنی ہے۔ دگلی کی دھندلی روشنی میں غور سے دیکھتے ہوئے کہہ کون ہے۔

(۴)

میں اس رات کو بیکر اسٹریٹ ہی میں رہ گیا۔ صبح کو ہم لوگ چائے پی رہے تھے کہ شاہ بوہیمیا کمرہ میں گھس آ

شاہ۔ (شرلاک ہومس کو کندھوں سے پکڑ کر اور اسکی صورت بڑی متانت سے دیکھکر) تمکو

ش۔ ابھی نہیں۔

شاہ۔ لیکن تمکو اُمّید ہے؟

ش۔ مجھکو اُمّید ہے۔

شاہ۔ اچھا پھر آؤ۔ میں چلنے کیواسطے بیتاب ہوں۔

ش۔ گاڑی ہونا چاہیئے۔

شاہ۔ نہیں میری گاڑی طیار ہے۔

ش۔ تو پھر معاملہ آسان ہے۔

ہم نیچے آئے اور ایک مرتبہ پھر برائنی لاج کی طرف روانہ ہوئے۔

ش۔ آئرن آیلڈر نے شادی کر لی ہے۔

شاہ۔ شادی کر لی! کب؟

ش۔ کل۔

شاہ۔ لیکن کس سے؟

ش۔ ایک انگریز بیرسٹر سے جسکا نام نارٹن ہے۔

شاہ۔ لیکن وہ اس سے محبّت نہیں کر سکتی۔

ش۔ میری رائے ہے کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔

شاہ۔ کیوں؟

ش۔ کیونکہ حضور اب آیندہ تمام پریشانی سے بچ جاوینگے۔ اگر لیڈی اپنے خاوند

حضور سے محبت نہیں کرتی اور اگر حضور سے محبت نہیں کرتی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ حضور کے معاملات میں دخل دیتی
حضور سے محبت نہیں کرتی اور اگر حضور سے محبت نہیں کرتی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ حضور کے معاملات میں دخل دے
سے مجھے افسوس ہے کہ میری ہم پلہ نہ ہوئی! وہ کیسی ملکہ ہوتی۔
شاہ۔ یہ سچ ہے مگر پھر بھی ..... خیر! مجھے افسوس ہے کہ میری ہم پلہ نہ ہوئی! وہ کیسی ملکہ ہوتی۔
بیان پر شاہ نے افسوسناک خاموشی اختیار کرلی۔ ہم اب سرنٹیا میں ایوینیو پہونچ گئے ہیں برائنی آج
کا پھاٹک کھلا ہے اور ایک ادھیڑ عورت چوکھٹ پر کھڑی ہے۔ اسنے ہمکو بڑی سختی سے دیکھا جب ہم گاڑی

پر سے اُترے۔
عورت۔ میں یقین کرتی ہوں کہ آپ مسٹر شرلاک ہومس ہیں؟
ش۔ ہان میں مسٹر ہومس ہوں۔ (میرے دوست کی نظروں میں استفسار اور گھبراہٹ کی علامت تھی)
عورت۔ بیشک! میری مالکہ نے کہا تھا کہ آپکا آنا یقینی ہے۔ وہ آج ہی صبحکو سوا پانچ بجے معہ اپنے شوہر
کے براعظم یورپ کو روانہ ہوگئی ہیں۔
ش۔ کیا! (تعجب و تاسف سے پریشان ہوکر شرلاک ہومس زرد پڑ گیا تھا)۔
شاہ۔ کیا تمھارا مطلب ہے کہ وہ انگلستان چھوڑ کر چلی گئی ہیں؟
عورت۔ اور پھر کبھی واپس نہیں آئینگی۔
شاہ۔ اور کاغذات! ستیاناس ہوگئے۔ (اور کچھ شاہ کے منھ سے نہ نکل سکا)۔
ش۔ ہم دیکھیں گے۔
خادمہ کے پاس سے ہوکر میرا دوست نشستگاہ کے کمرے میں پہونچا۔ پیچھے پیچھے شاہ تھا اور میں بھی
اسباب ہر طرف بکھرا پڑا تھا۔ الماریاں اور درازیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لیڈی نے
بڑی عجلت میں فرار ہونیسے پہلے سب چیزیں دیکھ بھال لی ہے۔ ہومس گھنٹی کی رسی کی جگہ کیطرف دوڑا۔ اور
ایک آپ ہی آپ کھلنے والے چور خانے کو کھینچ لیا اور ہاتھ ڈالکر ایک فوٹو اور ایک خط برآمد کیا۔ فوٹو
خود آئرن ایڈلر کا شام کی پوشاک میں تھا۔ خط شرلاک ہومس اسکوائر کے نام تھا۔
اس پر لکھا تھا کہ جب آدمی دیا جاوے۔ میرے دوست نے اُسکو کھول ڈالا اور ہم تینوں نے ملکر اسکو
پڑھا۔ گزشتہ رات کو بارہ بجے یہ خط لکھا گیا تھا۔ اور جسکی یہ عبارت تھی۔
"مائی ڈیر مسٹر شرلاک ہومس"۔ آپ نے درحقیقت بڑی نفاست سے اپنا کام کیا۔ میں قطعی دھوکا
کھا گئی۔ آگ کے الارم کے پہلے مجھکو ذرا بھی اشتباہ نہ تھا۔ لیکن جبکہ مجھکو معلوم ہوا کہ کیونکر میں خود اپنی

آپ گرفت کا باعث ہوئی ہیں میں نے غور کرنا شروع کیا - مجھکو مہینوں پہلے آپ سے خبردار کر دیا گیا تھا مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر شاہ کسی ایجینٹ کو یہ کام سپرد کریگا تو بلا شبہ یہ آپ ہی ہونگے - آپکا پتہ بھی مجھکو بتا دیا گیا تھا - اسپر بھی آپنے مجھ ہی سے اس کا انکشاف کرا لیا جو آپ جاہتے تھے - مشتبہ ہونے پر بھی میں ایسے مہربان پادری پر کسی برے ارادے کا الزام نہیں رکھسکتی تھی - لیکن آپ جانتے ہیں کہ مجھکو ایک ایکٹرس کی تربیت ملی ہے - مردانی پوشاک میرے لیے کوئی نئی چیز نہیں ہے - جو آزادی اس سے ملتی ہے اسکا میں نے بارہا فائدہ اٹھایا ہے - میں نے اپنے کوچبین جان کو آپکو دیکھتے رہنے کیلیئے بھیجدیا اور میں اپنے کمرے میں ہوا خوری کی پوشاک پہنے کو چلی گئی - (یہ نام میں نے مردانی پوشاک کو دیا ہے) جیسے ہی آپ باہر نکلے میں بھی باہر تھی - میں نے آپکا تعاقب کیا - یہ یقین کرنیکے لیئے کہ مشہور مسٹر شرلاک ہومس کو مجھ سے دلچسپی ہے تب میں نے آپکے دروازے پر پہونچکر غلطی سے رخصتی سلام عرض کیا تھا - اسکے بعد میں اپنے شوہر کے بنگلے پہونچی - ہم دونوں کی یہ رائے ہوئی کہ بہت اسی میں ہے کہ راہ فرار اختیار کیجائے جب آپ ایسا زبردست حریف تعاقب میں ہے - پس کل جب آپ آئینگے پنجرہ خالی پائینگے - فوٹو کی نسبت آپکے موکل کو اطمینان رکھنا چاہیئے - میں ایسے شخص کی محب اور محبوبہ ہوں جو اُس سے بہتر ہے - شاہ جو چاہے کر سکتا ہے میں ہرگز اسکے سنگ راہ نہوں گی - گو کہ اس نے میرے ساتھ بہت ہی ظالمانہ اور نامردانہ سلوک کیا ہے - میں محض اپنی حفاظت کیلیئے اسکو اپنے پاس رکھے ہوں تاکہ میرے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار رہے جو آئندہ باتوں سے میری حفاظت کریگا - جو کہ ممکن ہے کہ مستقبل میں شاہ کی طرف سے ظہور پذیر ہوں - میں اپنا فوٹو چھوڑے جاتی ہوں - ممکن ہے اُسکو اسکی ضرورت معلوم ہو - آپکی نیازمند آئرن ایڈلر"

شاہ - (جب ہم سب اس خط کو پڑھ چکے) دیکھا کیسی ہوشیار عورت ہے - کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ وہ کیسی تیز فہم اور باہمت ہے ؟ کیا وہ ایک حیرت انگیز بہمہ صفت موصوف ملکہ نہ بنتی ؟ کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ وہ میری پوزیشن کی نہیں ہے ؟ -

ش - سرد مہری سے جو کچھ کہ میں اس تھوڑے سے عرصہ میں اس لیڈی کے بارے میں جان سکا اور جہانتک سمجھتا ہوں بیشک وہ حضور کے پوزیشن سے بالکل مختلف سطح پر ہے - مجھے افسوس ہے کہ میں حضور کے کام کو اور زیادہ کامیاب نہ بنا سکا -

شاہ - برخلاف اسکے - جناب - اس سے بڑھکر کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے - میں جانتا ہوں کہ اسکا

قول سچا ہے - فوٹو اتنا ہی محفوظ ہے جتنا کہ آگ میں ہو سکتا ہے -

ش - میں خوش ہوں کہ حضور ایسا ارشاد فرماتے ہیں -

شاہ - میں تمہارا نہایت درجہ ممنون ہوں - مہربانی کرکے بتاؤ کہ میں آپکو اسکا کیا صلہ دوں - یہ انگوٹھی ... (اُسنے ایک انگوٹھی جسکی شکل سانپ کی سی تھی اور جسمیں بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے تھے اپنی انگلی سے اتار کر اپنی ہتھیلی پر رکھکر پیش کی) -

ش - حضور کے پاس ایک اور چیز ہے جسکی میں اس سے بھی زیادہ قدر کرتا ہوں -

شاہ - صرف کہنے کی ضرورت ہے -

ش - یہ فوٹو !

شاہ - (حیرت سے اُسکی طرف دیکھتے ہوئے) آئرن کا فوٹو ! ضرور اگر آپکی یہی خواہش ہے -

ش - میں حضور کا بہت مشکور ہوں - اب اس معاملہ میں اور کچھ نہیں کرنا ہے - میں حضور کو آداب عرض کرتا ہوں

شرلاک ہومس نے سر تسلیم خم کیا اور بغیر یہ دیکھے ہوئے کہ شاہ نے ہاتھ ملانے کیلیے ہاتھ بڑھایا ہے پلٹ پڑا اور میرے ساتھ اپنے کمرے کو واپس ہوا -

اس طرح مسٹر شرلاک ہومس کی بہترین تدابیر ایک عورت کی تیز فہمی سے بار آور نہو سکیں - وہ عورتوں کی ذہانت کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا مگر اُسوقت سے میں نے اُسکو ایسا کرتے نہیں سُنا ہے - اب وہ جب آئرن ایڈلر کی بات چیت کرتا ہے یا اُسکے فوٹو کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ ہمیشہ اُسکی غیر معمولی عورت کے لقب سے یاد کرتا ہے -

اقبال بہادر

نوٹ - تجارت کی پہلی کتاب جسکا ریویو رسالہ زمانہ میں کیا جاچکا ہے -
منیجر نظامیہ دارالاشاعت و رسالہ دین و دنیا - دہلی سے مل سکتی ہے - منیجر

جمہوری شہزادہ

آجکل دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے وارث شاہنشاہ معظم کے فرزند اکبر شہزادہ ویلز دہ سیاحت ہند مین مصروف ہین ہم شاہزادہ موصوف کی مختصر حالات ناظرین کی پیش کرتے ہین " ہزرائل ہائنس، ۱۷ نومبر کو بمبئی مین رونق افروز ہونگے " اور کامل چار ماہ تک سلطنت ہند کے ہر حصہ کی سیاحت فرماکر، ۱۷ مارچ کو کراچی سے لنکا کیطرف تشریف لیجائینگے تاکہ ہندی مقبوضات کی سیر کے بعد جاپان کی سیر فرمائین۔

ولی عہد بہادر کا پورا نام ایڈورڈ البرٹ کرسچن جارج اینڈریو۔ پیٹرک ڈیوڈ ہے۔ اور اس تحریر اسمائے گرامی کیساتھ انگلستان اسکاٹ لینڈ۔ ویلز اور آئرلینڈ کے مربی اولیا کے نام بھی شامل ہین۔

ہزرائل ہائنس جون ۱۸۹۴ء مین قیصر ابیض واقع قصبہ ر‍یلمن مین تولد ہوئے تھے۔ اُسوقت ملکہ معظمہ وکٹوریہ سریر آرائے برطانیہ تھین اور ایڈورڈ ہفتم حضور کے دادا ولی عہد کے نام سے مشہور تھے اور والد مکرم اپنے برادر کلان البرٹ وکٹر ڈیوک آف کلیرنس کی وفات حسرت آیات کے بعد اپنے والد کے جانشین شمار ہونے لگے تھے۔ ملکہ وکٹوریہ شہزادہ ایڈورڈ البرٹ کی پردادی تھین۔ اسوجہ سے ننھا سا پڑوتہ منظور نظر اور دل کی راحت بن گیا۔ سلطنتی کاروبار کی درماندگی رفع کرنے کے لیئے قیصرہ معظمہ اپنے پوتے کے فرزند اکبر سے دل بہلایا کرتی تھین۔

یہ بات ظاہر ہے کہ بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر ساری عمر قائم رہتا ہے اور والدین جس راستے پر چاہین اپنی اولاد کو لگا سکتے ہین، قیصر معظم اور قیصرہ معظمہ نے آنے والے زمانہ کی رفتار اور میلان کو چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمایا۔ اور یہ قرار دیا کہ ولی عہد بہادر کو زمانہ مابعد کی جمہوریت کے غلبہ مین اپنے فرائض انجام دینے کے قابل بنایا جائے چنانچہ اس مقصد کو ملحوظ خاطر رکھکر پرنس آف ویلز ممدوح کی تعلیم و تربیت شروع کی گئی ۱۹۰۲ء کے موسم گرما کے آغاز مین ایک قابل اتالیق کے زیر نگرانی خواص کے مکتبون کے نصاب کی تعلیم شروع کی گئی۔ فرانسیسی اور جرمن زبانون پر خصوصیت سے زور دیا گیا۔ کیونکہ اول الذکر یورپ کی سفارتی زبان اور موخر الذکر علمی اور جنگی فنون کی زبان ہے اور ان کی مہارت

شہزادون ہی کے لیئے ضروری نہین ہو بلکہ اہل علم اور اہل تجارت بھی ان مین دستگاہ بہم پہونچاتے ہین۔ شہزادے کو کھیل کود کا بھی شوق تھا۔ اور اب تک ہو۔ شہ سواری۔ تیراکی۔ شکار۔ کرکٹ۔ ٹینس وغیرہ سبھی کھیلون مین یکسان اظہار دلچسپی کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۷ء مین والدین کے حسب ارشاد آسبرن کے بحری کالج مین بحریات کی تعلیم کے لیئے داخل ہوئے۔ قیصر معظم نے کالج کے منتظمین کو خاص ہدایت فرمائی کہ شہزادے ممدوح کیساتھ ولی عہد کا سلوک نہ ہو بلکہ عام طلبا کا سا برتاؤ روا رکھا جائے۔ چنانچہ اسیلیے کالج مین متواتر دو سال تک آپ انہیں عام لڑکون کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے اور ان کے ساتھ کھیل کود مین شریک ہوتے آپکی روزانہ زندگی کالج کے باقی طلبا سے مختلف نہ تھی۔ اس قسم کے بے تکلفانہ برتاؤ اور آزادانہ میل جول کا طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا۔ شہزادۂ ممدوح کی طبیعت مین جمہوریت جاگزین ہو گئی۔ اور شاہی نخوت و رعونت نام کو بھی باقی نہ رہی بہرحال سال تک اس کالج مین تعلیم پاکر سنہ ۱۹۰۹ء مین دارٹ منتھ کے کالج مین اعلیٰ تر فنون بحریات کی تعلیم پائی۔ وہان بھی عام لڑکون کی طرح رہتے تھے۔ سب سے بے تکلفانہ میل جول تھا۔ غرض کسی بات مین شہزادہ اور دیگر طلبا مین امتیاز نہ تھا۔ اس کالج سے تحصیل علمی سے فراغت بھی نہ پائی تھی کہ دادا کے انتقال پُر ملال کے بعد والد عالیجاہ سریر آرائے برطانیہ ہوئے۔ اور حضور باقاعدہ پرنس آف ویلز اور ارل آف چیسٹر قرار پائے۔ اور ڈیڑھ سال بعد جولائی سنہ ۱۹۱۱ء مین قلعہ کرنارون واقع ویلز مین ولی عہدی کی رسم ادا ہوئی۔ دو سال تک ڈارٹ منتھ مین بحری فنون مین اصولی دستگاہ پیدا کرکے جنگی جہاز "ہندوستان" پر عملی تربیت پانے لگے۔ اور مڈشپ مین مقرر ہوئے سنہ ۱۹۱۳ء مین لفٹنٹ اور سنہ ۱۹۱۹ء مین کپتان مقرر ہوئے یہ عہدے آپکو اپنے شاہی مرتبہ کے باعث حاصل نہین ہوئے

بلکہ عام آدمیون کی طرح ذاتی لیاقت اور محنت شاقہ سے اعلیٰ اعلیٰ مدارج پر فائز ہوتے رہے جب آپ بحری فنون حاصل کر رہے تھے تو جہاز رانی کیطرف خاص میلان تھا اور آخر آپ نے تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد کے معنوی فرزند ارجمند ثابت ہوئے۔ خدا کے فضل سے یادداشت بھی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ جو کچھ پڑھتے یا سُنتے ہین وہ ذہن مین محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے علم و فن مین کمال آپکو آسانی سے کمال حاصل ہوگیا۔

جہاز ہندوستان چھوڑکر سنہ ۱۹۱۲ء پیرس تشریف لیگئے اور ہر طبقے کے لوگون سے بے تکلفانہ میل جول بڑھاکر کمال تھوڑے عرصہ کے درمیان بیحد ہر دلعزیزی حاصل کرلی۔ وہان سے لوٹے اور چند ماہ تک تیاری کرنیکے بعد

میگڈلین کالج آکسفورڈ میں داخل ہو گئے۔ تاکہ ان علوم میں مہارت پیدا کر سکیں۔ جو فرمان روا کیلئے بہت ضروری ہیں۔ اس کالج میں ایڈورڈ ہفتم بھی تعلیم پا چکے تھے۔ مگر دادا اور پوتے کی تعلیم میں بہت فرق تھا اول الذکر کالج میں تعلیم پاتے تھے باہر شہر میں مکان رہنے کا الگ تھا۔ اور عام طلباء سے راہ و رسم نہ تھا۔ مگر پوتے کی حالت دگرگون تھی۔ وہ اپنے والد بزرگوار کے حسب ارشاد کالج کے بورڈنگ میں رہتے تھے عام طلباء کے ساتھ یکجا رہتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانے کے کمرے میں کھانا کھاتے۔ اور روزمرہ کے کھیلوں میں شریک ہوتے تھے کالج کے والنٹیری دستہ میں بھی بھرتی ہوئے۔ اور عام سپاہیوں کی طرح قواعد چاند ماری وغیرہ سیکھا کرتے تھے۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں ولی عہد ممدوح نے پہلا امتحان پاس کیا۔ دو سال تک اس کالج میں تعلیم پاتے رہے۔ پروفیسر فیلڈ جرمن اور موسیو برنوم فرانسیسی پڑھایا کرتے تھے۔ اگر جنگ نہ چھڑ جاتی تو تین سال کا مقررہ کورس ختم کر کے ڈگری حاصل کر لیتے۔ ماہروں کا یہ خیال ہے کہ پرنس آف ویلز سادگی پسند ہے اور عوام کے حالات سے پوری ہمدردی ہے۔ اس کا اصلی سبب یہی جمہوری تعلیم و تربیت ہے۔ بحری کالجوں میں اور نیز آکسفورڈ میں غیر امتیازی تعلیم کی بدولت شہزادہ ممدوح کی طبیعت شاہانہ تزک احتشام اور تکلف وغیرہ سے ناآشنا ہے۔ اس لئے ہز رائل ہائینس کو "جمہوری شہزادہ" قرار دینا نامناسب نہ ہوگا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو پرنس ممدوح گرینیڈیر گارڈ فوج کی پلٹن اول میں لفٹننٹ دوم مقرر ہوئے۔ اور پھر تھوڑے ہی دنوں میں درجہ اول کے لفٹننٹ بن گئے۔ ۱۹۱۶ء میں کپتانی اور ۱۹۱۸ء میں میجری کے عہدے پر ممتاز ہوئے۔ نومبر ۱۹۱۴ء میں سر جان فرنچ سپہ سالار برطانیہ کے اے ڈی کانگ مقرر ہو کر فرانس گئے اور اپنے اہم فرائض بڑی تن دہی سے انجام دیتے رہے مارچ ۱۹۱۶ء تک فرانس اور فلانڈرز کے درمیان جنگ کے ہر حصہ میں بے کھٹکے فوجی ڈیوٹی بجا لاتے رہے۔ مورچوں میں جہاں دن رات گولہ باری ہوتی رہتی جاتے۔ سپاہیوں سے بے تکلفی سے ملتے۔ اور ان کی مشکلات اور تکالیف میں برابر کے شریک رہے۔ کتنی مرتبہ بال بال بچے۔ مارچ ۱۹۱۶ء میں مصر تشریف لیگئے اور پھر مئی ۱۹۱۷ء میں میدان اٹلی میں ہوائی جنگ آرائی میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۱۷ء و ۱۹۱۸ء میں بھی میدان اٹلی ملاحظہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے آیندہ کے شہنشاہ نے کن حالات میں ترقی کی اور کیسی تربیت پائی۔ یہی سبب ہے کہ ہز رائل ہائینس شاہی تکلفات سے بیگانہ ہو کر عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ مارچ ۱۹۲۰ء کو نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کی سیاحت کو تشریف لیگئے آسٹریلیا میں جمہوریت کا

دور اور اہل محنت کی جمعیت کا غلبہ ہے۔ مگر پرنس موصوف نے وہاں پر بھی بے حد ہر دلعزیزی حاصل کی جو اس امر کا ثبوت ہے کہ جمہوریت ولیعہد پر غالب آگئی ہے۔ اور جب بقول افلاطون اس قسم کا شہزادہ حاکم ہوتا ہے۔ تو محکوم کی فلاح کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ آسٹریلیا کے ایک وزیراعظم نے اپنی تقریر میں شہزادے بہادر کو برطانیہ کا سب سے بڑا سفیر قرار دیا تھا۔ اور یہ صحیح ہے۔ سیاحت ہند کے دوران میں ولیعہد ممدوح رعایا ہند کی ضروریات اور خواہشات سے واقفیت پیدا کرینگے اہل ہند کو بھی حضور کو اپنے درمیان پاکر خوش ہونا چاہیے

جے۔ آر۔ رائے لاہور

شہزادہ ویلز کے دورہ کا نظام اوقات

اعلیٰحضرت شہزادہ ویلز ۲۶ اکتوبر کو پورٹسموتھ سے جہاز "رینون" میں روانہ ہوئے۔ اور ۲۹ اکتوبر کو جبرالٹر میں قدم رنجہ فرمانیکے بعد کیم اکتوبر کو مالٹا میں رونق افروز ہوئے۔ بمبئی میں ۱۷ نومبر کو نزول اجلال فرمائینگے۔ اب السنہ بمبئی میں چھ یوم تک قیام فرماکر آپ بڑودہ (۲۲ و ۲۴ نومبر) اودیپور (۲۵ تا ۲۶) اجمیر (۲۸) جودھپور ۲۹ نومبر اور کیم دسمبر) بیکانیر (۲ تا ۶ دسمبر) بھرتپور (۷-۸) لکھنؤ (۹ و ۱۲) الہ آباد بنارس (۱۳) بھیرا و نیپال (۱۴ و ۲۱) پٹنہ ۲۲-۲۳) کلکتہ ۲۴-۳۰) رنگون (۲-۱۰ جنوری) مدراس ۱۳-۱۷) بنگلور ۱۸- میسور (۱۹-۲۲) حیدرآباد دکن (۲۵-۲۸) ناگپور ۳۰-۳۱) اندور (کیم-۳ فروری) بھوپال ۴-۷) گوالیار (۸-۱۲) آگرہ ۱۳- علی گڑھ ۱۴- دہلی (۱۴-۲۱) پٹیالہ (۲۲-۲۴) جالندھر ۲۵- لاہور ۲۶ تا کیم مارچ) امرتسر سیالکوٹ ۲ مارچ- جموں ۲-۳ جہلم ۳ پشاور ۴ سے راولپنڈی ۸- کپورتھلہ ۱۲ ڈیرہ دون ۱۳- کھرالہ ۱۴-۱۵- کراچی ۱۷ء۔

لسان العصر جناب اکبر مرحوم

اکبر مرحوم کے غم میں آج دنیائے ادب کا ذرہ ذرہ ایک دردمند دل کی طرح وقفِ ماتم ہے، ہزاروں آہیں ہیں جو فضائے بسیط میں گونج رہی ہیں، سیکڑوں درد بھری آوازیں ہیں جو جذباتِ خاموش کو جنبش میں لاکے مائلِ فریاد بنا رہی ہیں، کروڑوں تمنائیں ہیں جو مرحوم کی تربت سے پٹ پٹ کے رو رہی ہیں، غنچۂ دل[illegible] سرہانے مصروفِ شیون ہے کہ اُسکا قدرشناس اُس سے جدا ہو گیا اور ایسا جدا ہوا کہ پھر ملنے کی امید نہیں۔

بھیج یہ ہے کہ جناب اکبر مرحوم کی وفات ادب اردو کے لیئے ایسا سخت صدمہ اور ایسا نقصانِ عظیم ہے، جسکی تلافی نہ پُر درد آہوں سے ہو سکتی ہے، اور نہ فلک سوز نالے کچھ کام آسکتے ہیں۔ آنکھیں بصاتِ اکبر کو ڈھونڈینگی اور نہ پائینگی، دل اُس عارفانہ اور ظریفانہ اندازِ بیان کو تلاش کریگا اور محروم رہیگا۔ زمانہ مرحوم کے حقیقی کے جانشین کیلیئے سرگرم جستجو ہو گا مگر ناکام رہیگا۔

ممکن ہے کہ آنکھوں میں آنسو نہ رہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ آہیں ساتھ نہ دیں مگر مرحوم کا ماتم پھر بھی کم ہو گا۔ ہر وہ شعر جو عارفانہ اور فلسفیانہ رنگ میں لکھا جائیگا جناب اکبر کی یاد دلاتا رہیگا، ہر وہ کلام جسمیں ظرافت کی جھلک ہو گی، اس بلبل شیریں بیان کی نغمہ سنجیوں کا داغ تازہ کرتا رہیگا۔ سازِ ادب کی ہر نے رگِ جان کیلئے مضراب ہو گی اور ماتم اکبر کے ترانے سنایا کریگی۔

یہ مجتہدِ ادب ازل ہی سے مذاقِ سخن اپنے ساتھ لیکر آیا تھا، فطرت کی فیاضیوں نے اُسے جذباتِ عالیہ اور تخیلاتِ لطیفہ کا سرچشمہ بنا کر پیدا کیا تھا اُسکا دل ایک آئینہ تھا جس میں حسنِ فطرت کی کرنیں منعکس ہو کر اپنا جلوہ دکھاتی تھیں اور جذبات میں ایک نورانی تموج پیدا کرکے اُسکے عارفانہ و فلسفانہ تخیل کو اُبھارا کرتی تھیں اور زبان اُسی وجدانی کیفیت کو اپنے سحر بیان بیانی کے سانچے میں ڈھالکر اشعار کی صورت میں جلوہ گر کرتی تھی؛

مرحوم کے کلام کو غور سے پڑھو، وہ اُن آسمانی نغموں کو سنو جو اُسکی تہ میں پنہاں ہیں، تم محسوس

کروگے کہ نے ایک ہی ہے مگر ہر بول کی تاثیرین جداگانہ ہین، ابھی تصوف کی دُھن تھی۔ ابھی فلسفہ کا راگ چھڑ گیا ابھی ظرافت جھلکنے لگی، تمکو حیرت ہوگی کہ ایک شخص ایک ہی وقت مین مختلف خیالات کا اظہار کیونکر کرتا ہے لیکن جناب اکبر مرحوم کی طبیعت، فطرت نے کچھ ایسی ہمہ دان بنائی تھی کہ ایک ہی وقت مین وہ ادیب بھی تھے فلسفی بھی، ظریف بھی تھے صوفی بھی، یعنی وہ ہر قسم کے جذبات کو نہایت خوبی سے ادا کر جاتے تھے، اُنکے دل مین دریا کی طرح پے در پے مختلف خیالات کی موجین اُٹھتی تھین، اور ہر موج اپنے رنگ و صورت مین دوسری موج سے بالکل الگ ہوتی تھی،

مرحوم کے سوانح زندگی کو اگر شاعری سے الگ کرکے دیکھا جائے تو آپ ایک عارف کامل ایک عالم باعمل، ایک برگزیدہ واعظ، ایک عالی دماغ حکیم نظر آئینگے لیکن اسوقت مرحوم کی ادبیت ہماری مطمح نگاہ ہے، اسلیئے ہم مختصر طریقہ سے ان باتونکا تذکرہ کرتے ہوئے مرحوم کی ادبی زندگی سے بحث کرینگے،

جناب اکبر کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا، سن کے ساتھ ساتھ یہ شوق بھی ترقی کرتا گیا اور باوجود دوسرے مشاغل کے آپکے اس فطری شغلے مین کبھی کوئی کمی نہ آئی، آپ کو وحید مرحوم الہ آبادی سے فخر تلمذ حاصل تھا، خوش قسمتی سے اُستاد بھی ایسا ملا، جسکے مفید مشورون نے ہونہار شاگرد کے ذوق ادب کو اُبھارا، بڑھا کے ترقی کے راستے پر لگا دیا،

انسان ضروریات زندگی سے مجبور ہوکر ہر قسم کی پابندیان اپنے اوپر عائد کرلیتا ہے، چنانچہ مجبوراً جناب اکبر کو ابتدا مین چھوٹی چھوٹی ملازمتین کرنی پڑین، مگر آپ نے اپنی ذہانت و حسن عمل کی بدولت بڑے بڑے مدارج حاصل کرلیئے مصروفیتین بڑھ گئین، لیکن اُس فطری جوش کو جو بارگاہ احدیت سے اُنھین تفویض ہوا تھا تنگی وقت سے کوئی ضرر پہونچا اور نہ کثرت کار اُسکو دبا سکی، یہ مجسمۂ ادب برابر اپنا ادبی جوہر دکھا دکھا کے دنیا کو درس ادب دیتا رہا۔

شروع مین عام شعرا کی طرح جناب اکبر بھی اُسی پُرانے رنگ مین شعر کہتے رہے۔ لیکن طبیعت مین اثر پذیری کا مادّہ موجود تھا، رفتہ رفتہ ترقی کرکے کہین سے کہین پہونچ گئے،

اتفاق وقت سمجھو یا خوش قسمتی کہ مرحوم کو سوسائٹی بھی ایسی مل گئی کہ جسمین ایک سے ایک بڑھکر اہل کمال شریک تھے۔ اُن دنون اودھ پنچ کی محفل خوب گرم تھی، منشی سجاد حسین مرحوم صدر انجمن تھے [illegible] آزاد، عاشق (ستم ظریف) برق، شوق، وغیرہ وغیرہ جیسے کہنہ مشق ناظم و ناثر حاضرین محفل میں موجود

تھے، پھر اس انجمن کی رونق کا کیا پوچھنا، علمی، ادبی، فلسفیانہ نکات ایسے دلچسپ ظرافت آگین پیرایہ میں بیان ہوتے رہتے تھے کہ سننے والے دانتوں میں انگلیاں دابتے تھے، اُسی بزم ادب کے ایک رکن اکبر مرحوم بھی تھے کچھ دنوں بعد نہ وہ انجمن فروزی تھی نہ وہ بالا نشینیت ادب اردو کے حقیقی محسن سجاد حسین ضعیفی دکہولت کے سبب معذور محض ہو چکے تھے، اودھ پنچ اپنی وقعت کھو چکا تھا اور سچ یہ ہے کہ اب اودھ پنچ میں رکھا ہی کیا تھا جو کوئی اُسے پوچھتا، یہ بھی خبر نہ تھی کہ محفل سے اُٹھنے والے کہاں گئے اور وہ رنگ صحبت کیا ہوا،

اُس انجمن برباد سے نکلتے ہی جناب اکبر کی ہنگامہ آرائیاں بڑھنے لگیں اور رفتہ رفتہ خود ایک انجمن بنگئے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اپنی فطری ظرافت کے نمایان کرنیکا وہین موقع ملا، اور آپکی ابتدائی مشق وہین ہوئی، اودھ پنچ میں آپ نے بہت سے ظریفانہ مضامین لکھے جنمین سے چند نظمین آج بھی اُتنی ہی مشہور ہین جتنی کہ اُسوقت پسند کیجاتی تھین، اُسی زمانے مین آپ نے قاضی اختر کلکتوی کی مشہور آفاق نظم کو پیش نظر رکھکے موجودہ حالات کی بنا پر بڑی لطیف نظم کہی تھی جو آپ کی کلیات مین موجود ہے قاضی اختر کی نظم کا پہلا شعر یہ ہے،

کل بن کے شیخ مجتہد العصر ساقیا | دکھلا کے سبز باغ عذاب و ثواب کا

حضرت اکبر نے ردیف تو وہی قایم رکھی لیکن قافیہ بجائے عذاب و ثواب کے "پناہ، تباہ" کر دیا، نفس مضمون دونوں کا ایک ہے، فرق یہ ہے کہ ایک محض قدامت پسندی اور دوسری مرقع حال، ایکنے صرف تفریح طبع کیلیے لکھی، دوسرے نے زمانہ کی روش پر نظر ڈالکر انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے میلان طبع کی تصویر کھینچی، غرض یہ کہ اکبر مرحوم کی مشق کا ابتدائی زمانہ ایسی صحبتون مین گزرا جہان اُنکی معلومات علمی، وسعت نظری، اور ظرافت نگاری مین خاطر خواہ ترقی ہوئی، خصوصیت سے ظرافت کا رنگ غالب ہونا اور ہونا ہی چاہیے تھا، کیونکہ وہ سوسائٹی انہین خیالات پر قائم تھی، اُسکے بعد آپنے جو کچھ کہا ظرافت کا رنگ ہمیشہ نمایان رہا۔

جناب اکبر نے عاشقانہ رنگ مین بھی بہت کچھ لکھا ہے اور وہ تمام غزلین اُنکے کلیات مین شامل ہین جنکے مطالعہ سے اُنکی ابتدائی شاعری اور مذاق سلیم کا پتہ چلتا ہے، اُنکی عاشقانہ غزلین عموماً لکھنؤ کے [illegible] مین، تاہم اُنکی تخیل [illegible] صرف تناسب الفاظ، اور استعارہ [illegible]

ہی تک محدود نہیں بلکہ وہ کچھ نہ کچھ جذبات آفرینی کا بھی خیال رکھتے ہیں اور کوئی نہ کوئی کام کی بات بھی کہتے ہیں، مثلاً انہی کسی پرانی غزل کا مطلع ہے

حناکی طرح جب پس لیتے ہیں تب رنگ لاتے ہیں　　جفائیں جھیل کر تاثیر الفت ہم دکھاتے ہیں

کون کہہ سکتا ہے کہ اسمیں لفظی رعایت کی سوا اور کچھ نہیں، غور کرو شاعر کس طرح اپنی مثال پیش کرکے لوگونکو سختیاں برداشت کرنیکی ہدایت کرتا ہے اور یہ مژدہ بھی سناتا ہے کہ انجام کار، راحت ہے یعنی اگر اپنا رنگ جمانا چاہو تو حنا کی طرح پسنا گوارا کرو۔ ممکن ہے کہ بعض کوتاہ نظر حضرات اس شعر کو صرف اظہار واقعہ خیال فرمائیں لیکن لوگون کو سمجھانیکا اس سے زیادہ موثر ذریعہ کوئی بھی نہیں کہ شاعر یا خطیب اپنا مافی الضمیر مثال مین ظاہر کردے دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

شرم آنکھے چرالیتی ہے سارا بدن اُن کا　　محروم ہی رہجاتی ہے آغوش تمنا

دیکھو ادائے شرم اور محرومیٔ شوق کی داستان کس لطیف پیرایہ مین بیان کیگئی ہے، شعر پڑھکر واقعات کی کتنی دلکش تصویر آنکھونکے سامنے آجاتی ہے یہی اصلی شاعری ہے، شاعری بھی دراصل مصوری ہے، فرق یہ ہے کہ مصور نظری اور محسوس چیزون کی تصویر کھینچتا ہے، اور شاعر غیر مرئی اشیا یعنی جذبات وخیالات کو نمایان کرتا ہے،

اسلیئے حقیقی شاعر وہی ہے جو مناظر فطرت اور واردات قلبی کا مکمل نقشہ اپنے شعرون مین کھینچدے چنانچہ اکبر کے اشعار یا تو کسی واقعے کے متعلق ہوتے ہین یا اُنمین کسی صحیح جذبے کی حقیقی تصویر نہان ہوتی ہے۔

اگرچہ ہم اس مضمون مین مستقل طور پر اکبر مرحوم کی شاعری پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتے، تاہم یہ ضروری سمجھتے ہین کہ مرحوم کی جن خصوصیات کا ذکر کیا جائے اُنکے متعلق دو ایک مثالین بھی پیش کردی جائین، یہ تو مسلمہ مسئلہ ہے کہ آپ فطری شاعر تھے اور آپ کی شاعری کا جزو خاص ظرافت تھی، لیکن یہ دونون چیزین آپکے جودت طبع کی محتاج تھین فطرتاً آپکی طبیعت مین ایسی جولانی اور ذہن مین اتنی روانی تھی کہ جب کبھی آپکے سامنے کوئی مشکل سے مشکل مسئلہ پر بحث چھڑ گئی تو آپ نے نہایت متین اور لطیف پیرایہ مین اُسے حل کردیا، اور لطف یہ کہ اکثر اُس جواب مین آپکی شاعری اور ظرافت کی شرکت بھی ضرور ہوتی تھی۔ بارہا ایسا ہوا کہ کسی فوری جذبے یا دلکش نظارے سے متاثر ہوکے آپ نے فوراً ہی نظم مین اپنی کیفیات قلبی کی تصویر کھینچدی، جسمین اُس جذبۂ خاص یا منظر نظارہ کی جھلک صاف طور پر نمایان تھی

ایسا ہوا کہ آپ کے سامنے کوئی مصرع پیش کیا گیا اور آپ نے اس خوبی سے دوسرا مصرعہ چسپاں کر دیا کہ پورا شعر اپنا کر لیا۔

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ لکھنؤ امین آباد پارک کے کسی بالاخانے میں مقیم تھے، صبح کیوقت ایک خوشفکر شاعر صاحب ملنے آئے، آپ اسوقت فکر سخن میں مشغول تھے، اتفاق وقت سے اسی وقت یہ مصرع موزون ہوا تھا،

کہون کیا ہستی باری مین شک ہونے کے کیا معنی

آنے والے شاعر صاحب کو آپ نے یہ مصرع سنایا اور فرمایا کہ پہلا مصرع ہوگیا ہے دوسرے مصرعے کی فکر ہے اب آپ قافیہ تجویز فرمائیے، اُن صاحب نے کہا، شک کو قافیہ قرار دیجئے، اکبر مرحوم کا خیال بھی اس قافیے کیطرف نہ تھا مگر مجبوراً آپکو اسی قافیے پر طبع آزمائی کرنی پڑی، دو تین منٹ مین مصرعہ ہوگیا اور پورا شعر آپ نے یون سُنایا۔

کہون کیا ہستی باری مین شک ہونیکے کیا معنی
ہی سمجھا نہین مین آج تک ہونیکے کیا معنی

سخن فہم حضرات اس بلندی ادراک، اور فلسفیانہ تخیل کا خود اندازہ کر لین جو اس شعر مین موجود ہے۔

شعرائے فارس نے شاعری مین تصوف کا رنگ اسطرح سمویا اور کچھ اس انداز سے اس مسئلہ پر طبع آزمائی کی کہ رفتہ رفتہ تصوف شاعری کا جزو خاص بنگیا، بلاشبہ اکثر شعرائے تازک خیال صوفی مشرب گذرے ہیں، اور انھوں نے اشعار مین اپنے مشاہدات باطن کی تصویر اس دلکشی وخوبی سے کھینچی ہے کہ شعر پڑھتے ہی روح وجد مین آجاتی ہے، اور دلکو ایک غیر محسوس روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔

فارسی کی تقلید مین اردو شعرا بھی اسطرف جھک پڑے اور گل وبلبل شمع و پروانہ کی داستانوں کے ساتھ ساتھ یہ کہانی بھی دہرائی جانے لگی، بزم نشاط کے ساتھ محفل حال قال کی بنیاد بھی پڑگئی، اردو شاعری میں حقیقت شناس صوفیونکو کمی نتھی، متقدمین مین خواجہ میر درد جیسے صوفی منش سخن سنج بھی گذرے ہیں، جو ہر طرح اس لطیف مضمون پر طبع آزمائی کرنیکے مستحق تھے، کیونکہ عارفانہ

مذاق ان بزرگوں کا جزو ہستی بن چکا تھا،

متاخرین میں بھی بعض شعرا اس مذاق کے گزرے ہیں، جنکے اخلاق بھی صوفیانہ تھے اور کلام میں بھی یہی رنگ جھلکتا تھا، مگر زمانۂ حال کے شعرانے تو کمال ہی کر دیا، مضامین یاریتہ پر طبع آزمائی کرتے کرتے طبیعت اکتا گئی تو تصوف اور فلسفے کے میدان میں آگئے، کہیں نکات فلسفہ بیان ہو رہے ہیں کہیں عارفانہ موشگافیوں کا اظہار کیا جا رہا ہے، شعر کا تو یہ انداز لیکن اگر خود شاعر صاحب کے حالات پر نظر کیجئے تو آپ ان مسائل سے نا آشنائے محض، گویا آپکو ان باتوں کی ہوا تک بھی نہیں لگی، بقول جناب اصغر

صوفی کو ہے مشاہدۂ حق کا ادعا

صدہا حجاب دیدۂ بینا لیئے ہوئے۔

سچ پوچھیے تو اکثر شعرا نے تصوف کو اپنی لغویات و مہملات کے چھپانیکا ایک پردہ بنا رکھا ہے شعر کے معنی صاف نہیں ہوئے تو اسکے یہ معنی لیئے کہ یہ تصوف کی گہرائیاں ہیں۔ کہیں ترکیب الجھ گئی تو یہ مطلب نکال لیا گیا کہ مشاہدات باطنی کی باریکیاں ہیں۔ نتیجہ یہ کہ عوام نے تصوف کے چند مشہور اور خشک مسائل کو جان تصوف سمجھ رکھا ہے حالانکہ حسن و عشق کی حقیقی کیفیات کا نام تصوف ہے، مولانا آسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دل عندلیب یہ شق نہیں اگل و لالہ کا یہ ورق نہیں　　مرے عشق کا وہ رسالہ ہے ترے حسن کی وہ کتاب ہے

آنکھیں تجھکو ڈھونڈھتی ہیں دل ترا گرویدہ ہے،　　جلوہ تیرا دیدہ ہے صورت تری نا دیدہ ہے

بیحجابی یہ کہ ہر شے میں ہے جلوہ آشکار،　　اُسپہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آجتک نادیدہ ہے

جناب اکبر مرحوم نے بھی اس مسئلہ خاص پر نہایت ہی گہری نگاہ ڈالی ہے اور جہاں کہیں تصوف میں کوئی شعر لکھا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مشاہدے کی کیفیات کا اظہار فرما رہے ہیں۔

مضمون میں گنجایش نہیں کہ مرحوم کے اس قسم کے تمام کلام کا انتخاب پیش کیا جاسے مثال کیلئے صرف دو ایک شعر کافی ہیں۔

مجھے کیا خبر یہ ہے کیا اثر نہ وہ ہوش ہے نہ وہ جان ہے　　فقط اک نظر ہے جہاں پہ نہ خیال ہے نہ گمان ہے

نہ دماغ صرف رہ خرد نہ دلیل باعث درد سر　　وہی جوش لذت دید ہے نہ قیاس ہے نہ گمان ہے

نہ بیان جود و نشاں کہیں نہ محل حرف و بیاں کہیں　　مرا عشوہ ہے ترا حسن ہے مری آنکھ ہے ترا [illegible]

ان اشعار کے مطالعہ سے جو پاکیزہ اور روح کو تڑپا دینے والا اثر قلب پر پڑتا ہے اُسکا اظہار مشکل ہے۔ ارباب ذوق سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ شاعر نے کسطرح فلسفۂ تصوف کے ساتھ ساتھ اپنی محویت کا نقشہ کھینچا ہے عام طور پر اُسکا اندازہ مشکل ہے۔ کہ اکبر مرحوم پر ان اشعار کے موزون کرتے وقت کیا کیفیت طاری تھی۔ تصوف کے جذبات خاص کے ساتھ ساتھ زبان و بیان میں یہ اثر ہے کہ ہر شعر نشتر کی طرح رگ جان میں اُترجاتا ہے

دوسرے موقع پر فنا و بقا کے مسئلہ پر ایک شعر ارشاد فرماتے ہیں، اور ایک دلکش پیرایے میں واصل باللہ ہونیکے لیے ترک خودی کو لازمی قرار دیتے ہیں۔

چشم تر سے عار تھا حسن جنون پسند کو عقل نے آنکھ بند کی اس نے حجاب اُٹھا دیا

حقیقت یہ ہے کہ اکبر مرحوم کو اپنی عمر کے آخری حصے میں مذاق تصوف سے بہت دلچسپی ہو گئی تھی، اور اس مذاق خاص کا اثر صرف قول ہی تک محدود نہ تھا بلکہ آپ عملاً بھی ایک صوفی صافی تھے، اکثر دوران گفتگو آپ اپنے عارفانہ مذاق کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، کبھی کبھی تصوف کو اسطرح فلسفیانہ رنگ میں پیش کرتے تھے کہ عقل دنگ ہو جاتی تھی۔

کون کیا ہستی باری میں شک ہونیکے کیا معنی
یہی سمجھا نہیں میں آجتک ہونے کے کیا معنی

اس شعر میں عجیب و غریب پیرایہ میں ہستی عالم کو وجود باری تعالیٰ کا شاہد بتایا ہے اور لاموجود الا اللہ کے لطیف نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے جناب اکبر فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں سے کیا کہوں جو ہستی خدا میں شک کرتے ہیں، میں تو آجتک یہی نہیں سمجھا کہ ہستی کائنات کیا معنی رکھتی ہے تو میرے نزدیک تو جو کچھ ہے خدا ہی، بلاشبہ اگر ہستی کائنات کے معنی سمجھ میں آجائیں تو وجود باری میں شک نہیں رہتا اور ہستی کائنات خود خالق کی دلیل قاطع ہے

یہ فلسفی شاعر جہاں علم الحقائق سے بحث کرتا ہے، مسئلہ زیر قلم کی تہ تک پہونچ جاتا ہے اور یہی سبب ہے کہ اسکے قلم سے جو اشعار فلسفہ کے رنگ میں ڈوب کر نکلتے ہیں، اُنمیں اثر اور حقیقت کی سچی تصویر پنہان ہوتی ہے

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سہی بیدار تو ہے مشغول تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہر چند بگولہ مضطر ہے اک جوش تو اُسکے اندر ہے اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بے چین سہی برباد سہی

مرحوم کے کلام کا بڑا حصہ ظریفانہ ہے، لیکن ایسی ظرافت بہت کم ہے جو حقیقت سے دور ہو یا جسکی بنیاد محض لفاظی پر ہو،

مذہبی، قومی، تمدنی، ریاسی، ہر قسم کے خشک اور ریتیلے میدانوں کو اپنے جولانگاہ ظرافت بنایا، آپکے پند و نصائح کے تلخ اور ناخوشگوار مضامین کے اظہار مین آپکی شاعری ایک ہنس مکھ واعظ سے زیادہ کام کرتی ہے بڑے بڑے دلچسپ مباحث آپ کی ظرافت کے معمولی سے چٹکلے مین چٹکی بجاتے طے ہو جاتے ہین، کبھی کبھی اس انداز سے ہجو ملیح کر جاتے ہین کہ شاید مشارٌ الیہ کو اس قسم کے اور اشعار سننے کی تمنا رہجاتی ہوگی،

پردۂ نسوان کے متعلق آپنے ساری بحث صرف دو شعرون مین اس انداز سے ختم کر دی کہ مخالف و موافق دونون خوش ہوگئے، اور حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا سچ کہا، فرماتے ہین،-

بے پردہ کل جو آئین نظر چند بیبیان، اکبر زمین مین غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپکا پردہ کہان گیا، کہنے لگین کہ عقل پہ مردون کے پڑ گیا

آپ کا خیال تھا کہ موجودہ پردے کی بیجا مخالفت انگریزی تہذیب کا نتیجہ ہے، اور مسلمانون مین انگریزی تعلیم و تہذیب کی اشاعت علی گڑھ کالج کی بدولت ہوئی جسکے بانی سر سیدؒ مرحوم تھے، ان خیالات کو آپ نے دو مصرعون مین نہایت لطافت سے ادا کیا ہے، مگر انداز وہی ظریفانہ ہے،

پردے کا مخالف جو سنا بول اُٹھین بیگم، سیّد کی تجھے مار علی گڑھ کے حوالے

حضرت اکبر مرحوم کے بعض شعرون کو اگر تنبیہ الغافلین کہین تو بیجا نہین، نصیحت کے پیرایے مین عصائے ظرافت کی ضرب کچھ زیادہ ناگوار نہین گزرتی، اور سمجھنے والا پھولون کی چھڑی سمجھتا ہے، کہتے ہین -

شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور مجھ سے یہ کہا، آپ بی اے پاس ہین اور بندہ بی بی پاس ہے،
عاشقی کا ہو بُرا اسنے بگاڑے سارے کام، ہم تو اے-بی-مین رہے اغیار بی اے ہو گئے،

ممکن ہے کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا شخص ان شعرون مین سوائے بی اے اور بی بی اور بی اے کے کوئی خاص بات نہ پائے مگر ظلم ہے اگر اس ظرافت شعار ناصح کے اصلی خیال کی داد نہ دیجائے جس پر ان شعرونکو بنیاد قائم ہے، سچ یہ ہے کہ شاعر نے ان شعرون مین تمدن و معاشرت کا سبق دیا ہے، یون سمجھئے کہ شیخ جی جو (بی بی پاس ہین) پہلے شعر کو تو بہت فخر سے بیان کرتے ہین، اور دوسرے شعر مین خود حیرت کے ساتھ نتیجے کا اظہار کرتے ہین - یعنے اے-بی- مین پھنسکر سارے کام بگڑ گئے۔

اسمین شک نہین کہ جناب اکبر مرحوم واقعات حاضرہ اور مناظر پیش نظر کو نہایت لطیف پیرایہ اور ظریفانہ

اندازسے ادا کر جاتے تھے اُنکی کلیات کے مطالعہ سے اس قسم کی صدہا مثالین ملتی ہین، جو کسی نہ کسی واقعہ سے متعلق ہین، بلکہ یہانتک کہا جاسکتا ہے کہ آپکے ہر ظریفانہ شعر مین عموماً کوئی نہ کوئی واقعہ مضمر ہے، ان اس پرآشوب زمانے مین آپ نے بہت کم لکھا، حالانکہ ہزارون ایسے واقعات آپکے سامنے تھے، جنپر کچھ نہ کچھ کہا جاسکتا تھا، مگر آپ نے حزم و احتیاط سے کام لیا، اور کبھی کچھ نہ کہا، بقول مولوی عبدالماجد صاحب آپ گورنمنٹ کے خلاف کوئی معمولی سے معمولی شعر بھی شایع کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اور اسکو آپنے ایک شعر مین خود بھی ظاہر کردیا ہے

مدخولۂ گورنمنٹ اکبر اگر نہ ہوتا ∴ اسکو بھی آپ پاتے گاندھی کی گوپیون مین

اگرچہ شعر اچھا ہے مگر مدخولۂ گورنمنٹ کی ترکیب مذاق سلیم کو زیادہ مرغوب نہین،

مرحوم نظم کی طرح نثر مین بھی خاص ملکہ رکھتے تھے، اودھ پنچ مین اکثر آپ کے مضامین شائع ہوئے ہین، خطوط جو آپ نے اپنے احباب کو لکھے ہین وہ بجائے خود مرقع ادب ہین۔ چنانچہ آخری خط جو آپنے ایک عزیز دوست کو لکھا ہے، اسقدر لطیف جذبات سے مملو ہے کہ قلب پر آپکی ادبی قابلیت کا ایک خاص اثر ہوتا ہے یہ خط مدینہ مین شایع ہوا ہے، ہم اُسکے چند فقرے یہان نقل کرتے ہین۔

"جناب کفن مین منھ لپیٹا چاہتا ہون۔ تکلیفین اُٹھا رہا ہون ظاہرا وقت آخر قریب معلوم ہوتا ہے بالکل معذور ہوگیا ہون"

عمر و آلام نے کیا پامال ∴ دل مین اب کوئی رگ جہندہ نہین

سانس لینا ہی زندگی ہے اگر ∴ تو مین زندہ ہون ورنہ زندہ نہین

کلیات اکبر کے تین حصے شائع ہو چکے ہین، مرحوم کا ارادہ تھا کہ اُنکی زندگی ہی مین چوتھا حصہ بھی شایع ہو جاتا مگر خدا کو منظور نہ تھا۔ اجل نے مہلت نہ دی، (انا للہ و انا الیہ راجعون ؀) اب یہ فرض سید عشرت حسین صاحب (ڈپٹی کلکٹر) آپکے فرزند رشید کے ذمہ ہے کہ اُسکی اشاعت ہو اور مرحوم کی آرزو پوری ہو، خواجہ حسن نظامی صاحب۔ مرحوم کی سوانح عمری لکھ رہے ہین خدا کرے جلد شایع ہوکر نور افزائے چشم ہو

ہو اللہ باقی و من کل فانی

احسن سنبھلی

ناممکن

اے اخترِ آسمانِ خوبی — تابان ہے فرازِ عرش پر تو
تنویر تری محیطِ افلاک — آفاق کا مرکزِ نظر تو

پایہ ہے ترا نہایت اونچا — کرسی ہے بہت بلند تیری
حدِّ پرواز سے بھی اوپر — رفعت ہے ہزار چند تیری

المختصر آہ یہ کہ تجھ تک — ممکن ہی نہین مری رسائی
بیکار ہے جد و جہد اس مین — بے سود ہے قسمت آزمائی

پھر چھوڑ دون کیا خیال تیرا؟ — یہ بھی نہین آہ میرے بس مین
رگ رگ مین اثر ہے تیرا ساری — شامل ہے تو میرے ہر نفس مین

ہان دید کی گر ممانعت ہے — مین اسکی سبیل کیا نکالون
اک اسکے سوا کہ ادھری جان — پتلی تجھے آنکھ کی بنالون

میلارام وفا

ماتمِ دل

آہ!! اے دل گشتۂ بیدادِ صد حرماں ہے تو   یا شہیدِ دشنۂ درد و غمِ پنہاں ہے تو
یا مزارِ آرزو و حسرت و ارماں ہے تو   یا شبابِ عشق خو کی منزلِ ویراں ہے تو

سوزِ غم نے کر دیا ہے تجکو اک تصویرِ عشق
ذرّہ ذرّہ میں جھلکتی ہے ترے تنویرِ عشق

گو قیامت خیز تھے (اُف اُف!) شب و روزِ فراق   گو خلش انگیز تھا پیکانِ دلدوزِ فراق
تو مگر تھا اے حریفِ آتشیں سوزِ فراق   آہ!! مجھ حسرت زدہ کو صبر آموزِ فراق

بے قراری میں تری مضمر تھی اک شانِ قرار
اور رگ رگ تھی تری گویا رگِ جانِ قرار

تیر اور وہ بھی سراپا اضطرابِ درمانِ خلش   اور بے ساماں تیاں تھیں تیری سامانِ خلش
گو غمِ فرقت رہا گہوارہ جنبانِ خلش   ضبط نے تیرے مگر توڑا نہ پیمانِ خلش

بے قراری تیری اک جزوِ طبیعت بن گئی
تلخکامی بڑھ گئی اتنی کہ لذّت بن گئی

تو شبِ غم تھا چراغِ دیدۂ شب زندہ دار   تجھ سے باتیں کر کے گھٹتا تھا جوشِ انتظار
تو بیانِ تنگ تھا کسی کے درد و غم کا پاسدار   حسرتیں قربان کر کے ہو گیا خود بھی نثار

بیکسی کی ہائے اب تو، ہو بہو، تصویر ہے
جسکو گورستان سمجھتے ہیں تری تعمیر ہے

مٹ گیا تو جب سے اے میخانۂ امید و بیم   ہو گیا آخر تہی پیمانۂ امید و بیم
اے دلِ مغموم!! اے تدرانۂ امید و بیم   ذرّہ ذرّہ ہے ترا افسانۂ امید و بیم

تو مٹا گیا ہائے اے آرام جانِ حسن و عشق!!
ہو گیا تاریک نظروں میں جہانِ حسن و عشق!!

جلنے والے!! تجھ سے روشن تھا چراغِ زندگی
مٹنے والے!! تیرے دم سے تھا فراغِ زندگی

مرنے والے!! پُر فضا تھا تجھسے باغِ زندگی
جانے والے!! دے گیا تو مجھکو داغِ زندگی

اُف ری بربادی جوانی کی اُمنگیں مٹ گئیں،
آہ تو کیا مٹ گیا، ساری ترنگیں مٹ گئیں،

گوشۂ خلوت تھا تیرا یادگارِ آرزو،
ریشہ ریشہ تھا ترا گویا مزارِ آرزو!

ہائے روز و شب رہا تو سوگوارِ آرزو،
اب ترا ماتم ہے اے ماتم گسارِ آرزو!

تو مٹے صد حیف ان آنکھوں سے میں دیکھا کروں
کیا کروں۔ کوئی بتا دے ہائے اب میں کیا کروں؟

تسکین قریشی (سوردنی)

کلام اکبر

خرد کے ساتھ کہاں تک وفا کرے کوئی
حواس ہی نہ بجا ہوں تو کیا کرے کوئی

بتوں کا قول یہ اب ہے خدا کے بندوں سے
ہمیں ضرور ہے جینا مرا کرے کوئی

کسی سے فتنۂ قامت کا ظلم ہے اے حشر
تری طرف سے بھی اُٹھے خدا کرے کوئی

بھلائی یہ ہے کہ فتنے کو تم فرد کر دو
یہ کیا کہ فتنے میں فتنہ بپا کرے کوئی

ظلمت ٹپک رہی ہے اس دور میں فلک سے
آنکھیں جھپک رہی ہیں شیطان کی چمک سے

طالب ہوں میں تو اپنے ہی دل کی نگاہ کا
سودا نہیں ہے مجھکو حریفوں کی داہ کا

صبحِ عیش

(از سید ابن الحسن فکر ایم۔ اے آروی)

سب جمع تھے کل شب کو گلچین گل عشرت — میخوارون کی صحبت تھی گلزار تھا میخانہ

جلتے تھے کنول ہر سو فانوس تھے ہر جانب — وہ شمع کی بیتابی وہ حسرت پروانہ

وہ جھومنا مستون کا وہ جوشش خم صہبا — وہ سرخوشئ ساقی وہ گردشِ پیمانہ

وہ چنگ ورباب وسنے وہ لطفِ سرودے — وہ رقص حسینون کا وہ نغمۂ مستانہ

وہ ماہ جبینون کی خوشش کیفی وبیباکی — عارض پہ ملے غازہ گیسو مین دھرے شانہ

آفت وہ کھنچے ابرو ظالم وہ چڑھی آنکھین — وہ غمزۂ ترکانہ وہ عشوۂ جانانہ

وہ صحبت آزادی غم تھا نہ تکلف تھا — احباب کی محفل تھی تھا کوئی نہ بیگانہ

بانہین کوئی ڈالے تھا گردن مین صراحی کے — ہونٹھون سے لگائے تھا کوئی لب پیمانہ

پیمانے چھلکتے تھے مے خوار بہکتے تھے — چھائی تھی یہ بدمستی ہر شخص تھا دیوانہ

اس مجمع رندان مین بدمست تھا زاہد بھی — باتین تھین جوانی کی گو شکل تھی پیرانہ

اللہ ری میوشی تھا رہن مئے صافی — کیا خرقہ تقدس کا کیا سبحۂ صد دانہ

تھی فرطِ مسرت سے پھولا نہ سماتا تھا — ساقی جو پلاتا تھا پیمانے پہ پیمانہ

صد حیف کہ گردون نے آخر نظر بد کی — اک پل مین ہوئی برہم وہ محفل رندانہ

وہ جلسۂ شب آخر اک خواب نظر آیا — جب صبح ہوئی ظاہر کچھ غم تھا کچھ افسانہ

باد سحری آئی پیغام اجل لائی — تھی شمع کے دامن مین خاکستر پروانہ

دیکھا تو نہ جمگھٹ ہے پریوں کا نہ مجلس مین — چھائی ہے عجب حسرت ویران ہے میخانہ

وہ بزم نہ وہ ساقی ہے خم مین نہین باقی — مینا ہے نہ ساغر ہے شیشہ ہے نہ پیمانہ

لطفِ سخن

از جناب محشر لکھنوی

اک بہانہ چاہیئے مجھکو قضا سے کیا غرض
جان دینے کے لیئے تیر جفا سے کیا غرض

دیکھتی ہے کچھ دنون سیر طلسم زندگی
آشنا سے کیا غرض ناآشنا سے کیا غرض

مثل شبنم گلشن دنیا مین ہے ہستی روح
صبحکو چلتی ہوئی باد صبا سے کیا غرض

ہر قدم پر نفس خضر منزل مقصود ہے
جذبۂ دل ہو جو خالص رہنما سے کیا غرض

مطمئن ہو دل اگر صحرا بھی ہے رشک بہشت
گلشن فردوس کی آب و ہوا سے کیا غرض

جوش طوفان مین بچانیوالا کوئی اور ہے
کشتیٔ قلب و جگر کو ناخدا سے کیا غرض

عشق مین ایک اک نفس اپنا ہے نفس مدعا
ابتدا سے کیا غرض اور انتہا سے کیا غرض

اپنے رستے جا رہا ہون خضر ہمت ساتھ ہے
کاروان کیا شئے ہے اور بانگ درا سے کیا غرض

ہر قدم پر ہمت باطن انیس راہ ہے
وادیٔ مقصود مین خوف و رجا سے کیا غرض

وجہ بیماری اگر ہو خود ہی روحانی طبیب
شدت ایذا مین تاثیر دوا سے کیا غرض

ذمہ دار درد باطن ہے غم فرقت مین روح
ایسی صورت مین دل درد آشنا سے کیا غرض

محشر آؤ اپنے مرکز کی طرف جلدی بڑھو
مرنے والے کو جہان بے بقا سے کیا غرض

محشر

نتیجۂ فکر حضرت جگر مرادآبادی

جان و دل صدقے، تصدق دین و ایمان کر دیا
ہے جو کچھ تھا نثارِ روئے جاناں کر دیا

فاش اہلِ بزم پر کل رازِ پنہاں کر دیا
آگئیں وہ جھینپ، ہمیں نے سب کو حیراں کر دیا

ہائے یہ کیا سحر تو نے چشمِ گریاں کر دیا
اور بھی اس آتشِ دل کو فروزاں کر دیا

جو رہی تھیں میرے اُنکے درمیاں بیچ حجاب
موت نے اُن مشکلوں کو آج آساں کر دیا

عشق سے لذت جو دی تھی آہ تو نے عندلیب
اُسکو بھی صرفِ نواہائے پریشاں کر دیا

دامنِ دلدار کو رہنا ہی تھا ہم سے جدا
ہاتھ ہی کو جبکہ پابندِ گریباں کر دیا

زہرۂ حسنِ تبسم کی فسونکاری نہ پوچھ
ہر نگاہِ شوق کو تارِ رگِ جاں کر دیا

لیچلا تھا سوئے صحرا کھینچکر جوشِ جنوں
پاسِ ناموسِ وفا نے پابہ زنداں کر دیا

شمع جب فانوس میں تھی، آنکھ تھی محوِ جمال
جب ہوئی عریاں نگاہوں کو پریشاں کر دیا

بتکدے کو وہ میسر ہے نہ کعبے کو نصیب
اُسنے جس جلوے کو وقفِ سینۂ چاکاں کر دیا

حسن نے دردِ زلیخا بھر دیا کونین میں
عشق نے ساری فضا کو یوسفستاں کر دیا

خونِ دل کی مستحق تھی وہ نگاہِ ناز ہی
کیا کیا ہے کہ صرفِ چشمِ گریاں کر دیا

وائے محرومی کہ اتنی بھی نہیں ہم کو خبر
کون حیراں بنگیا، اور کسنے حیراں کر دیا

اب اُسی دستِ جنوں پر آستیں ہے خندہ زن
دھجیوں کو بارہا جس نے گریباں کر دیا

بیخودی حد سے زیادہ بڑھ چلی جب عشق میں
بیخودی کو پردہ دارِ رازِ پنہاں کر دیا

جسنے اک اک پھول کو کانٹا بنایا عشق میں
اُسنے ہر ہر خار کو رشکِ گلستاں کر دیا

جستجو ہی کا تھا یہ اک جلوۂ حیرت نواز
بیخودی نے کب اُسے محسوسِ عریاں کر دیا

آنکھ اُس جلوے کے صدقے، جان اُس تیغ کے نثار
جس نے اک اک داغِ دل کو چشمِ حیراں کر دیا

[illegible] کو بنا دیتا تھا اک روحِ حیات
کیا کیا گر سوزِ دل نے جسم کو جاں کر دیا

حسن نے تا شام ہنسکر جو بنائے تھے چمن
عشق نے تا صبح روکر شبنمستاں کر دیا

[illegible] ہے اے جگر [illegible] کب عشق کی
عشق کی دشواریوں ہی کو جب آساں کر دیا

غزل مرزا محمد ہادی صاحب مچھلی شہری بی اے ایل ایل بی

مبارک تاریخ لاابالی جنون فتنہ سامان کی — گریبان کی نہ اب کچھ فکر ہو ہمکو نہ دامان کی

ہمیشہ اک نئی صورت رہی اندوہ حرمان کی — نہ بھولونگا کبھی مین جانتین شبہائے ہجران کی

نہین ممکن نکلنا مدعا کا جوش وحشت مین — کہ پائے شوق مین ہین بیڑیان تار گریبان کی

ندامت ہو کسی دن اُسکو اپنے جور بیحد پر — الٰہی آبرو رکھلے مرے شوقِ پشیمان کی

وہ میرے شوق سے ہین بدگمان ہنس ہنس ل لینے پر — اُنھین حالت نہین معلوم میرے دردِ پنہان کی

ہجوم آرزو سے خود محبت ہے کشاکش مین — کچھ آخر انتہا بھی ہے مرے شوق فراوان کی

تمھین اندازہ جب میری خموشی سے نہین ہوتا — تمھین کہدو کہ پھر کیا شکل ہوگی میرے حرمان کی

رہے باقی نہ میری زندگی کا ایک تسمہ بھی — تجھے اے نشترِ غم ہے قسم میرے رگِ جان کی

شب فرقت مین یارب ٹوٹ جائین یہ تو اچھا ہو — کہ ہین پائے الم مین بیڑیان میرے رگِ جان کی

رضا مسلک ہے جنکا غم مین بھی بشاش رہتے ہین — نہ ہو جسکو یقین دیکھے وہ حالت زخم خندان کی

نہ تو ہوگی نہ تیرے نالہائے زار اے بلبل — نہ یہ حالت رہیگی مدتون گلہائے خندان کی

قفس والونکو اے بادِ صبا ناحق سناتی ہے — اُنھین کیا آمد آمد ہے اگر فصل بہاران کی

الٰہی ایکدن اس ضبط کا انجام کیا ہوگا — دبی کب تک رہیگی آگ میرے قلبِ سوزان کی

شہ خوبان کا وہ دربار مین اِک بے نوا عاشق — خدا جانے وہان حالت ہو کیا قلبِ پُر ارمان کی

وہ ناواقف جبھی تک ہین نظر جب تک نہین ملتی — خبر ہو جائیگی خود اُنکو میرے شوق پنہان کی

مین خوش ہو ہو کے شرح مدعا کرتا رہا ہادی
نہ سمجھا یہ کہ عادت پڑ گئی ہے اُنکو ہان ہان کی

ہادی مچھلی شہری

شہنشاہ معظم کا پیغام

بمبئی کارپوریشن کے خیرمقدمی ایڈریس کی پذیرائی کے قبل ہز رائل ہائنس شہزادہ ویلز نے شہنشاہ معظم کا پیغام پڑھکر سنایا

آج کے روز جبکہ میرے فرزند ارجمند آپکی سرزمین پر قدم رکھتے ہین مین اُنکے توسط سے ہندوستان کے والیان ریاست اور رعایا کو سلام بھیجتا ہون۔ اُنکا دورۂ ہندوستان اُن محبتانہ وعدون کا ثبوت اور اُنکی تجدید ہی جنکا ہمارے شاہی خاندان کی طرف سے اکثر اعادہ کیا گیا ہی میرے پدر بزرگوار نے شہزادۂ ویلز کی حیثیت سے اس امر کو باعث فخر سمجھا تھا کہ وہ مشرق کی عظیم الشان سلطنت کو جسپر وہ حکومت کرنیوالے تھے دیکھین اور سمجھین اور مین بھی اُس زمانہ کو فخر اور شکر گذاری کے ساتھ یاد کرتا ہون کہ جب میرے والد ماجد تخت سلطنت پر بیٹھے تو مجھکو اُنکی شاندار مثال کی تقلید کرنیکا موقع ملا۔ میرے دل مین بھی وہی امیدین ہین اور میرے بیٹے بھی اُسی اسپرٹ مین آج آپکے ملک مین آتے ہین۔ شہزادہ ویلز کے ورود ہندوستان کا خیال مسرت افزا جذبات کے ساتھ میرے دل مین اُن واقعات کی یاد دلاتا ہی جو مین نے ذاتی طور پر ہندوستان مین دیکھے تھے یعنی ہندوستان کے دلفریب نظارے، اُسکی خوبصورتی، اُسکی قدیم ترین تاریخ۔ اُسکے شاندار روضے اور سب سے زائد ہندوستان اور اُسکے باشندون کی عقیدتمندی اور وفاداری جسکی آزمائش اسطرح ہو چکی ہی گویا آگ کے ذریعہ کیونکہ سلطنت کی سب سے بڑی ضرورت کے موقع پر اُنھون نے نہایت مستعدی سے ہماری بہترین توقعات پوری کین اُنکی یاد ہمیشہ رہیگی۔

جب مین شہزادۂ ویلز کے دورہ کا خیال کرتا ہون تو میرا دل اور اُسکے ساتھ ہی ملکۂ معظمہ کا دل بھی آپ لوگون کے درمیان شاہزادہ کے نقل وحرکت کے دوران مین اسکے ساتھ رہیگا ملکۂ معظمہ کو بھی ہندوستان سے اُسی قدر محبت ہی جسقدر کہ مجھکو اُن احباب کیلیے جنکی

وفاداری کی جو ہمنے اور ہمارے بزرگون نے توقیر کی ہے شاہزادہ ویلز اعتماد اور امید کا یہ پیغام
لیے جاتے ہین مجھکو آپلوگون کی زندگی کے تمام مسائل کے ساتھ میری ہمدردی قائم و دائم ہے
گذشتہ چند برسون مین میرے خیالات مسلسل طور پر آپ لوگون کے ساتھ رہے ہین۔ تمام مہذب دنیا
کے نظارون کی بنیادون کی جنگ اور انقلاب نے سخت آزمائش کی ہی۔ جہان کہین ملکی اختیارات
حاصل ہین وہان لوگون کو اس آزمائش سے دوچار ہونا پڑا ہی اور دوسرے ملکون کی طرح
ہندوستان کو بھی اس امر سے سامنا ہو رہا ہی کہ وہ اپنے جدید اور خاص مسائل کا مقابلہ کرے
اس کام کیلیے ہندوستان کا حربہ وہ نئی طاقتین اور ذمہ داریان ہین جو اُسے دی گئی ہین
انکی مدد اور اُس رہنمائی سے جو لارڈ ریڈنگ میری گورنمنٹ اور اُسکے افسرون کی کرتے ہین
آپلوگ ان معاملات کو ایسی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینگے جو آپکی شاندار روایات
کے شایان شان ہی۔ اور جس سے آپکی آیندہ خوشی وابستہ ہی۔ میری زبردست خواہش ہی اور
مجھکو پورا بھروسہ ہی کہ تمام شکایتین اور پریشان کن معاملات اس ترقی کے دور مین مفقود
ہو جائینگی آپلوگونکے تفکرات اور خوشی کو اپنے تفکرات اور خوشی سمجھتا ہون اُن تمام معاملات مین جنکا آپکی مسرت
سے تعلق ہی اور اُن امور مین جو آپکے ارمان اور اُمیدین ہین آپکی بہبودی کو ترقی بخشنے مین مین
نہایت ہمدردانہ اسپرٹ مین آپ کے ساتھ ہون۔

میرے فرزند ارجمند دور دراز سے آپکے معاملات پر غور کرتے رہے ہین۔ اب شاہزادہ ویلز کی
یہ آرزو اور خواہش ہی کہ آپکے ملک مین جاکر باہمی خوشنودی کو مزید مستحکم بنائین مجھکو یقین اور
بھروسہ ہی کہ جب شاہزادۂ ویلز آپکے ملک سے رخصت ہونگے۔ آپکے دل اُنکے ہمراہ ہونگے۔ اور
اُنکا دل آپکے یہان رہجائیگا۔ اور ہمدردی کی اُس طلائی زنجیر مین ایک لڑی اور جوڑی جائیگی جو
میری سلطنت اور ہندوستان کو عرصہ دراز سے منسلک کیے ہوے ہی۔ مین دست بدعا ہون
کہ دانشمندی اور قناعت کے ساتھ ساتھ ہندوستان ایک آزاد سلطنت مین روز افزون
قومی عظمت حاصل کرے۔ یہ وہ سلطنت ہی جسکے لیے مین محنت کرتا ہون اور اگر خداوند تعالی
کی مرضی ہوئی تو میرے بعد میرے فرزند ارجمند سلطنت کرینگے۔

زمانہ

جلد سی و ششم

بابت

جنوری لغایت جون ۱۹۲۱ء

مرتبہ

دیانراین نگم بی۔ اے

دفتر اشاعت

زمانہ پریس نیا چوک کانپور

قیمت فی جلد صہ قیمت سالانہ صہ

[illegible] رسالہ

فہرست مضامین رسالہ زمانہ

جلد سی و ششم

بابت ماہ جنوری لغایت جون سنہ ۱۹۲۱ء

تصاویر۔ بہار دنیائے فانی (رنگین) شاہزادہ ڈیوک کناٹ بہادر۔ لارڈ سنہا بالقابہ گورنر بہار مسٹر جے ڈگھو آچاریہ صدر کانگریس ناگپور۔ سیٹھ جمنا لال بزاز صدر کمیٹی استقبالیہ ناگپور کانگریس۔ آنریبل مسٹر چنتامنی وزیر تعلیم صنعت وحرفت۔ تار شکستہ (رنگین)۔ لارڈ ریڈنگ بہادر وائسرائے ہند۔ آنریبل پنڈت جگت نرائن وزیر لوکل سلف گورنمنٹ صوبہ متحدہ۔ آنریبل لالہ ہرکشن لال وزیر پنجاب۔ ایک راجپوت چھیلا۔ لارڈ چیمسفورڈ بہادر سر آغا خان۔ ڈاکٹر انصاری۔ نادر شاہ۔ کارٹون۔

زمانہ

جلد سی و ششم

بابت

جنوری تا غایت جون ۱۹۲۱ء

مرتبہ

دیا نراین نگم - بی - اے

دفتر اشاعت

زمانہ پریس نیا چوک کانپور

قیمت مجلد صہ   قیمت سالانہ صہ

خاص اڈیشن ۱۰؎ سالانہ

فہرست مضامین رسالہ زمانہ

جلد سی و ششم

بابت ماہ جنوری لغایت جون سنہ ۱۹۲۱ء

تصاویر۔ بہار دنیائے فانی (رنگین) شاہزادہ ڈیوک کناٹ بہادر۔ لارڈ سنہا بالقابہ گورنر بہار۔ مسٹر وجے راگھو آچاریہ صدر کانگریس ناگپور۔ سیٹھ جمنالال بزاز صدر کمیٹی استقبالیہ ناگپور کانگریس۔ آنریبل مسٹر چنتامنی وزیر تعلیم صنعت و حرفت۔ تار شکستہ (رنگین)۔ لارڈ ریڈنگ بہادر وائسرائے ہند۔ آنریبل پنڈت جگت نرائن وزیر لوکل سلف گورنمنٹ صوبہ متحدہ۔ آنریبل لالہ ہرکشن لال وزیر پنجاب۔ ایک راجپوت چھیلا۔ لارڈ چیمسفورڈ بہادر سر آغا خان۔ ڈاکٹر انصاری۔ نادر شاہ۔ کارٹون۔

آپ کا جسم
ایشور نے روزمرہ ادویات کا استعمال کرنے کے واسطے نہیں بنایا ہے
ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپ کو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھڑانا قریب قریب قطعی ناممکن
آپ کو مناسب ہے کہ نا ممکنات پر یقین نہ کر کے ہمارے یہاں سے ۲۶ سال کی آزمودہ بنائی ہوئی پان کی دوا سُدھا
کو استعمال کیجیے۔ اس سے کف۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ شول۔ سنگرہنی، پیٹ کا درد۔ قے ہونا۔ جی متلانا۔
کے ہرے پیلے دست وغیرہ امراض ایک ہی دن میں رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا خوش ذائقہ ا
خوشبودار ہے۔
قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ایک سے ۳ تک ۴
پیکنگ معاف
بال سُدھا
اگر آپ کو اپنے بچوں کو مضبوط اور تندرست بنانا اور روزمرہ کے مرضوں سے پیچھا چھڑانا ہو
ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کریئے۔ ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے کافی ہے۔
قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ایک سے ۳ تک ۴
دوِرگج کیسری
یعنی داد کی دوا۔ بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے والی
دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی ۴ محصول ڈاک ۴
نئے سال کا کلینڈر تیار ہے۔ کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوتا ہے۔
ملنے کا پتہ
سُکھ سنچارک کمپنی متھرا

زندگی کی موجودہ کشمکش مین
ہر ایک آدمی کو اپنا دل و دماغ تازہ رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ روزانہ نئے جوش کے ساتھ معرکۂ حیات مین شریک ہو
اور تفریح کا بہترین ذریعہ
دلچسپ۔ اخلاق آموز۔ جذبات حسنہ کو ابھارنے والے۔ انسانی فطرت کے رموز سے پُر افسانے ہین۔
لیکن
اس دور مین بہت کم آدمیون کو اتنی فرصت نصیب ہوتی ہے کہ وہ لمبے مضمون کا مطالعہ کر سکین
چنانچہ
آجکل چھوٹے چھوٹے مضمون اور افسانون ہی پر ہر شخص کی نگاہین پڑتی ہین جنھین وہ آدھ گھنٹے کی مدت مین
ختم کرسکے اور اسکے بعد اسے وہ تازگی اور فرحت محسوس ہو گویا کسی باغ کی سیر کرکے آیا ہے۔
ان اصحاب کے لیے
اردو کے مایۂ ناز افسانہ نگار منشی پریم چند کے مختصر افسانون سے بہتر اور کوئی صورت نہین ہے۔
پریم بتیسی
مدوح کے ۳۲ بہترین منتخب مضمون کا مجموعہ ہے جو دو حصون مین
علٰحدہ علٰحدہ شایع کیا گیا ہے۔
قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنہ عمدہ کاغذ۔ کتابت۔ چھپائی
وغیرہ اعلٰی قسم کی۔
ہم آپکو یقین دلاتے ہین کہ آپ ان مضمون کو پڑھکر نہایت محظوظ ہونگے بلکہ
ترجمے ہندوستان کی تقریباً ہر ایک ممتاز زبان مین ہوچکے ہین اور نہ صرف
اردو بلکہ بنگلہ۔ گجراتی۔ انگریزی۔ مرہٹی وغیرہ کے ادیبون نے
بھی انکی بیانہ داد دی ہے۔
مینیجر زمانہ۔ نیا چوک۔ کانپور

ڈاکٹر جی۔بی کی نو ایجاد خوشبودار ناس

جب سے یہ مشہور پر اثر ناس ایجاد ہوئی ہے ہر خاص و عام نے اسکے فوائد کی نسبت بجیاب سرٹیفکٹ عطا کیے ہین اس مشہور خوشبودار ناس سے امراض مفصلہ ذیل کی بیخکنی ہوجاتی ہین یعنی درد نیم سر۔ سرد دماغ وغیرہ کے متعلق اور خراب پانی کی بیماریان تو کھو دینے کے علاوہ گلے سے اوپر کے حصہ مین جو بیماریان قایم ہونے والی یا قبل از استعمال ناس پیدا شدہ ہین سب کو استیصال کرکے بجد قوت حافظہ بڑھانے مین بے نظیر اور مفرح دل ثابت ہوئی ہے۔ الغرض مندکرہ امراض کی دافع ناس ایسی ارزان تو خیر دنیا بھر مین گران ہی مل سکے تو ہم ضامن ہین خاص کمپنی کی مفید سعی کا نتیجہ ہے جسکا ذکر تحت مین ہے۔

جناب عالی! اس ناس کو معمولی ناس کے دس بیس دفعہ کے بدلے دن بھر مین دو تین وقت چڑھائیے گا تو بہبود طلب ہوتے ہوئے دیکھیے گا۔ اگر ناس کی ایک چٹکی معمولی ناس کی تین چٹکیون مین ملائیگا تو اسکو اسکی سی پائیگا۔ عمائدین اس ناس کو حافظ صحت پاکر ہمیشہ اس سے اپنے گھرون کو خالی رکھنا گوارا نہین فرماتے اسکی خوشبو و تیزی کی دیرپائی کے مقابلہ مین معمولی ناس کی عمر پاسنگ مین نہین آسکتی۔ باینہمہ قیمت فی شیشی ۴ر اور فی درجن ۳؏ر۔ وی۔پی خرچ ۹ر پوسٹ بکس نمبر ۵۱۰۔

اس کمپنی کی فہرست کلان بصورت طلب مفت مل سکتی ہے

ملنے کا پتہ گرو بسوا اور کمپنی ساہوکار پیٹھ۔ مدراس

GURU BASAVA & Co.

POST BOX No. 510

MADRAS

اسکاٹلینڈ سے ایک تعریفی خط

مسٹر جے۔ ڈبلیو گلسٹن پرتھ اسکاٹلینڈ سے لکھتے ہین۔ مینے ڈاکٹر۔ جی۔بی۔ کی خوشبودار ناس اپنے باپ کو دی جو ناک کی بیماری سے سخت بیمار تھا اور جسکی عمر ۸۰ سال کی ہے۔ یہ دوائی دن مین تین مرتبہ دیگئی اس یوم تمام درد رفع ہوگیا اسلیئے مین دوسرون کے فائدہ کے لیے یہ بات لکھتا ہون۔

رسالہ زمانہ کے گذشتہ فائل

جو متعدد فوٹو و اعلیٰ مضامین کا بہترین ذخیرہ ہے اسکے چند مکمل فائل موجود ہیں طلب فرمایئے

		قیمت	
جنوری لغایتہ جون	سنہ ۱۹۰۷ء		عہ۸/
جنوری لغایتہ جون	سنہ ۱۹۰۸ء	"	عہ۸/
جنوری لغایتہ جون	سنہ ۱۹۰۹ء	"	عہ۸/
جون لغایتہ دسمبر	سنہ ۱۹۰۹ء	"	عہ۸/
جولائی لغایتہ دسمبر	سنہ ۱۹۱۰ء	"	عہ۸/
جولائی لغایتہ دسمبر	سنہ ۱۹۱۱ء	"	عا/
جنوری لغایتہ جون	سنہ ۱۹۱۴ء	"	عا/
جولائی لغایتہ دسمبر	سنہ ۱۹۱۴ء	"	عہ
جنوری لغایتہ جون	سنہ ۱۹۱۵ء	"	عہ۸/
جولائی لغایتہ دسمبر	سنہ ۱۹۱۶ء	"	عہ۸/
جنوری لغایتہ دسمبر	سنہ ۱۹۱۷ء	" (ملا اگست)	سے/
جنوری لغایتہ جون	سنہ ۱۹۱۸ء	"	عہ۸/

دستفرق پرچے فی پرچہ ۲ کے حساب سے ملین گے

ملنے کا پتہ

منیجر زمانہ نیا چوک کانپور
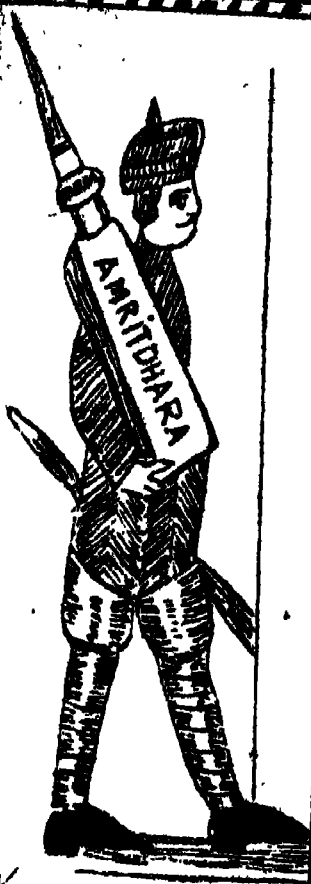
تمہارے مال متاع کی حفاظت کیواسطے چوکیدار کی ضرورت ہے۔ مگر گھر کے رہنے والون کی صحت کی حفاظت کیواسطے ایک نوکھے چوکیدار

AMRITDHARA
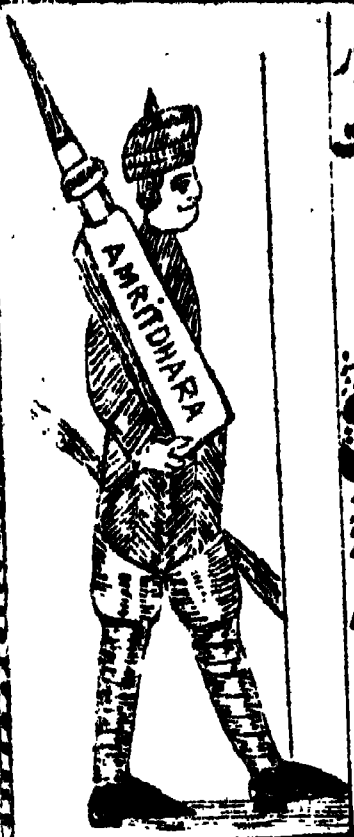
امرت دھارا کی ضرورت

بابو رحمت علی صاحب ڈسٹرکٹ اورسیر فریدہ غازیخان سے

تحریر فرماتے ہین۔ تسلیم۔ امرت دھارا کی جو شیشی خود نے آپ کے یہان سے منگوائی تھی وہ تمام خرچ ہو چکی ہے مندرجہ ذیل بیماریون پر اسکی آزمائش کرنے سے اسکو تیر بہدف پایا ہے۔

(۱) درد شکم (۲) درد دانت (۳) درد جگر (۴) درد کان (۵) درد سر (۶) پیچش (۷) آنکھون کے نیچے رخسارون پر ورم ہو جانا (۸) ہاتھ پاؤن کی اونگلیان پھول جانا (۹) بھڑ کا ڈنگ۔ ان بیماریون کا تو میرا ذاتی تجربہ ہے اور مین یقین کرتا ہون کہ باقی بیماریون پر بھی اپنا پورا اثر بموجب کتاب کی ترکیب کے ظاہر کریگی ایسی بے بہا چیز کا ہر ایک گھر مین ہونا ضروری بلکہ لازمی ہے۔ براہ مہربانی ایک شیشی اور بعد رسالہ چند مجربات خلاصہ ہندی بذریعہ وی۔پی ارسال فرماکر مشکور فرماوین۔ ایسے ہی

۲۵ ہزار سارٹیفکٹ موجود ہین

مفصل حالات کیواسطے رسالہ امرت طلب کرنے پر مفت بھیجا جاویگا۔ نقالون سے بچو بہت لوگ اسکے قریب قریب نام بنا کر پبلک کو دھوکا دے رہے ہین در اصل اسکے موجد شہریان پنڈت ٹھاکر دت شرما وید صاحب کے سوائے اسکے بھید کوئی نہین جانتا ہے۔ قیمت امرت دھارا ایک بڑی شیشی نصف شیشی عہ۔ نمونہ ۸ر

منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ۔ لاہور

خط کتابت تار کیواسطے اتنا پتہ کافی ہے۔ امرت دھارا۔ لاہور

زمانہ

مرتبۂ منشی دیا نرائن نگم بی اے

جلد ۲۶	دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر ۲۲۵

فہرست مضامین

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

اخبار آزاد کانپور

الانسان مصنف پروفیسر مرزا سجاد بیگ دہلوی۔ یہ کتاب نہایت قابلیت سے لکھی ہے جس سے انسان کے تمام قوائے نفسانی اور جسمانی اور خصوصیات طبعی کی کیفیت اچھی طرح منکشف ہوتی ہے۔ علم الانسان اور مشاہدۂ ذات کی تعریف اور کیفیت وغیرہ کے متعلق زمانۂ حال کی تحقیقات کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔ علم اخلاق معاشرت و تمدن کا فلسفہ نہایت خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ طرز بیان نہایت قریب الفہم دلچسپ۔ زبان بامحاورہ اور شستہ ہے۔ علوم جدیدہ کی اصطلاحات نہایت عمدگی سے قائم کی گئی ہین۔ یہ کتاب مذہبی۔ علمی۔ ادبی حیثیت سے قابل مطالعہ ہے قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ ۲؍۸

تمنائے دید۔ پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی نے اس کتاب مین اخلاق۔ معاشرت و تمدن کے سبق قصہ کے پیرایہ مین لکھے ہین۔ اس کتاب کے مطالعہ سے خیالات مین وسعت اور بہت سی نئی معلومات حاصل ہوتی ہین۔ قصہ دلچسپ اور دردانگیز ہے جسمین زندگی کے ہو بہو کی تصویرین نظر آتی ہین لطف زبان بہت اچھی ہے قیمت ۱۰ر

الاستدلال۔ پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی نے اس کتاب مین علم منطق کے اصول سلیس اردو مین سہل طریقہ سے بیان کیے ہین۔ قیمت صرف تین روپیہ ۳؍

اردو شارٹ ہینڈ۔	قیمت قسم اول	عہ
ایضاً	" قسم دوم	۸ر
مثنوی العرفان	قیمت	۱ر
مثنوی حقیقت دعا	"	۶ر
قاعدہ صدیق عربی	"	۱ر
جدید طرز کا اردو قاعدہ	"	۱ر
ینگ کی پولیٹکل فلاسفی	"	۱ر

سیاحت تبت۔ اس ناول مین ہندوستان مین زمانہ کے ... نواح گیند کا خاکہ یعنی ... صحیح کیا گیا ہے اس سلسلہ مین بہت سے اور مفید چند فلسفی مسائل بھی بتائے گئے ہین جو زمانے کے انداز سے نہایت ... ہوگئے ہین۔ اور زمین دنیا کا ایک حصہ ... اہم مقامات کے متعلق معلومات صحیح ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱؍۴

بیگمات بنگال۔ مسٹر برجیندر ناتھ بنرجی کی ہسٹری آف بنگال کا ترجمہ اس کتاب مین بیگمات بنگال کی زندگی کے حالات جمع کیے گئے ہین قیمت چھ آنہ ۶ر

انسانی قربانیاں۔ یعنی چند اصلاحی۔ معاشرتی مضامین کا دلگداز مجموعہ قیمت آٹھ آنے ۸ر

فلسفۂ جذبات علم النفس کے مضمون پر اردو مین پہلی کتاب ہے۔ حیثیت کامل کے جتنے عناصر و شعبہ جات ہین سب کے لیئے اس علم کی تحصیل لازمی ہے۔ ہر سائنس کے انکشاف مین اس سے مدد ملتی ہے قیمت ایک روپیہ عہ

فلسفۂ اجتماع۔ فلسفۂ جذبات مین جہان افراد انسانی کی نفسانی احساس اور انکے زیر اثر جو افعال سرزد ہوتے ہین ان سے نہایت خوبی سے بحث کی گئی ہے قیمت ایک روپیہ عہ

اردو کا نیا قاعدہ۔ انجمن ترقی اردو کی طرف سے ایک کمیٹی اس غرض سے منعقد ہوئی تھی کہ موجودہ قاعدون مین جو نقائص ہین انکو دور کرکے ایک قاعدہ مرتب کیا جاوے یہ قاعدہ اس کمیٹی کا ترتیب دیا ہوا ہے قیمت صرف دو آنے ۲ر

کلید قاعدہ۔ مندرجہ بالا قاعدہ کی توضیح اسمین کی گئی ہے ۳ر

القمر۔ جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے چاند کی حقیقت و ماہیت پر علم ہیئت ریاضی کی رو سے بحث کی گئی ہے قیمت صرف عہ

طبقات الارض۔ مؤلفہ جناب مرزا مہدی خان صاحب کوکب۔ اس کتاب مین علم طبقات الارض کے بنیادی اصول اور اسکے اہم نہایت صحت سے جمع کیے گئے ہین قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱؍۸

ناول روشنی یعنی حسن و عشق کی سچی داستان قربانی کی سچی کہانی۔ سچ جو تو بہت کی بات آنکھی جان کے ساتھ ہے۔ یہ حقیقت اس دلکش فسانہ سے ثابت ہوتی ہے قیمت ۸ر

یادگار قومی۔ جسے ۱۹۱۰ کا شہرہ قومی بخیر پات ستمبر ۱۹ جسمین ملک کے مشہور ترین انشا پردازون کے چند رہ دو جیب مرقعات و مضامین اور چار نادر و نایاب اور دلکش عکسی و دیدہ زیب تصاویر ۲۰۹ صفحات۔ مرتبہ منشی دیا نرائن نگم بی۔ اے ایڈیٹر زمانہ قیمت ایکروپیہ عہ

تحفۂ اصفا۔ نواب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس دتاولی نے نہایت عرقریزی سے مختلف اخبارون سے اعلیٰ درجہ کے مضامین کا انتخاب کر کے تحفۂ اصفا کے نام سے شائع فرمایا ہے اسکے مضامین قابل دید ہین قیمت ایکروپیہ عہ

قصائد عزیز۔ مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کون واقف نہین کلام جس پایہ کا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ قیمت عہ

پیک ابر سنسکرت کی مشہور نظم یعنی کالی داس کی نظم میگھ دوت کا منظوم اردو ترجمہ جسمین مناظر فطرت کے دلکش نقشے دکھائے گئے ہین ہین۔ فوٹو کی رنگین آٹھ قابل دید تصاویر کتاب کے ساتھ لگائی گئی ہین قیمت آٹھ آنہ ۸ر

سنسکرت علم ادب۔ سنسکرت کی مختلف تصانیف کا ذکر مسلمانون نے اس زبان کی جسقدر کتابین ترجمہ کین انکا حال قیمت صرف چار آنہ ۴ر

آریہ سماج اور پالیٹکس۔ قیمت دو آنہ ۲ر

ہندو دھرم مین ذات پات کی تفریق قیمت ۲ر

حسن سوز کامل (۳ حصہ) قیمت للعہ

شریعت بدمعاش قیمت آٹھ آنے ۸ر

سوز وطن۔ قیمت صرف چھ آنے ۶ر

جان کی دشمن مکھی قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

افسانہ جلیس۔ قیمت فی جلد آٹھ آنے ۸ر

مضامین قاسمی۔ قاسمی سفرا حسین عرفی دہلوی کے علمی ادبی اخلاقی معاشرتی اور قومی مضامین کا مجموعہ قیمت ایکروپیہ عہ ایضاً مجلد ایکروپیہ چار آنے ۱۴ر

ناول ہای قاسمی۔ قاسمی سفرا حسین عرفی دہلوی کے تین اخلاقی ناولون یعنی شاہد رعنا۔ سعید۔ سخاوت کا مجموعہ کیرکٹرون کا سراپا۔ دہلی کی ٹکسالی زبان سادہ بیانی کی آرایش اخلاقی سبق ان سب کا اندازہ اس مجموعہ کے پڑھنے سے ہوسکتا ہے۔ قیمت ایکروپیہ عہ ایضاً مجلد ۱۴ر

نیل کا سانپ۔ کوہیڑا اور سانتالی کی حسرت بھری داستان بالکل تاریخی واقعہ۔ حسن و عشق کی لگا دینے والی قیمت ۱۲ر

گوسا۔ دکھیا راندوں کی رام کہانی وید مقدس اور شرع شریف کی طرف سے عقد بیوگان پر دلائل قیمت ۱۲ر

بزم احباب۔ یہ اخلاقی کہانیون کا گنجینہ ہے جو لڑکون اور لڑکیون کا مصلح اخلاق ہے قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

حیات بیوہ۔ اس کتاب مین لائق مصنف نے بیوگان کی حالت زار کا سچا فوٹو اور انکی جانکاہ مصیبتون کا دلگداز سین بطرز ناول پیش کیا ہے جسکو پڑھکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین اور بے اختیار آنسوؤن کا دریا بہنے لگتا ہے اسمین کم سنی کی شادی کا عبرت خیز نقشہ بھی قابل دید ہے۔ قیمت صرف ۵ر

مکمل عورت۔ اس کتاب مین قابل مصنف نے دو لڑکیون کی تعلیمی اور سوشل حالت کا مقابلہ بطرز ناول کیا ہے ایک کو یورپین اسکول مین داخل کیا گیا ہے جہان اُسنے یورپین فیشن اور طرز معاشرت کو جذب کیا ہے اور دوسری کو کتنا صاف دیا نتداری مین بھرتی کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ آخر الذکر ہندوستانی اور انگریزی تعلیم حاصل کر کے دلی اور اخلاقی لحاظ سے بہتر لڑکی ثابت ہوئی ہے اسکا دیباچہ لالہ کنہیا سین ایم۔ اے جیسے مشہور شخص کا

اس مصرع میں کوئی لفظ انگریزی نہیں مگر "ستمگرا" اور "بتا تو کون ہے" جو خلاف انداز اردو واقع ہوا ہے اسکو عورتوں کے مذاق صحیح نے اُردو نہیں سمجھا اور اس پوری غزل کا نام انگریزی غزل پڑ گیا۔

غدر کے پہلے فارسی و عربی کا رواج بہت تھا۔ اُس زمانہ میں مرزا غالب مرحوم فارسی کے بہت مشاق تھے۔ بکثرت مشق کے سبب سے خیال نرہتا تھا اکثر بے ارادہ وقصد فارسی محاوروں کا اُردو میں ترجمہ کر دیتے تھے مگر اُنکے معاصرین جو ضرورت سے زیادہ کسی زبان کے لفظ و محاورہ کا اردو میں داخل کرنا اُردو کی بربادی کا باعث سمجھتے تھے پے درپے مرزا کو روکتے رہتے تھے یہان تک کہ مرزا کو بھی اپنی روش گفتار بدلنی پڑی اور اردو برباد ہونے سے بچ گئی۔ مثلاً فرماتے ہیں شعر۔

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشای بیک کف بردن صد دل پسند آیا

مرغوب آیا مرغوب آمد کا ترجمہ ہے اردو میں خلاف محاورہ ہے۔

نقشِ نازِ بتِ طناز بآغوشِ رقیب
پاے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

پہلا مصرع بالکل فارسی ہے۔ "پئے خامۂ مانی مانگے" فارسی ہے اردو نہیں۔

۱۸۹۵ء میں مجھے دہلی جانیکا اتفاق ہوا اُسوقت تک مرزا غالب مرحوم کے چند تلامذہ و ہم نشین زندہ تھے۔ میر مہدی مجروح۔ نواب اکبر مرزا صاحب اکبر۔ نواب سعید الدین صاحب طالب اور میر فضل علی عرف میرن صاحب۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نام کے خط مرزا مرحوم کی اردو ی معلی اور عود ہندی میں موجود ہیں ایک شب کا ذکر ہے یاران بے تکلف کی صحبت گرم تھی میں نے مجروح مرحوم سے پوچھا کیوں حضرت یہ کیا بات ہے کہ مرزا کے کلام میں اکثر وہ محاورے نظر سے گذرتے ہیں جو اُردو میں رائج نہیں کہنے لگے مرزا صاحب کا خیال تھا کہ اردو کو فارسی کے انداز پر لائیں مگر اہل زمانہ نے یہ طریقہ ناپسند کیا اور وہ مجبوری اپنے قصد سے باز رہے۔

غدر کے بعد ریلوں کی کثرت ہوئی ہر طرف کے آدمی دہلی اور لکھنؤ میں آنے جانے لگے جو جہاں آیا اپنا محاورہ اپنے ساتھ لایا۔ عوام الناس نے بے تامل اسی محاورے کو اختیار کر لیا۔ خلا منہ کی کھانا۔ غدر سے پہلے دہلی والے اس محاورے سے بالکل نابلد تھے۔ اب یہ محاورہ دہلی میں عوام الناس کی زبان پر ہے مگر فصحا اس سے احتیاط کرتے ہیں۔

میر مہدی مجروح کہتے تھے کہ غدر کے بعد جب قلعہ معلی کا سلسلہ نہ رہا مین مجبور ہو کر الور چلا گیا مہاراج شیودان سنگھ زندہ تھے اور اہل دہلی کے بڑے قدردان تھے - انھون نے مجھے ملازم رکھ لیا - اس زمانہ مین الور مین ایک طرح ہوئی - بیان زعفران اور قافیہ ہے ردیف قرار پائی - مین نے بھی ایک غزل لکھی اور غالب مرحوم کے پاس دہلی مین اصلاح کے واسطے بھیجی - غزل کے مقطع کا ایک مصرع تھا -

" میان یہ اہلِ دہلی کی زبان ہے "

مرزا صاحب نے اس مصرع کو دیکھ کر لکھا ؛ "میر مہدی تجھے شرم نہین آتی - اہل دہلی اب پنجابی ہین یا اہلِ حرفہ - تو ان مین کسکی زبان کی تعریف کرتا ہے " یہ غدر کے بعد کا واقعہ ہے - پنجابی دہلی مین آکر آباد ہو گئے تھے اور اردوے معلی کی خرابی شروع ہو چکی تھی - حال آنکہ اردو کی خرابی کی بنیاد پڑ چکی تھی مگر جب کا یہ ذکر ہے اسوقت تک حالت پھر بھی غنیمت تھی - جسقدر زمانہ گذرتا گیا - اُردو کے نظم و نثر مین تغیر آتا گیا - جدت پسند حضرات اظہار لیاقت کے خیال سے اور سچ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اپنی زبان سے ناواقف ہو جانیکے باعث بلا ضرورت انگریزی الفاظ کا اُردو مین اضافہ کرنے لگے نئی نئی ترکیبین مثلاً بے وجہ انگریزی کے محاورے اُردو کے محاورون کی جگہ آ گئے - اخبار اور اُردو رسالون نے اپنی خلاف ترکیب زبان کو رواج دیکر اُردوے معلی کو ایسا تباہ و برباد کر دیا کہ اب اصل زبان چند کتابون کے علاوہ اور کہین نہین مل سکتی -

جس انداز تحریر نے اُردو کو انگریزی کا مشابہ بنا دیا اس انداز کے چار رکن سمجھ مین آتے ہین

(۱) بے ضرورت الفاظ انگریزی کا استعمال - قاعدہ ہے کہ جب تک کسی کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے دوسرے سے طلب کرنا عیب سمجھتا ہے - جبتک اُردو مین ادای مطلب کیواسطے الفاظ موجود ہون انگریزی یا اور کسی زبان سے کسی لفظ کا لینا عیب ہے - ہان بضرورت کسی لفظ اجنبی کا استعمال برا نہین بلکہ توسیع زبان کے واسطے ضروری ہے مثلاً کونین جو ایک دوا سے معروف کا نام ہے یا مثلاً سکریٹری آف سٹیٹ فار انڈیا جو ایک عہدہ ہے اسکا استعمال اُردو مین اسیطرح چاہیے جسطرح وہ اپنی زبان مین مستعمل ہوتا ہے - فارسی کے قاعدے سے عطف و اضافت لانے سے احتراز واجب ہے - اور الفاظ کا قیاس بھی اسیطرح کرنا چاہیے - مثلاً بقیہ ممبران شاذ کر محکمہ زراعت وغیرہ بالکل غلط ترکیب ہے

(۲) صفت کی تقدیم موصوف پر - اسکا استعمال انگریزی خوان اردو نویس اسقدر کرتے ہین کہ زبان بدلجاتی ہے اور اردوے قدیم اردوے جدید معلوم ہونی لگا ہے گا ہے اس ترکیب کا استعمال چندان بدنما نہین مگر زیادتی جسطرح ہر امر مین ممنوع ہے یہان بھی اُسکو ناجائز سمجھنا چاہیے مثالین ملاحظہ ہون -

انتہائی کوشش - موجودہ حالات - مزید توسیع - کاروباری اصول - طولانی تجربہ مذہبی حیثیت - ذہنی حالت - نفسانی جوش - ذاتی مفاد - شاعرانہ لیاقت - فلسفیانہ خیالات عالمانہ تقریر - جابرانہ حکم - وحشیانہ طریقہ - ڈاکٹری امداد وغیرہ -

(۳) الفاظ فارسی وغیرہ کا بیموقع اور غلط استعمال کرنا - یہ تیسری مصیبت ہے جو ۱۸۵۷ء کے بعد سے اردوے کمبخت کی جان پر نازل ہوئی - عربی و فارسی سے نابلد علم و عمل سے ناواقف مگر بجاے خود فخرِ سقراط اور رشکِ ارسطو جو اس زمانہ کے اہلِ قلم ہین وہ سب سے زیادہ اس خطا کے ذمہ دار ہین اکثر اوقات یہ حضرات الفاظ عربی و فارسی کا ایسا غلط استعمال فرماتے ہین کہ مطلب خبط ہو جاتا ہے مطلق سمجھ مین نہین آتا کہ مقصود اصلی کیا ہے - مثلاً

جذبات - بقاعدۂ عربی جذبہ کی جمع ہے - جذب و جذبہ عربی مین کشش کا مرادف ہر جذبۂ روحانیہ ، یعنی کشش روحانی فلسفۂ عربی کی اصطلاح ہے - اس وجہ سے جذب دل اور جذبۂ محبت کہتے ہین - مگر غصہ - شرم و خوف وغیرہ کیفیاتِ نفسانیہ کے واسطے جذبات کا استعمال کرنا قطعًا ناجائز ہے - مگر وہ حضرات جو بخیالِ خود فلسفہ نظم فرماتے ہین اس لفظ کا اس کثرت سے استعمال کرتے ہین کہ بے اختیار ہنسی آجاتی ہے یہ بھی لکھ دینا ضرور ہے کہ کشش محبت کو جذب و جذبۂ محبت کہتے ہین نہ کہ خود محبت کو جو ایک کیفیت نفسانی ہے اُسکو جذبہ ہرگز نہین کہتے - خواہشات - خواہش مصدر فارسی خواستن کا حاصل ہے - بقاعدۂ عربی ات کا اضافہ کرکے جمع بنانا بالکل نادرست ہے قدرت اسکو نیچر کا مرادف [illegible] طبیعت نیچر کے مقام پر فلسفۂ عربی مین [illegible]

[illegible]

[illegible]

سے کے کلام سے فن نظم و نثر بکثرت استعمال فرماتے رہتے ہین۔ آشنا نہین سمجھتے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ افعل
التفضیل   ہین تمہین کا اضافہ بالکل غلط جو فارسی مین
افعل التفضیل کی علامت ہے معشوقی بمعنی متعارف فصحا نہین کہتے۔ صاحبان ممبران۔ مالکان
وغیرہ حالتِ ندا یا حالت اضافت وغیرہ مین متروک ہے۔ کیونکہ اُردو مین اس موقع پر صاحبو
کہتے ہین۔ زمین کے مالکان۔ انجمن کے ممبران کہنا بھی خلاف محاورہ ہے زمین کے مالک
انجمن کے ممبر کہنا چاہیے اغلباً تنوین (دو زبر) کے ساتھ غلط محض ہے۔ علی الاغلب یا غالباً
صحیح ہے۔ یکسانیت بالکل غلط ہے کیونکہ یکسان فارسی کا لفظ ہے اور فارسی کے مصدر کی
علامت تن یا دن ہوتی ہے جسطرح خواستن اور رسیدن یائے تحتانی اور تائے مصدری
فارسی کے لفظ کے آخر مین بڑھاکر بقاعدۂ عربی مصدر بنانا جائز نہین لوازمات یہ نئی ترکیب
ہے۔ لازم کی جمع لوازم پھر اس کی جمع الجمع لوازمات بالکل غلط۔ معافی بمعنی عفو جہالت کا نتیجہ
ہے۔ اس موقع پر معاف فرمائیگا طلب عفو کہتے ہین۔ معافی مانگ لو کی جگہ خطا معاف کرا لو
کہنا چاہیے۔ مُعافی عربی مین خدا کا نام ہے جسکے معنے مین معاف کرنیوالا۔ چونکہ خداوند کریم
معاف فرماتا رہتا ہے اس لحاظ سے اسکو معافی کہتے ہین۔

اس قسم کے الفاظ بکثرت اہل زمانہ استعمال کرتے رہتے ہین۔ مین نے بطور مشتی نمونہ
از خروارے چند الفاظ کے لکھنے پر قناعت کی۔ پھر محض اس خیال سے کہ اردو خراب نہو۔

(۳) محاورات انگریزی کا ترجمہ میری سمجھ مین نہین آتا کہ اس عہد جدید کے
اہلِ قلم اُردو کے کیون دشمن ہوگئے؟ باوجودیکہ ہم معنے محاورہ موجود ہوتا ہے مگر نہین
انگریزی دانی کی لیاقت کے اظہار کیواسطے خواہ مخواہ محاورات انگریزی کا ترجمہ کرنا فرض سمجھتے ہین
اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ اُردو اُردو نہین رہتی اور مطلب اُلجھکر رہجاتا ہے۔

چند محاورے اس مقام پر مثالاً لکھتا ہون۔ جن کُملا ے فن کے مؤلفات سے
یہ محاورے مین نے لیے ہین۔ مین اُن حضرات سے معذرت خواہ ہون۔ غور کیجیے کہ جبتک
مثل پیش کیجائے مطلب کی توضیح کیونکر ہوسکتی ہے۔ اور بے توضیح مطالب افہام و
تفہیم محال ہے۔

سطحی ادراک ۔ یہ حضرات اُس ادراک کو فرماتے ہین کہ جو بادی النظر مین حاصل ہوتا ہے ۔
غدر کے بعد انگریزی کے ماہرین ہندی نژادون نے یہ محاورہ ایجاد فرماکر اردو کی جان پہ
احسان کیا ہے ۔

روشنی ڈالنا محاورۂ انگریزی
کا ترجمہ ہے ۔ کسی مطلبِ دقیق کی توضیح یا کسی مضمون کیطرف اشارہ کرنیکے استعمال فرمایا جاتا ہے ۔

شہادت کا وزن

بڑے پیمانے پر

علم کی روشنی مین

مذہبی نقطۂ خیال سے

کسی بات پر زور دینا

اس قسم کے محاورے بکثرت اس عہد کے مؤلفات مین نظر سے گذرتے رہتے ہین ۔
جو انگریزی ہین اُردو نہین ہین ۔ اب وہ جملے ملاحظہ ہون جنکا اندازِ بیان بالکل انگریزی
ہوتا ہے ۔

(۱) "سیالکوٹ مینوسپلٹی نے ممبران مین اختلافِ رائے ہونے سے شہزادہ ویلز
کے خیر مقدم کی تجویز رد کردی" ۔ سیالکوٹ مینوسپلٹی بے حرفِ اضافت انگریزی
ہے ۔ اُردو مین سیالکوٹ کی مینوسپلٹی کہتے ہین ۔ ممبران کی جگہ ممبرون کہنا چاہیے ۔
خیر مقدم اس جملے مین بمعنے خاطر مدارات استعمال کیا
گیا ہے جو بالکل انگریزون کا تتبع ہے ۔

(۲) "ہر امکانی کوشش کے بعد مین نے اپنا زبردست حق ...
... بنایا"

ہر امکانی کوشش

زبردست خواہش

مؤثر بنایا

یہ سب انگریزی سے ترجمہ کئے گئے ہین -

اب اسکا نعم البدل ملاحظہ کیجیے -

جسطرح ممکن ہوا مین نے اپنی تمنا پوری کی

ان دونون جملون کا مطلب بالکل ایک ہے ادا مطلب کیواسطے بھی کسی لفظ یا کسی محاورۂ انگریزی کی ضرورت نہین ہوئی بیجوڑ زبان مین الفاظ غیر مانوس کا لانا کون خوبی کی بات ہے

(۳) " مین اِس عہدے کی ذمہ داریون کو محسوس کرتے ہوئے یہ اُمید رکھتا ہون کہ آیندہ اداے فرائض مین سارا ہاؤس میرے ساتھ پورے طور پر اتحاد عمل کریگا "

جس لفظ یا جس محاورہ کو مین نے جلی حرفون مین لکھدیا ہے ... وہ ہندوستان کی زبان نہین بلکہ انگریزی بصورت اُردو ہے - اِس قسم کے صدہا جملے ہین کہان تک لکھون -

انداز بیان کے لحاظ سے اس اُردوے جدید نے پھر تین صورتین اختیار کین :

(۱) نادلون اور کتابون کی زبان - نادل کی عبارت مین الفاظ خطاب گفتگو کا طریقہ اظہار مدعا کی شان - نوک جھوک - صبح و شام - شکوہ و شکایت مختصر یہ کہ جو کچھ ہے وہ انگریزی کا رنگ لیے ہوے ہے مگر حق یہ ہے کہ پنڈت رتن ناتھ سرشار اور منشی سجاد حسین اودھ پنچ کے مدیر و مؤلف نے باوجودیکہ فسانہ آزاد - وسیر کہسار ، اور حاجی بغلول وغیرہ نادل لکھے مگر کبھی اردو کے انداز بیان اور طرز نگارش کو ہاتھ سے جانے نہ دیا - یہی سبب ہے کہ لطف زبان کے لحاظ سے اسوقت تک یہ نادل بمثل و بے نظیر ہین -

جو کتابین [illegible] کے بعد معرض تالیف مین آئین اُنکے مؤلف کچھ وہ ہین - جو

زمانہ شاہی کے خو یافتہ تھے مگر زمانہ حال کے اثر سے بھی متاثر ہو چکے تھے مثلاً سر سید
احمد خان - مولوی الطاف حسین صاحب حالی - مولوی محمد حسین صاحب آزاد - حافظ نذیر احمد
صاحب - ان سب حضرات نے وقتاً فوقتاً عند الضرورت انگریزی الفاظ استعمال کیے -
مگر اس پابندی کے ساتھ کہ ہرگز زبانِ اردو کو نقصان نہ پہونچا - کیونکہ یہ سب اردو کے انداز
بیان کو جان کے برابر عزیز سمجھتے تھے -

مگر وہ مؤلفین جو بغاوت ہندوستان کے بعد رونق افروز کاشانہ ہستی ہوئے
اُن کی کتابین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان نے کیا صورت اختیار کی اور اردو کیا سے
کیا ہوگئی -

(۲) اخبار کی زبان - مُدیر (اڈیٹر) اخبار کو اُن معاملون سے کوئی تعلق نہین ہوتا
جو ناول کے مؤلف کو پیش آتے رہتے ہین - یہ لوگ جو سُنتے ہین یا جو کسی روزنامۂ انگریزی
مین پڑھتے ہین اُسکا ترجمہ لفظی لکھ کر علٰحدہ ہو جاتے ہین - یہ ترجمہ نقلی انداز بیان کو خراب کرکے
اردو کو برباد کر دیتا ہے - چند جملے جو اوپر مین لکھ آیا ہون اخبار کی زبان کے   ہین - اگر
یہ حضرات پیشتر انگریزی عبارت کا مطلب سمجھین بعد ازان نفس مطلب کو اپنے انداز سے بیان
کرین تو یہ خرابی پیدا نہو -

(۳) مضامین (آرٹکل) کی زبان :-

اس زبان کو ناول ور اخبار کی زبان کا مجموعہ سمجھنا چاہیے - خصوصاً جب مضامین علمیہ
یا مطالب فلسفیہ سے روبکاری ہوتی ہے اُسوقت جسقدر مضمون نگار کوشش کرتا ہے کہ مین
مطلب سُلجھا کر بیان کرون اُسیقدر بیان ژولیدہ ہوتا جاتا ہے - اسوقت جسقدر
جذبات - ذکرات - اثرات - زبردست قوت - مناظر قدرت وغیرہ غیر مانوس اور غلط الفاظ سے
بے موقع کام لیتے ہین - اُسیقدر نفس مطلب فوت ہو جاتا ہے - اور ہرگز سمجھ مین نہین آتا کہ آخر
مطلب کیا ہے ؟

میرے خیال مین غدر کے بعد سے اردو نے فقط اُسیقدر ترقی کی جسکا نمونہ سر سید
احمد خان - پنڈت رتن ناتھ سرشار - مولوی الطاف حسین حالی وغیرہم کی مولفات مین موجود ہے

اگر آیندہ بھی یہی زبان رہتی اور اسی زبان مین جو مضامین و مطالب بیان ہوتے تو البتہ زبان اُردو معراج کمال تک پہونچ جاتی - مگر افسوس اس عہد کے اہلِ قلم نہ اُردو کے اندازِ بیان سے واقف ہوے نہ عربی و فارسی مین کما حقہ کمال پیدا کیا - مگر اُردوے معلی کی ترقی پر آمادہ ہوگئے جسکا نتیجہ خرابی اور بربادی زبان کے سوا اور کچھ نہوا -

شعراے اُردو نے شمس الدین ولی دہلوی کے عہد سے داغ و امیر کے زمانہ تک شعراے عجم کا تتبع کیا - مضامین عاشقانہ بے ثباتیِ عالم - تصوف و فلسفہ وغیرہ سے کام رکھا - تصوف جو فلسفۂ روحانی کا دوسرا نام ہے اسکا رنگ جسقدر اور جس لطف و خوبی سے مرزا غالب مرحوم کے کلام مین پایا جاتا ہے غالبا اور کسی کے کلام مین نہوگا -

خلاصہ مضامین فلسفہ کو کنایۃً ادا کرنا بے مبالغہ مرزا کا حق تھا اور درحقیقت یہ ہی خوبی ہے کہ فلسفہ کے مضامینِ دقیقہ اسطرح ادا ہون کہ سننے والا - اگر صاحب فہم ہو بے تکلف سمجھ لے کچھ مرزا غالب کی تخصیص نہین متقدمین و متاخرین مین اکثر تصوف کے رنگ مین شعر کہتے تھے مگر دہلی کے بیان مین یہ رنگ زیادہ ہے اور دلی والون مین غالب نے اس رنگ کو سب سے زیادہ اختیار کیا مثلاً

میر تقی میر	بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو	رکھیگا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
مرزا سودا	دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	وان کوئی خریدار نہین جنس گران کا
مومن خان مومن	تم میرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہین ہوتا
مرزا غالب	ملتی ہے خوی یار سے نار التہاب مین	کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین
ایضاً	ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود	ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین
ناظم	شوق دیدار مین بیخود ہون کہ مجھے حجاب	اٹھ گیا بیچ سے جب مین ہی تو پردا کیا
میر انیس	وصفِ گل تر قلم کے غار و خس بو لے	محبوب کو تلوار کی دھار و خس بولے
میر شہرے	ہر دل مین نیا درد ہوا یکلوء جانان	جو جسکو نظر آئے اُسکو نظر آئے
ایضاً	جب تفرقہ پڑا تو کہان زندگی کا لطف	اپ کو چاہتا ہون تمھارے گمان سے

اس عہد مین زبان کے ساتھ فلسفے کا رنگِ قدیم بھی خراب ہوا - کبھی علوم جدیدہ جن کو

... ان کے مضامین کبھی فلسفے کی اصطلاحات انگریزی کا اپنی سمجھ کے مطابق
اردو میں ترجمہ کرنے کا نام فلسفہ قرار پایا۔ اس طریقے سے بھی زبان کو نقصان پہنچایا۔ ان
اگر فلسفۂ جدید کے وہ مضامین جنکا تعلق نفس و بقاے نفس وجود باری تعالی۔ اخلاق و صانع
وغیرہ مضامین اعلی سے ہوتا ہے اور انکا خلاصہ اردو میں نظم کرتے تو البتہ اردو کی ترقی ہوتی۔

بہرصورت ۱۸۵۷ء کے بعد سے نظم اردو نے تین نئے رنگ اختیار کیے۔

(۱) اخلاق و واقعات تاریخ کا نظم کرنا مولوی الطاف حسین صاحب حالی کے حصے میں آیا

(۲) خان بہادر اکبر حسین خانصاحب نے واقعات زمانہ اور انکے نتیجے ظرافت کے ساتھ
اس خوبی سے نظم کیے جو انھیں کا حصہ ہوگیا۔ مگر ان دونوں صاحبوں کی تقلید میں کسی قلم نہیں اٹھایا۔

(۳) اس رنگ میں ہمہ تن انگریزی نظموں کا تتبع کیا جاتا ہے۔ شمع۔ پروانہ۔ بلبل۔ بادل۔
اجل۔ خوشی۔ کوئی شئے منتخب کیجاتی ہے اور اسکے صفات و متعلقات اردو میں نظم کیے
جاتے ہیں۔ اسطرح کی نظمیں زبان کے لحاظ سے خوب ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ طرز جدید غیر الوجود
اسکے واسطے انداز بیان میں تغیر کا واقع ہونا لابدی اور انداز بیان کے بگڑ جانے سے اردو کا
بگڑ جانا ایک امر یقینی ہے۔

ہرچند مولوی حالی اور اکبر حسین خان بہادر متقدمین کے خلاف طرز جدید کے موجد
خواہ رنگ قدیمانہ کے قدردان اس طرز جدید کو پسند کریں خواہ نہ کریں مگر اسمیں شبہ نہیں کہ
دونوں باکمال اپنے اپنے رنگ میں کامل ہوے اور اردو کے انداز بیان کو خراب نہونے
یہ ارادہ تھا کہ ایسی نظموں کا انتخاب بھی اثبات مدعا کے واسطے پیش کروں مگر بصلاح
بخیال دشکلی فقط نفس مطلب سے کام رکھا اور کسیکی دل آزاری گوارا نہیں کی۔
کچھ کہہ آیا ہوں اہل فہم کے واسطے کافی ہے۔

منت آنچہ حق بود گفتم تمام
تو دانی۔ دگر بعد ازین والسلام

خاقان حسین عطا

صابن

اطلاع ضروری

~~...رہ مین شائع ہوگا اور سال آیندہ کا پہلا نمبر ۱۵ جنوری ۱۹۲۲ع کو شائع~~

...ے سال کے لیے اسوقت دفتر مین مصارف کثیر درپیش ہین ۔
...ی جنوری نمبر سے شروع ہوتی ہے اونکا حساب دسمبر نمبر کی
...یگا ۔ اور آیندہ سال کی قیمت واجب الادا ہو جائیگی ۔ اس لیے براہ
...لب شروع سال سے شروع ہوتا ہے آیندہ سال کی قیمت یعنی مبلغ
...نلاو سے قبل بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائین ۔ ورنہ حسب دستور ۱۵ جنوری
...بت طلب پیکٹ ارسال خدمت ہوگا ۔ اور اسمین نے قواعد ڈاکخانہ کے
...مصارف ڈاک برداشت کرنا ہونگے ۔ منی آرڈر سے صرف دو آنہ مین زمانہ
...تا ہے ۔ لیکن ویلیو پے ایبل یعنی قیمت طلب پیکٹ کے ذریعہ قیمت دینے میں
...ونگے ۔ اومین سے چار آنہ ڈاکخانہ لیجائیگا اور دفتر کو پانچ روپیہ ملین گے ۔
...والے اصحاب کوپن مین اپنا نام اور پتہ مع نمبر خریداری صاف اور

...و آیندہ خریداری جاری رکھنا منظور نہ ہو وہ براہ کرم فوراً مطلع فرمائین
...پیکٹ کی واپسی سے اور دفتر فضول نقصان سے محفوظ رہے ۔

مینیجر زمانہ

جنگ مین ہندوستان صابون کی تجارت اپنے ہاتھ مین لے سکتا تھا مگر صنعتی ترقی نہونے کی وجہ سے وہ جنگ سے کوئی فائدہ نہین اُٹھا سکا - اکثر چیزین اُن ممالک سے آئین جو بر سر پیکار رہتے تھے - اور جنمین جاپان و امریکہ خصوصیت سے شامل ہین - ۱۹۲۳ء مین جتنا صابون باہر سے آیا اسمین ۶ ۸ فیصدی اعلیٰ قسم کا صابون تھا - اسمین سے آسٹریا نے ۴۳ فیصدی مہیا کیا تھا - فی الحال جاپان کی تجارت اس معاملہ مین سب سے بڑھ چڑھکر ہے -

ہندوستان مین صابون کی صنعت ہندوستان مین چھوٹی بڑی ملاکر صابون کی کُل ۵۶ فیکٹریان ہین - ان کی نکاسی کا اندازہ اٹھائیس ہزار ٹن کا ہے - اسمین ترقی ہوکر نکاسی پینتیس ہزار ٹن تک پہونچ سکتی ہے
ہندوستان کے بورڈ اسلے کو صابن کی بھی ضرورت ہوئی - اسنے ۸ سے ۵ ۳ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ کے دام دیئے - آخر الذکر بہترین قسم کا صابون ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے انگریزی صابون کا مقابلہ کرتا ہے - اور اول الذکر ادنیٰ درجہ کا صابون ہے جسکو برائے نام ہی ابن کہا جاسکتا ہے - ہندوستان مین جتنا صابون بنتا ہے اس مین ۱۰ حصہ اعلیٰ قسم کے صابون کا ہوتا ہے - ہندوستان کے بنے ہوئے صابون مین ۷۷ فیصدی ایسا ہوتا ہے جسکی قیمت دس سے بیس روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہوتی ہو - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ہندوستان کو صابن سازی مین کتنی ترقی کرنا ہے - اس مضمون مین ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ ہندوستان مین صابون سازی کی ترقی کرنیکے کیا کیا وسائل اور کیا کیا مشکلات ہین اور مشکلات پر ہم کس طرح عبور حاصل کرسکتے ہین -

مقابلہ ہندوستان مین باہر سے آئے ہوئے صابون کی قیمت کا اوسط کچھ عرصہ پہلے ۱۸ سے ۲۰ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ تھا - (یہ نرخ تھوک فروشی کا تھا) - مگر چونکہ اس قسم کے صابن کی بھی درآمد ہوتی ہے جسکی قیمت بیس تیس ۳۰ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہے - اسلیئے دیگر ممالک سے آئے ہوئے صابون کی قیمت بحیثیت مجموعی ۱۴ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہوئی جس مین ۱۰۰ پونڈ ہوتے ہین - عمدہ ترین ٹائلٹ صابون کی قیمت کا اوسط آٹھ آنہ فی پونڈ ہوتا ہے - ان اعداد سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہندوستانی صنعت صابون سازی کو کتنا مقابلہ کرنا ہے -

اگرچہ وہ چیزین جن سے صابون تیار ہوتا ہے ملک مین ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہوسکتی ہین اسکی قیمت کے لحاظ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ عمدہ صابون اس قیمت پر نہین بک سکتا جس دام پر باہر سے آکر فروخت ہوتا ہے -
ہندوستان مین صابن کی کم سے کم قیمت ۸ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہے اور جن تیلون یا تیل جن سے صابون بنتا ہے اوسطاً ۱۶ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ فروخت ہوتے ہین مگر اب اس قیمت مین عام گرانی کیوجہ سے بہت کچھ اضافہ ہوگیا

کیونکہ ملک میں ہر چیز کی قیمت گران ہو گئی ہے ان چیزون کے علاوہ اور بھی بہت سے اجزا ایسے ہیں جنکی قیمت بھی صابون کی قیمت مین شامل ہے مثلاً کاسٹک سوڈا۔ ایندھن۔ مزدوری۔ فیکٹری مین کچھ مال کرنیوالے کی اُجرت۔ سود۔ پیکنگ۔ اور آفس کے مصارف وغیرہ وغیرہ۔ غرض اسی نسبت سے صابون سازی کے مصارف مین اضافہ لازمی ہے۔

صابُن کی ساخت مین مختلف چیزین ہوتی ہین۔ یہان باہر سے جو صابون آتے ہین اُنکی ساخت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ بظاہر ادنیٰ درجہ کے ہونیکا گمان بھی نہین ہوتا، اسکے علاوہ اُنکی صورت اور رنگ مین بھی ایک عرصہ تک تغیر نہین ہوتا۔ بعض دیگر ممالک مین جو باہر بھیجنے کیلیئے خاص طور سے صابن بنتا ہے اُسمین جانچ کرنے پر صرف ۱۱ فیصدی چربی اسّی فی صدی سے زائد پانی شامل ہے۔ وزن بڑھانیکے لیۓ اُنمین معدنی اشیا کا برادہ بھی ملا دیا جاتا ہے۔ موجودہ حالات کے مشاہدے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دیگر ممالک کے صابون کی تجارت کے مقابلہ ہندوستان کا کامیاب ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ نہ ہندوستان مین کاریگر ممالک غیر کی طرح فریب دینے کے عادی ہین اور نہ صابون کا وزن بڑھانے و ظاہری نمائش کیلیئے اس قسم کی نمائشی اور فرضی اشیا استعمال کرتے ہین۔ گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ عام رعایا کو دھوکہ سے بچانیکے لیۓ اُس قسم کا انتظام کرے جس سے ادنیٰ درجہ کے کم قیمت "برائے نام صابن" ہندوستان مین نہ آسکین۔ یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہر برآمد کرنیوالے فرم پر یہ فرض عائد کر دے کہ اگر وہ اپنا مال ہندوستان بھیجین تو بکس پر لکھدے کہ اسکی ساخت مین کیا کیا چیزین کس کس اوسط سے ملی ہین۔ یہان انکی جانچ ہو جایا کرے۔ اگر فرم کے اظہار کے مطابق ساخت نہو تو اُسکی درآمد قطعی مسدود کر دیجائے، اور سے بھی جواب طلب کیا جائے تاکہ وہ آیندہ سستے دام کے مضرت رسان صابون نہ منگائین۔

صابون سازی کے حل طلب مسائل۔ اگر ہندوستان کے صابون مین بغیر دام بڑھائے ہوئے عمدگی مین اضافہ ہو جائے تو مقابلہ مین کامیابی یقینی ہے۔ اس صنعت مین اُسوقت ترقی ہو سکتی ہے جب کہ ہندوستان اپنے ملک کی ضرورتون کو پورا کر کے باہر بھی بھیج سکے۔ لیکن یہ ترقی تیل اور چربی کی صنعتون کی ترقی پر منحصر ہے۔ مثلاً اگر تیل کی صنعت مین ترقی ہو تاکہ تیل عمدہ، صاف اور کم قیمت پر فروخت ہونے لگے تو صابن کی بھی لاگت کم آویگی۔ جیل مختلف قسم کے ہوتے ہین جنمین بعض کھائے جاتے ہین۔ انکی ترقی سے صابن سازی کے علاوہ اور بہت سی صنعتون مین مدد مل سکتی ہے اور عوام کو فایدہ پہونچ سکتا ہے۔ اسکے علاوہ گلیسرین کا تعلق بھی صابون سازی سے ہے

لیکن ہندوستان مین اسکے بنانیکا رواج نہین - صابون سازی کے ساتھ ساتھ گلیسرین بھی نکل سکتی ہے
ایسا بھی ہوتا ہے کہ چربی سے پہلے ہی گلیسرین نکال لیجاتی ہے - گلیسرین بنانیکے لیئے مزید سامان اور سرمایکی ضرورت
ہوتی ہے لیکن اگر صابون سازی مین اسکا بھی انتظام ہوسکے تو صابن سے کہین زیادہ قیمتی چیز ہاتھ آئیگی - اور اسکا
منافع صابون کی قیمت کو کم کرسکتا ہے - یعنی اگر گلیسرین سے زیادہ دام وصول ہون تو کارخانہ دار صابن کو کم
دامون پر فروخت کرسکتا ہے - اسی طرح موم بتی کی صنعت (یہ غالبًا سبکو معلوم ہو کہ جسکو عوام موم بتی کہتے ہین -
اسمین موم قطعی نہین ہوتا - اسکو ہم چربی کہ سکتے ہین - چربی سے مراد جانورون کی چربی سے بالکل نہین ہے بلکہ چربی
سے مراد وہ شے ہے جسکے ہونیسے ایک چیز چربی کہلاتی ہے - یہ چربی حیوانی اور نباتاتی دونون اشکال مین ہوتی ہے)
روغن اور وارنش کی صنعت اور تیل یا چربی کو منجمد کرنیکی صنعت یہ کل صنعتین صابون سازی مین ممد و مددگار
ہوسکتی ہین کیونکہ اسکی ترقی سے صابون کیلیے خام مال بکفایت اور بہت ارزان مل سکیگا - اسی کے ساتھ ساتھ
زراعت مین بھی ترقی ہونیکی ضرورت ہے - کیونکہ بغیر اسکے وہ اجناس زیادتی کے ساتھ فراہم نہین ہوسکتین جس سے
تیل اور کھلی ارزان قیمت پر دستیاب ہوسکے جب تیل نکالنے کی صنعت ترقی پر ہوگی تو صابون کے علاوہ اور بھی کام
ہوسکتے ہین - کھلی سے کھیتون کی زرخیزی مین اضافہ ہوگا - اور ہر قسم کے غلے جن سے تیل نکلتا ہے سستے داموں ملینگے
اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ صابون سازی کی صنعت اسوقت تک ترقی نہین کرسکتی اور نہ مقابلہ مین آگے بڑھ سکتی
ہے جب تک زراعت ترقی پاکر سستے سے سستا تخم نہ مہیا کرسکے اور جب تک تیل نکالنے کی صنعت مین ترقی
دادہ طریقے اور اصول نہ برتے جائین -

اب ہم صابون سازی کے موافق اور مخالف پہلو پر غور کرتے ہین - ہندوستان مین صابون سازی کے
موافق حسب ذیل باتین ہین -

(۱) کارخانون مین عمدہ تیل اور چربی دستیاب ہوسکتی ہے - اور اس سے سخت اور نرم دونون طرح کے صابون طیار
ہوسکتے ہین -

(۲) ناریل کا تیل کثرت سے ملتا ہے جسمین یہ وصف ہے کہ اس سے بہت سے سستے دامون کے صابون بہت آسان
طریقے سے طیار ہوسکتے ہین -

(۳) مزدوری زمین اور عمارت دوسرے ملکون کے مقابلہ مین ہندوستان مین چیزین ارزان ہین -
(۴) دوسرے ملکون کے مقابلہ مین یہان ٹیکس بھی کم ہے خاصکر اگر کارخانے میونسپل حدود کے باہر ہون -

(۵) تیار شدہ صابون پر ۱۰ فیصدی کا محصول۔

(۶) لوکل ضروریات کے لیئے چھوٹے چھوٹے کارخانے قائم ہو کر آسانی چل سکتے ہیں۔

(۷) ان کارخانوں کا مال چونکہ کارخانہ ہی میں بک جائیگا لہذا سستا بکتا رہیگا کیونکہ اسکے داموں میں نہ تو باربرداری ہوگی اور نہ پیکنگ وغیرہ جس میں کم صرفہ ہوگا۔ صابون کے ٹکیہ کاغذ میں لپٹی اور رسیدی۔ فینسی پیکینگ کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۸) لوکل کارخانوں کو ایک اور فوقیت ہوگی کہ وہ اپنا مال جیسی لوکل ضروریات ہوں اُسی خاص قسم کا طیار کر سکتے ہیں۔

(۹) ہندوستان میں جتنے صابن ولایتوں سے آتے ہیں اُن میں حیوانی چربی ضرور ہوتی ہے۔ ہندوستانی صابن ایسے بن سکتے ہیں اور بنتے ہیں جنہیں حیوانی چربی مطلق نہیں ہوتی کیونکہ یہاں تیل میں جو چربی ہے وہ حیوانی چربی کا کام دیتی ہے۔

(۱۰) ولایتوں میں اکثر خاص ضرورت کیلیئے مچھلی کی چربی سے بھی صابن بنایا جاتا ہے۔ یہاں بھی اس قسم کے صابن بن سکتے ہیں کیونکہ مچھلی کا تیل مدراس میں سستا ہے۔ اور رقیق اور منجمد دونوں حالتوں میں مل سکتا ہے۔

اسکے برخلاف صابون سازی کے مخالف حالات حسب تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) ہندوستان میں بہت سی وہ چیزیں جنکو مغربی صابن ساز صابن میں شامل کرتے ہیں کام میں نہیں لائی جاتیں۔ مثلاً باورچی خانوں کی بچی کھچی چیزیں۔ پگھلی ہوئی چربی۔ ہڈی کے اندر کی چکنائی۔ جہازوں، ریلوں یا کارخانوں کی ضایع شدہ چربی۔

(۲) کاسٹک کے کھار ہندوستان میں نہیں بنتے۔ انکو باہر سے منگانا چاہیئے۔

(۳) ہندوستانی کارخانوں کے پاس سرمایہ بہت کم ہے۔ برخلاف اسکے مغربی صابون کے کارخانے بڑے امیر ہیں۔ انکے سرمایہ کی انتہا نہیں انکے پاس ذاتی کھیت ہیں اور اپنے خاص جہاز ہیں جنسے سیاسی چیزیں کم داموں پر انہیں دستیاب ہوتی ہیں اور طیار شدہ مال کی لاگت بھی کم آتی ہے۔ [illegible] ہندوستانی کا [illegible] [illegible] کا نقصان [illegible]۔

(۴) معلومات کی کمی۔ صابون بنانے والوں کو اپنے دھندے متعلقہ اور فرائض منصبی سے پوری واقفیت نہیں ہوا

(۵) سرمایہ کی کمی۔ اس سے جو نقصان ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں - یہ سرمایہ کی کمی ہی کی وجہ ہے کہ عمدہ مال یہاں طیار ہو سکتا اور نہ اسکو عمدہ طرح سے بکسوں میں بند کیا جا سکتا ہے اور نہ اوپر رنگ برنگ کے لیبل لگائے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مقابلہ پر آجائے اور اپنا مال لاگت سے کم پر فروخت کرنے لگے تو دیوالہ نکل جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑا سرمایہ دار کچھ نقصان اُٹھا کر بھی اپنے حریف کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور خالی میدان پاکر پھر حسب لخواہ قیمت پر اپنا مال بیچتا ہے (ہمارے شکر کی صنعت کو اسی طرح سے زوال ہوا)

(۶) ہم میں نئے طریقہ نکالنے اور نئی باتوں کے سیکھنے اور نئے کام کرنے کا مادہ کم ہے - یہ ایک بڑا نقص ہے۔ اور بظاہر اس کمی کی تین وجوہات ہو سکتے ہیں۔

(ا) علم اور معلومات کی کمی۔ جب کسی کام میں ناواقفیت ہوتی ہے تو صنعت و تجارت اکثر جواب دیتی ہے۔

(ب) سرمایہ کی کمی۔ تھوڑا سرمایہ طبیعت کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے اکثر خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ بھی جاتا رہا تو کیا ہوگا ایسی صورت میں کسی کام کا کامل تجربہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ناکامی کے خوف سے ہر ہر قدم پر بربادی کا خوف لگا رہتا ہے۔

(ج) طریقۂ معاشرت، اسمیں آب ہوا - کھانا پینا - رہنا سہنا - رسم و رواج سب کچھ شامل ہے - یہ وہی چیزیں ہیں جو انسان کے قلب میں ولولہ پیدا کرتی ہیں اور ہر قسم کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں، اور یہی اشیاء ہیں جو بڑھی ہوئی طبیعتوں کو روک دیتی ہیں -

(۷) صابون سازی کی متعلقہ صنعتوں کی کمی۔ مثلاً کیس بنانا - رنگین بیل بوٹے بنانا وغیرہ

(۸) گلیسرین نکالنے کی مشکل، اسوجہ سے کہ علیحدہ علیحدہ کارخانوں میں اسکی نکاسی بہت کم ہو سکتی ہے۔ اسکے لئے مشینوں کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر یہ انتظام کیا جاوے کہ گلیسرین جمع کر کے ایک مرکزی کارخانہ میں بھیج دیجائے جہاں اسکے صاف کرنیکا بندوبست ہو تو دقت یہ رہے گی کہ سیسہ کی ضرورت بہت زیادہ ہوگی تاکہ اسکے پارسلوں پر پیپا جائے ورنہ یہ بھک سے اڑ جانیوالی شئے ہے۔

مشکلات پر بحث ۱۔ مغرب میں عمدہ چربی کے مقابلہ میں ضائع شدہ چربی ارزاں ہے - ہندوستان میں بہت سے تیل ہیں جنکی قیمت ضائع شدہ چربی یا ہڈی کی چکنائی کے مقابلہ میں زیادہ نہیں ہے - تیل کے استعمال میں یہ فائدہ ہے کہ انکو صاف کرنے کی ضرورت نہیں - ہندوستان میں بھی بڑے شہروں اور بندرگاہوں سے اس قسم کی ضائع شدہ چربی بہم پہنچ سکتی ہے جیسے مغرب میں - مگر اسکا انتظام کرنے کی ضرورت ہے

کالیکٹ میں جہاں ہڈی کے کارخانہ ہیں یہ تحقیقات ہو رہی ہے کہ یہ ہڈی کی چکنائی کیونکر آسانی سے نکل سکتی ہے۔ بنولہ کی کھلی سے بھی صابون بن سکتا ہے۔ بمبئی میں اسکی رسد فی الحال تھوڑی ہی ہے مگر چیون تیل کی صنعت ترقی کریگی اسکی رسد میں اضافہ ہوگا۔ پس یہ ظاہر ہے کہ مختلف اقسام کے صابون کیلئے ہندوستان میں مختلف اشیا حسب ضرورت موجود ہیں اور انکی رسد میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ انتظام شرط ہے اور اسکے عمل ہونے کی ضرورت ہے

۲۔ کاسٹک کھار کی مقدار صابون میں دس فیصدی کے حساب سے شامل ہوتی ہے۔ یہ ظاہر یہ کوئی بڑی مقدار نہیں اور انکی فراہمی میں چندان دشواری نہیں کیونکہ کاسٹک۔ سوڈا دونوں ہندوستان میں بن سکتے ہیں اور اسکی صنعت میں ترقی ہو سکتی ہے۔ کاسٹک پوٹاش لوکل ضرورتوں کیلئے مل سکتا ہے۔ جہاں فیکٹریاں ہیں جنہیں لکڑی جلائی جاتی ہے وہاں بھٹی کی راکھ سے طیار ہو سکتا ہے۔

۳۔ سرمایہ کی کمی کوئی اہم نقص نہیں خاصکر صابون سازی کی صنعت میں۔ یورپ میں بھی چھوٹے چھوٹے۔ صدہا کارخانے ہیں جو لوکل ضروریات پورے کرتے ہیں۔ چھوٹے کارخانہ دار خود ہی اکسپرٹ ہوتے ہیں انکا صرفہ دفتر۔ کمیشن یا اشتہار بازی میں بمنزلہ صفر ہوتا ہے۔ عمدہ اعلیٰ درجہ کے صابونوں میں انکا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ انکو صابون سازی میں پوری مہارت ہو۔

۴۔ سے ہلکہ جتنے نقایص ہیں تجربہ۔ تیل اور چربی کی صنعتوں میں ترقی سے خود بخود رفع کر دیگا۔

۵۔ اسکے متعلق یہ خیال کرنا چاہیئے کہ چھوٹے کارخانے تو اُن طریقوں سے کام کرینگے جن میں گلیسرین علیحدہ نہیں کیجاتی بلکہ صابون ہی میں رہنے دیجاتی ہے۔ (یہ واقعی ایک نقصان ہے کیونکہ تاہم گلیسرین بھی صابون کی قیمت سے دو چند قیمت کی ہوتی ہے لیکن اس نقصان کے تلافی اس طرح ہو جاتی ہے کہ صابون آسانی سے اور جلد طیار ہو جاتا ہے۔ اور لاگت مجملاً کم آتی ہے اور صابون کی عمدگی اور وزن میں اضافہ ہوتا ہے) بڑے کارخانے البتہ علیحدہ اپنے آلات لگا سکتے ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ گلیسرین یہاں کی آب وہوا میں بھی کم لاگت پر نکالی جا سکتی ہے اور یہاں ایسے آلات کی ضرورت ہیں جسمیں معمولی طور پر خلا ہونیکی ضرورت ہے ترقی کی اُمید ہیں مغرب میں ٹیلو یا چربی ایک ضروری عنصر ہے خاصکر سخت صابون میں۔ لیکن ہندوستان میں اسکی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں سے صابون کی مانگ ہے جسمیں حیوانی چربی شامل ہو۔ پھر یہاں تیل نباتاتی چربی یا نیم نباتاتی چربی کافی مقدار میں ارزان مل سکتی ہے۔ انگلستان میں چربی آسٹریلیا اور ارجنٹائن

سے آتی ہے۔ آسٹریلیا ہندوستان سے بہ نسبت انگلستان قریب ہے پس کوئی مشکل نہیں کہ آسٹریلیا سے
یہان ارزان چربی آئیکا بندوبست کر لیا جاوے بشرطیکہ ہم حیوانی چربی سے صابون بنانا پسند کرین۔
ہندوستان مین چربی کی کمی کا ایک بہت عمدہ علاج ہے کہ تیل کو ہائڈروجن کی مدد سے منجمد کر لیا جائے
مدراس کے علاقہ مین اندازہ کیا گیا ہے کہ مچھلی کے تیل کو منجمد کرنے مین چربی کی قیمت کے مقابلہ مین نصف کا اضافہ
ہوگا یعنی منجمد کرنیکا صرف چربی کی قیمت کا نصف ہوگا۔ نباتاتی تیل بھی اسی طریقہ سے منجمد کیے جا سکتے ہین
اور سخت صابون بنانیمین کام مین لائے جا سکتے ہین۔ پس ظاہر ہوتا ہے کہ ہائڈروجن کی مدد سے چربی کی دقت
رفع ہو جاویگی۔ اب سوال ہے کہ ہائڈروجن کہانسے آئیگی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بعض صنعتین بجلی کی مدد سے
ترقی کرین گی۔ یعنی ان مین بجلی استعمال ہوگی مثلاً بعض دھاتون کے گلانے مین یا جمنی بنانے مین۔ ان طریقون
مین ہائڈروجن بطور ایک فضول چیز کے نکلیگی۔ اسکو نکالکر کام مین لا سکتے ہین۔ اگرچہ اُسکے ساتھ
اسکا بھی اعتراف ہے کہ "ہنوز دلی دور است"

کالیکٹ مین گورنمنٹ صابون فیکٹری ہے جسمین صنعت متعلقہ کے مسایل پر غور ہو رہا ہے اور انکے حل
کی تکمیل ہو رہی ہے۔ مثلاً صابون کی شکل و صورت و وزن۔ خوشبو۔ رنگ۔ چمک۔ پیکنگ وغیرہ۔
ممکن ہے کہ اگر ہندوستان مین کامل غور اور محنت سے صابون سازی کے متعلق کام کیا جائے۔ ممکن ہے
کہ وہ دن بھی آجائے کہ یہ صنعت یہان مغربی پیمانہ پر پہونچ جائے اور خاطر خواہ منفعت ہو،

اقبال بہادر سکسینہ

مسعود سعد سلمان

ان کا اصلی نام مسعود تھا۔ مگر رسم کی مجبوریون نے سعد وسلمان کا اس مین اضافہ کردیا کیونکہ اس ملک کا دستور یہی تھا کہ لڑکے کے نام کے ساتھ باپ یا دادا کا نام ضرور ملایا جائے۔ جیسے محمود سبکتگین، ناصر خسرو، بوعلی سینا وغیرہ اس لئے ان کا نام مسعود سعد سلمان قرار پایا۔ ان کی جاے ولادت کی نسبت اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے جرجان ہے۔ اور کوئی ہمدان بتاتا ہے۔ لیکن خود ان کے کلام سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ لاہور کے رہنے والے تھے۔

اے لاہور ویحک بے من چگونۂ   بے آفتاب تابان روشن چگونۂ

تو مرغزار بودی و من شیر مرغزار   بامن چگونہ بودی و بے من چگونۂ

اور اشعار بھی ہین جو اسکی تائید مین پیش کیے جا سکتے ہین۔

رسید عید و من از روے حور دلبر دور   چگونہ باشم و بے روے آن بہشتی حور

چہ یاد شہر لہاور و دیار خویش کنیم   مباد کس کہ شد از شہر و دیار خویش نفور

اس لئے جن لوگون نے جرجان وہمدان کو ان کا موقع ولادت قرار دیا ہے وہ غالبًا راستی پر نہین۔ البتہ وہ ہمدان مین رہے ضرور تھے اور شائد اسی لئے لوگون نے انھین ہمدانی تصور کر لیا تھا۔ ان کی پیدائش کا زمانہ ۴۳۸ھ اور ۴۴۰ھ کے درمیان ہے۔ دوسرے علوم وفنون مین کامل وفاضل ہونے کے باوجود ذوق شعر وادب بھی بدرجہ اتم تھا۔ اور پانچ بادشاہون کا ذکر ان کے دیوان مین خاص طور سے پایا جاتا ہے۔ اوّل سلطان ابوالمظفر جو ۴۵۱ھ سے ۴۹۲ھ تک حکمران رہے۔ دوسرے سلطان علاءُ الدولہ۔ جنکی حکومت ۴۹۲ھ سے ۵۰۸ھ تک رہی۔ تیسرے عضد الدولہ شیرزاد جنھون نے صرف ایک سال حکومت کی۔ چوتھے ابوالملوک ارسلان جنکا زمانہ سلطنت ۵۰۹ھ سے ۵۱۱ھ تک رہا اور پانچوین سلطان غازی جو ۵۱۱ھ سے ۵۵۲ھ تک رہے۔ ان کے علاوہ سیف الدولہ کے ساتھ خاص شغف تھا۔ ان کی مدح مین بھی بہت سے قصائد ہین۔ کیونکہ جب

سیف الدولہ کو اپنے والد سلطان ابراہیم کی طرف سے حکومت ہندوستان ودیعت ہوئی۔ تو مسعود سعد سلمان لاہور ہی میں تھے۔ مگر ان کی سحرنگاری کا شہرہ کمال دور تک پہونچ چکا تھا۔ چنانچہ جب سیف الدولہ ہندوستان آیا۔ تو یہ اُن کے ندیم و مصاحب خاص ہوگئے۔ اور خلوت کدۂ فقر کی طرح میدان رزم میں بھی اُن کی دلبستگی و وابستگی کا ذریعہ ہی رہے۔ ان کے ایک قصیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ۴۶۹ھ کا تھا۔ اور اس وقت ان کی عمر ۳۰-۳۱ برس کی تھی۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے۔

چو روئے چرخ شد از صبح چون صحیفۂ سیم　　　ز قہر شاہ مرا مژدہ داد باد نسیم

اور جس شعر سے تاریخ نکلتی ہے یہ ہے۔

کہ پادشاہی صاحبقران شود بجہان　　　چو سال ہجرت بگذشت تے و سین و جیم ۴۶۹

یہی زمانہ ان کے ابتدائی ترقی و ظہور کا بھی تھا۔

۴۸۰ھ میں جب سلطان ابراہیم سیف الدولہ سے اس بات پر بدگمان ہوگئے کہ وہ ملک شاہ سلجوقی سے عراق میں ملنا چاہتا ہے تو سیف الدولہ کو گرفتار کرا کے قیدخانہ بھجوا دیا۔ اور اُن کے جسقدر مشیر و مصاحب تھے وہ بھی محبوس ہوگئے۔ مسعود سعد سلمان بھی ان ہی گرفتار شدہ لوگوں میں تھے۔ چنانچہ دس سال تک قید رہے اس دس سال میں - سات سال قلعہ سو و دھک میں بسر ہوئے۔ اور تین سال نائے میں جیساکہ وہ خود کہتے ہیں -

ہفت سالم بکوفت سو و دھک　　　پس از انم سہ سال قلعہ نائے

جب یہ اپنے قید سے بہت پریشان ہوگئے۔ تو اسی عالم میں انھوں نے ایک رباعی لکھکر بادشاہ کے پاس بھیجی۔

در بند تو ای شاہ ملک شہ باید　　　تا بند تو پائے تاجداری ساید
آن کس کہ ز پشت سعد سلمان آید　　　گر زہر شود ملک ترا نہ گزاید

بادشاہ نے اس رباعی کو سنا۔ لیکن مطلق کوئی اثر نہیں لیا۔ جو مصاحب و ندیم اس وقت اس کے پاس موجود تھے وہ اس عدم حسن سے سخت متاثر ہوئے حالانکہ رباعی اپنے کیفیات کے اعتبار سے اتنی موثر ہے کہ مسعود سعد سلمان کا علو مرتبہ ان کی فضیلت و قابلیت کے لحاظ سے جس شخص کے ذہن میں ہے وہ اب بھی لرزہ براندام ہوسکتا ہے۔ اور آخر کو ابوالقاسم جو سلطان ابراہیم کے ارکان دولت میں سے تھے۔ بغیر کچھ اثر لئے ہوئے نہیں رہے اور سلطان سے سفارش کرکے ان کو رہا کرا دیا۔ اس عرصہ میں سلطان ابراہیم کا انتقال

ہوگیا اور سلطان مسعود تخت نشین ہوا۔ تو اس نے اپنے لڑکے امیر عضد الدولہ شیر زاد کو حکومت ہندوستان سپرد کی۔ اور ابو نصر ہبۃ اللہ فارسی الاصل کو ان کا پیشکار بنایا۔ چونکہ ابو نصر اور مسعود سعد سلمان میں بہت ربط و ضبط تھا اس لئے ابو نصر نے ان کو جالندر کا والی بنا دیا۔ جو مضافات لاہور میں تھا اس افاضت کا ذکر بھی مسعود سعد سلمان نے کیا ہے۔

پس شگفتی نباشد ار باشد　　　　ما دحت قہرمان جالندر

تھوڑے دن ہی گذرے تھے کہ ابو نصر خود معتوب ہوگئے اور سلطان مسعود نے پھر ان کو قید خانہ بھیجتے ہوئے مسعود سعد سلمان کو بھی گرفتار کرلیا اور دوبارہ آٹھ نو برس تک قید خانہ مرنج میں رہے۔ ۵۰۰ھ کے قریب طاہر بن علی کی سفارش سے رہا کئے گئے۔ اب یہ زمانہ ان کی ضعیفی کا تھا۔ اس لیے بقیہ عمر گوشہ گزینی میں بسر کی۔ ان کی مقبول و مطبوع شاعری کو عراق عجم، طبرستان اور دارالمرزمین بہت خاص قدر و وقعت حاصل ہوئی۔ عربی میں شاعری کرتے تھے اور آخر میں شیوۂ مداحی سے نفرت بھی ہوگئی تھی اور انکی اس زمانہ کی شاعری تمام تر توحید و معارف میں ہے۔ ان کے معتقدین میں بھی اکابر و افاضل شامل تھے۔ فلکی شروانی اپنی منقبت کرتے ہوئے مسعود سعد سلمان کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

گر این طرز سخن در شاعری مسعود را بودی　　　　بجان صد آفرین کردی او ان سعد سلمانش

عثمان مختاری غزنوی نے بھی لکھا ہے۔

شریف خاطر مسعود سعد سلمان را　　　　مسخر است سخن چون پری سلیمان را

ز نادی ادب و عقل او بدار سلام　　　　ہمہ سلامت و سعد است سعد سلمان را

اگر دلیل بزرگی است فضل پس یعجب　　　　کہ او دلیل بزرگی ست فضل یزدان را

ایک اور قصیدہ ان ہی کا ہے۔

در مجلس بزرگان خالی مباد ہرگز　　　　پیرایۂ بزرگی مسعود سعد سلمان

آن شاعر سخنور۔ کز نظم او نکوتر　　　　کس درجہان کلامے نشنید بعد قرآن

مسعود سعد سلمان کا دیوان سب سے پہلے سنائی غزنوی نے مرتب کیا تھا۔ سنائی غزنوی خود بڑے پائے کے شاعر اور بہت زبردست عارف کامل تھے لیکن مسعود سعد سلمان کے دیوان کی ترتیب میں ایک بڑی غلطی ان سے یہ ہوئی کہ اور دوسرے شعراء کے اشعار بھی دیوان میں جمع کر دئے۔ اور اس

اور کسی تذکرہ نویس نے ان کے اس فضل و کمال کے باوجود جس کا اعتراف ہر تذکرہ نویس کو ہے۔ کوئی کاوش و جستجو نہین کی۔

مسعود سعد سلمان کا ایک قطعہ جو غالباً ان کے اواخر عمر کا ہے اور اس زمانہ کا جب وہ تقریباً ترک دنیا کر چکے تھے۔ تذکرہ دولت شاہ مین لکھا گیا ہے اور صرف اس قطعہ سے اُن کے علم و کمال پر کافی روشنی نہین پڑ سکتی۔ تاہم نمونتاً پیش ہے۔

چون بدیدم بدیدۂ تحقیق　　　کہ جہان منزل فناست کنون
زاد مردان نیک محضر را　　　روئے در برقع خفاست کنون
آسمان چون حریف نامنصف　　　بر رہ عشوہ و دغاست کنون
طبع بیمار من ز لبستر آز　　　شکر یزدان درست و خاست کنون
وز عقاقیر حنا نہ توبہ　　　نوش داروی صدق خواست کنون
وین زبان جہان خدیو سرائے　　　مادح حضرت خداست کنون
لحن نو نوائے خوش زخمہ　　　بلبل باغ مصطفاست کنون
عزت جامہ و قصب برمن　　　چون فزون شد خرو بکاست کنون
سترآسودہ و تن آزادم　　　پنج گز پشم و پنبہ راست کنون
مدتے خدمت شما کردم　　　نوبت خدمت خداست کنون

امیر شمس المعالی منوچہر بن قابوس نے بھی ان کے فضل و کمال کی وجہ سے ان کی بہت عزت کی تھی کیونکہ وہ خود بھی زبردست عالم و عادل تھا۔ اور حکماء و علماء کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ خود شاعر بھی تھا اور عربی و فارسی دونون زبان مین شاعری کرتا تھا۔ لیکن چونکہ فخرالدولہ دیلمی کو اس سے خصومت ہوگئی۔ اس لئے جرجان سے اخراج کر دیا گیا تھا۔

مسعود بن سعد بن سلمان نے ۵۱۵ھ مین وفات پائی ان کی عمر تقریباً ۷۵ - ۷۰ سال کی تھی۔

نیاز فتحپوری

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دھلوی

مولانا کے علم وفضل کا حال تو غالبا ہر شخص کو معلوم ہے وہ ایک نہایت ہی مشہور عالم و محدث ہین مگر انکے مذاق شاعری سے اکثر اشخاص نا واقف ہین اسلیئے کہ وہ صاحب دیوان نہین اور نہ اُن کا کلام اخبار و رسایل مین دیکھنے مین آیا۔ لیکن مولانا علمی فضل و کمال کیساتھ شاعرانہ مذاق بھی اعلیٰ درجہ کا لطیف و ناصحانہ رکھتے ہین کلام درد اور متصوفانہ جذبات سے مملو ہے مجھے ان کے کچھ متفرق اشعار فارسی ایک کتاب مین نظر آئے لہذا تحفہ فہم حضرات کی دعوت طبیعت کیلیئے ان کو لکھتا ہون۔ اصل یہ ہے کہ علمی تبحر کے ساتھ فطری سوز و گداز بھی ہو تو کلام مین عجیب دلاویزی پیدا ہو جاتی ہے۔ شعر گوئی کے لیئے علم حسن واخلاق اور تزکیہ نفس کی ضرورت ہے اور ایسے ہی شعر سے سامعین کا قلب متاثر ہو سکتا ہے۔

دلے دارم ز خود خالی حبابش مے توان گفتن ۔۔۔ درو کیفیت موج شرابش مے توان گفتن

وجود بے نمود معنے ما دید نے دارد ۔۔۔ درین نیرنگہا بوے گلابش مے توان گفتن

فرو پاشید از ہم کثرت موہوم چون شبنم ۔۔۔ ز فیض معنی ما آفتابش مے توان گفتن

سویدائے دل ما یابی اندر پیچ تاب او ۔۔۔ نقوش عالم ام الکتابش مے توان گفتن

اول شعر۔ دلے دارم الخ۔ کہتے ہین میرا دل مثل حباب کے خودی سے خالی ہے۔ حباب کیا چیز ہے؟ ایک قطرہ آب ہے۔ جو ہوا بند ہو جانیسے متشکل ہو گیا ہے اور یہ فیضان دریا ہے۔ اور وہ دل جو خودی سے خالی ہے اسمین موج شراب توحید اُٹھ رہی ہے۔ دوسرا شعر بھی شعر اول کے مضمون سے ملتا ہوا ہے مگر اسلوب بیان اور ہے۔ فرماتے ہین ہماری بے نمود ہستی دیکھنے کے قابل ہے اور اُس کی نیرنگیان بوئے گلاب سے مشابہ ہین۔ تیسرے شعر مین اشارہ ہے طرف فنائے انا کے۔

وله

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را ۔۔۔ خروشے در دل غنچہا ئے کردم چہ میکردم

اس شعر کو عشق مجاز و حقیقت دونون طرف لیجا سکتے ہین مگر مصنف کا اشارہ حقیقت کی طرف ہے

اسی زمین مین یہ دو شعر بہت معنی خیز ہین۔

ولے پر درد و جان افگار و یار تندخو دارم جہان را پر ز یاریہا ئے کردم چہ میکردم

غم تحصیل و بار شغل و درد عزل مے بینم جنون ترک منصبہا ئے کردم چہ مے کردم

پہلے شعر مین اشارہ اس گرفتاری کی طرف ہے جو صوفی کو وقایق غیب الغیب سے متحیر کرتی اور قلق مین ڈالتی ہے۔ دوسرے شعر مین تغیر مناصب وجاہ دنیا کی طرف اشارہ ہے۔

گسے بلبل ہمی سازد گسے باگل ہمے بازد اگر من یاد آن لبہا ئی کردم چہ میکردم

کہتے ہین کہ اہل مجاز بلبل و گل سے دلاویزی رکھتے ہین مگر مین لب یار کی یاد مین مست ہون۔

ولہ

حجاب وصل مطلوب است دل بستن ز مطلبہا اگر من ترک مطلبہا نمی کردم چہ مے کردم

ولہ

من ندانم بادہ ام یا بادہ یا پیمانہ ام عاشق شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام

غافل از خود ماند از صورت چو پر شد آئینہ تا ترا بشناختم جانانہ خود بیگانہ ام

مبتلائے حیرتم جان گوئمت یا جان جان اصطلاح شوق بسیار است و من دیوانہ ام

با جمال ذاتیش حسن دگر در کار شد چشم اورا سرمہ ام یا زلف اورا شانہ ام

مطلع مین اپنی ہستی پر حیرت و استعجاب ظاہر کیا ہے اور یہ حیرت مقامات خفیہ سے ہے سالک اس مقام مین کوئی تفرقہ وجودات خاصہ مین نہین کرتا۔ یعنی گو انسانی ہستی کی مختلف صورتین ہون مگر وہ سب مظہر شان خدا ہین۔ اسکے بعد کے دو شعر بھی اسی مضمون کے قریب قریب ہین۔ آخری شعر عاشقانہ ہے یعنی گو اُس کا ذاتی جمال بے مثل ہے مگر مین حسن ازل کی آنکھ کا سرمہ اور زلف کا شانہ ہو گیا ہون۔

(ولہ)

دوائے درد من برجمع اشد او توئے نازم نمک را بر دل مجروح من لبستی و مرہم ہم

کہ اسے طرز نیرنگی درین کاشانہ سر دادی کہ عالم پاسے کوب از دست عشقت گشتہ و ہم ہم

پہلے شعر میں کہتے ہیں کہ میرے درد کی دوا جمع اضداد سے کی ہے میرے دل کو زخمی کرکے پہلے اُس پر نمک باندھا یعنی درد کو بڑھایا (آزمایش سخت دا تبلا) اور پھر اُسپر مرہم لگایا ... گیا۔ دوسرے شعر میں شورش عشق کی طرف اشارہ ہے کہ تمام عالم پاکوب (بیقرار) ہے۔

و لہ

اندرونم بے جہانش تار شد .:. کے شود یارب بوصلش ستیز .:.

رباعیات

علی کہ نماخود زمشکوۃ نبی است .:. واللہ کہ سیرابی ازان تشنہ لبی است

جائے کہ بود جلوہ سہی حاکم وقت .:. تابع شدن حکم خرد بولہبی است

ایضاً

درمذہب ماہست زاسباب غرور .:. ذکر یکہ بود غافل از انوار حضور .:.

درحاشیہ نفی شو از خلق نفور .:. درجانب اثبات برو سوے غفور

ایضاً

مستی دو دل شرط طریق افتاد است بے مست شدن کار کسے نکشاد است

در ذکر خفی جہر تخیل کردن .:. شرط است ز اُستاد طریقم یاد است

اس رباعی کے پہلے شعر میں مستی سے مراد ذوق عبادت و عرفان ہے دوسرے شعر میں ذکر جہر (باواز بلند یاد خدا کردن حسب معمول عرفا) لازمی ہے بغیر اسکے کشود کار نہیں ہوتا۔

ایضاً

خواہی کہ مئے صرف محبت نوشی باید کہ بہ تقلیل علایق کوشی

دل راز خیالات جہان صرف کنی چشم از صور جملۂ عالم پوشی

اس رباعی کا مفہوم ترک ماسوی اللہ ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

ایضاً

تحصیل عدم اگر تمنائی کردن باید نظر اہل فنا را جستن .:.

آئین بدار عشاق را دیدۂ بہ ازین درحکمت اہل دل خواہی دیدن

فرماتے ہین کہ اگر تم فنافی اللہ ہونے کی استعداد نہین رکھتے ہو تو اہل فنا درویشان کامل کی نظر توجہ سے فیض حاصل کرو بغیر اسکے فائز المرام نہ ہوگے۔

ایضاً

آن ذات کہ از قید جہت بیرون است ۔ از حیلۂ اسما و صنف بیرون است

ہر مرتبہ زان ذات نشان دارد ۔ ہر چند ز تعیین جہت بیرون است

فرماتے ہین کہ ذات واجب الوجود جہت سمت و صنف سے مبرا ہے زمین و آسمان حیطۂ مین نہین لیسکتے مگر اسکے واجب الوجود ہونے کی بے شمار نشانیان ہین۔ تمام مذاہب صادقہ کا یہی اعتقاد ہے اور یہی اصل ایمان ہے۔

از ۔ ا ۔ ز

ہندوستان کے تعلیمی اخراجات:۔ ہندوستان بحیثیت مجموعی ایک غیر تعلیم یافتہ ملک ہے اس کے تعلیمی اخراجات دنیا کے دیگر تمام مہذب ممالک کے تعلیمی اخراجات سے کئی درجے کم ہین ۔ ذیل مین ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے جس سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مختلف ممالک کے فی کس تعلیمی اخراجات کیا ہین۔

نام ملک	تعلیمی خرچ فی کس	نام ملک	تعلیمی خرچ فی کس
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۱۶ شلنگ	سوئزرلینڈ	۱۳ شلنگ ۸ پنیں
آسٹریلیا	۱۱ شلنگ ۳ پنیس	انگلستان ویلز	۱۰ شلنگ
کینڈا	۹ شلنگ ۹ پنیس	اسکاٹ لینڈ	۹ شلنگ ½۷ پنیں
جرمنی	۶ شلنگ ۱۰ پنیس	آئرلینڈ	۶ شلنگ ½۴ پنیں
سویڈن	۵ شلنگ ۷ پنیں	بلجیم	۵ شلنگ ۴ پنیس
ناروے	۵ شلنگ ایک پنیس	فرانس	۴ شلنگ ۱۰ پنیں
آسٹریا	۳ شلنگ ½ پنیں	اسپین	ایک شلنگ ۱۰ پنیں
اٹلی	ایک شلنگ ½ پنیں	جاپان	ایک شلنگ ۲ پنیں
[illegible]	½۴ پنیس	ہندوستان	ایک پنیس

فرانسیسی مؤرخ گیزو

(از مسٹر رام سروپ کوشل - بی - اے - ایم - آر - اے - ایس)

اٹھارھوین صدی کے آخری حصہ مین فرانس کی تاریخی حالت نہایت افسوسناک تھی ۱۷۷۴ء
مین لوئی شانزدہم LOUIS XVI فرانس کے تخت پر بیٹھا - اس کی بے انصافی - بدنیتی اور
طمع کی وجہ سے رعایا کو سخت تکلیف ہوئی اور نقصان عظیم اٹھانا پڑا - نتیجہ یہ ہوا کہ غریب کاشتکار اور
متوسط درجہ کے لوگ بے انصاف ظالم اور مغرور حکمران کو سبق سکھانے کی غرض سے بغاوت پر آمادہ ہوگئے
حالات دیکھکر لوئی بہت گھبرایا اور طرح طرح کی ترغیبین دیکر رعایا کو خوش کرنے کی کوشش کرنے لگا
لیکن رعایا اس کے وعدہ ہاے وعید سے خوب واقف تھی اسلیے بجاے امن و امان کے بدظنی اور
بےچینی پھیلتی گئی - حکام رعایا کے رہنماؤن اُن کے رفیقون نیز دیگر مشتبہ اشخاص کو پکڑ پکڑ سزائین
دینے لگے - اسی گروہ مین ایک مشہور محب وطن بھی پکڑ اگیا اور اُسکے لیے پھانسی کی سزا کا
حکم سنایا گیا - یہ سُنکر فرانس کے تمام بڑے بڑے خاندانون مین ایک تہلکہ سا مچگیا - اس کی بیوی
بھی بڑی محب وطن تھی - اس لیے وہ بھی بار بار یہی دعا مانگتی تھی کہ "اے کل جہان کے مالک"
ہمین صبر جمیل عطا کر تاکہ ہم ایک بڑی مصیبت برداشت کرنے کے قابل ہوسکین" - اُس نے کبھی
یہ خواہش نہین کی کہ اسکا خاوند اپنے ملک کے لیے اپنی جان قربان کرنے سے باز رہے بلکہ اُسکی
دعا یہی تھی کہ اس کے دل پر تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کی طاقت آجائے -
یہی قابل تعظیم عورت مشہور مورخ گیزو کی ماں تھی -

فرانس مین انقلاب عظیم سے پہلے مذہبی اختلاف اور جھگڑون
کی وجہ سے ملک کا بہت نقصان ہوتا رہتا - پروٹسٹنٹ لوگ کیتھولک مذہب کے پیرون کو
ہر قسم کی تکلیف دینے مین کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے تھے - گیزو کے والدین پروٹسٹنٹ تھے -
ان کی شادی پوشیدہ طریقہ سے ہوئی تھی - ماور اسلیے بے قاعدہ سمجھی گئی تھی - اس لیے گیزو کی

غریب ماں پر دو مصیبتیں نازل ہوئیں ایک تو اسکے خاوند کی موت اور دوسرے اُس کے خلاف قانون شادی۔

خاوند کی وفات کے بعد گیزو کی والدہ جنیوا کو چلی گئی۔ چونکہ وہ تعلیم یافتہ عورت تھی اس لیے اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھتی تھی۔ صنعت و حرفت اور دستکاری کو تعلیم کا ایک خاص اور ضروری جزو سمجھکر اسنے گیزو کو بڑھئی کا کام سکھانا شروع کیا۔ گیزو بہت جلد اس کام مین ماہر ہوگیا۔ اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی ایک میزاب تک فرانس مین موجود ہے

اوائل عمر ہی سے گیزو کو تحصیل علم کا حد سے زیادہ شوق پیدا ہوگیا تھا۔ چار ہی سال کی متواتر محنت کے بعد اس نے اتنی لیاقت اور قابلیت پیدا کرلی کہ ڈیموستھنیز۔ سیسرو۔ شکسپیر۔ شلر۔ گیٹے۔ ٹیسیٹس اور گور وغیرہ مشہور اور مستند مصنفین کی تصانیف کو اُن کی اصلی زبانون مین پڑھ سکتا تھا۔ گیزو کی طبیعت کا رجحان تاریخ کے مطالعہ کی طرف زیادہ تھا۔ تیز طبع ہونے کی وجہ سے اٹھارہ سال کی عمر مین ہی اُس نے مضامین لکھنے شروع کردیے جن کی علمی اور ادبی رسالون نے کافی قدر کی۔

گیزو کی شادی کی کہانی نہایت عجیب ہے۔ "پولن میولسن" نام کی ایک لڑکی جسکے والدین انقلاب فرانس کیوجہ سے مفلس ہوگئے تھے اپنی بسر اوقات کرنے کیلیے مضامین لکھا کرتی تھی تھوڑے دنون بعد "پولسن" نے ایک اخبار نکالنا شروع کیا۔ جسکو گیزو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ایک مرتبہ پولسن بیمار ہوگئی۔ اور اس کی حالت دن بدن بگڑنے لگی اپنے اخبار مین رکاوٹ دیکھکر گیزو نے پوشیدہ طور سے مضامین اور نوٹ لکھکر اس عورت کی مدد کرنا شروع کردیا۔ مضامین اور نوٹون مین جن خیالات کا اظہار گیزو کرتا وہ رنگ ڈھنگ مین پولسن کے خیالات سے ملتے جلتے تھے اسلیے وہ بڑی خوش ہوئی اور اپنے مہربان مضمون نویس کا پتہ لگانے لگی چونکہ کسی مضمون مین بھی گیزو اپنا نام اور پتہ درج نہ کرتا تھا۔ اس لیے پولسن نے اخبار کے ذریعہ درخواست کرکے اسکا پتہ اور حال جاننے کی خواہش کی۔ گیزو بدستور مدد کرتا رہا لیکن اپنا نام بتلانے پر رضامند نہوا۔ اُدھر پولسن بھی اپنی کوشش مین مصروف رہی اور آخرکار اپنے ارادہ مین کامیاب ہوئی۔ اس کے بعد دونون نے مل کر علم و ادب کے میدان مین

کام کرنا شروع کردیا۔ اس ملاپ نے فرانس کے علم و ادب میں ایک نئی روح پھونک دی۔ کچھ عرصہ کے بعد دونون کی شادی ہو گئی۔

گیزو کو علم و ادب سے بہت محبت تھی۔ اسکی لیاقت اور قابلیت سے متاثر ہو کر یونیورسٹیوں کے پریسیڈنٹ فونٹانے نے اسکو بوربون یونیورسٹی مین تاریخ کا پروفیسر مقرر کیا۔ گیزو کی تحریرون اور تقریرون کی دن بدن ملک مین زیادہ قدر ہونے لگی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اسکو سلطنت فرانس کے مختلف عہدِ وزیر کام کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ جسکو اُس نے نہایت خوبی سے انجام دیا۔

مختلف کامون مین مشغول رہتے ہوئے بھی گیزو کا سلسلۂ تصانیف ہمیشہ جاری رہا۔ متعدد تصانیف مین ہسٹری آف ریفارمیشن ان یورپ بہترین خیال کیجاتی ہے۔ یہ کتاب نہایت ہی عالمانہ طرز سے لکھی گئی ہے۔ اور اس کی اتنی قدر ہوئی ہے کہ یورپ کی تقریباً تمام زبانون مین اس کے ترجمے ہو چکے ہین۔ اور اب ہندوستانی زبانون مین بھی اسکا ترجمہ کیا جارہا ہے۔

گیزو کی زندگی سے بغیر ضرورت ان تھک کوئی کوشش کرتے رہنے کا سبق ملتا ہے۔ علم و ادب کے سچے خادم کو ان کی زندگی سے ایک یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اُسے نام کیلیے جان دینے کی ضرورت نہین۔ جو لوگ بغیر محنت کیے دُنیا مین شہرت اور عزت حاصل کرنے کے خواہشمند ہین۔ انکو گیزو کی سوانحعمری یہ بتلائے گی کہ ان کے حصول کے لیے کس قدر ریاضت اور ایثار کی ضرورت ہے۔

(رام سروپ کوشل)

بعض آدمی ہمیشہ شاکی رہتے ہین۔ اگر وہ باغ عدن مین پیدا ہوئے تھے تو بھی ان کا شکوہ نہ جاتا۔ بعض ایسے ہین کہ انھین ہر جگہ مسرت حاصل ہوتی ہے خوش طبعی سے اخلاق کو تقویت حاصل ہوتی ہے جسطرح سورج کی روشنی سے پھول نکل آتے اور پھل پکتے ہین اسیطرح خوش مزاجی سے جسمین زندگی اور آزادی کا راز مضمر ہے ہمارے اطوار حسنہ کی تکمیل ہوتی ہے اور ہمارے تمام محاسن ظہور پذیر ہوسکتے ہین۔

پرنس آف ویلز

چند خصوصیات

(۱) طرز معاشرت

ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز نہایت سادہ اور با مشقت زندگی بسر کرتے ہین۔ آپ بستر خواب سے علی الصباح اٹھ بیٹھتے ہین اور ناشتہ تناول فرمانیسے پیشتر کافی ورزش کرتے ہین اسکے بعد اپنے سکرٹریون سے گفتگو کرتے ہین جنکے سپرد یہ خدمت ہے کہ آپ کے ہیشمار نجی اور کاروباری خطوط کے جواب لکھین اُنکے مختلف اصولون مین سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ ہر ایک خط کا جواب دیدیا جاتا ہے۔ اُنکے رہنے کے کمرے نہایت سادہ اور صرف دو ہین جنمین سے ایک ملاقات کا اور دوسرا نشست کا ہے نشست کے کمرے مین ایک چھوٹی میز رکھی ہوئی ہے جو ہمیشہ کاغذون سے پُر رہتی ہے۔ ہز رائل ہائنس مین برداشت کی قوت غیر معمولی ہے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ دور تک پیادہ پا چل سکتے اور سواری کرسکتے ہین۔ آپ ہر وقت جسمانی تربیت مین محو رہتے ہین۔

(۲) سیاحت

ہندوستان کی سیاحت کرنیسے پیشتر ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز مختلف ممالک کی سیاحت کرچکے ہین ۱۹۱۹ء مین آپنے چار ماہ تک کنیڈا کا دورہ کیا جہان ہر طبقہ کے لوگون نے عموماً اور سپاہیون نے خصوصاً آپکا نہایت پرجوش اور شاندار خیر مقدم کیا۔ سپاہیون کی طرف سے [illegible]ت کا اظہار ہونیکی وجہ یہ تھی کہ آپ دوران جنگ مین اُنکے دوش بدوش مختلف قسم کی فوجی [illegible]ت سرانجام دے چکے تھے اور اس بنا پر انکو آپ سے ایک نسبت خاص ہوگئی تھی۔ کنیڈا کا دورہ [illegible] کے بعد آپ امریکہ تشریف لیگئے۔ امریکہ مین آپکو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور امریکہ کے [illegible] شہنشاہیت کے [illegible] مخالف ہین بہت جلد آپکے پرستار

بن گئے - امریکہ کے جس جس شہر مین آپکے جانے کا اتفاق ہوا آپکا خیر مقدم اسی شان کے ساتھ
کیا گیا جیسا اس سے پیشتر کینیڈا مین ہوچکا تھا - دسمبر ۱۹۱۹ء مین آپ امریکہ کے دورہ سے انگلستان
واپس آئے اور گلڈ ہال مین ایک نہایت پرمغز تقریر فرمائی جسکے دوران مین مختلف امور کے علاوہ
آپنے یہ بھی فرمایا کہ اس ملک کے باشندون پر واضح ہو کہ نوآبادیون کی قومون کی حب الوطنی قومی
حب الوطنی ہے - انکی حب الوطنی کو محض برطانیہ کے ساتھ وفاداری سے منسوب نہین کرنا چاہئے
وہ برطانوی انسٹی ٹیوشنون - برطانوی طرز معاشرت حکومت اور سب سے زیادہ برطانوی سلطنت
کے وفادار ہین جسکا برطانیہ عظمیٰ ایک حصہ ہے - ہماری سلطنت مین آزاد قومین شامل ہین جو
ایک ہی قسم کے قانون کے تابع اور ایک ہی قسم کے مقاصد کے حامی ہین - اس لحاظ سے سلطنت
برطانیہ کی اہمیت لفظ "سلطنت" کے پرانے اصطلاحی معنون کی نسبت بہت زیادہ ہے -
اب کینیڈا - آسٹریلیا - نیوزیلینڈ - جنوبی افریقہ اور ہندوستان کا قومی مین شمار ہوتا ہے کیونکہ
انھون نے عہدنامہ صلح پر دستخط کیے ہین ان قومون مین ہندوستان کا رتبہ ممتاز ہے - نوآبادیون
کی طرح اسنے جنگ مین بہادرانہ حصہ لیا اور ہم اسکے سپاہیون - گورنمنٹ اور رعایا کے ممنون
ہین انھون نے مشترکہ مقاصد کے حصول کیلیے تکلیفات برداشت کین مجھے امید ہے کہ مین عنقریب
اس حیرت خیز ملک (ہندوستان) کا دورہ کرونگا - اسکے بعد آپ جہاز "رینا ون" مین سوار ہوکر
نیوزیلینڈ کے سفر کے لیے روانہ ہوے اور نہر پنامہ سے گذر کر ہونولولو پہونچے - وہان سے چلکر آپنے
خط استوا کو عبور کیا اور جہاز رانون کی پرمذاق رسمون مین حصہ لیا - نیوزیلینڈ مین ہر طبقہ نے
آپکا شاندار خیر مقدم کیا اور لوگ آپ کے حسن اخلاق کے گرویدہ ہوگئے - نیوزیلینڈ سے آپ اسٹریلیا
کو آسٹریلیا کے لیے روانہ ہوئے جہان آپ کو سب مقامات سے زیادہ ہردلعزیزی حاصل ہوئی -
۱۹ - اگست ۱۹۲۰ء کو انگلستان واپس آگئے اور انگلستان پہونچکر اپنی جاگیر کے انتظام اور
پبلک لائف مین مصروف ہوگئے - اب آپ ہندوستان تشریف لائے ہین - آپکا جہاز رینا ون
۱۷ نومبر کو ساحل ہند پر لنگر انداز ہوگیا -

(۳) جنگی خدمات

ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز یورپ کی جنگ عظیم کا آغاز ہونے سے پیشتر بحری کالج مین

تعلیم پا چکے تھے۔ جنگ شروع ہونیکے پورے تین دن بعد گرینیڈیر گارڈز مین سیکنڈ لفٹنٹ
کے عہدہ پر مقرر کیے گئے۔ آپ نے میدان جنگ مین لڑنے والی فوج کی صف اول مین شامل
ہونیکی خواہش کی مگر لارڈ کچنر نے آپ کو روک دیا۔ آپ فوج مین اپنے فرائض منصبی کو نہایت
خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ جسکا تجربہ کار اعلیٰ افسرون نے کئی بار اعتراف کیا۔
۱۹۱۴ء مین آپ لارڈ فرنچ کے "اے ڈی کانگ" بنکر انکے عملہ کے ساتھ فرانس گئے۔ جہان آپکو خندقون مین
رہنے اور عام سپاہیون کے ساتھ سخت ترین جانی خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ۱۹۱۵ء کے آغاز مین
آپ کو ایک نہایت ہولناک حادثہ پیش آیا یعنی آپ کی موٹر پر جسمین سوار ہو کر آپ میدان جنگ
مین جا رہے تھے بم گرا جس سے آپکا شوفر ہلاک ہو گیا۔ آپ نے ۱۹۱۶ء تک انگلینڈ اور فرانس
مین مختلف فوجی خدمات سرانجام دین جنکے سلسلہ مین آپ کو بیشمار سختیان اٹھانی پڑین۔ اس
زمانہ مین آپ کی شکل مین اسقدر تبدیلی ہو گئی تھی کہ کوئی شخص آپ کو شناخت نہین کر سکتا تھا
مارچ ۱۹۱۶ء مین آپ نے مصر اور خرطوم مین جا کر زخمی سپاہیون کا معائنہ کیا۔ مئی ۱۹۱۷ء مین
آپ اٹلی کے میدان کارزار مین گئے اور ہوائی جہازون کی جنگ مین نمایان حصہ لیا۔ جنگ کے
خاتمہ پر آپکے عہدہ مین ترقی کی گئی اور آپ کپتان بنا دیے گئے۔

جے۔ آر۔ راے

ڈیڑھ سو برس کا اخبار

انگلستان کے مشہور و معروف اخبار "مارننگ پوسٹ" کی عمر اس مہینے کی ابتدا مین۔
پورے ڈیڑھ سو برس کی ہو گئی۔ اس اخبار کا پہلا پرچہ ۲۔ نومبر ۱۷۷۲ء کو شہنشاہ جارج سوم
اور لارڈ نارتھ وزیر اعظم کے زمانہ مین نکلا تھا۔ اس ڈیڑھ سو برس کے اندر یکے بعد دیگرے سات
سترہ ایڈیٹر ہو چکے ہین۔ ہندوستان مین اتنی عمر کا کوئی انڈین اخبار نہین۔ فقط ایک
انگلشمین کلکتہ ہے جسکی صد سالہ سالگرہ اسی سال ہوئی ہے۔ دیسی زبان کے اخبار
کی عمرون کا لحاظ کرین مین غالباً اودھ اخبار لکھنؤ، اخبار عام لاہور کی عمر سے کسی کی عمر
زیادہ نہ ہوگی۔

شہزادہ ولیعہد بہادر

نوشتہ خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد۔ او، بی، ای، آئی، ایس، او، ایف

اے، جوڈیشل منسٹر دھولپور

حضور شہزادہ ایڈورڈ پرنس آف ویلز اعلیحضرت شہنشاہ جارج پنجم قیصر ہند کے فرزند اکبر اور وارث تاج و تخت ہین اور آجکل ملک ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرما رہے ہین۔ ۱۷ نومبر ۱۹۲۱ء کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آپ بمبئی مین رونق افروز ہوے۔ اور مارچ کے مہینہ مین کل ہندوستان کی سیر و سیاحت ختم فرما کر انگلینڈ واپس تشریف لیجائینگے۔

اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب ۱۸۷۶ء مین شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم بہ حیثیت پرنس آف [illegible] ملکہ آنجہانی کے وقت مین سیر ہندوستان کو تشریف لائے تھے اور کل ملک مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک غلغلۂ شادمانی برپا تھا اور جہان جہان شہزادہ کا ورود ہوتا تھا کل دنیا دیکھنے کو اُمڈی چلی آتی تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کو تاج ہندوستان اپنے سر پر رکھے ہوے بہت زمانہ نہ ہوا تھا لیکن ہمدردانہ پاروالی مہارانی کے ساتھ اہل ہندوستان کو جو محبت تھی اُسکے اثر سے ہر شخص دل و جان سے شاہی خاندان کے ہر ایک ممبر کے دیکھنے کو ذریعۂ افتخار سمجھتا تھا۔

جب شہنشاہ جارج بحیثیت پرنس آف ویلز و نیز ۱۹۱۱ء مین تاجپوشی کے واسطے ہندوستان تشریف لائے کل ملک مین وفاداری اور محبت کی موج دوڑ گئی۔ یا ایک زمانہ اب ہے کہ۔

یار اغیار ہوگئے اللہ ہو   کیا زمانے کا انقلاب ہوا

جس طرف دیکھئے سرد مہری کے آثار نمایان ہین تعلیم یافتہ گروہ مین بکثرت ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو دل سے یا دکھانے کو شہزادہ کی آمد کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہین دیکھتے وہ جو دھوم دھام یا شان و شوکت شہزادہ کے استقبال و دعوت و تواضع مین ہونیوالا [illegible]

اسکو دیکھنا چاہتے ہین اور بزبان حال یہ شعر پڑھتے ہین۔

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

دُنیا ایسی ہنگامہ پسند ہو گئی ہے اور جنگ عظیم کے تلخ تجربون نے شیشہ ہائے دل کو ایسا چور چور کر دیا ہے کہ صلح آمیز بات کسی کو بھلی نہین معلوم ہوتی اور اسلیے یہ کسی کی مجال نہین کہ وہ اپنے خیال مین بھی سوال کرے۔ کہ بیچارے شہزادے نے کیا قصور کیا ہے جو اُس سے اسقدر خفگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان مین ایسے آدمیون کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جو ٹھنڈے دل سے اب سمجھنے لگے ہین کہ جو لطف امن و سکون مین ہے وہ شور و شر مین نہین ہے۔ اور نظر انصاف سے جب زمانۂ ماضیہ کی حالت کو ہندوستان کی موجودہ حالت سے مقابلہ کرتے ہین اسوقت انکو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انگلستان نے ہندوستان کی ترقی اور تہذیب مین پچھلے سو برس مین جو کچھ کیا وہ بہت قدر و منزلت کے قابل ہے اور ہر منصف مزاج آدمی کے منھ سے یہ بے اختیار نکل جاتا ہے کہ باوجود تیری بہت سی خطاؤن کے اے انگلستان ہم اب بھی تجھکو عزیز رکھتے ہین۔ اس گروہ کے لوگ خواہ انکو ماڈریٹ کہیے یا قدامت پسند ہندوستان اور انگلستان کے تعلق کو ناقابل انقطاع سمجھتے ہین۔ اور اسلیے انکو وارث تخت انگلستان کے ساتھ دلی محبت اور قدرتی وفاداری ہے۔ اور شہزادہ بہادر کی تشریف آوری ہندوستان کو نعمت غیر مترقبہ خیال کرتے ہین اور دل و جان سے شہزادہ کی خاطر و تواضع کیواسطے تیار ہین۔ بقول غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم انکو کبھی ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہین

شہزادہ بہادر گو ابھی صرف ستائیس برس کے ہین لیکن مثل اپنے پدر بزرگوار اور جد امجد کے قریب قریب کل دُنیا کی سیر کر چکے ہین اور آیندہ شہنشاہ سلطنت برطانیہ کو جس قسم کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے وہ سب حاصل کر چکے ہین شروع عمر مین آپ کی تعلیم و تربیت ملکہ میری [illegible] شہزادہ ولیمت اور پھر بحری [illegible] مشہور زمانہ ہے اپنی آنکھون کے سامنے کی

آپکے بعد آپ اوسبن کالج گئے پھر فوجی کالج مین آپ کی تربیت ہوئی - ابھی پورے طور پر بحری و بحری فوجی تربیت ختم نہ ہوئی تھی کہ جنگ عظیم چھڑ گئی اور آپ نے اپنے پدر نامور سے شرکت جنگ کی درخواست کی - یہ وہ زمانہ تھا کہ ہر گھر سے انگلستان مین فوج کی بھرتی شروع تھی شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ نے بادل ناخواستہ شاہزادہ کو میدان جنگ مین جانیکی اجازت دی اور یہ فرمایا کہ جب میری رعایا کے سارے نوعمر لڑکے فوج مین بھرتی ہو رہے ہین تو ایسی حالت مین شہزادہ کا بھی یہی فرض ہے کہ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرے اور آزادی اور سچائی قائم رکھنے کو دشمن کا مقابلہ کرے -

شہزادہ بہادر بڑی خوشی و خرمی سے اپنے والدین سے رخصت ہوکر فرانس گئے اور مثل ایک معمولی سپاہی کے خندقون مین رہے اسٹاف مین کام کیا اور قریب قریب ہر ایک رزمگاہ مین جاکر ہر قسم کے تجربات حاصل کیے مصر اور اٹلی مین بہت نمایان خدمات انجام دیے اور فرانس مین اپنے حسن خدمات کے سبب فرنچ گورنمنٹ کی طرف سے اعلی اعزاز حاصل کیے -

زمانۂ جنگ مین آپ کی سادگی، مستعدی، بہادری، اور ہمدردی کی خاص تعریف تھی او اعلی جنرلون اور افسرون سے لیکر ادنی سپاہی تک آپ کے دوستانہ برتاؤ اور ملنساری کی وجہ سے آپ کے جان نثار اور مداح تھے جب آپ فرانس گئے تو جنرل افواج نے آپ کو محفوظ مقام پر رکھنا چاہا اور خاص انتظامات آپکے واسطے کیے مگر آپ نے بہت مضبوطی مگر شکر گذاری کے سا انکار کیا اور جسطرح دیگر افسران خطرناک مقامات پر گولہ کی زد مین رہتے تھے اور خندقون میں کام کرتے تھے آپ نے بھی تکلیفات و خطرات جنگ کو گوارا کیے - آپ کی وضعداری ا دوست نوازی و قدامت پسندی کا ایک ادنی نمونہ یہ ہے کہ جنگ کے زمانہ کے شناسا سپا جہان کہین مل جاتے ہین آپ بڑے تپاک سے ملتے ہین اور بڑی خوشی سے اُنکے حالات در کرتے ہین -

جنگ کے اختتام کے تھوڑے ہی عرصہ بعد شہنشاہ معظم نے آپ کو امریکہ اور سمندر پار کے مق کے دورہ کا حکم دیا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ آپ نے ممالک کینیڈا - اسٹریلیا - وغیرہ تمام مقامات کی سیر کی - جہان جہان گئے اپنے اخلاق اور ہمدردی سے سبکو

آپ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ایک ایک مقام پر پانچ پانچ ہزار آدمیون سے آپ نے ہاتھ ملایا اور اسقدر زحمت اٹھائی کہ دوسرے روز شانون مین درد کی تکلیف ہوگئی۔ تمام ملکون کے وزرا۔ افسران اور باشندگان سے ایسا برتاؤ کیا کہ کل رعایا آپ کی گرویدہ ہوگئی اور امریکہ مین آپ کے برتاو سے ہر شخص کے دل پر آپکی خوبیون کا سکہ جم گیا۔ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے آپ کی واپسی کے وقت جو دعوت دی اسمین خاص طور پر آپکی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور یہ کہا کہ سلطنت برطانیہ کو جو مضبوطی اور فوائد شہزادہ کے دورہ اور سفر سے پہونچے ہین وہ تاریخ مین سنہرے حرفون مین لکھنے کے قابل ہین - آپ دستوری سلطنت کے بڑے حامی ہین اور جہان جہان پارلیمنٹ اور کونسلین کھولین یا دیگر تقریبات ادا کین آپ نے یہی فرمایا کہ انگلستان کے زیر اثر جسقدر ملک ہین انکو آزادی اور انصاف مین انگلینڈ کی پوری تقلید کرنا چاہیے۔ آپکی دلی خواہش ہے کہ کل ممالک تاج برطانیہ سے مضبوط رشتۂ محبت رکھین اور انگلینڈ کی تہذیب اور ترقی کے اثر سے بہرہ اندوز ہون اور ہر طرح سرسبز و شاداب رہین۔

شہزادہ بہادر نے جزیرہ فجی مین ہندوستانیون کو دیکھکر خاص طور پر اظہار مسرت فرمایا تھا اور آپنے یہ کہا تھا کہ مین عنقریب ہندوستان جاکر تمہارے اہل ملک سے ملونگا۔ سال گذشتہ مین جب آپ علالت طبع کی وجہ سے ہندوستان نہ آسکے تو بہت مایوس تھے لیکن امسال جب آپکے دورہ کا پروگرام بنگیا اور آپکا تشریف لانا مصمم طور پر طے ہوگیا تو آپ کو بہت خوشی ہوئی - ولایت مین ہندوستانی راجگان و والیان ملک و دیگر معززین سے آپ خاص طور پر بےتکلفانہ ملتے تھے اور ہندوستان کی تاریخ و سوشل زندگی کے متعلق بڑی توجہ سے حالات دریافت فرماتے تھے۔

ہندوستان مین تشریف لاتے ہی آپنے اُن تمام خوبیون کا جو آپکی نسبت مشہور تھین پورا پورا ثبوت دیدیا۔ آپ خدا کے فضل سے بہت خوبصورت۔ ذہین۔ سلیم الطبع اور ہنس مکھ نوجوان ہین۔ قدرت نے اخلاق کریمانہ آپ مین کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہین۔ کبر و نخوت سے کوسون دور ہین۔ مین نے خود شہزادہ بہادر کو اچھی طرح دیکھا ہے اور مین بلا خوف و تردید کہہ سکتا ہون کہ آپ

[illegible] مین اپنی نظیر نہین رکھتے جس شخص کو ایک مرتبہ بھی آپ کے دیکھنے کی عزت
نصیب ہوئی [illegible] کو ہمیشہ ادب و محبت سے یاد کرتا رہے گا جن سے ملتے ہین بہت ہی انبساط
اور اخلاق سے ملتے ہین۔ آپنے تھوڑے ہی زمانہ مین ہندوستانی الفاظ بکثرت یاد کر لیے ہین
اور آپکی خواہش ہے کہ ہندوستانیون سے انھین کی زبان مین گفتگو کر سکین ۔ پونہ مین گھوڑدوڑ
دیکھنے تشریف لیگئے سرکاری انتظام کی رو سے ایک خاص جگہ آپکی نشست کی مقرر تھی مگر آپ
فوراً اپنی جگہ چھوڑ کر عوام الناس کے گروہ مین پہونچ گئے اور خندہ پیشانی سے جم غفیر مین سب سے
ملنے لگے۔ اسی طرح تمام گارڈن پارٹیون مین آپ بڑی مسرت کے ساتھ سب سے ہاتھ ملاتے
ہین اور جہان تک موقع ملتا ہے باتین کرتے ہین کوشش کرتے ہین اور دو چار کلمات شفقت آمیز
کہکر سب کے دل مسخر کر لیتے ہین ۔

آپ کا طرز گفتگو نہایت سادہ اور طریقہ تقریر بہت دلفریب ہے۔ گھوڑے کی سواری۔ پولو اور
اس قسم کے مردانہ کھیلون کے بہت شائق ہین۔ جن لوگون سے آپکو گفتگو کا موقع ملا ہے ہندوستان
کی اُس کشمکس پر جو اسوقت پیدا ہو گئی ہے بیحد افسوس فرماتے ہین۔ آپ نے بہت مرتبہ یہ ارشاد
فرمایا ہے کہ مین چاہتا ہون کہ ہندوستان مجھسے واقف ہو جائے اور مین ہندوستان کو جان جاؤن
ہندوستان کے ساتھ آپ کو پوری ہمدردی ہے اور ہندوستان کے جائز توقعات کے ساتھ گہری
دلچسپی ہے جب آپ کو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین گرانی ہے اور رعایا پریشان ہے آپنے فوراً
تار دیا کہ میرے استقبال اور مہمانداری مین بے ضرورت روپیہ صرف نہ کیا جاے اور جو روپیہ
بچ سکے وہ غربا و مساکین کی پرورش مین صرف کیا جائے ۔

مین نے اجمیر مین دیکھا کہ حضور نے چھوٹے چھوٹے آدمیون سے خود پیشقدمی فرما کر مصافحہ
کیا اور حالات دریافت فرمائے۔ مزاج مین ظرافت بھی ہے اور ہمیشہ بے تکلفی سے ملنے کو
بہت پسند کرتے ہین۔ ہندوستان مین تشریف لائے ابھی بہت زمانہ نہین ہوا مگر ہندوستانی
روسا امرا۔ اور معززین جو آپ سے ملتے ہین اُنسے آپ خاص طور پر التفات فرماتے ہین۔ اجمیر
مین ہز ہائنس مہاراج رانا صاحب دھولپور کے ساتھ آپنے ٹینس کھیلا اور بیلے لطف انکے ساتھ
موٹر مین سوار ہوے۔ جودھپور مین سور کے شکار اور پولو مین داد [illegible] ایسی دی ۔

میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے دورہ سے آپکا مقصد صرف سیر و شکار نہین ہے بلکہ ہندوستان اور اہل ہندوستان کی اصلی ضروریات دریافت فرمانا چاہتے ہین اور واپسی پر انگلستان مین ہندوستان کی ترقی اور بہبودی کے واسطے پوری کوشش فرمائین گے۔ مجھکو بیحد افسوس ہے کہ ایسے نیک نیت ہمدرد اور خلق مجسم شہزادہ کے ساتھ بعض حضرات کی سرد مہری اور بے اعتنائی کسقدر بیموقع اور خلاف انسانیت ہے ہندوستان ازل سے اپنی مہمان نوازی شرافت اور نیکدلی کے واسطے مشہور اور ممتاز رہا ہے۔ دوست اور دشمن کے ساتھ یکسان مہمانداری ہمارا شیوہ رہا ہے۔

بر این خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

کیا قیامت ہے اور کسقدر افسوس کے قابل یہ امر ہے کہ ہملوگ اپنے شہنشاہ کے نور نظر اور اپنی پیاری ملکہ وکٹوریا کے لخت جگر کی خاطر و مدارات مین آج دریغ کر رہے ہین اور اُس مہمان کو جو محبت بھری آنکھون اور ہمدردی بھرے دل سے ہماری طرف جھک رہا ہے ہم اُس سے دور ہٹ رہے ہین۔ دوستو اسکا کیا جواب دوگے؟

اے خدا تو اب بھی توفیق دے۔ ملکی ضروریات کے اظہار اور قومی مطالبات کے اصرار کو کوئی نہین روکتا پولیٹکل جد و جہد جو اخلاق اور قانون کے اندر ہو شوق سے کیجئے مگر اپنی مہمانداری اور تواضع کی روایات کو خدا کے واسطے فراموش نہ کیجئے۔

قاضی عزیز الدین احمد

جناب محوی لکھنوی

آخر نگاہ شوق نے رسوا کیا مجھے — اک پیکر جمال پہ شیدا کیا مجھے

تسکین فراق ہو یا حسرت وصال — دونون نے محو لذت ایذا کیا مجھے

کیا یاس نے امید کی پھر شکل اختیار — پھر مائل حصول تمنا کیا مجھے

مدت کے بعد آج جو نظرین ہوئین دوچار — وہ بھی کس اشتیاق سے دیکھا کیا مجھے

محوی [illegible] کسی کا [illegible] — [illegible] کیا مجھے

رانچی کا آبشار

جب سے مین رانچی مین آیا ہون، ہڑو گھاٹ کے دلکش اور نظر فریب مناظر کی تعریف سنتا ہون یہان کے باشندے اس مبالغے کیساتھ اُسکی تعریف و توصیف مین تشبیہات کے طومار باندھ دیتے ہین کہ سننے والے کا دل اُس کے شوق دید مین بیتاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میری بھی یہی حالت ہوئی اور ہڑو گھاٹ کے مناظر مجھے اپنی طرف کھینچنے لگے،

رانچی صوبہ بہار و اوڑیسہ کا گرمائی دار الامارت ہونے کی وجہ سے حکام صوبہ کا مستقر ہے اس کے علاوہ یہان کی خوشگوار اور صحت بخش آب و ہوا، دور دور سے مایوس مریضون کو بھی آرزوئے صحت مین کھینچ بلاتی ہے۔

اب چاہے رانچی کو ہان کی اصلی آبادی سمجھو، یا مسافرون کی بستی کہو، مگر سچ یہ ہے کہ اُسکی آبادی مین زیادہ حصہ مسافرون کا شامل ہے جنکا قیام عارضی قیام ہے۔ موسم گرما اور برسات مین رانچی کی رونق بڑھجاتی ہے اور وہان سیر تفریح کے شیدائیون کی بھیڑ لگ جاتی ہے اسوجہ سے اُسکی آبادی مین ایک چہل پہل پیدا ہو جاتی ہے۔ رانچی نار طیبہ کی بلند ترین سطح پر ہے اسوجہ سے یہان کے مناظر کا خاص طور پر اندازہ ہو سکتا ہے۔ انسانی صناعیون کی بیخطر ... اور تمدن کی برکات جدید کے نہونے سے شہری زندگی بسر کرنیوالون کے اوقات اُتنی مصروفیت اور دلچسپی کے ساتھ نہین گذرتے جیسے ہندوستان کے بڑے شہرون مین گذرتے ہین۔ جو شخص تمدن کی برکات جدیدہ کا گرویدہ ہوتا ہے۔ اُسکی نگاہ شوق کے لیئے یہان سامان نشاط بہت کم ہین، یہان مناظر قدرت کے سوا رکھا ہی کیا ہے، اسکے لیئے بھی دو چار ادھر ادھر کی پہاڑیان مخصوص ہین جنکو دیکھنے کے بعد رانچی کا قابل دید ذخیرہ خالی ہو جاتا ہے۔ اور انھین قابل دید مناظر مین جو رانچی کے لیے طغرائے امتیاز ہین۔ ہڑو گھاٹ یا آبشار رانچی بھی ہے،

اس آبشار کو رانچی کے باشندے افریقہ کے آبشار نیگرا کے برابر سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ دنیا

میں ایسے ایک دو ہی اجتماع ہونگے ۔ پھر بھی اُنکی مثالیاں اور مصرانیاں غالب ہوگئیں اور تابانہ اس اجتماع کی تصویر اپنے دماغ میں کھینچنے لگا، بار بار دل چاہتا تھا کہ اپنے تصور کے خاکے کو جاکر ہرد گھاٹ کے اصلی اور حقیقی تصویر سے ملاؤں۔ لیکن میرے علمی مشاغل اور دفتری مصروفیتیں ہمیشہ سدِ راہ ہوئیں۔ بالآخر دیوالی کی تعطیل میں اس دیرینہ آرزو کے پورا کرنیکا موقع مل گیا۔

گیارہ بجے ہم چار پانچ احباب ایک موٹر کار میں بیٹھکر ہرد گھاٹ روانہ ہوئے۔ اسوقت مطلع بالکل صاف تھا اور ہوا کی خنکی دلمیں سرور اور سورج کی چمک آنکھوں میں نور پیدا کر رہی تھی۔ وہاں کے کیف کا دلفریب نظارہ اُنکی دلکش لہلہاہٹ طبیعت میں ایک جوش پیدا کر رہی تھی،

شہر سے نکلکر منزل مقصود تک یہی منظر پیش نظر رہا۔ البتہ کہیں کہیں کٹی ہوئی فصل کے انبار اور کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہماری نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھیں۔ اسطرح یہ خوشگوار سلسلہ کہیں کہیں ٹوٹ جایا کرتا تھا۔ راستہ میں ایک پولیس اسٹیشن پڑا، وہاں ہم لوگ ذرا ٹھہرے، پھر وہاں سے ہرد گھاٹ کی طرف روانہ ہوگئے جہاں پہونچکر موٹر رک گیا، آگے ہموار راستہ نہ تھا۔ گانوں کے لوگ دیوالی میں خوشیاں منا رہے تھے۔ اُنکے گانے بجانے کی آوازیں برابر سنائی دیتی تھیں۔ دو چار گائیں ہمارے سامنے چر رہی تھیں اُنکے جسم پر سُرخ نشان اور سینگوں کا ارغوانی رنگ، دیوالی کے پوجا کا نتیجہ تھا۔

ہمارے سامنے گانوں کے دو چار آدمی دُہائی دیتے ہوئے آئے اور کہنے لگے،

کہ گاندھی مہاتما ہنڈیا پینے کو بھی منع کرتے ہیں۔ سو ہم نے ہنڈیا تو پی ہے کیونکہ ہمکو یقین ہے کہ ہنڈیا پینے کو گاندھی جی منع نہیں کرتے۔ اب آپ جو کہیں سو سچ ہے!

میں نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ ہنڈیا کیا چیز ہے اُنھوں نے مجھے بتایا کہ چاول کی شراب کو ہنڈیا کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ تند شراب تو نہیں ہوتی لیکن تھوڑا سا نشہ اُس میں ضرور آجاتا ہے،

میرے ہمسفر احباب اُن لوگوں کی زبان سمجھتے بھی تھے اور گفتگو بھی کر سکتے تھے، خاصکر ایک ڈپٹی صاحب تو خوب ہی بولتے تھے، اُنکی "ہو ہو" میری سمجھ میں تو آتی نہ تھی۔ لیکن دو چار ہندوستانی الفاظ جو اُنکی زبان سے ادا ہوتے تھے وہ سمجھکر مطلب ضرور حاصل کر لیتا تھا۔ آخر میں میرے دوستوں نے اُن دیہاتیوں کو ہنڈیا پینے کی اجازت دیدی۔ اور وہ لوگ "گاندھی کی جے" لگاتے ہوئے چلے گئے،

ہم نے اس گانوں سے ایک آدمی رہنمائی کے لیے ساتھ لیا۔ یہ آدمی ایک کلہاڑی کاندھے پر رکھے

ہوئے آگے آگے چلا اور ہم اُسکی پیروی کرنے لگے۔ دیہات کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے ہم ایک نالے
کے کنارے پہونچے جسمین بڑے بڑے پتھر پانی کی روانی کا مقابلہ کر رہے تھے، ہم اس نالے سے پار ہو کر اور
ایک تنگ راستہ سے باہر نکلکر ہموار کھیتون مین جا نکلے۔ آگے ہمکو ایک گھنا جنگل ملا جسمین بڑے بڑے تناور
درخت ایک مین ایک ملے ہوئے کھڑے تھے، یہ سمجھ مین نہ آتا تھا کہ جنگلی جانور اسمین سے کیسے گزرتے ہونگے
نصف میل سے زیادہ چلکر ہم پھر چٹانون کے جھنڈ مین پہونچے یہان ایک کسیقدر اونچی زمین پر بہت سے درخت
سلیقے سے کھڑے ہوئے تھے انکو دیکھکر ہمنے اپنے دیہاتی رہنما سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اُسنے کہا کہ مین بچپن
سے اسکو ایسا ہی دیکھتا ہون لوگ کہتے ہین کہ کسی انگریز نے اس جگہ اپنا بنگلہ بنایا تھا اور درختون کے
نیچے جو در و دیوار شکستہ نظر آتے ہین وہ اُسی کے نشان ہین۔ یہ مختصر گفتگو ہونے کے بعد ہم کو اونچی
نیچی مگر صاف ستھری چٹانون پر چلنا پڑا اور ہم خاموشی سے آگے بڑھنے لگے، تقریباً دو سو قدم چلکر
ہم اُس کنارے پر پہونچے جہان ہمارے رہنما نے کہا کہ یہی ہڑ د گھاٹ ہے۔ ہم اس فقرے پر چونک پڑے
اور ہماری پرشوق نگاہین گرد و پیش کے مناظر کیجانب بیتابانہ اُٹھنے لگین، ہمارے سامنے دو پہاڑیان تھین
جو سرتاپا قدم سبز درختون اور جھاڑیون سے ڈھکی ہوئی تھین پہاڑیان اتنی قریب قریب تھین کہ دونون
کے درمیان ایک گلی سی بنگئی تھی جسمین کہین کہین درخت بھی نظر آتے تھے، اُس سے صاف پانی بہ رہا تھا جسپر
سورج کی شعاعین پڑ رہی تھین اور اُس دلچسپ منظر کو خوشنما بنا رہی تھین دوسری طرف ہمارے سامنے
پانی بڑے شور سے آبشار کی صورت مین کوئی ڈیڑھ سو گز نیچے گرتا تھا اور اُسکی گرنے کی آواز تقریباً
چوتھائی میل تک پہونچتی تھی۔ یہ پانی کی سفید چادر روئی کے گالے کی طرح معلوم ہوتی تھی اور تقریباً پندرہ
گز چوڑی ہوگی، ہمنے پیچھے پھر کر دیکھا تو چٹانون کے نشیب و فراز مین پانی بہتا ہوا دکھائی دیا اور ہمنے دیکھا
کہ یہی پانی چٹانون کے ایک کنارے پر پہونچکر نیچے گرتا ہے جسکو ہمارا رہنما ہڑ د گھاٹ کے نام سے پکارتا ہے
یہ دیکھنے کے بعد ہم لوگون نے رہنما سے کہا کہ ہمکو اس گھاٹ کے نیچے لیچلو جہان سے ہم پانی گرنیکا نظارہ
بخوبی دیکھ سکین چنانچہ وہ آگے آگے ہو لیا اور پھر ہم اُسی ٹوٹے ہوئے بنگلے کے پاس سے گزرتے ہوئے [illegible]
ہو کر جنگل مین چلنے لگے۔ دو سو قدم چلکر راستہ پہاڑی کے اوتار سے ہو کر گزرنے لگا۔ یہ راستہ بہت تنگ تھا
اور تنگی کے علاوہ گھمسان جنگل نے راستہ کو اور دشوار گزار بنا دیا تھا جا بجا درختون کی آڑ سے ہو کر جانا
پڑتا تھا۔ اور باوجودیکہ ہمنے جوتے اُتار ڈالے تھے اور ایک بانس کی لکڑی ہر ایک آدمی کے ہاتھ مین

تھی لیکن پھر بھی بیٹھ کر پڑے گا اور معلوم ہوتا تھا اور اکثر موقعون پر ہم لوگ شاخین پکڑ کر بیٹھ کر ہم
کو جاتے تھے اور بعض اوقات شاخون کے نیچے سے گزرتے تھے - ہمارا رہنما کبھی وقت محسوس نہین کرتا تھا
بلکہ وہ کھٹ کھٹ کرتا ہوا نہایت آرام سے اُترتا جاتا تھا، ہمارے ساتھیون مین سے ایک صاحب کو
اسوقت یہ خبط ہوگیا تھا کہ وہ ہر درخت کو بغور دیکھتے تھے اور رہنما کی کلہاڑی سے اکثر درختون کی چھال نکلتے
تھے جس سے وہ یا تو علم نباتات کے محقق ہونیکا ثبوت دے رہے تھے اور یا اپنی سیر آبشار کو اس تفریحی شغل
سے اور بھی دلچسپ بنا رہے تھے - خیر تقریبًا پانسو قدم کے اُتار کے بعد ہم بڑی بڑی چٹانون مین پہونچے
اور دو چار چٹانون کو پار کرکے ہم اسی چٹانون پر پہونچ گئے جہان سے ہرڈ گھاٹ کا پانی نیچے گرتا ہوا
اوپر سے نیچے تک برابر نظر آرہا تھا - ہمنے دیکھا کہ پہاڑون کی تنگ وادی مین ایک طرف پہاڑ کی ایک
دیوار سی قائم ہے جو بالکل ہموار تو نہین ہے لیکن پھر بھی سیدھی ہے اور نصف دائرہ کی طرح خمیدہ ہے
اندازہ کیا گیا کہ یہ نصف دائرہ اندر سے پانسو گز چوڑا ہوگا - اس قدرتی سنگین دیوار کی اونچائی ڈیڑھ
سو گز سے زیادہ ہوگی - ایک طرف اس دیوار سے سفید پانی کی دھار دو تین جگہ تھوڑی دیوار
کی ناہمواری سے ٹوٹ کر نیچے گر رہی ہے جو پانی کو اُچھال اُچھال کر ایک خوشنما فوارہ کا تماشا دکھا رہی
ہے - پتھر کی دیوار مین بعض جگہ سوراخون سے پانی چشمون کی طرح ابلتا ہوا خوشگوار اور خوشنما
معلوم ہوتا ہے - اور پانی کے بہاؤ مین بہت زور معلوم ہوتا ہے لیکن دیوار اور پانی کی دھار کے درمیان
پانچ گز سے زیادہ فاصلہ نہین ہوگا - دوسری طرف اسی دیوار سے ایک اور پانی کی دھار گرتی ہے
لیکن اسکا پانی پہلی دھار کی طرح اچھلتا کودتا ہوا نہین گرتا اور نہ اسمین اسقدر زور معلوم ہوتا بلکہ وہ
ایک سفید چادر بہت طول و طویل بناتا ہے جو نیچے پانی مین آتے وقت لہراتی ہوئی شو جاتی ہے -
اور یہ دونون دھارین نیچے چٹانون کے درمیان کی جھیل مین پانی پر زور سے گرتی ہین اور دس بارہ
گز پانی کو متلاطم کردیتی ہین جو بہت زور سے دھکا کھاتا ہوا پہاڑیون کی تنگ گلی مین نشیب و فراز سے گزرتا
بہتا چلا جارہا ہے -

یہ خوشگوار نظارہ دیکھکر ہمنے چاہا کہ سفر کی تکان دور کرنے کیلیے منھ ہاتھ دھولین اور کسی
سایہ دار چٹان پر بیٹھین - چنانچہ ہم سب اس دیوار کو اور چادر آب کے ٹھنڈے [illegible] ایک چٹان
پر جا بیٹھے جہان سے پانی دو تنگ دھارون مین منقسم ہوکر زور سے بہ رہا تھا - وہان جب ہم

[illegible] دون کی پھوہار آبشار مذکور سے ہم پر گر رہی تھی جو ہم بیسے [illegible] کے باعث [illegible]
[illegible] ہوئی - گلاب پاشی تو ہمنے بہت دیکھی ہو لیکن اس قدرتی فوارے کی [illegible]
[illegible] اسوقت ہم جنگل کے وسط میں بیٹھے ہوئے تھے - کوہی دیوار اسوقت کے فاصلہ پر [illegible]
اور ایک پہاڑی قطار درختوں کا سبز خلعت پہنے ہوئے ایکطرف اور دوسری اسی پاس [illegible]
[illegible] دکھائی دیتی تھی - جسمیں ضرور وحوش کا مسکن ہوگا - لیکن ہم اسوقت اپنے دل کی خوشی اور سرور کی [illegible]
قدا بھی خائف نہیں تھے - تھوڑی دیر یہاں آرام کرکے ہمنے ناشتہ کھایا اور وہان سے اُٹھکر وادی کو کئی [illegible]
میگر بنکے لیٹے پھر دشوار گذار چٹانوں پر چلنے لگے - پچاس قدم چلکر ہم کو ماہی گیر ملے جو پانی میں جال
ڈال رہے تھے - یہاں عظیم چادر آب کا پانی ایک اونچے پتھر سے نیچے گر رہا تھا - اور ایک چھوٹا مگر خوشنما آبشار
بنگیا تھا - اسی پتھر کے ایک سرے پر ہم لوگ بیٹھ گئے اور ان ماہی گیروں کے شکار کا تماشہ دیکھنے لگے -
پانچ چھوٹی چھوٹی کالے رنگ کی خاردار جو سینگی مچھلی سے مشابہت رکھتی تھیں ان لوگوں نے پکڑی تھیں
اور ابھی قسمت آزمائی کر رہے تھے - ہمنے اُنکو ایک روپیہ دیکر دو چار جگہ جال ڈلوائے لیکن کہیں کوئی
مچھلی نہیں ملی - اسی شکار میں تھوڑی دیر تک مصروف رہکر ہم ٹھیک تین بجے اُٹھ کھڑے ہوئے اور وادی کو [illegible]
کا نظر فریب نظارہ دیکھتے ہوئے مراجعت کرنے لگے - اس نظارہ میں دور تک کوئی [illegible] غیر نظر
پڑتی البتہ ایکطرف کی درخت پوش قطار کوہ دھوپ کی سنہری شعاعوں میں بہت خوشنما اور نظر فریب
دکھائی دیتی تھی -

اس مرتبہ ہم کو چڑھائی سے کام پڑا - جو اُتار سے زیادہ مشکل ہوتا ہے - لیکن ہم لوگ تفریح
کرتے ہوئے اور جابجا راستہ میں دم لیتے ہوئے آخر چوٹی پر پہونچے اور تھوڑی دیر دم لے کے
آگے روانہ ہوئے

سورج اسوقت پہاڑی کے درختوں سے گذر کر اپنی دھیمی روشنی ہم تک پہونچا رہا تھا - اور [illegible]
روشنی چمکر سنہرے پھولوں کو درختوں کے پتوں میں چمکا رہی تھی -

ہم لوگ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دوسرے راستہ سے ایک گاؤں میں [illegible]
باشندے جوق جوق ہمارے گرد جمع ہو رہے تھے - بہت سی عورتیں ایک طرف [illegible]
دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں - ہمارے رہنما سے کچھ ان دہیاتیوں نے پوچھا لیکن [illegible]

جذبات ٹگور

ابتدا

بچے نے اپنی ماں سے دریافت کیا "میں کہاں سے آیا ہوں، تم نے مجھکو کہاں سے پایا تھا؟" اُسنے بچے کو سینے سے لگا لیا اور تبسم آمیز لہجہ میں کہا۔

"تو میرے دل میں بشکل تمنا پوشیدہ تھا۔ میرے بچپن کے کھیلوں میں تو میری گڑیا تھا جب میں ہر صبح مٹی سے اپنے دیوتا کا بت بناتی تھی تو میں تیری صورت بناتی اور بگاڑتی، اپنے خاندانی دیوتاؤں کے ہمراہ میں نے تیری بھی پرستش کی ہے۔

میری اور میری ماں کی حیات میں جو تمنائیں اور جذبات محبت وابستہ تھیں تو اسمیں مع اپنی ذی روح ہستی کے موجود تھا۔

اس غیر فانی دیوتا کی آغوش میں جو ہمارے خاندان پر حکمران ہے، تیری مدتوں پرستش کی گئی ہے حالت دوشیزگی میں جب میرا غنچۂ دل شگفتہ ہو رہا تھا تو اسمیں برنگ بو موجود تھا۔

تیری نزاکت اور تازگی میرے بچپن کے اعضا سے عیاں تھی جسطرح کہ طلوع آفتاب کے وقت آسمان مرصع نظر آتا ہے۔

فضائے آسمانی کے محبوب اولین اور ضیاء سحر کے ساتھ طلوع ہونیوالے تو حیات دنیوی کے سرچشمہ کو عبور کر کے میرے دل کے ساحل تک آپہونچا ہے۔ جس وقت کہ میں تیرے چہرہ پر نظر ڈالتی ہوں مجھپر پریشانی و حیرت طاری ہو جاتی ہے تو میرا ہے اور صرف میرا ہے۔

میں تجھکو اپنے سینے سے لگا لیتی ہوں مبادا تو مجھسے چھوٹ جائے۔ میرے نرم ہاتھوں میں بھی دنیا کا کیا سحر آمیز خزانہ پوشیدہ ہے۔

شان بے پروا

اے بچے! یہ تیرا کوٹ کسنے رنگہاے گوناگون سے مرصع کیا ہے؟ اور تیرے مختلف نازک اعضا کو یہ رنگ احمر کسنے عطا کیا ہے؟ علی الصباح تو بر آمدے مین کھیلنے کو آجاتا ہے، اور دوڑتے دوڑتے گرجاتا ہے۔

لیکن میرے بچے! یہ تیرا کوٹ کسنے رنگہاے بوقلمون سے رنگا ہے؟ اے غنچۂ حیات!!! تیرے اس خندۂ پیہم کا سبب کیا ہے؟ تجھکو دہلیز پر کھڑا دیکھکر تیری مان فرط مسرت سے مسکرانے لگتی ہے؟ وہ تالیان بجاتی ہے، اور اُسکی چوڑیان بجتی ہین، اور تو ہاتھ مین بانس کی چھڑی لیے ہوئے ننھے سے چرواہے کی طرح مصروف رقص ہوجاتا ہے۔

لیکن ہان!!! اے غنچۂ حیات!! تیرے تبسم کا سبب کیا ہے؟ اپنی مان کی گردن مین ہاتھ ڈالے ہوئے کیا شے طلب کررہا ہے؟ اے جان زندگی!

نظام شمسی سے دنیا کو جدا کرکے ایک خوشنما گل کی طرح کیا مین تیرے سرخی مائل ہاتھون مین رکھدون؟

اے فقیر!! تو کس چیز کا طالب ہے؟

تیری پازیب کی جھنکار کو ہوا مسرت مین دور تک لیجاتی ہے! آفتاب مسکراتا ہے! اور تیرے چہرہ کے مطالعہ مین مصروف ہوتا ہے!! تو اپنی مان کے آغوش مین محو خواب ہوتا ہے، اور آفتاب تیرے چہرہ کے مطالعہ مین مصروف ہوتا ہے!

نور سحر آہستہ آہستہ تیرے بستر استراحت تک آتا ہے، اور تیری آنکھون کو پیار کرنے لگتا ہے تیری پازیب کی جھنکار، ہوا دور تک لیجاتی ہے! ساحرہ خواب شفق کی دھیمی روشنی مین تیری جانب آرہی ہے!

مادر گیتی تیری مان کے گوشۂ دل مین تیرے قریب بیٹھی ہے!

ستارون کو نغمہ سنانیوالی پری تیری کھڑکی کے متصل اپنا بربط ہاتھ مین لیے ہوے کھڑی ہو اور ساحرۂ خواب کی ساحرہ شفق کی جلد فنا ہونے والی روشنی مین تیری جانب آرہی ہے!!!

"تماشائی" بریلوی

پنڈت من دوبے مرحوم

اردو کو حضرت اکبر مرحوم کی وفات سے جو صدمہ پہونچا ہے قریب قریب اتنا ہی بہت
صدمہ ہندی ادب کو پنڈت من دوبے گبھپوری مرحوم کی مرگ بے ہنگام سے پہونچا ہے
مرحوم اکبر کی طرح گبھپوری جی زندہ دل ظریف طبع شاعر تھے - آپ کی ظرافت مین خاص
ادبی شوخی ہوتی تھی، جو ہندی ناظرین کے دلون مین عرصہ تک مرحوم کی یاد تازہ رکھے گی
راقم کو آپ سے نیاز حاصل تھا - دو ایک بار آسے آپ کی ظرافت کا نشانہ بھی بننا پڑا -
مگر آپ کی چٹکیون مین کدورت کا شائبہ بھی نہ ہوتا تھا - ملاقات ہوتے ہی بات ہنسی مین
اڑ جاتی تھی - آپ کا سن ابھی ۳۵ - ۳۶ - سال سے زیادہ نہ تھا - نہایت قوی ہیکل -
دراز قامت، چست آدمی تھے - صحت ایسی اچھی کہ تعلیمیافتہ لوگون مین بہت کم آدمیون کو نصیب
ہوتی ہی - مگر موت کی نگاہون مین تمیز کہان ؟

گبھپوری جی گورکھپور ضلع کے متوطن تھے - الہ آباد یونیورسٹی کے گریجویٹ ہوکر تحصیلداری
کے عہدہ پر مامور تھے - مگر اس عہدہ کے فرائض انجام دیتے ہوے آپ قومی تحریکون مین سرگرمی
سے شریک ہوتے تھے - بعض اخبارون کو آپ سے مستقل طور پر فیض پہونچتا تھا - آپ نے
گول مال کاری سبھا نام کی ایک انجمن قائم کی تھی - گول مال انند آسکے صدر تھے - وہ
موجودہ حالات و واقعات کو ایسے دلکش اور ظریفانہ انداز مین تحریر فرماتے تھے کہ پڑھنے سے
کبھی سیری نہ ہوتی تھی - آپ کی ایک ایک بات مین جدت ہوتی تھی - کچھ سیدھے سادے
خریدارونکو کامل یقین تھا کہ گول مال انند جی بھی آب و گل کی سرشت مین کوئی مستقل [illegible]
گبھپوری جی کی زندگی کا بیشتر حصہ سرکاری کاغذات کی خانہ پری مین صرف ہوا [illegible]
نے آپ کو ملازمت کے دائرہ سے باہر نہ نکلنے دیا -

آپ محض شاعر ہی نہ تھے - آپ یگانہ روزگار نثار بھی تھے - آپ کا انداز تحریر نہایت

حلیمی سنجیدہ، با محاورہ، شوخی سے چہرہ روشن ہوتا تھا۔ تکلف نہ کرتا تھا۔ تصنع سے آپ کو
نفرت تھی۔ باوجود تحصیلدار رہنے کے آپ عدم تعاون کے قائل تھے۔ خود کھدر استعمال کرتے اور اپنے
علاقہ مین بھی لوگون سے اسکے استعمال کی تحریک کرتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کی خاص
صفت تھی کہ تنخواہ کبھی خرچ کے لیے کافی نہ ہوتی تھی۔ اکثر تمدنی اور قومی تحریکون کی خدمت
کرتے رہتے تھے اور ہمیشہ گمنام۔ آپ کا ارادہ اب ترک ملازمت کا تھا لیکن اسکے پہلے ہی
آپ نے دنیا کو خیرباد کہا۔ کل دس بارہ دن بخار مین مبتلا رہے۔ دم آخر تک آپ احباب
سے شعر و سخن کی گفتگو کرتے رہے۔ مگر موت نے انتخاب کر لیا تھا۔ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی
پرماتما سے ہماری یہی دعا ہے کہ آپ کو شانتی دین

پریم چند

انگریزی تعلیم یافتون مین مغربی فیشن آرائی کے ساتھ گفتگو اور تحریر
مین بھی انگریزی ہی استعمال کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اور جہان انھون نے
مشرقی خصائل و اطوار کو خیرباد کہہ دیا ہے وہان اپنے پرائے کو خط پتر بھی
انگریزی ہی مین لکھنا فخر سمجھتے ہین۔ جو ہندوستانیت سے بعید اور بعض
صورتون مین باعث دقت ہے۔ اس قباحت کے انسداد کیلیے ہم لالہ لاجپت رائے
صاحب کے اس ایما کا (جو انھون نے اپنے دوستون کو خصوصیت سے
فرمایا ہے) دلی خیر مقدم کرتے ہین کہ تمام پنجابی احباب و برادران انگریزی
مین خط نہ لکھا کرین بلکہ اردو یا ہندی مین لکھین۔ لالہ صاحب صرف
انھین حضرات کو انگریزی مین جواب دینگے جو اردو سے ناآشنا ہین
پنجاب اور صوبجات متحدہ کے وہ کسی دوست یا بھائی کے انگریزی خط
کا جواب نہ دینگے۔

سرِ فنا

"ستارہ می شکنند آفتاب می سازند"

رہا نہ دل میں وہ احساس مدعا باقی — نہ روح میں ہے وہ بیتابیٔ دعا باقی

وہ لب پہ شوق و طلب کی حلاوتیں نہ رہیں — نہ وہ کلام میں رنگینیٔ ادا باقی

فسانۂ شبِ ہجران کی لذتیں نہ رہیں — نہ اب ذرا ہوسِ ظلمِ نارسا باقی

شرارتیں نگہِ شوق کی ہوئیں رخصت — رہا نہ ولولۂ آہِ نارسا باقی

دلِ حزیں میں تڑپنے کی وہ سکت نہ رہی — نہ تارِ اشک کا اب کوئی سلسلہ باقی

کھٹک کہیں نہ رہی دردِ جاں نوازی اب — نہ وہ لطیف خلش دل میں اب ذرا باقی

غضب تو یہ ہے کہ ہے سازِ عاشقی خاموش — نہ گفتگو کوئی باقی نہ ماجرا باقی

نہ اب وہ عرضِ مطالب میں شوخیٔ عنوان — نہ اب وہ شوق کی نیرنگیٔ ادا باقی

رہی نہ وصل کی لذت نہ ہجر کی کلفت — دوائے درد نہ اب دردِ بے دوا باقی

یہ دیکھنے کی ہیں آنکھیں نظر نہیں آتا — کہ اب نگاہ میں عبرت نہیں ذرا باقی

نہ اب وہ ذوقِ عبادت کی سعیٔ لاحاصل — نہ اب وہ لذتِ عصیاں کا ولولہ باقی

نہ وہ بیاضِ حقیقت پہ نقش آرائی — خیال میں نہ رہا رنگِ ماسوا باقی

بڑا غضب یہ دلِ شعلہ آرزو نے کیا — کہ مدعی کا پتہ ہے نہ مدعا باقی

رہا نہ تارِ رگِ جاں میں ارتعاشِ خفی — نہ اب وہ نغمۂ بے لفظ و بے صدا باقی

خبر نہیں ہے کہ کیا حال ہے کہاں ہوں میں — بقا کا ہوش نہ اب ہستیٔ فنا باقی

جو سب لیا ہے تو یہ سوز و ساز بھی لے لے
یہی رہا ہے کہ اب امتیاز بھی لے لے

مگر یہ دل میں جو شعلہ سا تھرتھراتا ہے — نگاہِ لطف کا شاید ہے آسرا باقی

جو کچھ نہیں نہ سہی دل تو خون ہوتا ہے — کہ عشق کی ہے ابھی شانِ ارتقا باقی

مزہ الم میں ہے کچھ لطف خستگی میں ہے
فرشتگی نشو و نما روح کی اسی میں ہے

"اصغر"

نالۂ اسیر

ہائے کیا دن تھے کہ جب مین ناتوان گلشن مین تھا — ہائے کیا دن تھے کہ جب حاصل تھا جینے مزا
ہائے وہ جنت کا نقشہ ہائے وہ رنگِ چمن — ہمصفیرون کے وہ نغمے اور لطفِ انجمن
ہائے وہ گھر گھر کے چھانا صحنِ گلشن پر گھٹا — ہائے وہ کوئل کی کوکو وہ پپیہے کی صدا
اُف وہ عالم وہ تماشائے نیاز و ناز، اُف — وہ تبسم گل کا اور وہ میرا سوز و ساز، اُف
ہائے وہ چلنا صبا کا ناز سے انداز سے — بلبلون کا چہچہانا حسرت بھری آواز سے
ہائے وہ ہنسنا گلون کا سوزِ بلبل دیکھکر — اور وہ غنچون کا تبسم خندۂ گل دیکھکر

ہائے اب کس کس کو رودُون کس کا کس کا غم کرون
تا بکے کنج قفس مین بیٹھکر ماتم کرون

(٢)

کتنی پیاری زندگی تھی جبکہ مین آزاد تھا — جس طرف جی چاہتا، جاتا، چہکتا، بولتا،
وہ ہوائے جانفزا وہ شاخِ گل کا جھومنا — وجد مین پتہ لگا وہ غنچون کے منھ کو، چومنا
شاخِ گل پر آشیان تھا، وصل تھا حاصل مجھے — دیتا رہتا تھا مبارکباد عشرت دل مجھے
نشۂ الفت سے ہر دم مست و بیخود تھا دماغ — جلوۂ گل سے مرا دل ہر گھڑی تھا باغ باغ
تھا دلِ راحت طلب سرمایہ دارِ انبساط — زندگی تھی میری وقفِ کاروبارِ انبساط
ڈر نہ تھا صیاد کا مجھکو نہ خوفِ باغبان — میرے نغمون سے ہمیشہ گونجتا تھا بوستان

مجھپہ چلتا تھا نہ قابو گردشِ ایام کا
دید کے قابل تھا منظر میری صبح و شام کا

(٣)

اب نہ مین وہ ہون نہ وہ لطفِ بہارِ زندگی — قید مین پیشِ نظر ہے خارزارِ زندگی
اب نہ وہ دل ہے نہ اب وہ دل مین باقی جوش ہے — زندہ ہون قید قفس مین ہان مگر بیہوش ہون
میری آنکھین حسرت وا ماندہ کی تصویر ہین — شرحِ غم ہین، داستانِ ہجر کی تفسیر ہین

ہون وطن سے دور مین اور یار سے بچھڑا ہوا — ہمصفیرون سے جدا گلزار سے بچھڑا ہوا
ہون گرفتار قفس فرقت زدہ غربت نصیب — چھٹ گئے افسوس مجھ سے میرے ہمراز حبیب
مین سراپا یاس ہون محروم ہون مظلوم ہون — کچھ نہین، اک یادگار ہستی موہوم ہون

مجھ پہ ابواب مسرت ہو گئے مسدود کیا؟
یا الٰہی پھر مآل ہستی بے سود کیا؟

(۴)

اب وہی مین ہون جو یاد آتا ہی مجھکو آشیان — دل پہ گر پڑتی ہین صدہا رنج و غم کی بجلیان
چھیڑتی ہے جب قفس مین آکے باد صبحگاہ — کیا کہون بیساختہ سے منھ سے نکلجاتی ہی آہ
آہ اگلی صحبتین جب یاد آتی ہین مجھے — چھیڑتی رہتی ہین اور پہرون رلاتی ہین مجھے
شور ماتم سے مرے صیاد کا دل شاد ہے — آہ میری جان کی دشمن میری فریاد ہے
میرے نالے چاہتے ہین آہ بربادی میری — اب نہین صیاد کو منظور آزادی مری
مین گرفتار قفس ہون جان کس مشکل مین ہے — قید اک مدت سے آزادی کی حسرت دل مین ہے

دیکھ لی تاثیر مین نے آہ کی فریاد کی
کون سنتا ہے یہان، مجھ خانمان برباد کی

(۵)

ضبط کی طاقت نہین فریاد کا یارا نہین — زندگی سے تنگ ہون یارب کوئی چارا نہین
انتہا بھی کوئی ہونا چاہیے بیداد کی — اٹھ نہین سکتین جفائین مجھ سے اب صیاد کی
زیست سے بیزار ہے اب یہ گرفتار قفس — جان لیوا کاش ہو جائے یہ آزار قفس
دل اگر ہو شاد تو مشکل بھی کچھ مشکل نہین — جان دوبھر ہو تو پھر جینے کا کچھ حاصل نہین
آ، اجل آ، اس دل غم آشنا کو شاد کر — اتحاد جسم و جان کو توڑ دے آزاد کر
آ، اجل، صیاد مرنے کا تماشہ دیکھ لے — دیکھ لے قید قفس سے میرا چھٹنا دیکھ لے

روح ہو پابند آزادی مرا دل شاد ہو
یہ قفس برباد ہو، گلشن مرا آباد ہو

[illegible]

لطفِ سخن

مرزا احسان احمد صاحب بی اے ایل ایل بی

اب تو اے صیاد کر کوئی نیا پیدا قفس
یہ قفس تو رہتے رہتے ہو گیا میرا قفس

سہل سمجھی تھی گرفتاری مرے صیاد نے
آگ اک مین نے لگا دی آشیان سے تا قفس

تب مین جانون جذبۂ ذوقِ اسیری کا اثر
گوشے گوشے سے قفس کے ہو اگر پیدا قفس

ہو سکا آخر نہ خوش صیاد مجھکو کر کے قید
آشیان سمجھا اسے مین جسکو وہ سمجھا قفس

حسن کے جلوون سے مین محو جب آنکھین ہوی
مجھکو دونون ہین برابر آشیان ہو یا قفس

اب بجز بیکسی مین پوچھنے والا ہے کون
برق کو بھی آشیان میرا نظر آیا قفس

ہو گیا ہون نالہ کر کے مین جو کچھ خاموش سا
مجھکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ٹوٹا قفس

دیکھکر صیاد کی بھی آنکھ کچھ تر ہو گئی ہے
وہ مرا رنگِ خموشی آشیان سے تا قفس

دیدۂ خونابہ افشان نے وہ کین گلکاریان
بن گیا ہے اک بہارِ بے خزان میرا قفس

دیکھنا عالم یہ بیسری بیخودیِ عشق کا
ڈھونڈھتا ہون آشیان اپنا قفس سے تا قفس

تھی اسیری اور آزادی کی دنیا ہی الگ
اک تو ہم تھا نشیمن ایک دھوکا تھا قفس

مجھکو کچھ مطلب نہین صیاد ہو یا باغبان
ان نگاہون مین ہیچ و صد ہا چمن صد ہا قفس

پوچھتے ہین ہمنوا وجہ اسیری مجھسے کیا
لذتِ فریاد لائی آشیان سے تا قفس

مستقل اک داستان ہو در دین ڈوبی ہوئی
جسطرح صیاد لایا آشیان سے تا قفس

آ گیا تھا ہوش سا وقتِ اسیری کچھ مجھے
پھر نہ جانے کسطرح صیاد لایا تا قفس

خواجہ حمید الدین حمید لکھنوی

جب یہ یوسف عارضِ جانانہ ہو گیا
دیوانہ اسکا اور بھی دیوانہ ہو گیا

بیٹھا مین جس مقام پہ میخانہ ہوگیا
جو ظرف ہاتھ آگیا پیمانہ ہوگیا

دل کی لگی بجھانے مین دیوانہ ہوگیا
پروانہ ایسا شمع پہ پروانہ ہوگیا

سب مے پرست ہوگئے بھرے پرست سے
مےخانہ میری ذات سے میخانہ ہوگیا

ہے خلق کی زبان پہ مرا ماجرائے دل
یہ بھی کلیم و طور کا افسانہ ہوگیا

بجھتے ہی روشنی مرے داغِ فراق کی
تاریک اور بھی مرا کاشانہ ہوگیا

کیسا یہ انقلاب ہوا میری موت سے
ویران آج کوچۂ جانانہ ہوگیا

وہ کیا بتائے عشق کی نیرنگیان حمید
جو ابتدا سے تجربہ مین دیوانہ ہوگیا

نتیجۂ فکر جناب مرزا محمد ہادی صاحب مچھلی شہری

تمنا کیا بر آئے کیا کسی کا حوصلا نکلے
غضب ہے آتشِ دل بنکے آہِ نارسا نکلے

بنے آئینہ چشمِ یاس میرے قلبِ مضطر کا
الٰہی اشک کا ہر قطرہ حسرت سے بھرا نکلے

کوئی پہچاننے والا نہین قلبِ شکستہ کا
تیرا تیرِ نظر ہی کاش صورت آشنا نکلے

الٰہی نشترِ حرمان مین ہو ایسا اثر پنہان
کہ ہر ٹکڑا دلِ صد پارہ کا لذت فزا نکلے

ہے کسطرح قائم اعتبارِ شوق کی حالت
جسے مین آشنا سمجھون وہی ناآشنا نکلے

الٰہی داد ملجائے مجھے میری خموشی کی تو
مرے ہر اشک کے قطرے سے جوشِ التجا نکلے

مزا تو جب ہے اٹھا ہو اثر ہادی تغافل کا
کہ خود اسکے دہن سے میری آہِ نارسا نکلے

جناب صدر الدین صاحب سرشار کسمنڈوی مہتمم بزم قمر بھوپال

کچھ مہربان وہ شوخ نظر ہوکے رہگیا
میری فغان مین آج اثر ہوکے رہگیا

اچھا ہوا کہ آپ عیادت کو آگئے
دل مین عدم کا عزم سفر ہوکے رہگیا

کیا ہوگا پھر سکونِ دلِ بیقرار کو
تمکو مرا خیال اگر ہوگے رہگیا

جس دل سے کچھ امید مجھے زندگی کی تھی
وہ بھی شہیدِ تیغِ نظر ہوکے رہگیا

انکو خدا کرے مری تقصیر یاد آئے
سنتا ہون قتل تذکرہ ہوکے رہگیا

تھا کتنا دلپذیر وہ نظارۂ جمال
مین بیخود اس قدر بہ نظر ہوکے رہگیا

سرشار ہوشیار ہوا بھی تو کب کہ جب
پیوست دل مین تیر نظر ہوکے رہگیا

عرضِ حال

اس پرچہ کے ساتھ زمانہ کی زندگی کا اُنیسواں سال ختم ہوتا ہے۔ اگلے پرچہ سے اسکا بیسواں سال شروع ہوگا۔ ابتدائی مشکلات کو دیکھکر جنکا سلسلہ ابھی تک کچھ نہ کچھ جاری ہے یہ عمر ایک بڑی عمر معلوم ہوتی ہے۔ اردو رسائل کی عمروں کے لحاظ سے بھی یہ بڑی عمر سمجھی جا سکتی ہے خیال کیجئے تو ابھی تک زمانہ کا عہد طفولیت تھا۔ شباب اب شروع ہوگا۔ سنہ ۱۹۰۳ء کے آخر میں جب یہ ذمہ داری موجودہ کارکنوں کے سر آئی تھی تو کسکو بھروسہ ہو سکتا تھا کہ یہ ناچیز کوشش اتنے دنوں جاری رہ سکے گی۔ مگر تائید ایزدی بھروسے سے عزم و استقلال کا بھی ساتھ دیتی ہے زمانہ کی ہستی کا ابتک قائم رہنا تائید غیبی کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اُمیدیں آج بیس سال ہوئے اس پرچہ سے قائم کی گئی تھیں اُنکے پورے ہونے سے کارکنان زمانہ مایوس نہیں ہوئے بلکہ بفضل خداوندی اور امداد باہمی سے ابھی اُمیدوار ہیں کہ ملک کے لئے علمی خدمت کے خواب عرصہ سے دیکھ رہے تھے وہ اسی جنم میں پورے ہونے لگیں گے۔ جسوقت زمانہ نے جنم لیا تھا اُسوقت گو ملک خواب غفلت سے بیدار ہو رہا تھا تاہم لکھوکھا نفوس صدیوں کی گہری نیند میں محو تھے۔ اس اُنیس سال کے عرصہ میں انقلاب عظیم برپا ہوتا گیا ہے جس سے زندگی کے ہر شعبہ میں ایک نئی زندگی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں کا مستقبل اب پیشتر سے کہیں زیادہ روشن ہو گیا ہے۔ سوراج یا حکومت خود اختیاری کی تحریک نے دیسی زبانوں میں ایک نئی روح پھونک دی ہے اور ملک کی ترقی کے ساتھ انکی ترقی کا خود بخود سامان ہو رہا ہے اور بالائی ہند کی زبانوں میں ہندی میں خاطر خواہ ترقی شروع بھی ہو گئی ہے۔ ہم ہندی اردو دونوں کے قدر داں اور دونوں کی ترقی کے یکساں حامی ہیں اسلئے کسی مقابلے کے خیال سے نہیں بلکہ محض اظہار واقعات کے طور پر یہ عرض کرنے سے باز نہیں رہ سکتے ہیں کہ اردو کی ترقی کی رفتار قائم رکھنے کیلئے اردو داں جماعت کو مزید سرگرمی سے کام لینا ہوگا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گو زبانی دعوے کی اردو داں حلقوں میں کمی نہیں ہے لیکن اصلی قدردانی کا دائرہ ابھی تک بہت ہی محدود ہے زمانہ کے کارکن بھی اسی حالت کا برابر شکار ہو رہے ہیں۔ آج کئی سال سے رسالہ کا معیار بڑھانے کی مسلسل کوشش ہو رہی ہے لیکن اخراجات کا بار ہمیشہ ناقابل برداشت رہا اور بالآخر مشکلات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوائے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا

آپ کا جسم
ایشور نے سونا ہیرا و جواہرات کا استعمال کرنے کیلئے نہیں بنایا ہے
ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپ کو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھڑانا قریب قریب قطعی ناممکن ہو جائے۔ پس
آپ کو مناسب ہے کہ ناممکنات پر یقین نہ کر کے ہمارے یہاں سے ۲۶ سال کی آزمودہ بنا او پان کی دوا سُدھا سُدھا
کو استعمال کیجیے۔ اس سے کف کھانسی۔ ہیضہ۔ شول۔ سنگرہنی۔ پیٹ کا درد۔ قے ہونا۔ جی متلانا۔ اطفال
کے ہرے پیلے دست وغیرہ امراض ایک ہی دن میں رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا خوش ذائقہ اور
خوشبودار ہے۔
قیمت فی شیشی ۸؍ محصول ڈاک ایک سے ۳ تک ۴؍ پیکنگ معاف
بال سُدھا
اگر آپ کو اپنے بچوں کو لحیم شحیم اور تندرست بنانا اور روز مرہ کے مرضوں سے پیچھا چھڑانا ہو تو اس
خوش ذائقہ دوا کو منگا کر استعمال کریئے۔ ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے کافی ہے۔
قیمت فی شیشی ۱۲؍ محصول ڈاک ایک سے ۳ تک ۴؍
دَدرُ گج کیسری
یعنی داد کی دوا۔ بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی ۴؍ محصول ڈاک ۴؍
نئے سال کا کیلنڈر تیار ہے۔ کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوتا ہے۔
ملنے کا پتہ
سُکھ سنچارک کمپنی متھرا

زندگی کی موجودہ کشمکش مین

ہر ایک آدمی کو اپنا دل و دماغ تازہ رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ روزانہ نئے جوش کے ساتھ معرکۂ حیات مین شریک ہو

اور تفریح کا بہترین ذریعہ

دلچسپ۔ اخلاق آموز۔ جذبات حسنہ کو ابھارنے والے۔ انسانی فطرت کے رموز سے پُر افسانے ہین۔

لیکن

اس دور مین بہت کم آدمیون کو اتنی فرصت نصیب ہوتی ہے کہ وہ لمبے مضمون کا مطالعہ کر سکین

چنانچہ

آج کل چھوٹے چھوٹے مضمون اور افسانون ہی پر ہر شخص کی نگاہین پڑتی ہین جنھین وہ آدھ گھنٹے کی مدت مین ختم کر سکے اور اسکے بعد اسے وہ تازگی اور فرحت محسوس ہو گویا کسی باغ کی سیر کر کے آیا ہے۔

ان اصحاب کے لیے

اردو کے مایۂ ناز۔ افسانہ نگار منشی پریم چند کے مختصر افسانون سے بہتر اور کوئی صورت نہین ہے۔

پریم بتیسی

مدوح کے ۳۲ بہترین منتخب مضمون کا مجموعہ ہے جو دو حصون مین علٰحدہ علٰحدہ شائع کیا گیا ہے۔

قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنہ ع۱۸ کاغذ۔ کتابت۔ چھپائی وغیرہ اعلیٰ قسم کی۔

ہم آپکو یقین دلاتے ہین کہ آپ ان مضمون کو پڑھکر نہایت محظوظ ہونگے بلکہ ترجمے ہندوستان کی تقریباً ہر ایک ممتاز زبان مین ہو چکے ہین اور نہ صرف اردو بلکہ بنگلہ۔ گجراتی۔ انگریزی۔ مرہٹی وغیرہ کے ادیبون نے بھی انکی بیحد قدر دانی کی ہے۔

تمھارے مال متاع کی حفاظت کیواسطے چوکیدار
کی ضرورت ہے۔ مگر گھر کے رہنے والون کی صحت
کی حفاظت کیواسطے ایک انوکھے چوکیدار
امرت دھارا کی ضرورت
DHARA
بابو رحمت علی صاحب ڈسٹرکٹ اورسیر ڈیرہ غازیخان سے
تحریر فرماتے ہین۔ تسلیم۔ امرت دھارا کی جو شیشی بندہ نے آپکے یہان سے
منگوائی تھی وہ تمام خرچ ہو چکی ہے مندرجہ ذیل بیماریون پر اسکی آزمائش
کرنے سے اسکو بہت مفید پایا ہے۔
(۱) درد شکم (۲) درد دندان (۳) درد جگر (۴) درد کان (۵) درد سر (۶) ہیضہ (۷) آنکھون کے نیچے رخسارون پر
(۸) ہاتھ پاؤن کی انگلیان پھول جانا (۹) بھڑ کا ڈنک۔ ان بیماریون کا تو میرا ذاتی تجربہ ہے اور مین یقین کرتا ہون
بیماریون پر بھی اپنا پورا اثر بموجب خاصیت ظاہر کریگی ایسی بے بہا چیز کا ہر ایک گھر مین ہونا ضروری بلکہ لازمی ہے
براہ مہربانی ایک شیشی اور مجموعہ رسالہ مجربات ہمراہ بذریعہ وی۔پی ارسال فرماکر مشکور فرماوین۔ ایسے ہی
۲۵ ہزار سارٹیفکٹ موجود ہین
مفصل حالات کیواسطے رسالہ امرت طلب کرنے پر مفت بھیجا جاویگا۔ نقالون سے بچو بہت لوگ اسکے ترکیب
نام رکھکر پبلک کو دھوکا دیتے ہین دراصل اسکے موجد شریمان پنڈت ٹھاکر دت شرما وید صاحب کے سوا
اسکے بھید کوئی نہین جانتا ہے۔ قیمت امرت دھارا ایکڑ فی شیشی نصف شیشی عمر، نمونہ عہ
منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون
امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ۔ لاہور